مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

حیات وخدمات

www.KitaboSunnat.com

تالیف وترتیب

صہیب حسن

سہیل حسن

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

حیات و خدمات

www.KitaboSunnat.com

تالیف و ترتیب

صہیب حسن

سہیل حسن

مکتبہ اسلامیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب ---------------------- مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ حیات و خدمات
ناشر ---------------------- محمد سرور عاصم
www.KitaboSunnat.com
اشاعت ---------------------- دسمبر 2010ء
قیمت ----------------------

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973
بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256
E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حُسنِ ترتیب

مضامین		صفحہ
پیش لفظ	سہیل حسن	7

حصہ اوّل

حرفِ اوّل	صہیب حسن	12
پہلا باب	مورث اعلیٰ	16
دوسرا باب	علمائے عمر پور	19
تیسرا باب	تذکرہ والد محترم مولانا عبدالغفار حسن عمر پوری	40
چوتھا باب	دارالحدیث رحمانیہ بنارس کا قیام	103
پانچواں باب	مالیر کوٹلہ کے چھے سال	111
چھٹا باب	جماعت اسلامی سے وابستگی کے سولہ سال	125
ساتواں باب	فیصل آباد، ساہیوال اور کراچی کا قیام	173
آٹھواں باب	سوئے حجاز	185
نواں باب	اسلامی نظریاتی کونسل کے نو سال	201
دسواں باب	متفرق واقعات اور ملفوظات والد: راقم الحروف کے قلم سے	208
گیارہواں باب	غیر ملکی اسفار	217
بارہواں باب	کچھ مشہور طلبہ کے اسماء گرامی	222
تیرہواں باب	تحقیقی و تصنیفی خدمات	226
چودہواں باب	اَمی جان www.KitaboSunnat.com	255
پندرہواں باب	اَبا جان	265
سولہواں باب	اولاد و احفاد	307

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ دوم

اَبا جان کی شخصیت کے چند پہلو	خبیب حسن	310
میرے مشفق اَبا جان	سہیل حسن	321
علم وعمل کا بحرِ بیکراں	راغب حسن	336
اَبا جان ایک دلآویز شخصیت	احمد حسن	343
اَبا جان ایک مثالی شخصیت	حامد حسن	349
نسلوں کے مربی	نمیر حسن	358
سنت نبوی کے نگہبان	عامر حسن	363
قرآن میں غوطہ زن	حافظ نضیر حسن	370
صبر وثبات کے پیکر دادا اَبا	عُزیر حسن	374
دادا اَبا کی چند یادیں	اُسید حسن	382
اَبا جان کی شفقت ومحبت	اُمّ عمیر	387
شجرِ سایہ دار	اُمّ یاسر	392
إن ابراھیم کان أمة	رملہ حسن	396
نفسِ مطمئنہ	رفیدہ حسن	401

حصہ سوم مکالمات (انٹرویوز)

فضیلۃ الشیخ عبدالغفار حسن الرحمانی الدہلوی	ابوعبداللہ کہلان جبوری	406
مولانا عبدالغفار حسن رحمانی	شفیق الرحمٰن شاہین	429
مولانا عبدالغفار حسن عمرپوری	محمد عامر نجیب	437
مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ	خالد سیال	455

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا عبدالغفار حسن	ڈاکٹر زاہد اشرف	472
فضیلۃ الشیخ عبدالغفار حسن سے ایک ملاقات	ترجمہ: راغب حسن	515
مولانا عبدالغفار حسن مدظلہ العالی سے ایک انٹرویو	احمد حسن	524
ڈاکٹر اسرار احمد کے ساتھ ایک نشست	صہیب حسن	528

ضمیمہ جات

ضمیمہ (۱)	شجرہ علم حدیث	559
ضمیمہ (۲)	اشتہار انجمن تہذیب الکلام	562
ضمیمہ (۳)	سوانح مولانا حکیم محمد داؤد	563
ضمیمہ (۴)	مراسلت بسلسلہ اجتماع ماچھی گوٹھ	565
ضمیمہ (۵)	جو جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوئے!	586
ضمیمہ (۶)	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری سے ملاقات	588
ضمیمہ (۷)	صہیب حسن: تبصرہ بر مقال قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری	596

www.KitaboSunnat.com

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين

وعلى آله واصحابه اجمعين وبعد:

ایک مسلمان کے دنیا سے رحلت کر جانے کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق، تین اعمال کے سوا باقی تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں، تین اعمال میں نیک اولاد کی دعا، صدقہ جاریہ اور نافع علم شامل ہیں۔

والد محترم مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد تو اپنی دعاؤں میں ان کو ہمیشہ یاد رکھے ہوئے ہے اور ان کی کتابوں کا ذخیرہ کتب خانے کی شکل میں طلبہ علم کے لیے وقف کر دیا گیا ہے، تاکہ یہ کتابیں ان کے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہوں، اس کتب خانے کا نام جد امجد مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ کے جاری کردہ رسالے ضیاء السنہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔

ان کے علمی کام کے سلسلے میں یہ منصوبہ بنایا گیا ہے کہ الھدی النبوی ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام ان کی تمام علمی کاوشوں کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا جائے۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی ان کی محبوب شخصیت حافظ ابن القیمؒ کے تفسیری افادات کا ترجمہ ہے جو طبع ہو چکا ہے۔

والد محترم کی شخصیت کے بارے میں برادر محترم ڈاکٹر صہیب حسن نے معلومات کے اس ذخیرے کو کچھ اپنی یادداشت سے اور کچھ والد محترم کی زبانی سُنے ہوئے واقعات کی روشنی میں قلمبند کیا ہے اور اپنے تاثرات دونوں والدین کے حوالے سے سپردِ قلم کیے ہیں، اس طرح یہ ایک جامع مرقّع بن گیا ہے۔ جس نے خاندانِ عمر پور کی علمی شخصیات کا تذکرہ، دارالحدیث رحمانیہ کی تاریخ، جماعت اسلامی کی سولہ سال سرگزشت، جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد کا قیام، ساہیوال اور کراچی میں رہائش اور مدینہ منورہ کی ایمان افروز یادوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ یہ تمام معلومات پہلے حصے میں یکجا ہیں اور دوسرے حصے میں والد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم کی بقیہ اولاد و احفاد کے تاثرات شامل کیے گئے ہیں۔

والد محترم سے بعض اصحاب نے مختلف اوقات میں انٹرویو کیے تھے۔ ان انٹرویوز میں بعض ایسی معلومات ذکر کی گئی ہیں جو برادر محترم ڈاکٹر صہیب حسن کی تحریر میں نہیں آسکیں۔ اس بناء پر اُن انٹرویوز کو اسی کتاب کے تیسرے حصے کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے تاکہ والد محترم کی بیان کی گئی تاریخی معلومات یکجا دستیاب ہو جائیں۔ ان انٹرویوز میں کسی قسم کی کانٹ چھانٹ نہیں کی گئی۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ قارئین کو بعض معلومات میں تکرار محسوس ہو لیکن ایک امانت سمجھتے ہوئے اس تمام مواد کو بعینہٖ مذکورہ کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

والد محترم نے ہندوستان کے قدیم دینی مدارس کے بارے میں ایک تأثراتی اور مشاہداتی مضمون تحریر کیا تھا جس میں بہت سی تاریخی معلومات ذکر کی گئی ہیں۔ احباب کی خواہش تھی کہ اسے کتابی شکل میں شائع کیا جائے، یہ مضمون بھی اس کتاب کی زینت بن چکا ہے۔ کتاب کے آخر میں مختلف ضمیمے شامل کیے گئے ہیں، جن کا تعلق کتاب میں موجود بعض مباحث سے بالواسطہ ہے، اس لیے انہیں متن کتاب میں شامل کرنے کے بجائے الگ شامل کر دیا گیا ہے تاکہ فائدہ کی تکمیل ہو سکے۔ اسی طرح دیگر علمائے عمرپور کے جو حالات دستیاب ہو سکے اُنہیں بھی شامل کتاب کر دیا گیا ہے۔

والد محترم کی وفات کے بعد کئی حضرات نے ان کی علمی اور دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے خامہ فرسائی کی ہے جن میں سے اکثر حضرات نے توصحیح معلومات بہم پہنچانے کی سعی کی ہے، لیکن کچھ حضرات نے پروفیسر یوسف سجاد کی کتاب (تذکرہ علمائے اہل حدیث پاکستان) سے معلومات اُخذ کی ہیں، جبکہ اس کتاب میں معلومات صحیح انداز سے ترتیب نہیں دی گئیں اور برادر محترم ڈاکٹر صہیب حسن کے حالات کو والد محترم کے حالات میں مدغم کر دیا گیا ہے، جس سے بہت ساری غلط فہمیاں اور ابہام پیدا ہوتے ہیں۔

لہٰذا یہ واضح رہے کہ ان کے بارے میں صحیح معلومات کا اصل مصدر زیر نظر کتاب ہے، باقی تمام مصادر اس معاملے میں مکمل طور پر قابل اعتماد نہیں ہیں۔ یہ ناسپاس گزاری ہوگی کہ میں ان تمام کاوشوں کے لیے عزیزم سید کلیم حسین شاہ کا شکریہ نہ ادا کروں کہ جن کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شبانہ روز محنت کی بدولت یہ کتاب اس صورت میں عالم وجود میں آسکی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کی علمی اور عملی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین!

www.KitaboSunnat.com

سہیل حسن

اسلام آباد

۴؍جمادی الثانیہ؍۱۴۳۰ھ

۲۹؍مئی؍۲۰۰۹ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ اوّل

www.KitaboSunnat.com

حرف اوّل : صہیب حسن

پہلا باب : مورث اعلیٰ

دوسرا باب : علمائے عمرپور

تیسرا باب : تذکرہ والد محترم مولانا عبدالغفار حسن عمرپوری

چوتھا باب : دارالحدیث رحمانیہ بنارس کا قیام

پانچواں باب : مالیر کوٹلہ کے چھے سال

چھٹا باب : جماعت اسلامی سے وابستگی کے سولہ سال

ساتواں باب : فیصل آباد، ساہیوال اور کراچی کا قیام

آٹھواں باب : سوئے حجاز

نواں باب : اسلامی نظریاتی کونسل کے نو سال

دسواں باب : متفرق واقعات اور ملفوظات والد: راقم الحروف کے قلم سے

گیارھواں باب : غیر ملکی اسفار

بارھواں باب : کچھ مشہور طلبہ کے اسماء گرامی

تیرھواں باب : تحقیقی و تصنیفی خدمات

چودھواں باب : اُمی جان

پندرھواں باب : اَبا جان

سولھواں باب : اولاد و احفاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف اوّل

www.KitaboSunnat.com

کسی کی داستان حیات پر قلم اُٹھانا ایک کٹھن کام ہے چہ جائیکہ یہ کام خود اُس شخص کے اپنے والد کی زندگی کے بارے میں ہو۔

والد مکرم مولانا عبدالغفار حسن کے دادا اس کارگاہِ حیات میں ستاون برس جئے، اُن کی وفات کے دو سال بعد ہی اُن کے بیٹے یعنی میرے دادا عبدالستار حسن چونتیس سال کی عمر میں راہی مُلک بقا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اُن کے بیٹے عبدالغفار حسن کو اتنی عمر عطا کی کہ جتنی باپ اور دادا دونوں کی تھی۔ جس نونہال نے اپنا بچپن ماں باپ دونوں سے محروم گزارا، اللہ نے اُسے اپنی زندگی میں بیٹی بھی دی اور بیٹے بھی، اور اُن کی اولاد در اولاد کی شکل میں اُن کے گلدستۂ حیات کو رنگوں سے بھر دیا۔

والدہ محترمہ اُم کلثوم کی وفات (۸ فروری ۱۹۹۲ء) کے بعد میں نے والد کی سالانہ دید و ملاقات کے موقع پر اُن کے حالات زندگی کو کریدنا شروع کیا۔ وہ بولتے جاتے تھے اور میں لکھتا جاتا تھا۔ چونکہ میری آمد سال کے سال ہوا کرتی تھی اور وہ بھی چند محدود دنوں کے لیے، اس لیے فرصت کے جو لمحات بھی میسر آئے، اُن کی صحبت میں بیٹھ کر اُن کے ارشادات قلمبند کرتا رہتا۔ وفات (۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء) سے ایک سال قبل کچھ ثقل سماعت کی بنا پر اور کچھ یادداشت متاثر ہونے کی بنا پر انہیں زیادہ نہ کرید سکا اور جتنا کچھ محفوظ کر چکا تھا۔ اُسے سینت سینت کر رکھا کہ کبھی ترتیب دے کر کتاب کی شکل میں پیش کروں گا۔ میں نے جب ان متفرق اور بے ترتیب اوراق پر نظر دوڑائی تو سوچنے پر مجبور ہوا کہ والد محترم کی زندگی میں ایسے کوئی غیر معمولی واقعات نہیں جو لوگوں کے لیے باعث کشش ہوں۔ نہ یہاں سیاست کی رزمگاہ ہے جہاں قد آور شخصیات داؤ پیچ لڑتی نظر آتی ہوں، نہ یہاں کسی قائد جیش کی داستان شجاعت ہے جس کے کارناموں کی دھاک بیٹھی ہوئی ہو، یہاں تو ایک سادہ مزاج، سادہ منش، بھولا بھالا انسان ہے جس نے عالم طفلی میں ماں باپ کے سایہ سے محروم ہو کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت یتیمی کا لبادہ اوڑھا، ایک دینی درسگاہ میں چٹائیوں پر بیٹھ کر علم کے مدارج طے کیے اور پھر اپنی عملی زندگی میں قلم، کتاب اور طلبہ علم سے واسطہ رکھا۔ البتہ اس کی جوانی کے سولہ سال ایسے گزرے جس میں جماعت اسلامی سے وابستگی کی بنا پر زندگی کی ساکن لہروں میں کچھ ارتعاش پیدا ہوا جو طوفان بننے سے قبل تھم گیا اور پھر تعلیم و تعلم کا وہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا کہ جس سے آغاز سفر کیا تھا اور جو زندگی کے آخری سانس تک ساتھ دیئے گیا۔ ایسی درویش صفت ہستی کے بارے میں لکھ کر میں قارئین کو کیا پیغام دے سکوں گا، یہ خیال میرے رہوارِ قلم کو رواں ہونے سے روکتا رہا لیکن پھر ایکدم بندگرہ کھل گئی۔

ایک شخص کی کامیابی کا راز صرف سیاسی افق پر جگمگانے، طاقت کے سرچشموں سے کھیلنے یا میدان جنگ میں طبل بجانے ہی میں تو پوشیدہ نہیں ہے۔ کیا اُسے اس معیار پر نہیں پرکھا جاسکتا کہ اس نے باپ دادا کی وراثت کو کیسے سنبھالا اور پھر اس وراثت علمی کو کس امانت کے ساتھ اپنی اگلی نسل میں منتقل کیا، میں ابا جان کے معاصرین اور خاص طور پر اُس جماعت کے اکابرین کو دیکھتا ہوں کہ جن کے افکار و خیالات کی چھاپ نے انہیں اپنی جوانی کے سولہ سال جہد مسلسل میں مشغول رکھا، اُن کے وہ ساتھی جنہوں نے اپنے فکر کے پھیلانے اور اپنی دعوت کو خاص و عام تک پہنچانے میں ساری عمر کھپا دی لیکن وہ اپنا جذبہ، اپنی فکر اور اپنی دعوت اپنی ہی اولاد و احفاد میں منتقل کرنے میں ناکام رہے، إلا ماشاء اللہ۔ اس لحاظ سے جب میں ابا جان کو دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ نہ صرف انہوں نے اپنے باپ دادا کی علمی میراث کو چار چاند لگائے بلکہ اپنے بیٹوں کی اکثریت کو قال اللہ و قال الرسول والی محفلوں کی زینت بنایا۔ وہ جب اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو نہ صرف اُن کی اولاد بلکہ اُن کے احفاد بھی انہی کے کام کو رونق بخشتے نظر آ رہے تھے، جس کی ایک مثال اُن کے پوتے اُسامہ حسن کی وہ عظیم کاوش ہے کہ جس کے نتیجے میں اُن کی ایک مشہور کتاب ''انتخابِ حدیث'' انگریزی زبان کا جامہ اوڑھ کر، احادیث و روایات کی پوری تحقیق کے ساتھ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہی ہے، اُن کے بعض بیٹے، پوتے اور پوتیاں حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہو کر اللہ کے گھروں کو آباد کر رہے ہیں۔ یا درس و تدریس کی مسند کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنبھالے ہوئے ہیں۔ اُن کی زندگی کا یہی پہلو مجھے آمادہ کر رہا ہے کہ میں اس کامیاب شخص کی زندگی کے واقعات، ملفوظات اس طرح پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں جیسے میں اُن کی زبان سے سنتا رہا ہوں۔ میرے اپنے تاثراتِ قلبی ''ابا جان'' کے عنوان سے اس تحریر میں آ گئے ہیں جو اس کتاب ہی میں جگہ پا رہی ہے۔

مجھے قلق ہے کہ میں اپنی زندگی کے بیسویں سال میں اُن سے جدا ہو کر مدینہ طیبہ کی روح پرور فضا میں مدارجِ علم طے کر رہا تھا اور پھر دو سال بعد اُن کے وہاں بحیثیت استاد منتقل ہو کر آ جانے کی بنا پر مزید دو سال اُن کی معیت کا حظ اُٹھاتا رہا اور پھر کارگاہِ حیات میں اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے جو وہاں سے رخصت ہوا تو سفر کی طوالت دراز ہوتی گئی لیکن ہر سال تجدید ملاقات اور حصولِ سعادت کے لیے میں والدین سے ملنے کے لیے ہر صورت جاتا رہا، یوں مجھے اُن سے دُوری کا زیادہ احساس نہ ہوا۔ میرے وہ بھائی خوش قسمت ہیں جنہیں آخر دم تک والد کی صحبت میسر رہی اور خدمت کا بھرپور موقع ملا۔

میں نے اس تحریر میں والد مکرم کی زبان سے سنے ہوئے واقعات و ارشادات کو معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ صفحۂ قرطاس کی زینت بنانے کی کوشش کی ہے، گویا شروع کے ابواب اُن کی آپ بیتی ہے، جہاں کہیں میں نے اضافہ ضروری سمجھا وہاں راقم الحروف کہہ کر اپنی بات رقم کر دی ہے۔ البتہ کتاب کے آخری ابواب میری اپنی تحریر ہیں کہ وہ میرے اپنے مشاہدات کی عکاسی کرتے ہیں۔

یہ کتاب ایک عہد کی تاریخ ہے جس میں واقعاتِ زندگی کے ساتھ بعض تلخ حقائق اور تنقیدی جھلکیاں بھی نظر آئیں گی جو کئی ہم عصر احباب کو ناگوار بھی محسوس ہوں گی، میں اُنہیں صرف اس خیال سے احاطہ تحریر میں لایا ہوں کہ وہ ہمارے تاریخی اور علمی ورثہ کا ایک حصہ ہیں جن کا محفوظ کرنا دیانت و امانت کا تقاضا ہے، ظاہر ہے کہ اب تک پُلوں کے نیچے سے کافی پانی بہہ چکا ہے، کئی کردار تو خود تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور کئی بننے والے ہیں۔ والد صاحب کے جو تاثرات جماعت اسلامی اور جماعت اہل حدیث کے بارے میں نظر نواز ہوں گے وہ اُن کے شدید تاثر کا ایک پرتو ہیں، انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ یا تو وصل و فصل کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکایت دل گداز اور دل شکن کا اظہار ہے یا پند و نصیحت کا وہ باب ہے جو ہر ناصح کے لیے کھلا رہتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کے بعد نہ کوئی فرد معصوم ہے اور نہ کوئی جماعت، جماعت ملائکہ ہے کہ جو سزاوار خطا نہ ہو سکے، غلطیوں کی نشاندہی کوئی جرم عظیم نہیں۔ اباجان نے جس مسلک حقانی سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا اور جو اعتدالی کیفیت کے ساتھ آخری دم تک باقی رہا۔ کیا اُن کی طمانیت قلب کے لیے کافی نہیں کہ انہوں نے جس بات کو قرآن و سنت کی روشنی میں حق سمجھا اُسے شدّ ومدّ کے ساتھ پیش کیا اور اس راہ میں لومۃ لائم کی پروا نہیں کی کہ جس کی گواہی اسلامی نظریاتی کونسل کی روئدادیں دے رہی ہیں۔

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ عمر پور کے اس علمی خاندان کی پانچ نسلوں نے قرآن و حدیث پر مبنی اس مسلک حق کی بھرپور پاسداری کی ہے چاہے اُنہیں کسی جماعت یا جمعیت کی خوشنودی حاصل رہی ہو یا نہ۔

قارئین کو اگلے ابواب میں جھانکنے کی دعوت دیتے ہوئے میں ایک دفعہ پھر والد صاحب کے اُن احباب سے معذرت خواہ ہوں جنہیں اُن کے خیالات سے اتفاق نہ ہو۔ "العبرۃ بالخواتیم" کے تحت میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ امتدادِ زمانہ اور گردش لیل ونہار سے خیالات میں تبدیلی بھی آ جاتی ہے اور تعلقات میں بہتری بھی، اور اس کی ایک نمایاں مثال ہمارے بزرگ دوست، مؤرخ جماعت اہل حدیث جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی ہیں کہ جن کے قلم سے ایک وقت ''ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں'' جیسی تحریر بھی نکلی تھی اور پھر انہی کے قلم سے والد مکرم کی حیات کے بارے ایسی تر و تازہ تحریر بھی دیکھنے میں آئی کہ جس کی مہک و خوشبو ایک تر و تازہ پھول کی طرح ہمیشہ دماغ کو معطر کرتی رہے گی۔

صہیب حسن

جنابیہ سپرنگ، سار

بحرین

ہفتہ ۸ شوال ۱۴۲۹ھ

۱۴ اکتوبر ۲۰۰۸ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

مورث اعلیٰ

ہمارے خاندان کے مورث اعلیٰ شیخ حبان مصری کے نام سے معروف تھے، نسلاً صدیقی ہیں۔ حجاز سے ہوتے ہوئے ایران آئے اور پھر ہندوستان۔ ان کا اصل نام، ابوالمعارف حبان المصری الصدقی یمنی قریشی صدیقی ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق ان کی اولاد میں محمد انور کے دو بیٹے ہوئے، حافظ پیر محمد اور محمد اکرم۔

انہی محمد اکرم سے ہمارے خاندان کا شجرہ نسب آگے بڑھتا ہے جس کی تفصیل منشی محمد حنیف صاحب حسین پوری کی تصنیف سے ماخوذ ہے، اور جس کا عنوان یوں ہے:

''نسب نامہ خاندان''

''ان اوراق میں ان قبائل، شیوخ کے نسب نامے درج ہیں جو حسین پور، بنت، عمر پور، مظفر نگر، سہارنپور، کرنال، شاہپور، سراوہ، ہاپڑ، بڈھانہ، گنگوہ وغیرہ میں آباد ہیں اور جن میں باہم رشتہ داری قائم ہے۔''

ان کے بیان کے مطابق محمد اکرم صاحب قدیم سامانی حال عمر پور ہیں۔ گویا وہ اس خاندان کے پہلے فرد تھے جو عمر پور میں آباد ہوئے۔ (از نسب نامہ خاندان ص ۱۹، ص ۷۹)

ان کے بیٹے عبداللہ اور پوتے محمد افضل تھے، محمد افضل کے تین بیٹے ہوئے۔ معین الدین، بدرالدین اور سعیدالدین۔

ہمارا خاندان بدرالدین اور معین الدین کے گرد گھومتا ہے۔ اس لیے ان دونوں بھائیوں کی اولاد در اولاد کا تذکرہ کچھ تفصیل چاہتا ہے۔

بدرالدین کی اولاد میں دو بیٹے ضیاء الرحمٰن اور عبدالجبار اور دو بیٹیاں اَمۃ الرحمٰن اور بشریٰ ہوئیں۔ عبدالجبار اپنے عرفی نام محمد حیات سے بھی پہچانے گئے اور ہمارے پردادا ہونے کے ناطے سے انہیں ہی خاندانِ عمر پور کا بانی مبانی سمجھا جاتا ہے۔

عبدالجبار عمر پوری کے بیٹے عبدالستار والد ہیں عبدالغفار حسن کے، جن کا تذکرہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کی زینت بن رہا ہے، عبدالستار کی ہمشیرہ اَمۃ المالک ہیں جو ابا جان کی پھوپھی ہوئیں اور جنہوں نے ابا جان کی تربیت میں اہم کردار عطا کیا اور دوسری ہمشیرہ اَمۃ اللہ ہیں۔

عبدالجبار کے بھائی ضیاء الرحمٰن کی اولاد میں دو بیٹے عطاء الرحمٰن اور محمد عثمان ہوئے اور تین بیٹیاں اَمۃ الرقیب، اَمۃ المقیت اور کلثوم ہوئیں۔

عبدالجبار عمر پوری کے چچا معین الدین کے بیٹے عبیدالرحمٰن اور بیٹی اَمۃ الرافع ہیں جن کی شادی عبدالجبار سے ہوئی، گویا وہ ابا جان کی دادی ہوئیں۔ عبیدالرحمٰن کثیر الاولاد تھے، ان کے سات بیٹے ہوئے اور وہ ہیں:

عبداللہ، عبیداللہ، عبدالبر، عبدالوکیل، محمد، عبدالجلیل اور عبدالقوی

یہ سب حضرات ابا جان کے چچاؤں کے رتبہ کے ہیں۔ اس لیے ابا جان کو ہمیشہ انہیں چچا کے لقب سے پکارتے سنا۔ انہی چچاؤں میں سے عبداللہ سے ابا جان کی پھوپھی اَمۃ اللہ بیاہی گئیں اور اُن کے بیٹے عبدالرب ہیں جو میری ہمشیرہ صابرہ خاتون کے شوہر بنے اور پھر میرے سب سے چھوٹے بھائی حامد حسن کا رشتہ انہی کی ایک بہن صفیہ کی بیٹی طرفہ سے ہوا۔ یوں اس خاندان میں سلسلہ مصاہرت ابھی تک قائم ہے۔ ابا جان کی دوسری پھوپھی اَمۃ المالک منشی بدرالدین کے نواسے عبدالوھاب سے رشتہ ازواج میں منسلک ہوئیں۔ جن کی اولاد میں عبدالتواب اور پوتوں میں عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اور عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

پھوپھی اَمۃ اللہ کا انتقال لاہور میں ہوا۔ راقم الحروف کو اُن کا وہ گھر یاد ہے جہاں دوسری منزل میں اُن کی رہائش تھی۔ نیچے کی منزل میں صاحب البیت کی ایک کمرے میں قبر تھی اور دوسرے کمرے کی جگہ اُن کی اہلیہ کی قبر کے لیے مختص تھی۔

گو ابا جان کے ایک چھوٹے بھائی عبدالقہار بھی تھے لیکن وہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے، اس لیے ابا جان اپنے گھرانہ کی واحد اولاد ٹھہرے، ان کی پیدائش (۲۰ جولائی ۱۹۱۳ء) رہتک (نواح دہلی) کی ہے لیکن جدی پشتی نسبت کی بنا پر ہمیشہ اپنے آپ کو عمر پوری لکھا۔

حیاتِ مستعار کے آخری دو سالوں میں یادداشت متاثر ہو چکی تھی، اس لئے میں نے جائے پیدائش کے بارے میں پوچھا تو ''دہلی'' کا نام لیا لیکن پاسپورٹ اور دیگر وثیقہ جات میں رُہتک ہی ذکر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شجرہ نسب خاندان محمد اکرم صاحب قدیم سامانی حال عمر پور

- محمد اکرم
  - عبداللہ
    - محمد ابراہیم
    - محمد افضل
      - بدرالدین
        - محمد حیات عرف عبدالجبار
          - امت المالک
          - امت اللہ
          - عبدالستار حسن
            - عبدالغفار حسن
              - صابرہ خاتون
              - شعیب
              - صہیب
              - خبیب
              - سہیل
              - راغب
              - احمد
              - حامد
        - ضیاء الرحمٰن
          - عطاء الرحمٰن
          - محمد عثمان
          - امت الرقیب
          - امت المقیت
          - کلثوم
        - امت الرحمٰن
        - بوبشریٰ
      - معین الدین
        - عبید الرحمٰن
          - عبداللہ
          - عبیداللہ
          - عبدالبر
          - عبدالوکیل
          - محمد
          - عبدالجلیل
          - عبدالقوی
        - امت اللہ
        - امت الرافع
        - امت الرفیع
      - سعید الدین
    - بہاء الدین
    - محمد عیسیٰ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

علمائے عمر پور

مولانا عبدالجبار عمر پوری

والد مکرم اپنی کتاب عظمت حدیث میں اپنے دادا کے تعارف میں لکھتے ہیں:

ا۔ مولانا عبدالجبار عمر پوری محدث کبیر وشاعر عظیم، نام وولدیت: عبدالجبار بن الشیخ منشی بدرالدین مرحوم عمر پوری، سنہ پیدائش ماہ جمادی الاخریٰ ۱۲۷۷ھ

مشاہیر اساتذہ کرام کے اسماء گرامی

ا۔ قاری عبدالعلی، نزیل امرتسر ودیگر علمائے امرتسر

۲۔ مولانا الشیخ محمد مظہر النانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ، اُصول فقہ، اور چند کتب حدیث کا درس لیا۔

۳۔ مولانا الشیخ احمد علی سہارن پوری سے فقہ، اُصول فقہ، اور چند کتب حدیث کا درس لیا۔

۴۔ مولانا الشیخ فیض الحسن سہارن پوری سے عربی ادب اور علوم بلاغت کا درس لیا۔

۵۔ مولانا الشیخ احمد حسن سے منطق وفلسفہ وغیرہ کا درس لیا۔

۶۔ مولانا الشیخ السید نذیر حسین سے طویل عرصہ تک علمی استفادہ کیا اور ان سے کتب تفسیر و حدیث، مثلاً بخاری و مسلم، نسائی، ابن ماجہ پڑھیں اور سندِ حدیث حاصل کی۔ (۱۲۹۷ھ)

مشہور تلامذہ

ا۔ علامہ محقق، ادیب کبیر عبدالعزیز میمنی مرحوم

۲۔ مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی (جے پوری) مرحوم

۳۔ مجاہد عظیم مولانا حافظ عبدالستار حسن خلف الرشید مولانا مرحوم مغفور

علمی خدمات

ا۔ مدرسہ دارالہدیٰ کشن گنج (حسن گنج) دہلی میں درس وتدریس کا سلسلہ قائم کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ عوام وخواص کو روزانہ صبح کو نماز فجر کے بعد پابندی سے درس قرآن مجید سے مستفید کرتے رہے۔

۳۔ ماہنامہ ''ضیاء السنۃ'' جاری کیا، [1] جو اس دور میں بلند پایہ مجلّات میں شمار ہوتا تھا، اس رسالہ میں مولانا (جدّ محترم) نے مولوی عبداللہ چکڑالوی کے نظریہ کا ردّ کیا کہ دین کے اصول وفروغ، کلیات وجزئیات، سب قرآن میں واضح طور پر موجود ہیں، لہذا سنت کی ضرورت نہیں ہے۔ جدّ محترم نے دلائل و براہین کے ساتھ کئی اقساط میں اس نظریے کا ابطال کیا، دینی حلقوں میں یہ مضامین بہت زیادہ پسند کیے گئے۔ اس رسالہ کی طباعت و اشاعت اور ترتیب وتہذیب کی نگرانی جدّ محترم کے برادر خورد مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب مرحوم کرتے رہے اور نہایت آب وتاب کے ساتھ کلکتہ سے شائع ہوتا رہا۔

[سرورق پر جو قواعد وضوابط تحریر کیے گئے تھے وہ آپ بھی ملاحظہ کیجیے:

۱۔ ''یہ رسالہ محض بغرض اصلاح قومی واظہار حق بالفعل ماہوار جاری کیا گیا ہے ان شاء اللہ تعالی ہر عربی مہینے کی یکم تاریخ کو شائع ہوا کرے گا۔

۲۔ اس میں توحید وسنت کی خوبیاں، شرک و بدعت کی بُرائیاں، مخالفین اسلام کے جوابات، آنحضرت ﷺ کے سچے حالات اور خلفائے اسلام کی سوانح عمری، استفتاء اور ان کے جوابات ومسائلِ دینی کی تحقیق اور اسلامی خبریں درج ہوں گی۔''

''ضیاء السنۃ'' نے ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ (فروری ۱۹۰۲ء) میں میدان صحافت کا رخ کیا اور ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ (مارچ ۱۹۰۳ء) تک ہی اپنی اشاعت برقرار رکھ سکا۔ اس کے بعد محرم ۱۳۲۳ھ (مارچ ۱۹۰۵ء) میں دوبارہ نمودار ہوا، لیکن ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء) میں ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

اس دور میں سنت کا دفاع کرنے اور قرآن وحدیث کی دعوت کو عام کرنے میں جن رسائل و جرائد نے بھرپور کام کیا، ان میں یہ پرچہ سرفہرست تھا۔ خاص طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کی ضلالات اور عبداللہ چکڑالوی کی ہفوات کی خوب خبر لیتا تھا۔ رسالے کے آخر میں خبرنامہ عالم اسلام یا مسلمانوں سے

[1] جدّ امجد مولانا عبدالجبار عمرپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵ مئی ۱۸۹۳ء میں جبل پور (مدھیہ پردیش) سے ماہنامہ ''تبلیغ'' جاری کیا۔ جنوری ۱۸۹۴ء سے ''تبلیغ'' ہفت روزہ ہو گیا، اس کے مہتمم حاجی عبدالغفور اور ایڈیٹر مولانا عبدالجبار عمر پوری مرحوم تھے۔ نہ معلوم ''تبلیغ'' کب تک اپنی ضیاء پاشیاں دکھاتا رہا۔ (تاریخ صحافت اُردو: از، امداد صابری، ج:۳، ص ۵۸۷) [سہیل حسن]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق خبروں کو بھی بالاختصار پیش کیا جاتا تھا۔ مجھے بڑی مسرت ہوئی جب میں نے برطانیہ میں اسلام کا علم بلند کرنے والوں میں سے ایک شخصیت کے متعلق چند ایسی باتیں اس رسالہ میں درج پائیں جو مجھے انگریزی مصادر میں بھی نہ ملی تھیں۔ میری مراد عبداللہ ولیم قولیم سے ہے۔ جو "لورپول" انگلینڈ کے ایک صحافی اور بیرسٹر تھے اور جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد ۱۸۸۹ء کے لگ بھگ اپنے اس آبائی شہر میں مسجد قائم کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ (ص ح)]

اس کے اہم مضامین جو قسط وار شائع ہوتے رہے، ان کے عنوان حسب ذیل ہیں۔

خلافت اسلامی، ولادت باسعادت، آنحضرت ﷺ کا مبعوث ہونا، شعروسخن، ہندوستان میں عربی کے نامور شعراء، ردّ قادیانیت، نبوت خلافت، فیصلہ آرہ، فصاحت و بلاغت، عصمت نبوی، معجزات نبوی، برکاتِ ندوہ، زبان عربی کی خصوصیت وفوقیت، ایام قربانی، باب الفتاویٰ، حرمت متعہ، تصوف وغیرہ۔

اس رسالہ میں حسب ذیل نامور اہل علم کے مقالات شائع ہوتے رہے۔

(الف) امام العصر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ شارح جامع ترمذی یعنی مؤلف تحفۃ الأحوذی۔

(ب) عالم کبیر مولانا عبدالسلام، مؤلف سیرۃ البخاری۔

(ج) خطیب خوش الحان مولانا حکیم عبیدالرحمٰن عمرپوری مدیر ماہنامہ ریاض التوحید۔

(د) مولانا حافظ حکیم ابویحییٰ محمد صاحب شاہ جہان پوری۔

(ہ) مولانا ابوالنعمان اعظم گڑھی۔

(و) مولانا ضیاء الرحمٰن عمرپوری برادر خورد مولانا عبدالجبار محدث عمرپوری۔

تصانیف

(الف) صمصام التوحید فی رد التقلید:

یہ رسالہ تقلید شخصی کی تردید میں تحریر کیا گیا ہے۔ تعداد صفحات ۳۲

(ب) ارشاد السائلین الی مسائل الثلا ثین:

اسے مختصر مجموعہ فتاویٰ بھی کہا جا سکتا ہے۔ جس میں ۳۰ فقہی نوعیت کے مسائل کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوابات قلم بند کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ کلکتہ سے ۱۹۰۲ء میں طباعت پذیر ہوئی۔

(ج) تذکیر الاخوان فی خطبة الجمعة بکل لسان:

اس میں مدلل طور پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ خطبہ جمعہ عربی میں پڑھ کر اس کا ترجمہ بزبان مخاطبین وسامعین کی تذکیر و تفہیم کے لیے جائز ومشروع بلکہ ضروری ہے۔ اس میں مخالفانہ دلائل کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ تعداد صفحات ۲۰، مطبع خادم السنۃ کلکتہ سے طبع ہوئی۔

[اس کا ایک نسخہ ایک مجموعہ کتب کے ضمن میں برٹش میوزیم لائبریری لندن میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ (ص ح)]

(د) ارشاد الانام بفرضية الجمعة فی کل مقام:

یہ کتاب ایک حنفی عالم مولانا نظام الدین مفتی کے رسالہ "تنبیه الانام" کے جواب میں فرضیت جمعہ کی تائید اور مسئلہ قراءت خلف الامام کے بارے میں تحریر کی گئی ہے۔ تعداد صفحات ۳۰، مطبع صدیقی لاہور سے طبع ہوئی۔

(ر) تبصرة الانام برد مغالطات صيانة الانام:

انہی نظام الدین نے ''ارشاد الانام'' کا جواب "صيانة الانام" کے نام سے دیا تھا، یہ اسی کا جواب الجواب ہے۔ تعداد صفحات ۱۱۲، مطبع سعید المطابع، بنارس سے ۱۳۱۸ھ میں طبع ہوئی۔

(ز) نصيحة الاخوان فی حجاب النسوان:

لاہور کے ایک تجدد پسند بزرگ سید ممتاز علی لاہوری تھے، جنہوں نے ''حقوق نسواں'' کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی تھی اور اس میں حجاب سے متعلقہ مسائل میں حد شریعت سے تجاوز فرمایا تھا۔ مولانا عبدالجبار نے ان کے خیالاتِ عالیہ کی تردید میں ''نصیحۃ الاخوان'' تصنیف کی۔ تعداد صفحات ۳۲، مطبع روز بازار امرتسر سے طبع ہوئی۔

(س) البراهين القاطعة فی رد الانوار الساطعة:

بدعتِ میلاد کا ردّ ہے۔ [راقم الحروف نے اس کتاب کو اپنے توضیحی حواشی کے ساتھ جریدہ صراط مستقیم، برمنگھم میں بالاقساط شائع کیا۔ حال ہی میں دارالخلد لاہور کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ص ح)]

(ص) رسالة فی انکار مجلس المولد والقیام:

مجالس میلاد کے مروجہ طریقے کی تردید میں، صاحب "نزھۃ الخواطر [۲۱۸/۸]" نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

(ط) دیوان (عربی)

اس کا ذکر بھی صاحب "نزھۃ الخواطر [۲۱۸/۸]" نے کیا ہے۔

(ہ) کسوٹی:

اس میں اعتصام بالکتاب والسنۃ سے متعلق آیات واحادیث کا منظوم ترجمہ کیا گیا ہے۔ تعداد صفحات ۸، مطبع بنجابے لاہور سے ۱۲۹۲ھ میں طبع ہوئی۔

تفسیر وحدیث اور دوسرے دینی علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ شعروشاعری میں بھی یگانہ روزگار تھے۔ عاجز تخلص رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں ان کے قصائد عوام وخواص میں مقبول ہوئے۔ ماہنامہ "ضیاء السنۃ" کے اوراق گواہ ہیں اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے درودیوار بھی اس پر شاہد ہیں۔ ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسوں میں جد محترم نے عربی قصائد سنائے، جو بہت پسند کیے گئے۔ متعدد قصائد میرے پاس محفوظ ہیں، جن میں سے بعض اہم قصائد جو ندوۃ العلماء کے جلسوں میں پڑھے گئے، مولانا ابوالحسن ندوی کی کاوش سے مجھ تک پہنچے۔ فجزاہ اللہ جزاء موفوراً وشکر اللہ سعیہ۔

وفات

ماہ شوال ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں علم وتقویٰ کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ اور اپنے استاذ محترم شیخ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے قریب شیدی پورہ قبرستان دہلی میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وإنا إلیه راجعون

محترم ابویحییٰ امام خاں نوشہروی مرحوم نے جد محترم کے حالات ان الفاظ میں تحریر کیے ہیں۔

"مرحوم بہت ذکی الحس تھے کہ اواخر عمر میں مکفوف البصر ہو جانے پر بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درسیات عمدگی سے پڑھاتے، وعظ عالمانہ اور مؤثر ہوتا۔ نماز فجر کے بعد بلاناغہ ترجمہ قرآن پڑھاتے، شعروسخن میں بھی ملکہ تھا اور شاعرانہ تعلّیوں سے مبرّا۔ ۷۵ سال کی عمر میں داعی اَجل کو لبیک کہا اور اپنی یادگار ایک الولد الصالح مولوی حافظ عبدالستار چھوڑا، جو اسی سن میں آغوش پدری میں جا سوئے۔"

مولوی عبدالرحمٰن مئوی نے ذیل کی رُباعی میں مادۂ تاریخ وفات نکالا:

مجی آہ چوں رحلت نمودہ بختم سال تاریخ وفاتش

بحسن سعی اش مشکور بادا نداز دھاتفے "مغفور بادا" ۱۳۳۴ھ

(تراجم علمائے حدیث ہند ج ا ص ۱۶۶)

دوسری تاریخ وفات نکلی ہے، رضوان من اللہ الملک ۱۳۳۴ھ

مولانا حافظ عبدالستار عمرپوری

خلف الرشید مولانا حافظ عبدالجبار عمرپوری محدث دہلوی، سن پیدائش ۱۳۰۱ھ اپنی خداداد ذہانت کی بنا پر تین ماہ میں قرآن حفظ کیا۔ تعلیم مدرسہ احمدیہ سلفیہ، آرہ، ضلع بہار میں حاصل کی، خیال رہے کہ مدرسہ احمدیہ کے ساتھ سلفیہ کا لاحقہ قادیانیت کے مزعومہ نام "احمدیت" سے اشتباہ نہ ہونے کی بنا پر کیا گیا تھا۔ یہاں درس نظامی کی تکمیل کی۔

اساتذہ کرام

۱۔ مولانا عبدالرحمٰن معین الدین صاحب عمرپوری (والد محترم کے نانا)

۲۔ مولانا عبیدالرحمٰن صاحب عمرپوری (یعنی والد محترم کے ماموں)

۳۔ مولانا محمد بشیر سہسوانی، محدث کبیر مصنف صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ الدحلان (عربی)

۴۔ مولانا عبدالجبار صاحب محدث عمرپوری

۵۔ مولوی محمد ابراہیم آروی

۶۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی خدمات

تعلیم وتدریس کا مشغلہ رہا، رسالہ اثبات الخبر فی ردّ منکری الحدیث والاثر اور ایک رسالہ مرزا قادیانی کی تردید میں تحریر فرمایا۔[اس کے علاوہ ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر میں بھی مولانا حافظ عبدالستار حسن رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔(ص ح)]

اخلاق وکردار

''مرحوم خلوص وکرم کا نمونہ اور اس شباب میں زہد و پارسائی کے مرقّع تھے۔ واحسرتا! کہ باغ عالم کی ۳۴ ویں بہار دیکھ رہے تھے کہ خود اپنا نخلِ حیات کٹ گیا، ایک صاحبزادہ مولوی عبدالغفار فارغ التحصیل دارالحدیث رحمانیہ، چھوڑا جنہیں راقم الحروف نے ۱۳۵۱ھ میں ایک بار دیکھا اور پھر دیکھنے کی ہوس ہے۔''

(ماخوذ از تراجم علماء حدیث ہند ص ۱۶۶ ج ۱)

تلامذہ

والدِ محترم کے تلامذہ میں سے صرف نامور خطیب اور محقق مولانا محمد اسماعیل سلفی (گوجرانوالہ) مرحوم و مغفور کا نام معلوم ہو سکا۔ مولانا موصوف نے خود مجھ سے بیان فرمایا کہ ''میں نے آپ کے والدِ محترم سے تفسیر ابن کثیر درساً درساً پڑھی تھی۔'' اور اسی تعلق کی بنا پر مولانا موصوف نے مجھے ''الروضة الندية'' مصنفہ نواب صدیق الحسن خان مرحوم بطور تحفہ عنایت فرمائی، جزاه الله خير الجزاء وعفا عنه وغفرله و أجزَل مثوبته، مولانا کا یہ علمی تحفہ (قدیم مطبوعہ) ابھی تک میرے پاس بطور یادگار محفوظ ہے۔

شوقِ جہاد

والدِ محترم مرحوم و مغفور کو جہاد فی سبیل اللہ کا بہت شوق تھا۔ شہادت کی تمنا ہر وقت دل میں موجزن رہتی تھی، اس سلسلے میں ورزش، تیراکی، گھوڑ سواری، گتکا، پٹا، یعنی اس وقت کی رائج ورزشوں میں اچھی خاصی مہارت حاصل کی ہوئی تھی اور وقت کے نامور پہلوان خلیفہ عبدالقادر دھلوی سے لاٹھی چلانے کی مشق کی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خفیہ طور پر سرحد کے بقیۃ السلف مجاہدین یعنی سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید کے جانشینوں کی مالی اعانت بھی فرمایا کرتے تھے ان کے اخلاص اور ایثار کی بنا پر دہلی کے تاجر حضرات بھی ان سے تعاون کرتے تھے اور اس بنا پر حسب ذیل تاجر حضرات گرفتار ہوئے اور انگریز کی جیل میں، شدید ترین عقوبتوں سے دوچار ہوئے، نام یہ ہیں:

۱۔ ملا محمد اسحاق صاحب مرحوم ومغفور جن کے صاحبزادے ملا محمد اسماعیل مسلم مرحوم نے کلکتہ سے ہجرت کے بعد کراچی میں رباط العلوم الاسلامیہ کے نام سے ایک عظیم علمی لائبریری قائم کی، جس میں ہزاروں کی تعداد میں عربی، اُردو، انگلش کی مستند اور مفید کتابیں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ ملک کے مشہور رسائل وجرائد اور روزنامے بھی تازہ بتازہ برائے مطالعہ دستیاب رہتے ہیں۔ آج کل جناب محمد اسماعیل صاحب مرحوم کے صاحبزادے محمد یوسف صاحب اور ان کے برادران اس ادارے کی ترقی میں کوشاں رہتے ہیں۔ اس وقت یہ عظیم لائبریری عالم گیر روڈ سوسائٹی، کراچی کی شاندار عمارت میں واقع ہے۔

۲۔ جناب عبداللہ صاحب لوہیا، جن کی زندگی سادہ اور درویشانہ تھی، ہر وقت غلبۂ دین اور نصرت دین کے جذبات سے سرشار رہتے تھے۔

۳،۴۔ خلیفہ محمد اسحاق صاحب برادر حافظ حمید اللہ صاحب یہ دونوں بھائی بھی مجاہدین کی اعانت میں سرگرم تھے۔

۵۔ جناب بشیر الدین صاحب تاجر کفش، مرحوم حاجی صاحب بھی بڑے استقلال وایثار کے ساتھ والدِ مرحوم کے پروگرام میں ہمہ تن شریک رہے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے تھے وہیں وفات پائی۔

۶۔ مجاہدین کی اعانت کے سلسلے میں دہلی کے مشہور تاجر حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم بانی مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی۔

۷۔ اور ان کے برادرِ مکرم شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم، مہتمم مدرسہ مذکور بھی بڑھ چڑھ کر حصے لیتے رہے۔

اللھم اغفرلھم وارحمھم وارفع درجاتھم فی المھدیین، تفصیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ملاحظہ ہو۔ سرگزشت مجاہدین ص ۶۲۱، مصنفہ جناب غلام رسول صاحب مہر مرحوم و مغفور۔

والد محترم مرحوم بھی ہر وقت جذبہ جہاد سے سرشار رہتے تھے اور ہر لحہ اللہ کی راہ میں شہادت حاصل کرنے کی دُھن سر پر سوار رہتی تھی۔ اس راہ میں دوڑ دھوپ نے انگریزی حکومت کو بھی چوکنا کر دیا تھا۔ آخر ایک دن شام کو گرفتاری کا وارنٹ آ ہی گیا، گھر والوں نے پولیس کو بتایا کہ آج صبح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مولانا مرحوم و مغفور کا بلاوا آ گیا اور انہوں نے صبر و رضا کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ اللّٰھُمّ اغفر له وارحمه وارفع درجته فی المهدیین۔

یہ سب معلومات میری دادی صاحبہ محترمہ مرحومہ نے بتائی ہیں۔ جن کی وفات ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔ اللّٰھُمّ اغفرلها وارحمها وارفع درجتها فی علیین، مرحومہ اپنے دور میں صبر و استقامت کا پہاڑ اور زہد و تقویٰ کا نمونہ تھیں، انہوں نے مولانا عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ارشاد کی ہوئی تھی۔

والدِ محترم کے انتقال پُر ملال کی خبر وحشت اثر سن کر مولانا موصوف نے میری دادی صاحبہ کو حسبِ ذیل آیت تحریر فرمائی تھی، ﴿ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ اور نہایت مؤثر انداز میں صبر کی تلقین فرمائی۔

۱۹۱۶ء ہمارے خاندان، خاص طور پر میری جدہ محترمہ مرحومہ کے لیے عامِ حُزن تھا۔ اس سال جدّ محترم مولانا عبدالجبار محدث عمر پوری نے رحلت فرمائی، اور اسی سال ۶ مارچ کو والد محترم اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے، اور والدہ محترمہ اَمۃ الجیب بھی دُنیا سے رُخصت ہوئیں، اور اسی سال میرے برادر خورد عبدالقہار نے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کی۔ اس عامِ حزن میں راقم الحروف کی عمر چار سال کی تھی، یہ دادی صاحبہ مرحومہ کی تربیت اور ان کی مخلصانہ دعاؤں کا اثر تھا کہ زندگی کا سفر بغیر کسی کڑی آزمائش کے خوشگوار ماحول میں طے ہوتا رہا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے سفر میں بھی کامیاب و کامران بنائے اور وہاں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابدی سعادت سے سرفراز فرمائے۔ اللّٰھمّ لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم (ع غ)

اباجان کی ننھیال

والدہ اُمۃ المجیب صاحبزادی تھیں محمد فاروق کی، اُن کے بھائیوں میں رفیق احمد، شفیق احمد، اخلاق احمد اور اشفاق احمد شامل ہیں۔ شفیق احمد کے صاحبزادے جنہیں ہم چچا خلیق احمد کے نام سے پکارتے تھے، پاکستان کی سول سروس میں کام کرتے رہے اور ریٹائر ہونے کے بعد ترجمہ قرآن کی نشر واشاعت میں دلچسپی لیتے رہے رفیق احمد کا قدرے تفصیلی تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

مولانا ضیاء الرحمٰن عمر پوری

بروایت (تحریر) مولوی عبیدالرحمٰن صاحب عمر پوری

''آپ نے دیگر علوم حاصل کرنے کے بعد جوانی میں علوم دینیہ کی طرف توجہ کی اور یہ سب فیضان آپ کے عم محترم مولانا معین الدین عبدالرحمٰن مرحوم عمر پوری کا تھا۔ ماشاء اللہ پوری توجہ فرما کر حدیث پر نظر غائر ہوگئی۔ آپ کا مطالعہ زبردست رہا، بعض اوقات بڑے بڑے ماہرینِ درس وتدریس کے ذہن میں جو مسائل نہیں آسکتے آپ انہیں بحوالہ کتب حدیث وابواب بتانے میں ید طولٰی رکھتے ہیں۔ اس لیے بعض اصحاب ارادت کہتے کہ ہمیں مولوی [ضیاء الرحمٰن] صاحب سے مسئلہ پوچھ کر اطمینان ہو جاتا ہے۔ آپ شروع سے سادہ وضع اور نمونہ سلف ہیں، تصنعات وتکلفات سے جدا ہیں، صبر وحلم وغم خواری اور فائدہ رسانی وہمدردی آپ کی طبیعت ہوگئی ہے۔ زہد وتقوی کا گویا آپ نقشہ ہیں۔''

سالہا سال سے کلکتہ مسجد اہل حدیث کولوٹولہ میں امام جماعت ہیں، بعض کتابیں بھی لکھیں جن کے نام معلوم نہیں ہو سکے، [1] برسوں رسالہ ضیاء السنہ (ماہانہ) نکالا۔

(ماخوذ از: تراجم علمائے حدیث ہند ص ۲۰۰)

---

[1] مولانا علی محمد سعیدی مرحوم نے فتاوٰی علمائے حدیث (۳/۳۰۸۔۳۱۱) میں مولانا موصوف کی ایک کتاب ''ارغام المبتدعین'' سے ان کے بعض فتوے نقل کیے ہیں۔ اسی طرح مولانا محمد مستقیم سلفی نے جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات (ص ۱۶۳) میں ایک کتاب ''تعلیم الصلوٰۃ'' کا ذکر کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد عثمان

خلف الرشید مولانا ضیاء الرحمٰن عمر پوری، ولادت جون ۱۹۱۹ء۔ آنکھوں کے ماہر ڈاکٹر تھے، لیکن تصنیفی ذوق بھی خوب تھا۔ انہوں نے قرآنِ حکیم کا سلیس و بامحاورہ اُردو ترجمہ ضروری تشریحات کے ساتھ قدیم و جدید تراجم و تفاسیر سے مرتب کیا۔ جسے قرآن فاؤنڈیشن لاہور نے ''الکتاب'' کے نام سے شائع کیا۔ ۱۴۰۵ھ (اگست ۱۹۸۵ء) سے ۱۴۱۸ھ (نومبر ۱۹۹۷ء) تک ''الکتاب'' کے گیارہ ایڈیشن شائع ہوئے جس سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اس ترجمہ قرآن کے علاوہ چند اور رسائل بھی لکھ کر شائع کیے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق: از ڈاکٹر اسرار احمد (تلخیص وتسوید)

۲۔ جہاد بالقرآن

۳۔ اقامت دین امت مسلمہ کا مقصد وجود

۴۔ ہماری نمازیں اتباع رسول کے آئینے میں (الاعتصام ۱۹/ نومبر ۱۹۹۱ء)

۵۔ مودودی صاحب کے ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ [۱۰ اقساط] (ماہنامہ بینات کراچی: جنوری تا اکتوبر ۱۹۹۷ء)

۶۔ ڈاکٹر عثمان کی وفات جولائی ۲۰۰۳ء کو ہوئی۔

مولانا عبدالرحمٰن معین الدین عمر پوری (متوفی ۱۳۳۱ھ۔ ۱۹۱۳ء)

مولد و منشاء عمر پور ضلع مظفر نگر نسباً صدیقی (اور مولوی حکیم عبیدالرحمٰن صاحب کے والد ماجد تھے) ابتداء گھر ہی میں پڑھا، [دیگر] علوم مولوی غلام العلی قصوری امرتسری سے اور حدیث حضرت میاں صاحب سے پڑھی۔ تکمیل کے بعد اپنے مولد اور دیگر متفرق مقامات پر تبلیغ وتدریس فرماتے رہے اور بے شمار بندگانِ خدا کی ہدایت کا سبب بنے۔

(ماخوذ از: تراجم علمائے حدیث ہند ص ۱۶۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حکیم عبیدالرحمٰن عمرپوری

مولد و منشاء قصبہ عمرپور، ضلع مظفرنگر، ابتدائی کتب اور طب والد مرحوم سے اور بعض اپنے عم زاد برادر مولانا ضیاء الرحمٰن (مقیم کلکتہ) سے پڑھیں۔ حدیث مولانا عبدالصمد غزنوی (برادر مولانا عبدالحق غزنوی مباہل بہ مرزائے قادیان) و مولانا عبدالرحیم غزنوی بن عبداللہ صاحب اور مولانا عبدالجبار غزنوی سے پڑھی۔ سند و اجازہ حدیث حضرت میاں صاحب سے بھی حاصل ہوا، طب قاضی عبدالاحد خانپوری سے پڑھی۔

سلسلۂ طبابت ذریعہ معاش اور وعظ و تذکیر "زادالمعاذ" ہے، بیان میں تسلسل اور روانی خوب ہے، محلّہ نواب گنج دہلی میں قیام ہے، طلباء بھی آجائیں تو شوق سے پڑھیں، اپنے خاندانی مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ میں بھی تشریف لے جاتے ہیں، دہلی کے موجودہ قائم شدہ مدرسہ "جامع اعظم" (سابق ریاض العلوم) کے ناظم ہیں، ۱۳۵۵ھ سے ریاض توحید ماہانہ آپ کی ارادت میں نکل رہا ہے۔ [1] کثیرالاولاد اور اللہ تعالیٰ کے اس خاص کرم سے بہرہ یاب ہیں کہ تمام صاحبزادے دولت علم کے ساتھ ساتھ نعمت عمل سے بھی مستفید ہیں۔

(ماخوذ از: تراجم علمائے حدیث ہند ص ۱۹۰)

مولانا عبیدالرحمٰن تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ "ماہنامہ ضیاء السنۃ" اور "ریاض التوحید" میں ان کے بے شمار علمی و تحقیقی مضامین شائع ہوئے۔ ان کے علاوہ درج ذیل رسائل و کتب تحریر کیں۔ اصولِ توحید، تعلیم الصلوٰۃ وغیرہ

ابا جان لکھتے ہیں:

والدِ محترم مولانا حافظ عبدالستار حسن مرحوم کی وفات کے بعد ان کے ماموں مولانا عبیدالرحمٰن صاحب نے درس و تدریس اور خطابت کا سلسلہ دارالھدیٰ کے مدرسہ اور مسجد میں شروع کیا۔

مولانا موصوف نہایت خوش الحان واعظ اور حق گوئی میں یکتا، زہد و تقویٰ میں نمایاں

---

[1] ہمارے پیش نگاہ ایک رسالہ "اشاعۃ الحق" [ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ (زیر تالیف و تدوین: مولانا عبیدالرحمٰن عمرپوری)] ہے، لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ رسالہ کب جاری کیا گیا، اور کب تک جاری رہا۔ (سہیل حسن)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام رکھتے تھے، ساری زندگی سادگی اور کفایت شعاری سے گزاری۔ دینی علوم خاص طور پر حدیث کی تعلیم، محدث العصر مولانا محمد نذیر حسین صاحب سے حاصل کی۔ دینی علوم کے ساتھ ساتھ طب اسلامی سے بھی خاص شغف تھا۔ باقاعدہ مطب بھی کرتے رہے ہیں۔ ان کی زندگی کے چند اہم واقعات جو میں نے سنے ہیں یا مشاہدے میں آئے ہیں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حق گوئی اور انکارِ منکر

ایک دفعہ مدرسہ دارالھدیٰ کی مسجد میں دہلی کے ایک تاجر مع اپنے صاحبزادے کے تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ مدرسہ کے مہتمم حافظ حمید اللہ صاحب بھی تھے۔ یہ شادی کا موقع تھا۔ رشتہ دار اور احباب کا ایک بہت بڑا اجتماع ہو گیا تھا۔ نکاح پڑھانے کی ذمہ داری مولانا عبیدالرحمٰن صاحب پر تھی۔ نکاح پڑھانے سے قبل مولانا موصوف کی نگاہ دولہا کی انگوٹھی پر پڑ گئی جو سونے کی تھی۔ بس پھر کیا تھا دینی جلال جوش میں آ گیا، انہوں نے نہایت ہی بیباکانہ انداز میں دولہا کے والد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ برسوں سے قرآن وحدیث کا درس سنتے آئے ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سن سن کے سُن ہو گئے ہو۔ تمہیں خبر نہیں کہ حضور ﷺ نے صاف اعلان فرمایا ہے کہ سونا اور ریشم میری اُمت کے مردوں پر حرام ہے۔ پھر نہایت جوش وجلال کے ساتھ فرمایا کہ جاؤ میں یہ نکاح نہیں پڑھاؤں گا، جہاں ارشاد نبوی ﷺ پامال کیا جا رہا ہو وہاں تو شرکت بھی ناپسندیدہ ہو گی۔ پورا مجمع سناٹے میں آ گیا۔ کسی کی ہمت نہیں تھی جو بات کرے کچھ دیر خاموشی کے بعد حافظ حمید اللہ صاحب مرحوم نے بڑے ادب کے ساتھ درخواست کی کہ مولانا! دولھا نے اپنی انگوٹھی اتار دی ہے، اب آپ مہربانی فرما کر نکاح پڑھا دیجئے۔ اس موقعہ پر دولھا کا باپ جو ایک بہت بڑا باا ثر تاجر تھا، انتہائی شرمندہ اور پشیمان تھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور آنکھوں سے اشک رواں تھے۔

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ علمائے کرام دینی غیرت سے مالا مال تھے اور بڑے بڑے تاجر بھی علماء کے احترام میں دم بخود رہتے تھے ورنہ آج کل تو یہ حال ہے نہ علمائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین میں یہ غیرت باقی ہے اور نہ خوش حال طبقہ میں علماء کا احترام موجود ہے، الا ماشاء اللہ۔

شانِ بے نیازی

مولانا موصوف کی ساری زندگی معاشی لحاظ سے نہایت ہی تنگی سے گزری۔ ساری عمر کرائے کے مکانوں میں گزارا کیا۔ ۱۳۵۱ھ رمضان المبارک میں دارالحدیث رحمانیہ کے مہتمم جو دہلی کے بہت بااثر بڑے تاجر تھے۔ انہوں نے مجھے دس روپے کا نوٹ دیا۔ جس کی اس زمانہ میں بڑی قیمت تھی۔ مجھ سے شیخ صاحب نے کہا کہ یہ نوٹ مولانا عبیدالرحمٰن صاحب کو دے آئیں۔ جب میں نے مولانا موصوف کو نوٹ دیا، تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ یہ ہدیہ ہے یا زکوٰۃ؟ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میں یہ نوٹ فی الحال رکھ لیتا ہوں تاکہ کوئی تلخی پیدا نہ ہو۔ لیکن کل ضرور پوچھ کر آؤ؟ جب میں نے شیخ صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ''یہ دس روپے زکوٰۃ کی مد میں سے دیے گئے ہیں۔'' جب میں نے یہ جواب مولانا موصوف کو سنایا تو انہوں نے فوراً ہی نوٹ میرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ شیخ صاحب سے کہہ دیا جائے کہ میں زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوں۔ شیخ صاحب موصوف جو عرف عام میں میاں صاحب کے لقب سے مشہور تھے مولانا مرحوم کی اس قناعت پسندی سے بہت متاثر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مولانا موصوف بیمار ہو گئے تو ان کی عیادت کے لیے میاں صاحب موصوف، مولانا محمد جونا گڑھی مرحوم کے ہمراہ تشریف لائے۔ اس موقع پر کہا جا سکتا ہے:

نعم الأمیر اذا کان بباب الفقیر وبئس الفقیر اذا کان بباب الأمیر۔

''یعنی کیا ہی خوب ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے اور کیا ہی
بُرا ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازے پر جا کر دستک دیتا ہے۔''

یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے لیکن معنی کے لحاظ سے درست ہے (ملاحظہ ہو المقاصد الحسنہ للسخاوی [ص ۴۴۷])

بحوالہ ابن ماجہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری روایت نقل کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

شرار العلماء الذین یأتون الأمراء وخیار الأمراء الذین یأتون العلماء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسی کے ہم معنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، کشف الخفاء للعجلونی، ص ۳۲۱ ج ۲)

شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم اگرچہ صاحبِ امر نہیں تھے لیکن دہلی شہر میں ان کا بڑا اثر ورسوخ تھا اور وہ اپنی برادری میں صاحبِ اَمر کی حیثیت رکھتے تھے۔

ماضی قریب کے مشاہیر علماء میں ایک بڑی تعداد ایسی نظر آتی ہے جن کی اولاد دینی علوم سے بے بہرہ اور عملی اور اخلاقی لحاظ سے تہی دامن ہے لیکن مولانا موصوف اپنی اولاد کے لحاظ سے امتیازی شان رکھتے تھے۔ ان کے سات بیٹے تھے جن میں سے اکثر عالم باعمل تھے۔ مثلاً:

۱۔ مولانا عبداللہ سلفی

جو نام کے سلفی نہیں تھے بلکہ واقعی سلفیت کے شاہکار تھے۔ سادہ زندگی اور زہد و تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ سب سے بڑی خوبی ان میں یہ تھی کہ ضبطِ نفس اور رازداری میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ایثار وقربانی کے جذبات سے سرشار تھے، عربی، فارسی، اُردو اور انگلش چاروں زبانوں میں عمدہ صلاحیت کے مالک تھے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے ہمیشہ موٹا کھدر استعمال کرتے تھے۔ لیکن کانگریسی تحریک سے بیگانہ تھے۔ سر پر عمامہ باندھا کرتے تھے جس سے ان کے چہرے کی شان دوبالا ہو جاتی تھی۔ اخلاقی لحاظ سے ان کا معیار بہت ہی اونچا تھا۔ اپنے تمام بھائیوں میں علم وعمل کے لحاظ سے نمایاں مقام رکھتے تھے۔ افسوس ہے کہ عمر نے وفا نہ کی ۱۹۴۱ء میں بعمر ۴۱ سال وفات پائی۔ صرف دو تین روز بیمار رہے۔ سخت علالت کے باوجود سراپا صبر وشکر رہے۔ ان کا انتقال کانپور میں ہوا جہاں وہ حلیم مسلم ہائی سکول میں عربی، فارسی کے اُستاد اور اپنے شعبہ کے سربراہ تھے۔ جس وقت ان کا انتقال ہوا اُس وقت ان کے والدِ محترم کلکتہ میں تھے ان کا بیان ہے کہ شام ۴ بجے میں مطب میں بیٹھا ہوا تھا کہ دل پر سخت چوٹ لگی جیسے کوئی پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ تقریباً یہی وقت ان کے انتقال کا تھا۔ اللّٰھم اغفر له وارحمه وارفع درجته فی المهديين۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ مرحوم میرے حقیقی پھوپھا تھے میرے ساتھ بہت پیار اور محبت سے پیش آتے تھے۔ انہوں نے ایف اے کے امتحان کی چپ چاپ تیاری کی، کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ امتحان دے کر آ گئے اور جب نتیجہ آیا تو پھر پاس ہونے کی خوشخبری دے کر اہل خانہ سب کو حیران کر دیا۔

[مولانا عبداللہ سلفی کی وفات پر جناب سعید احمد اعظمی، محلّہ اورنگ آباد، مئو ناتھ بھجن، ضلع اعظم گڑھ نے درج ذیل قصیدہ لکھا اور قطعہ تاریخ نکالا اور یہ اشتہار کی صورت میں ۸ صفر سنہ ۱۳۶۱ھ/۲۴ فروری ۱۹۴۲ء کو شائع ہوا۔ سہیل حسن]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال وسوانح ارتحال

مولانا عبداللہ صاحب سلفی عمرپوری

سنہ ۱۹۴۱ء

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا﴾ (١٦/ النحل: ٣١)

سمت، بکرمی ۱۹۸۹

آن جوانی کہ بود عالم دین | آہ! رحلت نمود از دنیا
آن جوانی کہ بود برّ و تقی | آہ! رحلت نمود از بر ما
نام نامیش بود عبداللہ | ہم بہ ((سلفی)) بخواند اورا وری
با عمل بود علم او توام | علم او بود علم دین و ھدیٰ
بود مشتاق آیت قرآن | ہم باخبار مصطفی شیدا
شب بہ تنقیح علم کردی سحر | ہم بتدریس روز کردی مسا
در تدین نمونۂ اسلاف | ہم باخلاق نیک بُد یکتا
بود خدمت گذار ام و پدر | ہم باولاد و اھل خود شیدا
متواضع بدی میان خلق | پیش خلاق پشت او دوتا
بود امعان مرا برای سال | ملہم غیب داد ما را صدا

بہر تاریخ گو سعید حزین
((سوی جنت جوان من رفتا))

۱۳۶۰ھ

۲۔ حکیم عبیداللہ صاحب مرحوم

مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے دوسرے صاحبزادے حکیم عبیداللہ صاحب مرحوم ہیں۔ یہ حکمت کرتے تھے اور ساتھ ہی عالم دین تھے۔ ان کا وعظ بڑا پُرتاثیر ہوتا تھا۔ اپنے والد کی طرح خوش الحانی میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ لاہور میں عربی کتابوں کی دوکان بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ تجارت کے ذریعہ رزقِ حلال کماتے تھے۔ کبھی کہیں ملازمت نہیں کی، ۸۴ء میں کراچی میں انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

۳۔ مولانا عبدالوکیل خطیب مرحوم

مولانا موصوف دارالحدیث رحمانیہ کے فارغ اور مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی اعظمی کے ہم سبق تھے۔ خطابت اور ادیانِ باطلہ کے رد میں ماہر تھے۔ پاکستان بننے سے قبل دہلی میں آریوں سے متعدد کامیاب مناظرے کیے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے۔ خطابت اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ عربی، فارسی، اُردو تینوں زبانوں میں مہارت رکھتے تھے۔ عمر کے آخری سال تک رمضان المبارک میں تراویح سناتے رہے۔ ۹۱ء میں ۸۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجتہ فی المھدیین۔ راقم الحروف نے ان سے عربی کے ابتدائی اسباق پڑھے تھے۔

[حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

''یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ علمائے اسلاف کی نشانی، بزرگ عالم مولانا عبدالوکیل صاحب دہلوی گزشتہ ماہ ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ کو کراچی میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا مرحوم کراچی کی جمعیت اہلحدیث کے بزرگ رہنما اور اس کے نہایت فعال رکن تھے۔ قرآن کریم کے حافظ وقاری بھی تھے۔ ان کا اندازِ قراءت سادہ لیکن نہایت مؤثر اور دلنشین تھا۔ بلوچ پارک کراچی میں وہ سالہا سال سے تراویح میں قرآن مجید سنا رہے تھے۔ ان کی مخصوص دلآویز قراءت بلوچ پارک کی شناخت اور جماعت کی زندگی کی علامت تھی۔

اپنے انداز کے خطیب بھی منفرد تھے اور دہلی کالونی کی ایک مسجد میں عمر بھر خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔ بلوچ پارک میں بھی قدر کی راتوں میں اپنے وعظ و خطابت سے اہالیانِ کراچی کے دلوں کو گرماتے رہے۔

جمعیت اہلحدیث کے ترجمان ''الارشاد جدید'' کے بھی وہ نگران تھے اور اس میں وقتاً فوقتاً ان کے دعوتی و اصلاحی مضامین چھپتے رہتے تھے۔ [1]

---

[1] مولانا مرحوم نے چند کتابیں بھی لکھیں۔ فلسفہ ارکان اسلام، سوانح پیغمبر اسلام اور مسائل جنازہ وغیرہ۔ (سہیل حسن)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی وفات سے کراچی کی جماعت ایک ایسی علمی و مذہبی شخصیت سے محروم ہوگئی ہے جو اہالیانِ کراچی کے، جن کی اکثریت دہلی اور دیگر شہروں سے ترکِ وطن کر کے آنے والوں پر مشتمل ہے، مہاجر خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ افسوس اب اس نسل سے اُمراء وصنعت کار تو پیدا ہو رہے ہیں لیکن ان کی کوکھ علماء وخطباء کے جنم سے محروم ہوگئی ہے۔ فیا اسفا ویا اسفا!

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت اور سیئات سے درگزر فرمائے۔ غفر اللہ له وارحمه۔]

(ہفت روزہ الاعتصام: ۲۳ اگست ۱۹۹۱ء)

۴۔ مولانا عبدالجلیل فیصل ندوی مرحوم

مولانا موصوف نے دارالحدیث رحمانیہ میں چار سال تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء منتقل ہوگئے اور وہاں سے سندِ فراغ حاصل کی۔ عربی، فارسی، اُردو تینوں زبانوں میں اچھی صلاحیت تھی۔ ۹۰ء میں کراچی میں وفات پائی۔ ان کے ہم سبق رئیس احمد ندوی تھے۔ ان کی خاص خوبی یہ تھی کہ رشتہ داروں سے میل جول رکھنے کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے، صلہ رحمی میں ان کا مقام نمایاں تھا۔ اللھم اغفرله وارحمه وارفع درجته فی المھدیین۔

ان چار صاحبزادگان کے علاوہ تین بیٹے اور تھے جو باقاعدہ عالم دین تو نہیں تھے لیکن اخلاق اور عملی زندگی میں نیکی اور پارسائی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

ا۔ جناب عبدالبر صاحب

جن کی وفات ۸۰ء میں میرٹھ میں ہوئی۔ ان کی پوری زندگی کاروبار میں گزری۔ بہت ہی محنتی اور جفاکش انسان تھے۔ اللھم اغفرله

۲۔ جناب حکیم ابوعلی محمد صاحب مرحوم

یہ زہد وتقویٰ کے اعلیٰ نمونہ تھے۔ طب اسلامی کی کتابیں اپنے والد مرحوم سے پڑھی تھیں۔ اور چار سال اپنے بھائی مولانا عبدالجلیل فیصل کے ساتھ دینی تعلیم دارالحدیث رحمانیہ میں حاصل کی۔ دینی غیرت میں ان کا نمایاں مقام تھا۔ کورٹ روڈ کراچی کی مسجد میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعظ ونصیحت بھی کیا کرتے تھے۔ اتباع سنت کا جذبہ بہت ہی نمایاں تھا۔ پاکستان آنے کے بعد بڑی تنگی ترشی کے ساتھ زندگی گزاری لیکن کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ اپنے والد صاحب کی طرح دینی غیرت کے حامل اور قناعت پسند تھے۔ ۸۶ء میں کراچی میں وفات پائی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وارفع فی المھدیین۔

۳۔ جناب حکیم عبدالقوی صاحب (ایم اے)

یہ مولانا عبیدالرحمٰن کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ زہد وتقویٰ کے لحاظ سے اپنے بڑے بھائی مولانا عبداللہ سلفی کے مشابہ تھے، بہت ہی غیرت مند اور متواضع انسان تھے۔ نوافل ووظائف کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ لائبریری سائنس میں ایم اے کیا اور فن طب میں مہارت حاصل کی۔ سنہ ۸۹ء میں کراچی میں وفات پائی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجتہ فی المھدیین۔

مولانا عبیدالرحمٰن کا آخری وقت

مولانا موصوف اپنے بڑے بیٹے کی وفات پر اندر ہی اندر غم میں گھلتے رہے۔ کبھی زبان سے شکوہ نہ کیا۔ پھر ۱۹۳۲ء میں ان کی اہلیہ کا ایک ناگہانی حادثہ میں انتقال ہوگیا۔ ان صدموں کے باوجود سراپا صبر وشکر رہے۔

وفات سے چند روز قبل کا واقعہ ہے کہ ایک قاری صاحب اپنے بیٹے کے ہمراہ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ مولانا موصوف نے قاری صاحب سے فرمایا کچھ تلاوت فرمائیں قاری صاحب نے اپنے بیٹے سے کہا (وہ بھی اچھا قاری تھا) کوئی رکوع سناؤ۔ اتفاق کی بات ہے کہ نوجوان قاری نے اپنی تلاوت اس آیت سے شروع کی۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ الخ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۴۴)

یہ آیت سنتے ہی مولانا موصوف کی ہچکی بندھ گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اس اضطراب اور بے قراری کی حالت دیکھ کر قاری صاحب نے اپنے بیٹے کو اشارہ کیا کہ سرِ دست تلاوت ملتوی کردو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس واقعہ کے چند دنوں بعد اپنے حقیقی خالق و مالک سے جا ملے، یعنی ۱۹۴۵ء میں۔

اللهم اغفرله وارحمه وارفع درجته فى المهديين۔ اللهم لا تحرمنا أجره ولا تفتنا بعده۔ (ع غ)

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

تذکرہ والد محترم عبدالغفار حسن عمرپوری

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے۔ پیدائش دہلی سے قریب ایک قصبہ رُہتک میں ہوئی۔ عیسوی لحاظ سے تاریخ پیدائش ۲۰ جولائی ۱۹۱۳ء ہے۔

تین سال کی عمر میں والد، والدہ اور دادا کے سایہ عاطفت سے محروم ہو چکے تھے۔ اس لیے دادی اَمۃ الرافع کی گود میں پرورش پائی اور ۲۸ء یعنی اُن کی وفات تک اپنی زندگی کے پندرہ سال انہی کے فیضان تربیت سے اپنے نخلِ وجود کی آبیاری کی۔ ابتدائی تعلیم کشن گنج دہلی مدرسہ الھدیٰ میں حاصل کی جس میں اُن کے والد اور دادا دونوں تعلیم دیتے رہے تھے، یہاں مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب پنجابی سے حسبِ ذیل کتب کی تعلیم حاصل کی: پنج گنج، زبدۃ، نحو میر صرف میر فارسی کی پہلی و دوسری، میزان، منشعب، اوّل الذکر چار ناقص بقیہ سب کامل دادا نے کشن گنج کو حسن گنج کا نام عطا کیا اور اسی مناسبت سے بیٹے کو بھی حسن کا لاحقہ عطاء ہوا، یعنی عبدالستار حسن۔

اس مدرسہ کے بارے میں ابا جان لکھتے ہیں:

اس مدرسہ کے بانی اور مہتمم حافظ حمید اللہ صاحب سوداگر صدر بازار دہلی تھے۔ اس مدرسہ میں راقم الحروف نے ناظرہ قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ میرے اُستاد حافظ رحمت اللہ صاحب تھے جو اپنے مزاج کے لحاظ سے بہت نرم اور شفیق مہربان تھے۔ عام طور پر مدارس میں قاری حافظ صاحبان ناظرہ یا حفظ قرآن پڑھاتے ہوئے بہت سختی سے کام لیتے ہیں۔ ایسے بھی واقعات پیش آئے ہیں کہ طالب علم کو اتنا پیٹا گیا کہ ہڈی پسلی ایک ہوگئی یا ہاتھ بے کار ہوگیا یا ٹانگ سے لنگڑا بنا دیا گیا۔ ایسا واقعہ دارالھدیٰ میں، دوسرے قاری صاحب کے ہاتھوں میں پیش آیا۔ اس قسم کی سختی اور سنگدلی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چھوٹے معصوم طلبہ کے دلوں میں قرآنی تعلیم سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ سختی کے بجائے شفقت اور محبت کی ضرورت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی مدرسہ کا ایک دلچسپ لیکن عبرت انگیز واقعہ ہے کہ قاری صاحب کی سختی کی وجہ سے حفظِ قرآن کے طلبہ میں بددلی پیدا ہوگئی اور وہ سب اپنے اُستاد کے سخت مخالف ہوگئے اور انتقام لینے پر تل گئے۔

سردی کا زمانہ تھا، قاری صاحب لحاف اوڑھ کر مسجد کے ہال میں محوِ خواب تھے۔ طلبہ نے ایک سازش کے تحت ایک لمبی رسی لی اور قاری صاحب کو لحاف اور چارپائی سمیت باندھنا شروع کیا۔ ابھی وہ پیٹ تک پہنچے تھے کہ قاری صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ اس موقع پر طلبہ نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ چارپائی الٹا دی اور راہِ فرار اختیار کی۔ اسے کہتے ہیں ''تنگ آمد بجنگ آمد'' نتیجہ یہ نکلا کہ اساتذہ کو تعلیم دیتے وقت اخلاقِ نبوی ﷺ کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

مدرسہ دارالھدیٰ میں راقم الحروف کے جدّ محترم نے تفسیر و حدیث کا کئی سال درس دیا۔ اور ان کی وفات کے بعد چند ماہ میرے والد مکرم ان کے جانشین ہوئے اور ان کی رحلت کے بعد میرے والد کے ماموں مولانا عبیدالرحمٰن صاحب نے کئی سال تدریس کی خدمت انجام دی۔

ابا جان فرماتے ہیں:

کشن گنج کے گھر کی کھڑکی سے خلافت کے نعرے سنا کرتا تھا جبکہ دس گیارہ کا سن ہوگا۔ جامع مسجد فتح پوری کے باہر میدان میں ایک جلسہ کا سننا یاد ہے جس کے مقررین محمد علی جوہر اور حسن نظامی تھے۔ مکبّر حضرات ہر پانچ منٹ بعد تقریر کے الفاظ دُہرا کر سامعین تک پہنچاتے تھے۔

گیارہ سال کی عمر میں اپنی بڑی پھوپھی اُمۃ اللہ کے پاس حفظ قرآن کی غرض سے کلکتہ گئے جہاں کولوٹولہ کی اہلحدیث مسجد میں عربی، فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کا موقع ملا۔ دو سال بعد یعنی اپنی عمر کے تیرھویں سال دوبارہ دہلی کا رُخ کیا اور یہیں اُس چشمہ علم سے حقیقی طور پر سیراب ہوتے رہے جسے مدرسہ رحمانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جسے شہر کے ایک متمول تاجر عطاء الرحمٰن نے قائم کیا تھا۔ یہ مدرسہ اپنی پختہ عمارت، حسن نظامت،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جودتِ تعلیم اور عربی کو بحیثیتِ زبان متعارف کرانے میں ہندوستان کے عربی مدارس میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا۔ سن تأسیس شوال ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۱ء) ہے۔

مدرسہ رحمانیہ کے ایام

۱۹۲۵ء بعمر تیرہ سال مدرسہ رحمانیہ دہلی میں داخل ہوئے، فراغت کا سال ہے شعبان ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء، گویا سات سال اس مادرِ علمی کی نذر ہوئے۔

دادی کا سانحۂ ارتحال

یہ رحمانیہ کی طلب علمی کا تیسرا سال تھا، یعنی (۱۹۲۸ء) موسم گرما کے ایام تھے، جسم پر ایک پھوڑا نکلا جو ناسور بن گیا اور موت کا پیغام لایا۔ پھوپھا عبداللہ سلفی (دادی کے بھتیجے) جھانسی میں تھے، تار بھیجا گیا کہ سخت بیمار ہیں۔ عبداللہ جنازہ کے دو گھنٹے بعد پہنچے، بتایا کہ تار میں غلطی کی بنا پر تاخیر سے ملا۔ سلفی (Salafi) لکھا جانا چاہئے تھا لیکن (Sulfi) لکھا گیا تھا۔ ابھی گھر سے دُور ہی تھے کہ بھائی عبدالوکیل خطیب راستے میں ہی مل گئے۔ پوچھا کہ بوجی کا کیا حال ہے کہا کہ عافیت میں ہیں۔ گھر آئے تو اصل بات معلوم ہوئی، کہا کہ تم نے جھوٹ بولا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہی تو کہا تھا کہ اب عافیت میں ہیں۔ جنازہ قبرستان لیجایا گیا جو کہ عیدگاہ (قرول باغ) کے بالمقابل واقع ہے، وہاں نماز استسقاء ادا کی جارہی تھی، وہاں کے نمازی بھی کندھا دینے والوں میں شریک ہوگئے، تعداد ہزاروں میں ہوگی۔ قبرستان میں صرف محرم حضرات کو چہرہ دکھایا گیا۔

بڑی پھوپھی اُمۃ المالک کا انتقال

یہ رحمانیہ کے چھٹے سال کی بات ہے، پھوپھی اُمۃ المالک میرٹھ میں تھیں۔ بیماری کی اطلاع ملی تو بھاگم بھاگ جانا ہوا۔ بیٹے عبدالتواب گھر میں تھے، فجر کے وقت انتقال ہوا۔ چچا سلفی کے والد عبیدالرحمٰن کو تار دے کر بلایا گیا اور انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی۔ وہیں سے کلکتہ گئے کہ دوسری بھانجی (اُمۃ الوھاب زوجہ اکرام احمد) کا آخری وقت آن پہنچا تھا۔ گویا دونوں نند بھاوج ایک ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالحدیث رحمانیہ کی تاسیس کا پس منظر

مدرسہ رحمانیہ میں داخلے کا ذکر پہلے آ چکا ہے، مناسب ہوگا کہ ابا جان کے اپنے الفاظ میں دارالحدیث رحمانیہ کی تاسیس کا پس منظر علم میں آ جائے:

جب ہندوستان میں آفتاب اسلام ضیا پاشیاں کرتا ہوا جلوہ فگن ہوا تو یہاں بھی علمی چرچے شروع ہوئے اور ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جس نے لوگوں کو شاہراہ اسلام پر استوار اور گامزن کرنے کے لیے جدّ وجہد شروع کردی۔ اس جماعت کی برکت سے قال اللہ اور قال الرسول کی صدا کشور ہندوستان میں گونجنے لگی۔ مگر اس بابرکت جماعت کے اولوالعزم حضرات آہستہ آہستہ اٹھنے شروع ہوئے۔ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ محمد اسحاق اور مولانا سید نذیر حسین صاحب جیسے برگزیدہ باکمال حضرات علمی چشمے بہاتے ہوئے آخرت کو سدھار گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شیفتگان حدیث گوناگوں مصائب اور بوقلموں نوائب میں گرفتار ہو گئے۔ نہ ان کے لیے کوئی جامع درس گاہ تھی اور نہ صحیح معنی میں ترتیب کا کوئی اہتمام۔ الحاد کا سیلاب عظیم ہر طرف تلاطم خیزی سے بڑھ رہا تھا۔ دہریت کی مسموم ہوائیں چہار جانب چل رہی تھیں۔ طالبان دین کی کوئی وقعت باقی نہ رہی تھی۔ ضرورت تھی کہ دین اسلام کی صحیح تعلیم اور اعداء اسلام کے حملوں کو روکنے کے لیے دوسرے فنون معقول اور ادب وغیرہ سے مسلمانوں کو بخوبی آگاہ کرایا جائے۔ دہلی ہمیشہ سے علم کا گہوارہ بنی رہی۔ لیکن اس وقت دہلی کی حالت کمزور ہو رہی تھی طلبہ کی رہائش وطعام کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ عموماً مسجدوں میں پڑے رہتے تھے۔ معمولی وظیفہ مل جاتا تھا، جس سے اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کر سخت تکالیف برداشت کر کے اپنا پیٹ پال لیا کرتے تھے، اہل محلہ کے گھروں میں روٹی مقرر ہو جاتی تھی۔ جسے خود جا کر لاتے۔ اس طرح ان کی خودداری اور حریت جذبات کو سخت ٹھیس لگتی تھی۔ ہر وقت کسمپرسی، بے بسی و بے کسی کی حالت میں رہتے۔ ساتھ ہی منقول ومعقول کی پڑھائی کا کوئی اعلیٰ انتظام نہ تھا کہ تشنگان علم کی سیرابی ہو سکے۔

انہی حالات سے متاثر ہو کر ان نقائص کو دور کرنے کے لیے اور تعلیم اسلام کو عروج پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لانے کے لیے مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ علمائے اہل حدیث یکے بعد دیگرے اُٹھتے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ لینے والا کوئی نہیں۔ تعلیم و تعلّم کے با قاعدہ سلسلے ٹوٹ رہے ہیں کوئی جامع درس گاہ موجود نہیں۔ اس لیے کوئی ایسی درس گاہ قائم کی جائے جس کی وجہ سے گزرنے والوں کی نیابت ہو سکے اور جماعت موحّدین قبل از وقت لقمہ اجل نہ بن جائے۔ چنانچہ یہ تجویز مولانا نے جناب حاجی شیخ عبدالرحمٰن مرحوم کے سامنے پیش کی۔ جس کو انہوں نے بسر و چشم قبول کر لیا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کوشاں ہو گئے۔ کوئی بھی ایسا شخص جس کے دل میں اسلامی تڑپ اور ایمانی جذبہ موجزن ہو۔ وہ ان حالات و کوائف سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ حاجی صاحب موصوف اس ذہنی خاکہ کو منصۂ شہود پر لانے کے لیے ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ کسی نہ کسی طرح زمین حاصل کی اور اسی وقت تعمیری سلسلہ شروع ہو گیا۔ چونکہ حاجی صاحب موصوف الصدر اور ان کے محترم برادر شیخ عطاء الرحمٰن صاحب تمام کاروبار میں شریک تھے۔ اس لیے ان دونوں کے مشترکہ سرمایہ سے دارالحدیث کی خوشنما عمارت ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں تقریباً ایک لاکھ روپے سے بن کر تیار ہو گئی۔ اس تعمیری سلسلہ میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی دونوں حضرات کو اپنے بہترین مشوروں اور آراء سے مستفیض فرماتے رہے تھے۔ مگر افسوس کہ یہ علمی پودا اپنی بہار شباب سے لطف اندوز ہونے بھی نہ پایا تھا۔ بلکہ ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اس کے باغبان جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب مدرسہ کا تمام بوجھ اپنے محترم بھائی شیخ عطاء الرحمٰن صاحب پر ڈال کر راہی ملکِ بقا ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جناب حاجی صاحب مرحوم کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حاجی عبدالستار صاحب نے اپنی توجہ مدرسہ کی جانب مبذول کی اور اس کام میں دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا لیکن افسوس کہ آپ بھی عالمِ شباب میں وفات پا گئے۔ والدہ صاحبہ حاجی صاحب مرحوم کو اپنے دورِ حیات میں مدرسہ سے خاص دلچسپی تھی۔ طلبہ کے آرام و آرائش کے لیے آپ ہی نے برقی روشنی اور بجلی کے پنکھوں کا انتظام کیا۔ ہماری تہہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب بزرگوں کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں ان کی بہترین مہمان نوازی بھی فرمائے۔ (آمین)

مدرسہ کی تاسیس کا مقصد

معزز قارئین! اب آپ کو ایک گونہ مدرسہ کے قیام کے اغراض سے اجمالی واقفیت ہوگئی ہوگی۔ لیکن ایک مرتبہ پھر آپ کو واضح الفاظ میں وہ بتانا چاہتا ہوں، کیونکہ کسی چیز کا حسن وقبح، نفع ونقصان اس کے اغراض ہی سے ظاہر ہوا کرتا ہے۔ پس معلوم ہونا چاہیے کہ اس مدرسہ کا اولین مقصد یہ ہے کہ طالبان علم دین کو قلب کے سکون وراحت اور طالب علمانہ زندگی کی ضروریات کا بہترین طریقہ پر انتظام کرتے ہوئے قرآن مجید اور احادیث نبویہ ﷺ کی صحیح تعلیم اور محققانہ درس دیا جائے اور ان کو اعتقاداً اور عملاً تعلیمات نبویہ ﷺ کا حقیقی پیرو بنا کر سنت اور اہل سنت کا سچا خادم بنایا جائے اور وہ علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ فنونِ عقلیہ پر بھی حاوی و قادر ہوں، جیسے ہمارے اسلاف تھے۔ خود عاملِ حدیث بن کر دنیا کو عمل بالحدیث کی دعوت دیں۔

خصوصیات مدرسہ ہذا

۱۔ نصابِ تعلیم میں حتی الامکان افراط وتفریط سے احتراز کیا گیا ہے نہ تو کتب ادب کی فراوانی ہے اور نہ ہی کتب منطق وفلسفہ کی بہت زیادہ بھرمار [1] بلکہ ہر فن کے لیے حسبِ ضرورت مفید کتب منتخب کی گئی ہیں۔ مدرسہ کا نصاب سترہ فنون، نحو، صرف، منطق، ادب، حدیث، فقہ، فرائض، اصولِ فقہ، مناظرہ، اصول حدیث، ہندسہ، عقائد، تفسیر، فلسفہ، عروض اور بلاغت پر مشتمل ہے۔

۲۔ ترجمہ قرآن کے ساتھ خاص اعتناء کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابتدائی جماعتوں میں قرآن مجید کے مختلف پارے ادب اور تربیتی حیثیت سے رکھے گئے ہیں تاکہ طلبہ میں شروع ہی سے قرآن مجید سے گہری دلچسپی اور اس پر عمل کرنے کا ذوق پیدا ہو جائے۔

---

[1] اس سے انکار نہیں کہ بھرمار ہے اگرچہ بہت نہیں ہے۔ اب آج کل دینی مدارس میں یہ بھرمار بہت کم ہوگئی ہے۔ فللہ الحمد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ابتدائی جماعتوں میں طلبہ کو اُردو مضمون نگاری کی مشق کرانے کے لیے انشاء کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ تیسری جماعت سے ترجمتین اور چوتھی سے آٹھویں تک جواب مضمون بزبان عربی ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ طلبہ اُردو جریدہ نگاری اور عربی مضمون نویسی اور زبان دانی میں کافی مہارت پیدا کر سکیں۔ اس سے اس خامی کو دور کرنا مقصود ہے جو آج کل ہمارے اکثر علماء میں موجود ہے۔

۴۔ نام چونکہ دارالحدیث رحمانیہ ہے، اس لیے حدیث کی طرف خاص توجہ کی گئی ہے۔ دوسری جماعت سے آٹھویں جماعت تک ہر ایک درجہ میں ایک یا دو کتب احادیث داخل کی گئی ہیں اور سند دینے کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ طالب علم، علم حدیث میں معتدبہ کامیابی حاصل کرے۔

۵۔ طلبہ کی آسانی و سہولت کے لیے ہر جماعت میں صرف چھ یا سات کتابیں رکھی گئی ہیں جن کا امتحان دینا ضروری ہے۔ ہاں اگر طالب علم اپنے اندر زیادہ استعداد رکھتا ہے تو کتب اختیاری کا امتحان بھی دے سکتا ہے۔ جیسا کہ قواعد مدرسہ میں اس کی تشریح موجود ہے۔ جو طالب علم صرف حدیث کے شائقین ہیں ان کے لیے جماعتِ دورہ بھی رکھی گئی ہے جس کی تکمیل ایک سال میں کرا دی جاتی ہے۔

(ماخوذ از تاریخ رحمانیہ صفحہ ۸، ۹۔ مؤلفہ راقم الحروف سن تالیف ۱۹۳۴ء)

یعنی جو طلبہ دوسرے مدارس سے فارغ ہو کر آتے ہیں ان کے لیے دورۂ حدیث کا اہتمام کیا گیا ہے۔

میرے آخری تعلیمی سال میں حسب ذیل نامور طلبہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں میرے ہم سبق تھے۔

۱۔ مولانا عبدالحکیم قصوری، برادرِ نسبتی مولانا حکیم عبداللہ مرحوم (جہانیاں والے) مولانا قصوری صاحب، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ ہو کر آئے تھے، عربی ادب کا بہت اچھا ذوق تھا۔

۲۔ مولانا ابوالنعمان انیس الرحمٰن صاحب بنگالی فاضل درس نظامی دارالعلوم دیو بند۔

۳۔ مولانا عبدالواحد صاحب فاضل علوم اسلامیہ جامعہ دارالسلام عمر آباد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمانیہ کے مہتمم اور اساتذہ

عطاء الرحمٰن (مہتمم)

برف کا کارخانہ چلاتے تھے، انتہائی مخیّر اور باصلاحیت شخص تھے، ان پڑھ تھے لیکن کتنے لوگوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کر گئے۔ کسی نے یہ بات اُن کے کان میں ڈال دی کہ حدیث کے ساتھ ساتھ معقولات کا درس بھی ہونا چاہیے اس لیے ڈھونڈ ڈھانڈ کر معقولات کے ایک فاضل استاد غلام یحییٰ کانپوری کو لے آئے جو مدرسہ الٰہیات کانپور کے فارغ تھے، ان کی تنخواہ اس زمانہ کے حساب سے ۱۲۵ روپے ماہانہ تھی۔

ابا جان نے خود اُن سے تو تلمذ حاصل نہیں کیا لیکن اُن کے استاذ مولانا عبیداللہ مبارکپوری اور چچا عبدالوکیل خطیب دونوں اُن سے استفادہ کرنے والوں میں سے ہیں۔

عطاء الرحمٰن نادار طلبہ کا خاص خیال رکھتے تھے، اُنہیں علیحدہ سے پیسے دیا کرتے تھے، اپنے محلے کے ناداروں میں ایک ایک دو دو روپیہ تقسیم کرتے رہتے۔ ایک دفعہ ایک عورت آگے بڑھ کر مانگنے لگی تو ناراض ہو کر اُسے دھکا دے دیا۔ وہ غریب گر گئی اور اپنے بازو کی ہڈی توڑ بیٹھی، عطاء الرحمٰن فوراً اُسے اپنی کار میں سوار کرا کے ہسپتال لے گئے اور علاج کروایا۔

ابا جان لکھتے ہیں:

آپ نے اس مدرسہ کے انتظام کی خاطر اپنے کاروبار کو چھوڑ دیا۔ صبح سے شام تک مدرسہ میں قیام فرما کر طلبہ کی نگرانی اور ان کے اخلاق و عادات کی دیکھ بھال کرتے رہتے اور طلبہ کے ساتھ اس طرح پیش آتے جس طرح ایک شفیق باپ اپنی اولاد کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے۔ آپ ہی کی سرپرستی میں خورد و نوش کا بہترین انتظام کیا جاتا۔ جملہ طلبہ کو ایک جگہ ایک وقت میں باقاعدہ بروقت کھانا کھلایا جاتا۔ یہ سلوک تو بالعموم طلبہ کے ساتھ تھا لیکن غریب و مسکین اور یتیم طلبہ کے ساتھ خاص مراعات برتی جاتیں، طعام و لباس کے ساتھ ماہانہ وظائف بھی مقرر کر دیئے جاتے۔

اس پہلو کو واضح کرنے کے لیے اپنے واقعات مختصر الفاظ میں آپ کے سامنے پیش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہوں جن سے یہ امر بالکل واضح ہو جائے گا کہ یتیم اور نادار طلبہ کی کہاں تک اہانت کی جاتی تھی۔

جس وقت میں مدرسہ میں داخل ہوا تو والدین کا سایہ زمانہ دراز سے اُٹھ چکا تھا۔ صرف دادی صاحبہ نگران و سرپرست تھیں، انہی کی کوشش وسعی سے یہاں داخل ہوا۔ لیکن افسوس ابھی دو سال ہی گزار پایا تھا کہ دادی صاحبہ مفارقت دے گئیں۔ یہ وہ جاں گداز اور روح فرسا حادثہ تھا جس کی وجہ سے مجھے سخت صدمہ پہنچا۔ پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا قریب تھا کہ چھلک جائے اور دامن تحمل و استقلال ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ خویش و اقارب اپنے اپنے مشاغل میں مصروف و منہمک تھے۔ نہ کسی کو ہمدردی کا خاص خیال تھا اور نہ کسی نے توجہ کی ضرورت محسوس کی۔

ان قل مالی فلا خلّ یصاحبنی   اوزاد مالی فکل الناس خلانی

فکم عدو لبذل المال صاحبنی   وصاحب عند فقد المال خلانی

"یعنی جب میں غربت میں تھا تو کوئی میرا دوست نظر نہیں آیا لیکن جب مجھ پر خدا کی نظر رحمت ہوئی تو تمام لوگ دوست نظر آنے لگے۔ کتنے دشمن مال خرچ کرنے کی وجہ سے دوست بن گئے اور کتنے دوست مال نہ ہونے کی وجہ سے کنارہ کش ہوئے۔"

لیکن حضرت مہتمم صاحب کو بروقت میرے مصائب وآلام کا احساس ہوا۔ اپنا دستِ شفقت مجھ پر رکھ کر اطمینان دلایا اور مجھ پر اپنے انعامات و احسانات کی اس طرح بارش کی جس طرح ایک بزرگوار باپ اپنے بیٹے پر کرتا ہے۔ فللّٰہ الحمد

چوتھی جماعت میں نانی صاحبہ کا حادثۂ انتقال اور چھٹی جماعت میں بڑی پھوپھی صاحبہ کا سانحہ ارتحال میرے جگر کو پارہ پارہ کر رہا تھا۔ لیکن ان تمام ہوشربا صدمات کے شعلوں کو ناظم صاحب کے ابرِ کرم نے بجھا دیا۔

بتاریخ ۲ شعبان ۱۳۵۲ھ کو میرے نانا بھی انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان پر اپنی مغفرت کی بارش برسائے۔ (تاریخ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمانیہ:ص ۱۱،۱۲)

صبح صبح جب مدرسہ یا کہیں اور جانے کے لیے نکلتے تو ہر تانگے والے کی خواہش ہوتی کہ وہ اُس کے تانگہ میں سوار ہوں تا کہ کرایہ کی پہلی چونی اُسے ملے اور بوہنی کا آغاز بابرکت ہو۔

ابا جان کہتے ہیں کہ میری فراغت سے تین چار سال قبل رحمانیہ کے قریب مکان بنا لیا تھا اور فجر کی نماز باجماعت پڑھتے تھے، نماز سے پہلے طلبہ کو جگاتے ایک دفعہ مولانا محمد جونا گڑھی کو ساتھ لے کر آئے۔ کسی کے جھوٹ کو برداشت نہ کرتے تھے اور سخت غصہ میں آجاتے تھے۔ ڈیوڑھی میں بیٹھ کر طلبہ کو دیکھتے، اکثر ایسا بھی ہوتا کہ گرمیوں کے دنوں میں صبح صبح پھاٹک حبش خان سے نکلتے، مدرسہ تک پانچ میل کا فاصلہ تھا، چونی دے کر تانگے سے آتے لیکن ایک فرلانگ پہلے اُتر جاتے اور پھر پیدل چلے آتے، مدرسہ کو پورا وقت دیتے اور اکثر قیلولہ مدرسہ میں کیا کرتے۔

شیخ عطاء الرحمٰن کے ساتھ میری داستان وصل وفصل حسین بھی ہے اور تلخ بھی، انہوں نے مجھے اپنے بیٹے جیسی حیثیت دی، رحمانیہ میں امتیازی مقام عطا کیا، کامیابی پر شاباشیوں اور انعام سے نوازا۔ لیکن میری ایک کوتاہی اور حاسدوں کی چالبازی پیغام فصل لے کر آئی، رحمانیہ سے فراغت کے بعد وہاں دو ماہ پڑھانے کا بھی شرف حاصل کیا، میری شادی طے ہو چکی تھی، شیخ صاحب نے میری دعوت ولیمہ میں بھی شرکت کی اور جب میں دوبارہ تدریس کے لیے رحمانیہ پہنچا تو پروانہ فصل منتظر تھا۔ میں اُن اسباب وواقعات میں جانا نہیں چاہتا جو اس کاروائی کا سبب بنے، شیخ صاحب نے چلتے چلتے یہ ضرور کہا کہ ان شاءاللہ جہاں بھی جاؤ گے رحمانیہ کا نام روشن کروگے۔ اُمید ہے کہ میں ان کی توقعات پر پورا اُترا ہوں گا۔

بعدازاں ایک مرحلے پر میرے ایک مہربان نے شیخ صاحب تک وہ باتیں پہنچائیں جو میں اپنی صفائی میں کہہ سکتا تھا، شیخ صاحب حقیقت حال کا علم ہونے پر کچھ پچھتائے بھی لیکن اب تک تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ میرا اس کے بعد ایک دفعہ رحمانیہ جانا ہوا تو اُنہوں نے مجھے جمعہ پڑھانے کی دعوت دی۔

میں بنارس میں تھا اُن کی وفات کی اطلاع ملی۔ اللہ مغفرت کرے بہت سی خوبیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مالک تھے۔ اُن کی زندگی کا یہ پہلو قابل ذکر ہے کہ وہ ناراضگی کو فوراً ظاہر نہیں کرتے تھے لیکن بعد میں پورا پورا حساب چکا دیتے جیسا کہ جمنا کی سیر کے دوران مچھلی پکڑنے والے طلبہ کے ساتھ ہوا (واقعہ کا بیان آگے آ رہا ہے)۔ اللہ تعالیٰ اُن کی خطائیں معاف فرمائیں اور جنت خلد میں اُن کے درجات بلند فرمائیں۔

دارالحدیث رحمانیہ کے مدرسین

دارالحدیث رحمانیہ کے اساتذہ کو سہولت کے لیے دو گروپوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف) وہ مدرسین جو میرے داخل ہونے سے پہلے تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اور میری ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔

(ب) وہ اہلِ علم اساتذہ جن سے میں نے براہِ راست استفادہ کیا۔

پہلے گروپ میں حسبِ ذیل اسمائے گرامی نظر آتے ہیں:

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی

مولانا غلام یحییٰ صاحب کانپوری اُستادِ معقولات

حافظ محمد صاحب گوندلوی اُستادِ معقولات و دیگر علوم

مولانا عبدالوہاب آروی اُستاد معقولات و اُصولِ فقہ

مولانا عبدالنور صاحب بہاری اُستاد معقولات اور کتب فقہ

مولانا ابوطاہر صاحب بہاری استاد متفرق علوم

مولانا فضل الرحمٰن صاحب غازیپوری استاد ادب و دیگر علوم

مولانا محمد احمد صاحب مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ (یوپی) اُستاد حدیث و دیگر علوم

مولانا محمد اسحاق صاحب اُستاد معقولات و دیگر علوم

مولانا محمد اصغر صاحب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے گروپ کے اساتذہ کرام

شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب پرتاپ گڑھی ثم الدہلوی [1]

[ابا جان کی سند حدیث مولانا احمد اللہ ہی کے واسطہ سے ۲۳ شیوخ کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے اور جو عصر حاضر میں ایک نایاب گوہر کی حیثیت رکھتی ہے۔ عرب وعجم کے کئی اساتذہ اور طلبہ علم نے ابا جان سے اس اسناد کا اجازۃ حاصل کیا۔ مولانا احمد اللہ مشہور محدث مولانا محمد یونس دہلوی (جو میرے سسر محمد زبیر قریشیؒ کے والد تھے) کے ماموں تھے، محلہ حاجی علی خان میں قیام تھا۔ ص ح]

مولانا موصوف کی ساری عمر درس حدیث میں گزری، پڑھتے پڑھاتے فتح الباری کے مطالب ان کو ازبر ہوگئے تھے، جب کسی مسئلے پر درس میں وہ تقریر فرماتے تو معلوم ہوتا کہ ایک علم کا سمندر بہہ رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ طلبہ کے لیے صحیح معنی میں مربی و مشفق اُستاذ تھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کبھی غصے سے ان کے چہرے پر بل آیا ہو۔ اہتمام سنت میں نمایاں طور پر آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حقیقتاً وہ صحیح معنی میں سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ تدریس کے ماہر تھے، سراجی پڑھانے میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو عالم اچھا مدرس ہو وہ اچھا خطیب بھی ہو۔ شیخ محترم کا وعظ انتہائی سادہ اور قرآن وحدیث کی نصوص پر مشتمل ہوتا تھا۔ عام واعظوں کی طرح لچھے دار نہیں ہوتا تھا اور نہ داستان گوئی وشعر وشاعری سے بھرپور ہوتا تھا۔ راقم الحروف نے مولانا محترم سے درج ذیل کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی ہیں۔

صحیح بخاری [2] مکمل، صحیح مسلم مکمل، سنن ابی داؤد مکمل، جامع ترمذی نصف اوّل، شرح نخبۃ الفکر، سراجی مکمل۔ علم الفرائض کے پڑھانے میں اُستاذِ محترم ید طولیٰ رکھتے تھے، مشکل سے مشکل مسائل منٹوں میں حل کردیتے تھے۔ اُس زمانہ میں نوے روپے ماہانہ تنخواہ پاتے تھے۔

ابا جان کہتے ہیں:

---

[1] ابا جان کے تمام اساتذہ کا تذکرہ اُن کے اپنے مقالہ ''ہندوستان کے دینی مدارس'' سے لیا گیا ہے جو جریدہ ''الاعتصام'' میں بالاقساط شائع ہوا تھا۔ کہیں کہیں اضافات بھی ہیں جو ابا جان ہی کے ملفوظات میں سے ہیں۔

[2] شجرہ علم حدیث کے لیے دیکھیں ضمیمہ (۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت شفیق اُستاد تھے، اختلافی مسائل پر خوب وضاحت سے بیان کرتے، عیدگاہ اہل حدیث بوری دروازہ کے خطیب تھے۔

ایک دفعہ خطبہ عید کے موقع پر کسی نے صدقہ فطر کو نقد رقم کی شکل میں دینے کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے جواز کا فتویٰ دیا۔ دلّی کا ایک تاجر جو مولانا محمد جونا گڑھی کے فتویٰ عدم جواز کا قائل تھا، اُٹھ کر بولا کہ مولانا! یہ آپ نے کیسے کہہ دیا، آپ کی دلیل کیا ہے؟

مولانا احمد اللہ بڑے تحمل کے ساتھ اپنی بات سمجھانے لگے، مدرسہ کے ایک پٹھان طالب علم حافظ ابراہیم جوش میں آ گئے اور بولے: ''بے شرم! استاد سے ایسے بات کرتا ہے تمیز سے بات کرو۔''

دلّی والے صاحب بولے: تم پڑھ پڑھ کے مولوی بنے ہو، ہم سن سن کر مولوی بنے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری

اُستادِ محترم سے راقم الحروف نے دوسرے سال میں بلوغ المرام اور ساتویں سال میں موطا امام مالک کے اسباق پڑھے۔ نیز شرح جامی کا بھی کچھ حصہ ان کے پاس زیر درس رہا۔ مولانا موصوف تدریس کے لیے پوری طرح تیار ہو کر آتے تھے۔ بلوغ المرام پڑھاتے ہوئے اس کی مشہور شرح سبل السلام اور دوسرے اہم حواشی یا ان کے خلاصے بلوغ المرام کے حاشیے پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح موطا امام مالک پڑھاتے ہوئے ان کا ذوقِ حدیث اور بھی بڑھ گیا۔ وہ موطأ کی تمام شروح مثلاً زرقانی، مسوّی (عربی) مصفّٰی (فارسی) تالیف شاہ ولی اللہ صاحب۔ اسی طرح دوسری شروح کا خوب مطالعہ کرتے اور مؤطا کے حاشیے پر اہم نقاط تحریر فرماتے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے میں قلم بند کرنے کا رواج نہ تھا اور نہ ہی کیسٹیں دستیاب تھیں۔ اس لیے ساری اہم معلومات فضا میں منتشر ہو گئیں۔ لیکن اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ راقم الحروف نے بعد میں مختلف مدارس خصوصاً جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں حدیث پڑھاتے ہوئے اُستادِ محترم کا طریقہ اپنایا۔ جامعہ اسلامیہ میں کلیۃ الشریعہ (شریعت کالج) کے چاروں سالوں میں بلوغ المرام پڑھائی جاتی ہے یعنی اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم اس طرح پر ہے۔ اُولی کلیہ (سال اول) میں کتاب الصلوٰۃ نصف، ثانیہ کلیہ (سال دوم) میں کتاب الصلوٰۃ نصف ثانی مع کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج اور ثالثہ کلیہ (سال سوم) میں کتاب البیوع، کتاب النکاح اور کتاب الطلاق اور رابعہ کلیہ (سال چہارم) میں کتاب القضاء، کتاب الجہاد، کتاب النذور والایمان اور کتاب الأدب مقرر ہیں۔ راقم الحروف کے پاس زیادہ تر ثالثہ کلیہ (سال سوم) اور رابعہ کلیہ (سال چہارم) کے اسباق رہے ہیں۔ راقم الحروف نے سبل السلام کے ہر دو صفحوں کے درمیان دو سفید ورق لگوا کر از سر نو جلد بنوائی اور شارح کی تشریحات کے علاوہ دوسری شروح سے یا دوسرے اہل علم کی تصانیف سے جو معلومات حاصل ہوئیں ان کو سفید اوراق پر نقل کرتا رہا۔ اس طرح پڑھانے میں سہولت ہوئی اور یہ طریقہ کار میں نے شیخ مبارکپوری سے سیکھا اور پابندی سے اس پر عمل کیا۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ استاد جو کچھ بھی مطالعہ کرے یا تحریری طور پر منضبط کرے وہ سب کا سب طلبہ کے سامنے بیان کر دے بلکہ بیان حسبِ ضرورت ہوتا ہے۔ لیکن تحریر سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ایک مسئلے کے بارے میں مختلف دلائل اور مواد یکجا مل جاتا ہے (حوالوں کے ساتھ ساتھ)۔ بہر حال یہ بات ضمناً آ گئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری، شیخ الحدیث کا طریقہ تدریس نہایت ہی مؤثر اور دل کش ہوتا تھا۔ آواز بہت پست ہوتی تھی لیکن مٹھاس میں ڈوبی ہوئی اور شفقت سے بھرپور، اُستادِ محترم کے ذوقِ حدیث کو دیکھتے ہوئے دو سال کے لیے مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا تاکہ "تحفۃ الاحوذی" کی تصنیف میں تعاون کر سکیں۔ اس طرح مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث العصر اور امام الحدیث کی خدمت میں کام کرتے ہوئے اور ان کی زیر نگرانی ترمذی کی شرح کا مسودہ لکھتے ہوئے ان کا ذوقِ حدیث مزید دوبالا ہو گیا یعنی سونے پہ سہاگہ۔ اس لیے مولانا اس مرافقت کے بعد جب دوبارہ "رحمانیہ" تشریف لائے اور مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پڑھائی تو کچھ اور ہی رنگ تھا۔ میرے فارغ ہونے کے کچھ عرصہ بعد معلوم نہیں کیا بات ہوئی کہ مولانا احمد اللہ صاحب دارالحدیث رحمانیہ سے علیحدہ ہو گئے اور ان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ صحیحین کی تدریس مولانا مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذمے کردی گئی۔ کئی سال تک صحیحین، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی پڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء کی شورش میں دارالحدیث رحمانیہ پر غنڈوں کا حملہ ہوا اور یہ علمی آستانہ اُجڑ گیا۔ حاجی عبدالوھاب رحمۃ اللہ علیہ صاحب خلف الرشید شیخ عطاء الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالحدیث کے کتب خانے کو محفوظ رکھنے کے لیے اس بحران کی حالت میں یہی مناسب سمجھا کہ سارا کتب خانہ کسی نہ کسی طرح جامعہ ملّیہ منتقل کردیا جائے۔ اب سنا ہے کہ ''دارالحدیث رحمانیہ'' کی عمارت میں قال اللہ اور قال الرسول کی بجائے ہائی سکول کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں جن کی زیادہ تر تعلیم ہندی میں ہوتی ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

محترم شیخ الحدیث کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مشکوٰۃ کی شرح مرعاۃ المفاتیح کے نام سے تحریر کرنی شروع کی ہے۔ ابھی تک سات جلدیں مکمل ہوئی ہیں، کتاب البیوع تک پہنچے ہیں۔ یعنی مشکوٰۃ کا ابھی تک آدھا حصہ بھی مکمل نہیں ہوا۔ یہ شرح کیا ہے؟ ایک موسوعۃ الحدیث [1] ہے۔ جس میں ہر حدیث کے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ متعلقہ مضامین بیان کر دیے گئے ہیں۔ استاذِ محترم صحت کی کمزوری کے باوجود ابھی کچھ نہ کچھ املا کراتے رہتے ہیں اور تسوید کا کام جاری رہا ہے۔ اللہ کرے اُستاذِ محترم شیخ الحدیث کی زندگی میں عظیم کام پایہ تکمیل کو پہنچ جائے اور خیر وعافیت کے ساتھ اتنا موقع مل جائے کہ اس تصنیف کا ایک علمی مقدمہ بھی مرتب ہو جائے جس طرح کہ اُستاذِ محترم کے شیخ مکرم مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی کا نہایت ہی جامع اور عالمانہ مقدمہ تحریر فرمایا تھا۔

ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد!

ضروری وضاحت

واضح رہے کہ یہ مضمون شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں مرتب کیا گیا تھا۔ افسوس ہے کہ علم وعمل اور زہد وتقویٰ کا یہ آفتاب ۵ جنوری ۸۴ء کو غروب ہو گیا۔

---

[1] اس شرح کی خصوصیات اور محاسن پر علیحدہ ایک مستقل مقالے کی ضرورت ہے۔ دیکھیے کون اس کے لیے اپنی قوت وصلاحیت اور وقت کی قربانی دیتا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجتہ فی المھدیین! اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ۔

شیخ محترم کی اولاد

استادِ محترم کے بڑے صاحبزادے عبدالرحمن ہیں جو ۶۵ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ ہوئے ہیں۔ مرعاۃ المفاتیح کی تالیف میں یہ اپنے والد محترم کے معاون رہے ہیں اور آج کل مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری کے مدرسہ میں تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

دوسرے صاحبزادے عبدالعزیز ہیں جنہوں نے جامعہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) سے حدیث میں دکتوراہ (ڈاکٹریٹ) کی سند امتیازی شان کے ساتھ حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان صاحبزادگان کی عمر میں برکت دے اور ان کو اپنے اسلاف کا بہترین جانشین بنائے۔ محترم مولانا مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد خطوط میرے پاس محفوظ ہیں۔ اسی طرح شیخ مرحوم کے والد محترم مولانا عبدالسلام مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین بھی ماہنامہ "ضیاء السنۃ" کے اوراق میں میرے پاس محفوظ ہیں۔

مولانا نذیر احمد اُملوی رحمانی

جس وقت میں دارالحدیث رحمانیہ میں داخل ہوا۔ مولانا موصوف ساتویں سال کے طالب علم تھے، یعنی فارغ ہونے میں دو سال باقی تھے۔

مولانا مرحوم سے راقم الحروف نے متعدد کتابیں پڑھی ہیں۔ جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

سلم العلوم، صحیح مسلم جزوی طور پر اور بعض صرف ونحو کی کتب، مولانا (استاد محترم) میں خطابت اور انتظامی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی اور تحریری ملکہ بھی حاصل تھا۔ جس زمانہ میں راقم الحروف جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں مدرس تھا کچھ طلبہ نے کوشش کی کہ مولانا موصوف تدریس کے لیے جامعہ میں تشریف لے آئیں اور ان کے وسیع علم سے طلبہ فائدہ اٹھائیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کی زندگی نے وفا نہیں کی اور وہ ۳ مئی ۱۹۶۵ء میں وفات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پا گئے۔ان کے کئی صاحبزادے ہیں جن میں سے ایک کا نام ہلال احمد ہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ ہوئے ہیں اور فراغت کے بعد نائیجیریا میں درس وتدریس اور دعوت و تبلیغ کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور خلوص و تقویٰ اور صحت وعافیت سے نوازے۔آمین!

شیخ عطاء الرحمٰن صاحب انتظامی معاملات میں زیادہ تر اُستادمحترم مولانا نذیر احمد صاحب سے مشورہ کیا کرتے تھے۔زیادہ تر مدرسے کا انتظام ان کے سپرد تھا۔

تصانیف

استادِ محترم کی اُردو زبان میں کئی تصانیف ہیں۔ان میں سے ایک مشہور تصنیف جو میرے پاس موجود ہے۔اس کا نام ہے''اھل حدیث اور سیاست'' یہ کتاب بہت اہم معلومات کا مرقع ہے۔دوسری اہم تصنیف ''رکعات التراویح'' ہے۔اس کتاب کا انداز محققانہ اور محدثانہ ہے۔مولانا مرحوم کے بارے میں دوسری اہم معلومات ''اہل حدیث اور سیاست'' کے دیباچہ مرتبہ مولانا آزاد رحمانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں اُستادمحترم کا تذکرہ بحیثیت مدرس رحمانیہ کیا گیا ہے۔خاص طور پر اپنے مشاہدات وتأثرات ذکر کیے گئے ہیں۔

دارالحدیث رحمانیہ کی طویل رہائش میں مولانا مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نذیر احمد صاحب کی دوستی و رفاقت اور باہمی اعتماد قابل رشک رہا ہے کبھی کوئی تلخی یا باہمی رنجش کی نوبت نہیں آئی۔ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

دونوں کے مزاج کی عکاسی اس طرح کی جاسکتی ہے کہ مولانا مبارک پوری (شیخ الحدیث) جمالی شان لیے ہوئے تھے اور مولانا نذیر احمد صاحب (شیخ المعقولات) کی جلالی شان نمایاں تھی۔

مولانا سکندر علی ہزاروی

ان سے سبقاً سبقاً حسبِ ذیل کتب پڑھیں۔صدرا، رسالہ میر زاہد، ہدایۃ کتاب البیوع، تفسیر بیضاوی پارہ اول، توضیح وتلویح، مسلّم الثبوت، حمداللہ، تصدیقات نصف اول۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا موصوف مشکل مباحث کے مسائل کے سمجھانے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ان کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے زیر بحث درس کا خلاصہ پوری وضاحت کے ساتھ بیان کردیا کرتے تھے اوراس کے بعد پھر عبارت پڑھاتے ہوئے تشریح کرتے جاتے تھے، تفہیم کا یہ ملکہ خداداد تھا۔طلبہ کے حق میں شفیق اور مہربان تھے،حنفیت میں بڑے پختہ تھے۔

مولانا عبدالسلام افغانی مرحوم

ان سے حسبِ ذیل یا جزوی طور پر کتب پڑھی گئیں۔حمداللہ (بقیہ حصہ) شرح اشارات، بوعلی سینا نصف اول، قاضی مبارک،تصورات نصف اول۔

اُستاد موصوف معقولات کے ماہر شمار ہوتے تھے۔دارالحدیث رحمانیہ میں آنے سے پہلے بدایوں میں استاد معقولات تھے۔ان کی اس شہرت کی بناء پر دارالحدیث رحمانیہ کے مہتمم شیخ عطاء الرحمٰن صاحب نے اُستادِ محترم مولانا نذیر احمد مرحوم کو ایک سال کے لیے ان کے پاس بھیجا تھا تاکہ معقولات کی تدریس میں مزید مہارت و گہرائی پیدا ہو اور ویسے بھی مولانا نذیر احمد مرحوم اپنے مزاج وشوق کے لحاظ سے معقولات سے شغف رکھتے تھے اور بڑے اچھے انداز سے مشکل مقامات کو حل کردیا کرتے تھے۔مولانا افغانی صاحب سلفی تو نہ تھے لیکن غیر مقلد تھے اور کچھ نہ کچھ اعتزال کا بھی چسکا تھا لیکن بڑے خوش اخلاق اور متواضع انسان تھے اور معقولات میں قابلیت کے لحاظ سے بے مثال تھے۔وہ فرمایا کرتے تھے میں نے حمداللہ کی شرح عربی میں لکھی ہے جس کا نام ''الاسوۃ الحسنیٰ'' ہے لیکن یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوسکی۔افسوس ہے کہ مولانا موصوف رحمانیہ میں ایک سال بھی نہ گزار سکے کہ ان کو ٹی بی ہوگئی۔آخر کار وہ اسی مرض میں چل بسے۔مولانا شریف اللہ صاحب سواتی ان کے ہم زلف تھے۔

مولانا شریف اللہ صاحب سواتی

مولانا عبدالسلام صاحب کے انتقال کے بعد مولانا سواتی معقولات پڑھانے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے جو کتابیں اُدھوری رہ گئیں ان کو مولانا سواتی صاحب نے مکمل کرایا۔خاص طور پر اشارات اور قاضی مبارک،مولانا موصوف صبح سے ظہر تک مدرسہ فتح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری میں معقولات پڑھایا کرتے تھے اور ظہر کے بعد تدریس کے لیے مدرسہ رحمانیہ تشریف لایا کرتے تھے۔ عرصہ دراز سے پڑھاتے پڑھاتے منطق اور فلسفے کے مباحث ازبر ہو گئے تھے۔ وہ اس طرح پڑھاتے تھے گویا کہ کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ یعنی تقریر و خطابت کا انداز نہیں ہوتا تھا بلکہ گفتگو اور بات چیت کا انداز ہوتا تھا۔ حنفیت میں متشدد نہ تھے۔

مولانا خیر محمد صاحب جالندھری

یہ بات واضح رہے کہ مولانا عبدالسلام کی بیماری کے دوران کچھ عرصہ مولانا موصوف نے بھی معقولات کے اسباق پڑھائے تھے۔ غالباً وہ دو تین ماہ سے زیادہ قیام نہیں کر سکے۔ ان کے زمانے کے دو واقعات سبق آموز ہیں۔

۱۔ ایک مرتبہ انہوں نے پڑھاتے ہوئے سوال کیا کہ "لفظ أشیـــاء غیر منصرف کیوں ہے؟ ہمارے ایک ساتھی لقمان بنگالی نے جواب دیا کہ اس میں قلب ہے "شیـئـاء سے أشیاء معدول ہے۔" اس جواب سے استادِ محترم بہت خوش ہوئے۔

۲۔ آخری تعلیمی سال میں فجر کی نماز کی امامت میرے ذمہ تھی اور مولانا خیر محمد صاحب میری اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں کوئی لفظ بھول گیا تو مولانا مرحوم نے مجھے لقمہ دیا جو میں نے فوراً قبول کر لیا۔ محترم مولانا مسجد میں کم آیا کرتے تھے اس لیے درس کے علاوہ ان سے ملاقات کا موقع مشکل سے ہی ملتا تھا۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب نگرنہسوی بہاری

مولانا موصوف سے میں نے درج ذیل کتب پڑھیں۔ مشکوٰۃ المصابیح دو سال میں مکمل، تاریخ الخلفاء، تفسیر جلالین نصف اول، مقامات حریری، دیوان متنبّی، سبعہ معلقہ ترجمتین اور انشاء عربی، تلخیص المفتاح مکمل، مختصر المعانی۔

مولانا محترم کو تفہیم کا اچھا ملکہ حاصل تھا۔ اس انداز سے بلند آواز میں وضاحت فرماتے کہ بات دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتی۔ بہاری اہل علم کی گفتگو کا ایک خاص انداز ہے۔ بولتے وقت جھٹکا سا محسوس ہوتا ہے یعنی کبھی آواز میں نرمی اور کبھی شدت۔ لیکن دونوں حالتوں میں لطافت پائی جاتی ہے۔ مولانا کا ادبی ذوق بہت اچھا تھا۔ اس لیے عام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر عربی ادب کی کتابیں وہ خود پڑھایا کرتے تھے۔ اگر چہ وہ اُردو میں پڑھاتے تھے لیکن تشریح کرتے ہوئے ان کا ادبی ذوق نمایاں ہو جاتا تھا۔ ان کی زندگی بہت سادہ تھی۔ ان کے ساتھ ایک لڑکا جس کی عمر ۱۰ سال اور نام حُمید تھا، رہتا تھا۔ باقی اہل و عیال وطن میں رہتے تھے۔ معلوم نہیں اب حُمید کا کیا حال ہے؟

اضافہ

اسلام آباد کے قیام کے دوران مرکزی حکومت کے ادارہ محتسب کے ناظم (جناب منصور کاظم صاحب) گھر پر ملنے کے لیے آئے کہ انہوں نے مقدمہ انتخابِ حدیث میں میرے ان استاد کا تذکرہ پڑھا تھا، چونکہ موصوف کا تعلق بھی ''نگر نہسہ'' سے تھا اس لیے وہاں کی یادیں تازہ کرنے چلے آئے۔

مولانا کبیر الدین صاحب

جس وقت میں رحمانیہ میں داخل ہوا تو مولانا موصوف چھٹے سال میں تھے۔ یعنی فارغ ہونے میں تین سال باقی تھے۔ فارغ ہونے کے بعد دارالحدیث رحمانیہ میں بطور مدرس ان کا تقرر ہو گیا۔ مولانا محترم کا تعلق مشرقی بنگال سے تھا، باوجود بنگالی ہونے کے اُردو زبان بڑی روانی سے بولتے تھے۔ راقم الحروف نے ان سے سنن نسائی پڑھی ہے، بہت محنت سے پڑھاتے اور طلبہ کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے۔ لیکن رحمانیہ میں ان کے قیام کا زمانہ ایک سال سے زیادہ نہ رہا۔ مولانا موصوف رحمانیہ سے الگ ہونے کے بعد مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں عرصہ دراز تک دینی علوم کے اُستاذ رہے۔ مزید تفصیل معلوم نہیں ہو سکی کہ زندگی کے آخری دور میں ان کے کیا کیا مشاغل تھے اور کب وفات پائی۔ اتنا ضرور یاد ہے کہ لاہور میں منعقد ہونے والے ایک جلسہ میں مولانا کبیر الدین صاحب بھی تشریف لائے تھے اور ان کی تقریر سے سامعین محظوظ ہوئے تھے۔ یہ جلسہ لاہور موچی دروازہ میں ہوا تھا۔ کس سن میں آمد ہوئی، یاد نہیں۔ اتنا یاد ہے کہ پاکستان بننے کے بعد تشریف لائے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد سلیمان مئوی اعظمی

مولانا عبدالرؤف صاحب بنگالی

ان دونوں حضرات سے میں نے ابتدائی عربی کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ میزان منشعب، نحومیر وغیرہ۔

مولانا عبداللہ صاحب ندوی

مولانا موصوف کا تقرر رحمانیہ میں اس وقت ہوا جب کہ میرا آخری تعلیمی سال تھا۔ مولانا موصوف کا عربی ادب کا ذوق بہت اچھا تھا راقم الحروف نے ان سے دیوانِ حماسہ پڑھی۔ بہت اچھے انداز میں پڑھاتے تھے۔ اشعار کی تشریح کبھی عربی میں اور کبھی اُردو میں کرتے۔ شاعری کا ذوق اور ملکہ بھی تھا۔ کبھی ترنم کے ساتھ اپنے اشعار سنایا کرتے تھے۔ شیخ عطاء الرحمٰن مہتمم مدرسہ بھی ان کی بہت قدر کرتے اور ان کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ ان کے پاس اکثر عربی ادب کی کتابیں زیر تدریس تھیں۔

مولانا موصوف دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فارغین میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۹۵۳ء میں جب راقم الحروف اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دعوتی دورے پر مشرقی پاکستان ''مرحوم'' گیا تو استاذ محترم سے بنگشالی مسجد میں ملاقات ہوئی۔ اور جمعہ کی نماز کے بعد مولانا محترم نے مجھے تقریر کا موقع دیا۔ اصل میں اُستاذِ محترم نے مجھے خطبہ جمعہ کے لیے بلایا تھا لیکن میں بروقت نہ پہنچ سکا۔ اس لیے بعد میں تقریر کا موقع ملا۔ بنگال کے مسلمانوں میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ دینی مواعظ بڑی توجہ سے سنتے ہیں۔ اگر نمازِ جمعہ کے بعد بھی کسی عالم کی تقریر کا اعلان ہو جائے تو حاضرین میں سے ایک فرد بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا، ''مغربی پاکستان'' کی صورتِ حال اس سے مختلف ہے۔ افسوس ہے کہ اس کے بعد ملاقات نہ ہو سکی۔ مولانا محترم اُستاذ مکرم، مولانا محمد جونا گڑھی مرحوم کے ہم زلف تھے۔

مولانا عبدالغفور صاحب بسکوہری، ضلع بستی

مولانا موصوف ۱۹۳۳ء کے شروع میں رحمانیہ تشریف لائے۔ یہ میرا آخری تعلیمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال تھا۔ یوں سمجھیے کہ مولانا عبداللہ ندوی اور مولانا عبدالغفور صاحب دونوں کی آمد کا سال ایک ہی تھا۔ مولانا موصوف نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ ادبی ذوق اچھا تھا۔ عربی انشاء اور ترجمتین کے لیے ہماری جماعت ان سے استفادہ کرتی تھی۔ بڑے خوش اخلاق، متواضع اور طلبہ کے لیے مشفق و مربی اُستاذ تھے۔ افسوس ہے کہ ان سے زیادہ استفادے کا موقع نہ مل سکا۔ مولانا موصوف مولانا اعزاز علی مرحوم کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔

مولانا محمد شریف صاحب پشاوری

ان سے ہماری جماعت نے حسب ذیل کتابیں پڑھیں۔ شرح وقایہ، قدوری اور شرح تہذیب، شرح جامی، کافیہ، شافیہ اور رشیدیہ جزوی طور پر نیز محیط الدائرہ، قطبی۔ مولانا موصوف کے پڑھانے کا انداز اچھا تھا۔ طلبہ کے ساتھ اس طرح میل جول رکھتے تھے جیسے بڑے بھائی چھوٹے بھائیوں سے رکھتے ہیں۔ عام طور پر اساتذہ کم آمیز ہوتے ہیں لیکن اُستاذِ محترم اس کے برعکس تھے۔ حنفی ہونے کے باوجود کبھی انہوں نے ایسی بات نہیں کی جس سے مذہبی تعصب کا پتہ چلتا ہو۔

ان کتابوں کے علاوہ مدرسہ رحمانیہ میں ترجمہ قرآن کی تدریس کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ یہ ترجمہ قرآن مختلف کلاسوں میں متعدد اساتذہ پڑھایا کرتے تھے، ان میں سے ایک مولانا محمد شریف تھے۔

مولانا محمد داؤد راغب شاہجہان پوری، ضلع میرٹھ

مولانا موصوف سے میں نے ھدایۃ النحو، فصول اکبری اور اس قسم کی دوسری کتابیں پڑھی ہیں۔ بہت ہی ذہین اور قابل طلبہ میں شمار ہوتے تھے۔ رحمانیہ سے فارغ ہو کر وہیں پر مدرس ہو گئے تھے۔ تقریباً ایک سال انہوں نے پڑھایا۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے رحمانیہ کا پورا نصاب چار سال میں ختم کر دیا۔ یعنی ہر سال دو کلاسوں کا امتحان دیا کرتے تھے۔ تحریری ملکہ بہت اچھا تھا۔ درس و تدریس میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ رحمانیہ سے الگ ہونے کے بعد عمر آباد ''دارالسلام'' میں بھی پڑھاتے رہے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے تھے۔ یہاں کراچی میں رہتے ہوئے انہوں نے درس و تدریس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ جاری رکھا اور ساتھ ہی حدیث کی اہم کتاب ''منتقی الاخبار'' اور اس کی مشہور شرح ''نیل الاوطار'' کا ترجمہ اُردو میں کر ڈالا۔ شرح منتقی الاخبار کا یہ ترجمہ ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکا۔ دیکھئے کب اس کی باری آتی ہے لیکن اول الذکر کتاب کا ترجمہ دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور نے شائع کر دیا ہے۔ اس ترجمہ کی اشاعت مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم کی حسنات میں شمار ہوگی، ان شاء اللہ۔ کراچی کے مشہور عالم قاری عبدالخالق صاحب ان کے داماد ہیں۔ قاری صاحب موصوف بھی رحمانیہ کے فارغین میں سے ہیں۔ جو غالباً ۱۹۴۰ء میں فارغ ہوئے ہیں۔

مولانا محمد داؤد راغب رحمانی، مولانا حافظ محمد ابراہیم دہلوی کے ہم سبق اور گہرے دوست تھے۔ حافظ موصوف کی وفات کے بعد ان کی بیوہ سے مولانا داؤد موصوف نے شادی کرلی تھی۔ یہ رشتہ خوب کامیاب رہا۔

مولانا محمد سُورتی

مولانا موصوف رحمانیہ آنے سے پہلے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں دینی علوم کے اُستاذ تھے۔ حافظہ بڑا قوی تھا۔ عربی ادب کا ذوق بے پایاں تھا۔ ہندوستان میں عربی ادب کے لحاظ سے دو نمایاں شخصیتیں گزری ہیں۔ (۱) مولانا محمد سُورتی مرحوم (۲) مولانا عبدالعزیز میمن، جو میرے جدّ محترم کے شاگرد تھے۔ مولانا محمد سُورتی مرحوم عربی ذوق، عربی ادب کی مہارت کے ساتھ ساتھ عربوں کا سا مزاج بھی رکھتے تھے۔

نماز با جماعت اور دوسری سنن کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ بڑے فراخدل اور فیاض تھے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ عبداللہ، محمد طاہر، محمد طیب، بڑے عبداللہ تھے۔ جن کی عمر اُس وقت دس گیارہ سال ہوگی۔ مولانا کی عادت تھی کہ جب بھی فجر کی نماز میں آتے تینوں کو ساتھ لاتے تھے اور خود بڑے اہتمام کے ساتھ صبح کی نماز کی امامت فرماتے۔ قرآن مجید پڑھنے کا انداز بھی نہایت دل کش اور پُر سوز تھا۔

مولانا کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت سے غافل نہیں رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں پوری کوشش کی کہ ان کی اولاد غلط راستے پر نہ جائے۔ ایک خاص

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کہ وہ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے کر آتے تھے۔ آج کل دینداروں اور خاص طور پر علماء کرام کے حلقہ میں یہ اہتمام شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ آج کل عام طور پر یہ حال ہے کہ اکثر اہل علم خود تو نماز جماعت ادا کرتے ہیں لیکن اولاد کی دینی تربیت سے غافل ہیں۔

مولانا کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ وہ جرأت اور حق گوئی کے معاملہ میں اپنی مثال آپ تھے اور انکار منکر کے بارے میں بڑے بیباک تھے۔ اغنیاء اور اُمراء کے مقابلے میں اہل علم کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ شیخ عطاء الرحمٰن صاحب اپنی عادت کے مطابق مدرسہ رحمانیہ کی ڈیوڑھی میں چارپائی پر بیٹھے تھے اور اس کے ساتھ دوسری چارپائی پر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اور مولانا محمد سُورتی تشریف فرما تھے۔ مولانا سُورتی مرحوم دونوں کے درمیان میں تھے۔ اس مجلس میں شیخ عطاء الرحمٰن مدرسہ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور یہ دونوں حضرات ان کی گفتگو بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔ شیخ عطاء الرحمٰن کی گفتگو جاری تھی کہ اچانک مولانا مبارکپوری نے مولانا سُورتی کی مخاطب کرتے ہوئے کوئی علمی نقطہ بیان کرنا شروع کر دیا۔ تو میں نے دیکھا کہ مولانا سُورتی نے فوراً اپنا چہرہ شیخ عطاء الرحمٰن کی طرف سے ہٹا کر مولانا مبارکپوری کی طرف پھیر لیا اور انہوں نے اس بات کی پروا نہ کی کہ ان کا یہ طرز عمل شیخ عطاء الرحمٰن کو ناگوار ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ان کی بے باکی مشہور تھی۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں کسی بڑے سے بڑے مالدار کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایک عالم فاضل محدّث کے سامنے ایک غیر عالم خواہ کتنا ہی مالدار ہو۔ اس کی گفتگو کو کیسے ترجیح دی جا سکتی ہے۔ ورنہ عام طور پر ایسے مواقع پر مالداروں کی ناراضگی مول لینا آسان کام نہیں۔ خاص طور پر جبکہ ایک عالم ان کا تنخواہ دار ہو۔ خودداری اور دینی غیرت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھے۔ کلمہ حق کہنے میں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ ملیہ دہلی سے علیحدگی کے بعد کسی بھی دینی مدرسہ کی فضا ان کے موافق نہ آ سکی۔

مولانا مرحوم کے بارے میں شیخ عطاء الرحمٰن کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ وہ علمِ حدیث اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسماء الرجال کے ماہر ہیں۔ اس لیے ان کا تقرر بطور شیخ الحدیث کیا گیا تھا اور ان کا مشاہرہ بھی ڈیڑھ سو روپے تھا۔ جو اس زمانہ میں بڑی تنخواہ تھی، اس کے مقابلہ میں مولانا احمد اللہ صاحب کا مشاہرہ تقریباً سو روپے تھا اور میرے داخلے سے پہلے مولانا غلام یحییٰ کانپوری کا مشاہرہ ایک سو پچیس روپے تھا۔ باقی دوسرے مدرسین کی تنخواہیں ساٹھ یا ستر روپے سے زیادہ نہ تھیں۔ اس فرق کی وجہ یہ تھی کہ شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کو اس زمانے کے اہل علم نے بتا دیا تھا کہ علمِ حدیث اور معقولات ایسے علوم ہیں جن کے لیے انتہائی فاضل، قابل اور متخصص اساتذہ ہونے چاہییں لیکن کسی نے ان کو یہ نہیں بتایا کہ علم حدیث کے ساتھ ساتھ تفسیر اور عربی ادب میں بھی اُونچے درجے کے قابل استاذ رکھنے چاہییں۔ مولانا محمد سُورتی مرحوم عربی ادب اور اسماء الرجال کے حافظ تھے۔ اس میں کوئی ان کا ہم پلہ نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن حدیث پڑھانا بڑی بات ہے اور خاص طور پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تدریس۔ ان کتابوں کو وہی پڑھا سکتا ہے جس نے بار بار گہرا مطالعہ کیا ہو۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ اگر کسی نوجوان مدرس کو پہلی بار صحیح بخاری پڑھانے کے لیے دی جائے تو اس کو ایک دو سبق حدیث کے دیے جائیں۔ زیادہ اس پر بوجھ نہ ڈالا جائے تاکہ وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو اچھی طرح پڑھا سکے اور طلبہ کو مطمئن کر سکے۔ لیکن جو استاذ پندرہ بیس سال سے متواتر پڑھا رہا ہو۔ خاص طور پر صحیح بخاری، تو اس کو مزید اسباق پڑھانے کے لیے دیے جائیں یعنی چھ سات اسباق۔

یہاں یہ معاملہ ہوا کہ مولانا سُورتی جامعہ ملیہ سے آئے تھے وہاں کا نصاب بہت ہلکا تھا اور حدیث کی تعلیم کا معیار ابتدائی انداز کا تھا۔ اب رحمانیہ میں آکر ان کو چار کتابیں دے دی گئیں۔ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور اس کے ساتھ ساتھ شرح نخبۃ الفکر اور ادب کی ایک کتاب ''مقامات حریری'' جہاں تک مقاماتِ حریری کا تعلق تھا تو اس کے طلبہ بڑے خوش تھے کہ ادب پڑھنے کا اب مزہ آرہا ہے۔ افسوس ہے کہ راقم الحروف ان سے کوئی ادب کی کتاب نہ پڑھ سکا اور چونکہ مولانا سُورتی کا تقرر وسطِ سال میں ہوا تھا، اسی لیے راقم الحروف کی جماعت نے ان کے پاس ترمذی کا اخیر حصہ پڑھا۔ جس میں فقہی مسائل کم ہیں۔ اس لیے ہمیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ لیکن جو طلبہ صحیحین پڑھنے والے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے وہ مطمئن نہ تھے اور اس طرح ایک عجیب سی کش مکش پیدا ہو گئی۔ ظاہر بات ہے کہ جو طلبہ صحیحین مولانا احمد اللہ صاحب سے پڑھتے آ رہے تھے جو کہ تیس سال سے حدیث پڑھا رہے تھے۔ ان کے مقابلہ میں مولانا سُورتی کی تدریس تسلی بخش نہیں ہو سکتی تھی۔ افسوس ہے کہ کسی نے مہتمم صاحب کو یہ نہیں بتایا کہ "لکل فن رجال" کے قاعدے کے مطابق مولانا سُورتی کو عربی ادب اور زیادہ سے زیادہ کسی تفسیر کی تدریس کے لیے خاص کر لیا جائے اور اگر کوئی حدیث کی کتاب دی جائے تو صحیحین کے علاوہ صرف ایک کتاب ان کے سپرد کی جائے لیکن افسوس! کہ ایسا نہ ہو سکا۔

مولانا سُورتی مرحوم نے اپنے تقرر کے بعد کتب خانے سے صحیحین کی تمام شروح مستعار حاصل کر لیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ بڑی عمر میں ان شروح کا مطالعہ کرنا اور اس کے لیے کافی وقت نکالنا مشکل تھا۔

مولانا سُورتی مرحوم عربوں کی طرح فیاضی میں بے مثال تھے۔ اسی لیے جو اُستاذ یا شاگرد ان کے پاس جاتا تو وہ اس کی خوب آؤ بھگت کرتے۔ مدرسہ رحمانیہ میں طلبہ کی عادت تھی کہ زیرِ درس تفسیر و حدیث کی کتابوں کے اختتام پر آپس میں چندہ کر کے دعوتِ طعام یا چائے پارٹی کرتے تھے اور اس میں اساتذہ کو بھی مدعوّ کرتے تھے۔ جب ہماری جماعت نے جامع ترمذی ختم کی اور سب سے پہلے یہ موقع ہم ہی کو ملا کہ مولانا موصوف نے ہم سب طلبہ کی ترمذی ختم ہونے کی خوشی میں شاندار دعوت کی اور سب کچھ اپنے پاس سے خرچ کیا۔ اس سے پہلے جب کوئی حدیث یا تفسیر کی کتاب ختم ہوتی تھی تو طلبہ چندہ جمع کر کے ضیافت کا اہتمام کرتے تھے۔ اساتذہ کی مالی شرکت اس میں نہیں ہوتی تھی، الا یہ کہ کوئی استاذ خود ہی اپنا حصہ ڈال دے لیکن مولانا سُورتی مرحوم نے ایک نئی سنت کی بنیاد ڈال دی۔ ساری ضیافت کا خرچ اپنے ذمہ لے لیا اور طلبہ پر کچھ بھی بوجھ نہ ڈالا۔ اس کے نتیجہ میں دوسرے مدرسین کے ساتھ تنافس کی شکل پیدا ہو گئی۔ اس کش مکش میں یہ سال ختم ہوا اور مولانا محمد سُورتی مرحوم کو جواب دے دیا گیا جس سے ان طلبہ کو بڑا افسوس اور صدمہ ہوا جو حدیث کے ساتھ ساتھ عربی ادب کے بھی شائق تھے۔ ہمارے درسِ نظامی میں سب سے بڑی کمی یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ معقولات پر تو بہت زور دیا جاتا ہے لیکن تفسیر، ادب، تاریخ، جغرافیہ، حساب اور جدید مفید علوم کے بارے میں کوئی خاص اہتمام نہیں کیا جاتا۔ بہر حال سال کے آخری حصے میں طلبہ کی شکایت پر مہتمم صاحب نے صحیحین کے اسباق دوبارہ مولانا احمداللہ صاحب کے حوالے کر دیے اور اس طرح یہ قضیہ نامرضیہ ظاہری طور پر ختم ہوا۔

محترم مولانا اردو میں بہت اچھی تقریر کر لیا کرتے تھے، مگر عربی میں ان کی خطابت کی خود عربوں میں بھی مثال ملنی مشکل ہے، گویا عربی خطابت کے میدان کے شاہ سوار تھے۔ مولانا مرحوم کی عربی زباندانی کا ایک واقعہ یہ سننے میں آیا ہے کہ جب وہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے حرم میں عربی زبان میں فصیح و بلیغ انداز میں توحید پر تقریریں کیں۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کس ملک کا انسان ہے کہ اتنی اچھی عربی بول رہا ہے عربی لہجہ ایسا تھا کہ کسی عرب کو یہ گمان ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ عجمی ہیں۔ ایک مرتبہ تقریر کے بعد ایک عرب عالم نے ان سے دریافت کیا۔

أَنْتَ مِنَ الْيَمَنِ أَوْ مِنَ الْحِجَازِ أَوْ مِنْ أَيِّ بَلَدٍ أَنْتَ؟

"یعنی آپ کا مسکن کہاں ہے؟ آپ یمنی ہیں یا حجازی ہیں؟ یا کوئی دوسرا علاقہ ہے آپ کا؟"

اتباع سنت اور عمل بالحدیث کے لحاظ سے ان کا مقام بہت اونچا ہے۔ شخصیت پرستی اور تقلید شخصی سے ان کو نفرت تھی۔ صرف امتیازی مسائل ہی میں وہ متشدد نہ تھے بلکہ زندگی کے ہر معاملہ میں اتباع سنت کا جذبہ کارفرما تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔

استاذِ محترم کی متعدد تصانیف اور تراجم ہیں جن سے دو کے مطالعہ کا مجھے شرف حاصل ہوا ہے۔

۱۔ کتاب التوحید: مؤلفہ شیخ محمد بن عبدالوهاب رحمۃ اللہ علیہ کا سلیس اُردو میں ترجمہ غالباً سب سے پہلے اس کا اُردو ترجمہ مولانا مرحوم ہی نے کیا ہے۔

۲۔ أزهار العرب: یہ مستند کتاب عرب شعراء کے منتخب اشعار کا بہت عمدہ مجموعہ ہے اس مجموعہ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں عشق و محبت والے عریاں اور فحش اشعار شامل نہیں کیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ امرأ القیس کے اشعار کے مقابلے میں تعلیم و تدریس میں اُزھار العرب کو ترجیح دی جانی چاہیے۔

مولانا عبدالرزاق صاحب پشاوری

یہ معقولات کے ماہر تھے۔ ان سے راقم الحروف نے سلّم العلوم کا کچھ حصہ اور اسی طرح تفسیر بیضاوی جزوی طور پر پڑھی تھی۔ اُستاذِ محترم کا چہرہ پوری طرح دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ وہ سخت گرمی کے زمانہ میں بھی چہرے کا بہت کم حصہ کھولتے تھے۔ معلوم نہیں اس حجاب کی کیا وجہ تھی۔ تمام مشہور متون ان کو زبانی یاد تھے۔ مثلاً تہذیب، سلّم العلوم، تلخیص المفتاح، شافیہ اور کافیہ وغیرہ۔ جس طرح لوگ قرآن مجید حفظ کرتے ہیں اسی طرح انہوں نے بہت سے متون یاد کیے ہوئے تھے۔ ان کے لباس میں سادگی اور گفتگو میں روانی تھی۔ ان سے بہت زیادہ استفادہ کا موقع نہیں مل سکا۔

مولانا عبدالغفور جیراج پوری (ضلع اعظم گڑھ)

ابا جان کہتے ہیں: میرے مشفق اساتذہ میں سے تھے، گورا رنگ، پٹے رکھے ہوئے، اُن سے بیضاوی اور مناظرہ کی ایک کتاب ''رشیدیہ'' پڑھی۔ اُن کے ایک بیٹے عبدالودود ندوۃ العلماء لکھنؤ میں معقولات کے استاد تھے، پوتا مصلح الدین دادا کی معیت رکھتا تھا۔

قاری ابرار الحق سنبھلی

تجوید کے استاد تھے۔ اچھے قاری تھے، ابا جان کے پہلے سال کے استاد تھے، کہتے ہیں کہ بڑے شوق سے تجوید پڑھا کرتا تھا لیکن دوسرے اسباق کی بھرمار کی بنا پر تجوید کے لیے زیادہ وقت نکالنا مشکل ہو گیا۔ جب شیخ عطاء الرحمٰن نے دیکھا کہ طلبہ زیادہ دلچسپی نہیں لے رہے تو انہیں چند ماہ کے بعد فارغ کر دیا گیا۔ جس کا مجھے بہت افسوس ہوا کہ اہلحدیث مدارس میں تجوید کا اہتمام ناپید تھا۔ پاکستان میں صورتحال کچھ بہتر ہوئی ہے اور تجوید پر توجہ دی جا رہی ہے۔

ایک داستان گو فن تقریر سکھانے کے لیے آتے تھے، خشخشی سی داڑھی تھی۔ اُردو محاوروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں طاق تھے۔

میرے آخری سال میں مولانا محمد جوناگڑھی کو فن خطابت کے استاد کی حیثیت سے لایا گیا۔ اُن کا اپنا تخصص ردِّ حنفیت تھا۔

مولوی شمس الحق بنگالی

عربی کے ابتدائی استاد تھے۔

غیر درسی سرگرمیاں

رحمانیہ میں پہلے تین انجمنیں ہوا کرتی تھیں، تہذیب الکلام: اُردو خطابت کے لیے، اصلاح اللسان: بنگالی زبان میں، اور تہذیب البیان: پنجابی زبان میں۔

اُردو انجمن کو تعلیمی لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا، ایک جماعت اُولیٰ سے رابعہ تک کے طلبہ کے لیے اور دوسری خامسہ سے ثامنہ تک کے لیے، بعد ازاں علاقائی تعصب سے بچنے کے لیے صرف اُردو انجمن کو باقی رکھ دیا گیا۔ تہذیب الکلام کا اجلاس ہر ماہ ایک بار اُردو میں اور ایک بار عربی میں منعقد ہوتا۔ عربی میں زیادہ مشق پیدا کرنے کے لیے ہر جمعہ نماز کے بعد عربی خطابت کا اجلاس منعقد کر لیا جاتا جس کے صدر عبدالحکیم قصوری (فاضل ندوہ) اور ناظم ابا جان تھے، بنگال کے لقمان اور انیس الرحمٰن، عمر آباد کے عبدالواحد مدراسی اس محفل کے روحِ رواں تھے، ایک دفعہ عربی میں مناظرہ رکھ دیا گیا تو اچھا خاصا مجمع جمع ہو گیا۔

ابا جان کہتے ہیں کہ عربی کی یہ مشق مدینہ منورہ کی تدریس کے وقت خوب کام آئی۔ کہا کہ درسِ حدیث کے دوران ہر طالب علم کی خواہش ہوتی کہ وہ حدیث کی تلاوت کرے۔ چنانچہ باری مقرر کی گئی۔ ہفتہ کے دن قراءت میرے سپرد تھی اور باقی چھ ساتھی دوسرے دنوں میں، ہم نے آپس میں عربی زبان میں گفتگو کرنے کا التزام رکھا تھا اور اگر کوئی اُردو میں بات کر لیتا تو حدیث پڑھنے کی اُس کی باری جاتی رہتی۔

بعد ازاں اس انجمن کا نام تہذیب الکلام سے ”جمعیۃ الخطابہ“ رکھ دیا گیا۔ ابا جان نے کم سن طلبہ کے لیے ”تہذیب الاخلاق“ کے نام سے ایک اور انجمن بھی قائم کی۔ [1]

---

[1] انجمن تہذیب الکلام کے اشتہار کے لیے دیکھیے ضمیمہ (۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ عبدالقادر

جسمانی ورزش کے استاد تھے، اُن سے بنوٹ (لاٹھی چلانا) سیکھا۔ خلیفہ عبدالقادر بنوٹ یا گتکا کے ماہر تھے، سارے داؤ پیچ سکھائے کہ دفاع کیسے کیا جاتا ہے اور حملہ کیسے! ابا جان کہتے ہیں کہ وہ میرے والد مرحوم کے گہرے دوست تھے اس لیے مجھ پر بھی بہت شفقت فرماتے تھے۔ دُبلے پتلے اور میانہ قد لیکن انتہائی پھرتیلے۔

ایک دفعہ وہ اپنی بیوی کو ڈولی میں بٹھا کر محلّہ کشن گنج سے پھاٹک حبش خان لے جا رہے تھے، اس زمانہ میں کہار عموماً ہندو ہوا کرتے تھے۔ جب ڈولی نہر کے کنارے پہنچی تو تنہائی دیکھ کر کہاروں نے ڈولی نیچے رکھ دی اور خلیفہ عبدالقادر سے جو ساتھ ساتھ پیدل آ رہے تھے کہا کہ لو تمہاری شامت آئی، تمہاری بیوی کے پاس جتنا زیور ہے وہ ہمارے حوالے کر دو ورنہ مار مار کر یہیں ختم کر دیں گے اور پھر ایک کہار نے اچانک لاٹھی اٹھا کر مارنا چاہا لیکن خلیفہ عبدالقادر نے پھرتی سے اس کی کلائی کی ایک رگ کو اس زور سے دبا دیا کہ لاٹھی اس کے ہاتھ سے گر گئی، خلیفہ صاحب نے لاٹھی اُٹھا کر اس کے سر پر ماری کہ وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ دوسرا کہار اپنے ساتھی کا یہ حشر دیکھ کر بھاگ نکلا اور خلیفہ اپنی بیوی کو پیدل پھاٹک حبش خان تک چلا لائے۔

والد صاحب کہتے ہیں کہ اکثر کہا جاتا ہے کہ اب تو نئے نئے ہتھیار آ گئے ہیں، بنوٹ سیکھنے کا کیا فائدہ لیکن کوئی بھی فن ہو کبھی نہ کبھی کام آ جاتا ہے۔

خلیفہ عبدالقادر کے تین بیٹے تھے۔ ملا محمد سعید پہلوان جو کشتی لڑنے کے ماہر تھے، عبدالسلام اور عبدالمالک۔ گو تینوں باپ کے طرح پہلوان تھے لیکن ملا محمد سعید نے پہلوانی میں زیادہ شہرت پائی۔ پاکستان آ کر اُن کا انتقال ہوا۔

اُن کی غیرت دینی کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

غالباً ۱۹۲۸ء کی بات ہے کہ شردھانند نامی ایک متعصب ہندو لیڈر تھا جو نہ صرف اپنی گفتگو میں آنحضور ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتا رہتا تھا۔ بلکہ تحریر میں بھی اس نے شانِ رسالت میں گستاخی کی۔ اُس کے دفتر میں قاضی عبدالرشید نامی ایک مسلمان کام کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ اُنہیں اُس کی اس ناپاک جسارت پر بہت غصہ آیا، ایک دن موقع پا کر چھرا اُس کی کمر میں گھونپ کر اُسے واصل جہنم کیا۔ جائے واردات سے بھاگے نہیں بلکہ اپنے آپ کو گرفتار ہونے دیا۔ مقدمہ چلا، وکلاء نے بہتیرا کہا کہ قتل سے انکار کر دو کیونکہ کوئی عینی گواہ نہیں ہے۔ لیکن قاضی صاحب نے کہا کہ میں جھوٹ بول کر اپنی نیکی برباد نہیں کرنا چاہتا۔ پھانسی پر لٹک جاؤں گا لیکن جھوٹ بول کر جان بچانا ایک مؤمن کی شان کے خلاف ہے۔ کہا کہ شاید اسی کام کے طفیل جنت میرا مقدر بن جائے۔ دنیوی زندگی تو چند روزہ ہے کسی نہ کسی طرح گزر رہی جائے گی اور ویسے بھی زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

مقدمہ چلا اور بالآخر اُنہیں موت کی سزا سنا دی گئی۔ مسلمانوں میں بڑا جوش وخروش پایا جاتا تھا، عزم یہ تھا کہ جس دن پھانسی ہوگی، میت کو ایک بڑے جلوس کی شکل میں دہلی کے اُس بڑے قبرستان میں لیجایا جائے گا۔ جہاں شاہ ولی اللہ اور اُن کے صاحبزادگان مدفون ہیں۔ پھانسی کس دن ہوگی؟ اس بات کو اخفاء میں رکھا جا رہا تھا، لیکن انگریزی قانون کے مطابق پھانسی سے قبل ملزم کی ملاقات اُس کے انتہائی قریبی رشتہ داروں سے کرائی جانا لازمی تھی، مسلمان اس ٹوہ میں تھے کہ یہ ملاقات کب ہو رہی ہے تا کہ پھانسی کی رات کا علم ہو سکے، چنانچہ جونہی ملاقات کی خبر لوگوں کو معلوم ہوئی ایک بڑا مجمع دریا گنج پہنچ گیا جہاں جیل واقع تھی۔ حکومت نے جب یہ صورتحال دیکھی تو پھانسی اس رات ملتوی کر دی۔ چند روز کے بعد ایک رات تین بجے پھانسی دیدی گئی۔ لیکن مسلمانوں کو علم ہو گیا اور وہ ہزاروں کی تعداد میں جیل کی دیوار توڑتے ہوئے اندر داخل ہو گئے، جنازہ اٹھا لیا۔ پولیس کی تعداد اتنی زیادہ نہ تھی کہ ہجوم کا مقابلہ کر سکتی۔ یہ حملہ حکومت کی توقعات کے خلاف تھا، اس ہجوم میں جنازہ اٹھانے والوں میں ملا سعید پہلوان بھی شامل تھے، ابا جان کہتے ہیں کہ صبح سویرے یہ خبر رحمانیہ پہنچی تو جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے میں تن تنہا نکل کھڑا ہوا۔ دریا گنج پہنچا تو ہزاروں کا مجمع نعرے لگاتا جنازے کے ساتھ آ رہا تھا۔ انتہائی رقت انگیز مناظر تھے، میں بھی جلوس میں شامل ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ رحمانیہ کے طلبہ میں سے گجرات، پنجاب کے ایک اور طالب علم عبدالغفور نامی بھی جلوس میں موجود تھے جو تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مجھ سے دو سال آگے تھے۔ جنازہ پہلے جامع مسجد شاہجہانی لایا گیا۔ وہاں ظہر کی نماز ادا کی گئی اور پھر وہاں سے چاوڑی بازار ہوتے ہوئے قطب روڈ کا رخ کیا۔ چونکہ یہ سارا واقعہ اچانک ہوا تھا اس لیے کوئی باقاعدہ منصوبہ یا پروگرام نہ طے پا سکا۔ چاوڑی بازار دہلی کا بدنام ترین بازار ہے جہاں طوائفوں کے کوٹھے ہیں وہاں مسلمان طوائفوں نے جلوس پر پھول برسائے۔ میں پیدل چلتے چلتے تھک گیا تھا اور جنازہ کافی آگے چلا گیا تھا دیکھا کہ دکانیں بند ہیں اور جہاں جہاں لاٹھیوں کی دکانیں ہیں، مسلمانوں نے اُن سے لاٹھیاں چھین لیں اور جس نے مزاحمت کی اُسے راستے سے ہٹا دیا۔ جنازہ بالآخر بانس بازار پہنچا جو مسجد فتح پوری کی پشت پر ہے اور جہاں ہندوؤں کی آبادی اکثریت میں ہے، یہاں خوب رَن پڑا اور پھر جنازہ کھاری باؤلی پہنچا۔ وہاں سے قطب روڈ کے پُل کا رخ کیا۔ اب عصر کا وقت ہو چلا تھا، اذان ہو رہی تھی۔ میں نے مسجد فتح پوری میں عصر کی نماز ادا کی اور پھر مٹھائی کے پُل سے ہوتا ہوا نواب گنج پہنچ گیا جہاں میرے والد کے ماموں حکیم عبیدالرحمن رہائش پذیر تھے اور انہی کے قریب میرے پھوپھا مولانا عبداللہ سلفی کا مکان تھا۔ میں نے رات پھوپھی کے ہاں گزاری اور دوسرے دن رحمانیہ پہنچ گیا۔ جنازے کا یہ ہوا کہ حکومت نے یہ اندازہ لگانے کے بعد کہ جنازہ قطب روڈ ہو کر بالآخر قبرستان پہنچے گا، قطب روڈ کے ریلوے پُل پر انگریز پولیس نے بھاری بھرکم رکاوٹیں کھڑی کر دیں تاکہ جنازہ آگے نہ بڑھ سکے، جلوس والے بے خبری میں چلے آ رہے تھے، انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ آگے راستہ بند ہے۔ جب وہ پُل پر پہنچے تو مسلح پولیس کو منتظر پایا۔ انہوں نے جنازہ کو زمین پر رکھوا لیا اور جنازہ اُٹھانے والوں کو گرفتار کر لیا جن میں ملا سعید پہلوان شامل تھے، ساتھیوں سمیت ان پر مقدمہ چلا اور گیارہ سال یا اس سے زیادہ قید بامشقت ہوئی۔ میرے طالب علم ساتھی عبدالغفور نے انگریز سارجنٹ کو تھپڑ مارا تھا اس لیے وہ بھی دھر لیے گئے اور پانچ سال کی سزا پائی۔

جنازے کو پولیس نے اپنے قبضہ میں لیا اور قاضی مرحوم کے والد اور دوسرے رشتہ داروں کو بلا کر اُن کے ہمراہ جنازہ قبرستان باقی باللہ پہنچا دیا گیا۔ عبدالغفور بڑے خوشنویس تھے۔ جیل میں انہیں خطاطی کے کام پر لگا دیا گیا اور یوں وہ اس فن میں اور ماہر ہو گئے لیکن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیل کی غذا کھا کر بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ تین سال کے بعد رہا کر دیے گئے لیکن تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ معلوم نہیں اب کیا حال ہے اور کہاں ہیں۔ زندہ ہیں یا اللہ کو پیارے ہو گئے! میرا رحمانیہ اگلے دن پہنچنے کا ذکر تو آ گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ رات بھر دو طالب علموں (عبدالغفار اور عبدالغفور) کی غیر حاضری نے سب کو پریشان کیے رکھا، مُلّا سعید پہلوان سات سال بعد رہا ہو کر آئے۔ اُن کی صحت جواب دے چکی تھی بہت ہی کمزور اور نڈھال نظر آئے۔ میں نے اُنہیں پاکستان آ کر کورٹ روڈ، کراچی کی مسجد میں دیکھا۔ ملاقات ہوئی، بہت محبت سے ملے، پھر ملاقات کا موقع نہ ملا۔ یہ خاندان اپنے عزم واستقلال کی بناء پر اور تحریک شہیدین کے بقیۃ السلف مجاہدین کی خفیہ امداد کے پہلو سے بڑا نیک نام رہا۔ اللہ تعالیٰ اُن کے مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔

سیر وتفریح: (بروایت ابا جان)

شیخ عطاء الرحمٰن طلبہ کو سال میں ایک دفعہ سیر وتفریح کے لیے ضرور لیجایا کرتے تھے، یا تو اُوکھلے (کنارِ جمنا) اور یا پھر قطب صاحب کی لاٹ جانا ہوتا تھا، بسیں کرائے پر لیجاتی تھیں، ایک مرتبہ بس والوں نے کرایہ زیادہ مانگا تو پروگرام یوں بنایا گیا کہ پیدل نئی دہلی کے اسٹیشن تک جائیں اور پھر وہاں سے بذریعہ ایکسپریس ٹرین، اُوکھلے۔ بیچ میں ایک اسٹیشن نظام الدین اولیاء پڑتا تھا۔ تقریباً سو طلبہ ہوں گے۔ اساتذہ میں مولانا نذیر احمد ساتھ تھے۔ اوکھلے تک آدھ گھنٹہ کا سفر تھا۔ پہنچے تو رات کا ایک بج رہا تھا۔ لڑکوں نے اسٹیشن پر ہی دھرنا ڈال لیا۔ مولانا کو تو آرام کا موقع مل گیا، طلبہ نے شعر وشاعری کی محفل جمالی، کچھ دیر بعد اسٹیشن ماسٹر آیا اور کہا کہ بمبئی کی ٹرین آ رہی ہے اس لیے پلیٹ فارم خالی کر دو۔ چنانچہ ہم اسٹیشن سے نکلے اور صبح کی نماز تک چلتے چلاتے سیر گاہ تک پہنچ گئے، صبح کا سہانا وقت، جمنا کا کنارا، پانی اتنا زیادہ نہ تھا اور مچھلیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ دو بنگالی طلبہ نے دھوتیاں اُڑس لیں اور پانی میں اتر گئے۔ بند کی طرف بیس پچیس طلبہ کھڑے ٹوکریوں میں مچھلیاں جمع کرنے لگے، کچھ طلبہ پنجاب سے تھے۔ نہری پولیس کو خبر ہوگئی تو وہ ڈنڈے اٹھائے موقع پر نمودار ہو گئے اور ان طلبہ کو مچھلیوں کی ٹوکری سمیت گرفتار کر کے لے گئے، شیخ عطاء الرحمٰن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس بجے تک پہنچے۔ شب دیگ، باقر خانیاں، کھیر، آم کے ٹوکرے اور برف کی سلیں ساتھ تھیں۔ طلبہ مغموم بیٹھے تھے، شیخ صاحب کو ساری حکایت معلوم ہوئی تو پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔ اُن کے بیٹے آنریری مجسٹریٹ تھے، اس لیے اچھی جان پہچان تھی۔ سیدھے متعلقہ افسر کے پاس پہنچے اور دو گھنٹے میں طلبہ کو رہا کرا کر لے آئے۔ لڑکوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سارا دن کھیل کود ہوتا رہا۔ لیکن سب حیران تھے کہ شیخ صاحب جیسے سخت گیر انسان نے قطعاً کوئی سرزنش نہیں کی۔ یہ دن تو خیریت سے گزرا۔ اگلے دن شیخ صاحب مدرسہ تشریف لائے اور منشی دفتر سے کہا کہ رجسٹر لاؤ اور جن جن طلبہ نے مچھلیاں پکڑنے میں حصہ لیا تھا، اُن کے نام خارج کر دو، اُن سب سے کتابیں لے لی گئیں اور اُنہیں چلتا کیا گیا۔ گویا اُنہوں نے خوشی کو کرکرا نہیں کیا۔ لیکن سزا دینے سے بھی نہ چوکے۔ یہ طلبہ زیادہ تر اونچی کلاسوں کے تھے جو ایک یا دو سال بعد فارغ ہونے والے تھے۔ میرے خیال میں اگر انہیں اخراج کے بجائے کوئی اور سزا دی جاتی تو وہ زیادہ مناسب تھا لیکن شیخ عطاء الرحمٰن ڈسپلن کے بہت پابند تھے اور اپنے فیصلے پر نظر ثانی کے عادی نہ تھے۔

کھیلوں میں شیخ صاحب کو کبڈی بہت پسند تھی۔ میں بھی شوق سے کھیلتا تھا۔ شیخ صاحب چارپائی پر بیٹھے رہتے، خوب پالا مارنے والے کو شاباش دیتے بلکہ انعام بھی۔ سُرخ رومال ساتھ ہوتا جس میں پیسے بندھے ہوتے۔ ایک دفعہ میرے ایک ساتھی حاکم علی کبڈی کبڈی کہتے میری طرف آئے میں نے اُن کی ٹانگ پکڑی اور پھر میرے ساتھیوں نے اُنہیں زیر کر لیا۔ ہمارے ہاں کبڈی پنجاب سے مختلف ہے جہاں ایک آدمی کو صرف ایک ہی پکڑ سکتا ہے۔ شیخ صاحب بہت محظوظ ہوئے اور مجھے پانچ روپے انعام میں دیئے۔

ایک مرتبہ حریف میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور میرے ساتھی میری مدد کو نہ پہنچ سکے تو شیخ صاحب نے اُنہیں ڈانٹا کہ اپنے ساتھی کی مدد کو کیوں نہ آئے۔

نصاب تعلیم کی خصوصیات

مدرسہ رحمانیہ میں ایک طرف حدیث کا خصوصی اہتمام تھا تو دوسری طرف معقولات کو بھی مناسب جگہ دی گئی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمتین سے آغاز ہوتا اور پانچویں سال میں جلالین اور بیضاوی (سورۃ بقرہ) کا درس ہو جاتا۔ پہلے چار سال میں سارے قرآن کا ترجمہ مع مختصر تفسیر کے نظر نواز ہو جاتا لیکن سارے قرآن کی مفصل تفسیر کا نہ ہونا کھٹکتا تھا۔

عربی ادب میں حماسہ، متنبی اور سبعہ معلقات پر زور رہا۔ میرے خیال میں مقامات حریری نہ صرف عربی ذوق کو خراب کرتی ہے بلکہ بھیک مانگنے کی بھی ستائش کرتی ہے۔ اسی طرح نفحۃ الیمن میں ایسے واقعات بیان کیے گئے ہیں جو اخلاقیات کے منافی ہیں۔

تاریخ اسلام بہت مختصر، جغرافیہ سرے سے ندارد، اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا، نماز کی حاضری لگتی اور شاندار حاضری پر پانچ دس روپے انعام میں بھی مل جاتے۔ میرے ذمہ صبح کی نماز اور خطبہ جمعہ تھا جس کا میں نے التزام رکھا۔

نظام تعلیم اور امتحانات

شیخ صاحب اپنی نگرانی میں امتحان کا انتظام کرواتے، دوران امتحان طلبہ کی نگرانی کے لیے حافظ عبدالقادر روپڑی اور حافظ محمد اسماعیل روپڑی موجود رہتے۔ نگرانی بہت سخت ہوا کرتی تھی۔ کسی مدرس کو امتحان گاہ کے قریب پھٹکنے کی اجازت نہ تھی۔ مدرسین حضرات سہ ماہی اور ششماہی امتحانات کے پرچے مرتب کیا کرتے تھے۔ کوئی مدرس اپنی کتب کا امتحان نہیں لے سکتا تھا بلکہ مدرسین کا آپس میں تبادلہ کیا جاتا مثلاً مولانا عبیداللہ مبارکپوری کی زیر درس کتابوں کا امتحان مولانا عبدالرحمٰن بہاری لیتے اور ان کی مولانا عبیداللہ۔

نئے طلبہ کے داخلہ کا امتحان زبانی ہوتا تھا جو مولانا عبدالرحمٰن بہاری کے سپرد تھا۔ سالانہ امتحان کے پرچے خارجی ممتحنین تیار کرتے تھے، اکثر مولانا عبداللہ روپڑی اور اُن کے برادر حافظ محمد حسین روپڑی پرچے مرتب کر کے عین امتحان کے موقع پر تشریف لاتے۔ اس ضمن میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا تذکرہ بھی آئے گا۔

امتحانی پرچے میں تین چار سوال ہوتے اور سب کے سب لازمی، اس کا نقصان یہ تھا کہ اگر چار میں سے تین سوالوں کا جواب نہ دے سکے تو فیل کر دیے جاتے۔ اگر طالب علم ایک پرچے میں فیل ہو لیکن مجموعی طور پر پاس ہو تو اُسے پاس کر دیا جاتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے پہلے سال فرسٹ آنے پر کتاب هداية النحو بطور انعام ملی جبکہ میرے ساتھی خالد کو سیکنڈ آنے پر پانچ روپے ملے، میں نے شکوہ کیا کہ یہ تو انصاف نہ ہوا کہ کتاب تو بازار میں اٹھنی میں مل جاتی ہے، چنانچہ مجھے بھی پانچ روپے دیے گئے۔

میرا ریکارڈ اس لحاظ سے شاندار رہا کہ اکثر مضامین میں اول رہا، خاص طور پر حدیث، تجوید اور خوش خطی میں، پوری جماعت میں بھی اول رہا اور سارے مدرسہ میں بھی، صرف آٹھویں سال دوسری پوزیشن آئی۔ فراغت کے بعد دستار بندی میں چوغہ ملا کرتا تھا۔ رحمانیہ کا چھٹا سال تھا جب میں نے میرٹھ سے عالم عربی کا امتحان دیا، اول پوزیشن رہی، میرے ایک ساتھی عبداللہ ٹونکی تیسرے نمبر پر تھے۔ چھٹے سال کا جلسہ (۱۹۳۱ء) صبح نو سے بارہ تک، پھر دو سے چار بجے تک اور پھر عشاء کے بعد بھی جاری رہا۔ انعامات جلسے کے موقع پر دیئے جاتے تھے۔

انتظامی اُمور

حافظ محمد ابراہیم ناظم مطبخ تھے، کھانا چوکیوں پر رکھ دیا جاتا، ہم لوگ آمنے سامنے بیٹھ کر کھاتے۔ جب شیخ عطاء الرحمٰن نے سنا کہ میرے والدین اور دادا بھی فوت ہو چکے ہیں تو مجھے بلا کر کہا کہ تمہیں اپنا بیٹا بناتا ہوں، چنانچہ گھر سے کھانا آنے لگا۔

علاج معالجے کے لیے ایک ڈاکٹر صاحب باقاعدہ آیا کرتے تھے، ہر جمعرات کو حجام کی حاضری رہتی، طلبہ کو نہانے کے لیے صابن دیا جاتا۔

مناظرات

www.KitaboSunnat.com

ایک مناظرہ ''کفارہ مسیح'' کے موضوع پر تھا۔ میں نے مسیحی موقف کا دفاع کرنا تھا اس لیے ایک عیسائی (احمد مسیحی) ڈھونڈ نکالا اور اُس سے چند دلائل نوٹ کیے، شیخ عطاء الرحمٰن دریا گنج کی ایک لائبریری میں لے گئے جہاں سے بائبل کی دو عربی جلدیں مستعار لیں۔

میں نے مناظرہ اس بات سے شروع کیا کہ حق تو حق ہی رہتا ہے لیکن باطل کو حق ثابت کرنا کمال ہے۔ پھر میں نے ''فدیناہ بذبح عظیم'' سے عیسیٰ علیہ السلام کے کفارہ ہونے اثبات کیا۔ یہ ایک کامیاب مناظرہ تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرا مناظرہ تناسخ کے موضوع پر تھا جس میں، میں نے آریہ سماجیوں کے موقف کا دفاع کیا۔ میرے مقابل میرے ایک ساتھی عبدالغفور مدراسی تھے جو ناراض ہو کر مجھے میدان میں اکیلا چھوڑ گئے۔

ایک موضوع بابت ذبیح تھا۔ میں نے ثابت کیا کہ وہ اسحٰق علیہ السلام تھے حیاتِ مسیح کے موضوع پر مولانا عبدالسلام بستوی نے مناظرے میں حصہ لیا۔ ایک دفعہ مولانا محمد سورتی کی صدارت میں "الائمۃ من قریش" کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ اسلم جیراج پوری ثالث تھے، انہوں نے فیصلہ دیا کہ موضوع کی مخالفت میں بولنے والوں کے دلائل زیادہ قوی ہیں یعنی امامت کے لیے قریشی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ بات جب مولانا عبدالوھاب ملتانی تک پہنچی تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ "جاء الحق وزهق الباطل" ہمارا دعویٰ رحمانیہ میں ثابت ہو گیا۔ دوسرے موضوعات جو مجھے یاد ہیں، مسئلہ خلقِ قرآن اور حجیت حدیث پر تھے، مناظرہ کی صدارت کوئی استاد کیا کرتے تھے، مولانا عبیداللہ مبارکپوری یا مولانا نذیر احمد، اگر استاد موجود نہ ہوتے تو اونچی جماعت کے طلبہ میں سے کسی کو صدر بنا دیا جاتا۔

میں چھٹے سال میں تھا جب کلکتہ کی جمعیت تبلیغ نے تین طلبہ کو تقریر کے لیے مدعو کیا، میرے ساتھ عبدالرؤف جھنڈانگری اور عبداللطیف پنجابی بھی تھے، میری تقریر ''حقوق نسواں'' کے بارے میں تھی۔

آگرہ میں قاضی سلیمان منصورپوری کی صدارت میں تقریر کرنا یاد ہے۔

تقسیم کے بعد دارالحدیث رحمانیہ شفیق میموریل ہائی اسکول میں تبدیل ہو گیا۔ قرآن وحدیث کا یہ باغ اُجڑ کر رہ گیا۔ عطاء الرحمٰن کے بیٹے شیخ عبدالوھاب کراچی منتقل ہو گئے۔ سولجر بازار کی سفید مسجد اُنہی کی کاوش سے وجود میں آئی۔ ابا جان جب اس درسگاہ میں تعلیم دینے کے لیے بلائے گئے تو انہوں نے شیخ عبدالوھاب سے کہا کہ کیوں نہ وہ اس درسگاہ کو دارالحدیث رحمانیہ کا نام دے کر اپنے والد کے صدقہ جاریہ کی یاد تازہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اس تجویز پر صاد کیا۔ سفید مسجد اب دارالحدیث رحمانیہ ہے لیکن بقول ابا جان، وہ بہار کہاں جو شیخ عطاء الرحمٰن کے زمانہ میں تھی!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماءِ زائرین

دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں وقتاً فوقتاً ملکی و غیر ملکی مشاہیر اہل علم تشریف لاتے اور اکثر اہل علم کو شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ خصوصی دعوت پر بلایا کرتے تھے۔ جن علماء نے رحمانیہ کی زیارت کی اور خطاب سے بھی نوازا، اُن کے نام مذکور ہیں:

۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد
۲۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری
۳۔ مولانا ثناءاللہ امرتسری
۴۔ مولانا داؤد غزنوی
۵۔ مولانا محمد اسماعیل غزنوی
۶۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی
۷۔ مولانا عبدالقادر قصوری
۸۔ مولانا سید عبداللہ صاحب خلف الرشید مولانا عبداللہ صاحب غزنوی
۹۔ مولانا ابوالقاسم بنارسی
۱۰۔ مولانا عبدالعزیز میمن
۱۱۔ جمال الدین پاشا الغزی
۱۲۔ مولانا اعزاز علی
۱۳۔ مولانا فضل الرحمٰن غازی پوری
۱۴۔ مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی
۱۵۔ مولانا محمد جوناگڑھی
۱۶۔ مکہ مکرمہ کے ایک قاضی جن کا ایک بیٹا یہاں تعلیم بھی پا رہا تھا
۱۷۔ عبدالتواب علی گڑھی
۱۸۔ مولانا غلام رسول مہر
۱۹۔ مولانا فضل حق خیر آبادی، ان کے سامنے میں نے عربی میں تقریر کی اور اکثر میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی ہی میں تقریر کیا کرتا تھا۔

۲۰۔ خواجہ عبدالحیٔ فاروقی

۲۱۔ مولانا اسلم جیراج پوری (اُس وقت تک منکر سنت نہیں ہوئے تھے)

عموماً سالانہ جلسہ کے موقع پر ان بزرگوں کا دیدار ہوتا اور اُن کے خطابات کا لطف اُٹھاتے۔ یہ پروگرام دارالتذ کیر (ہال برائے تقاریر) میں کیے جاتے۔

اب کچھ زائرین رحمانیہ کا مفصل تعارف ہو جائے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۳۷ء میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ مرحوم مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لائے اور مدرسہ کے وسیع ہال (دارالتذ کیر) میں دینی نظام تعلیم پر انتہائی معلومات افزا خطاب فرمایا۔ ان کی ساری تقریر یاد نہیں ہے، چند باتیں جو دماغ میں محفوظ رہ گئیں وہ عرض کی جاتی ہیں۔ مولانا محترم موصوف نے سب سے پہلے دینی تعلیم کی اہمیت کو بیان کیا پھر درس نظامی کی تاریخ بیان کی اور اس کے محاسن ونقائص پر تبصرہ کیا۔ نقائص بیان کرتے ہوئے انہوں نے توجہ دلائی کہ اب موجودہ حالات میں منطق وفلسفہ کی کتابیں غیر ضروری ہیں۔ ان کا پڑھنا ضیاعِ وقت ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے عربی ادب کا جائزہ لیا اور مقامات حریری پر سخت تنقید کی۔ انہوں نے فرمایا اس کتاب میں دو بڑے نقص ہیں، ایک ظاہری اور دوسرا معنوی۔ ظاہری نقص تو یہ ہے کہ حریری صاحب مسجّع اور مقفّٰی عبارت کے شیدائی ہیں۔ ان کی قافیہ بندی میں تکلف نظر آتا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد طلبہ میں بھی یہی اسلوبِ نگارش رچ بس جاتا ہے اور معنوی حسن کے بجائے ظاہری قافیہ بندی اور فنِ بدیع کے محاسن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ عربی عبارت اس طرح نہیں ہونی چاہیے۔ اگر اس میں قافیہ بندی بھی ہو تو بغیر کسی تکلف کے روانی کے ساتھ آئے۔ اس کتاب کا معنوی نقص یہ ہے کہ اس سے طلبہ کی غلط تربیت ہوتی ہے۔ یہ مقامات کیا ہیں، ایک قسم کے افسانے ہیں۔ ان میں سے ایک افسانہ یہ ہے کہ ابوزید سروجی قبرستان پہنچتا ہے اور کاسۂ گدائی لے کر لوگوں سے خیرات مانگتا ہے۔ اس قسم کے افسانوں یا مقامات سے طلبہ کے اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت سے خیراتی مولوی انہی افسانوں کی پیداوار ہوں۔ مولانا موصوف کی تقریر تقریباً دو گھنٹے کی تھی اور افسوس کہ قلم بند نہ ہو سکی اور نہ ہی اس زمانہ میں ٹیپ ریکارڈ کا رواج تھا۔ اسی طرح مولانا موصوف نے عربی کی دوسری کتاب نفحة الیمن پر تبصرہ کیا۔ اس کتاب میں اخلاقی تعلیم کا درس نہیں ملتا۔ بلکہ طالب علم کا رجحان پستی اخلاق کی طرف ہو جاتا ہے۔

تقریر کے بعد مولانا کی چائے سے ضیافت کی گئی۔ اس موقعہ پر ان کی ملاقات ہمارے ایک ساتھی محمد عمر سے ہوئی جو پنجاب کا رہنے والا تھا اور کھدر پوش تھا۔ انہوں نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ میں نے بھی قریب ہو کر مصافحہ کیا اور کچھ سوال و جواب ہوئے۔ مولانا موصوف نے بڑی محبت سے طلبہ سے گفتگو کی اور ان سے حالات دریافت کیے۔ افسوس ہے کہ اس کے بعد پھر مولانا محترم رحمانیہ میں دوبارہ تشریف نہ لا سکے اور طلبہ ان کے علمی خزانے سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ مولانا ابوالکلام کی تمام تصانیف مثلاً تذکرہ، جامع الشواهد فی دخول غیر المسلم فی المساجد، تفسیر ترجمان القرآن جلد اول، جلد دوم اور البلاغ والہلال کے اکثر شمارے میری نظر سے گزرے ہیں۔ مولانا موصوف خطابت کے بادشاہ تھے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی تحریر بھی زوردار تھی۔ افسوس ہے کہ وہ اپنے آخری دور میں خالصتاً سیاست کے لیے وقف ہو کر رہ گئے اور مسلمان ان کی دینی اور علمی خدمات سے محروم ہو گئے۔ انہوں نے حزب اللہ نامی ایک تنظیم بھی قائم کی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ اذان ہی دے سکے، نماز ادا کرنے نوبت نہ آ سکی۔ غالباً ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے جب کہ میں کلکتہ میں تھا اس موقع پر معلوم ہوا کہ مولانا محترم کا خطبہ عید پورے ہندوستان میں ریڈیو کے ذریعہ سنایا جائے گا۔ کہیں نماز سے پہلے کہیں نماز کے بعد۔ راقم الحروف بھی کلکتہ کی وسیع و عریض عید گاہ میں پہنچ گیا، بہت بڑا مجمع تھا۔ مولانا کی تقریر کا ایک فقرہ بلکہ اس کا مفہوم یاد رہا ہے کہ جس پر لوگ عش عش کر اٹھے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آج میرا یہ خطبہ پورے ہندوستان کے تمام گلی کوچوں میں سنا جائے گا اور تمام عید گاہوں اور مساجد میں میری آواز گونجے گی۔ اس کے بعد مولانا نے ہندوستان کی جغرافیائی لحاظ سے چاروں حدود کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمال سے لے کر جنوب تک اور مغرب سے لے کر مشرق تک میری آواز سنی جائے گی۔ یہ سائنس کا بڑا کمال ہے اس نے بڑا مفید آلہ ایجاد کیا ہے لیکن کیا یہ جدید سائنس کوئی اور آلہ بھی تیار کر سکتی ہے جو میری آواز دل کی گہرائیوں تک پہنچا دے؟ جس کی بناء پر زندگیوں میں انقلاب آجائے۔ فکر و نظر بدل جائے اور اخلاق کی دنیا ایک نئے رنگ اور ڈھنگ سے آشنا ہو جائے۔ أو کما قال۔

مولانا موصوف کا خطبہ عید سننے کے بعد شوق ہوا کہ خطبہ جمعہ بھی سنا جائے۔ چنانچہ ایک دو مرتبہ راقم الحروف شیخ محمد صدیق سیالکوٹی کے ہمراہ باؤلی گنج گیا جو کلکتے کے مضافات میں ہے، کلکتہ میں باؤلی گنج تک ڈبل ٹرام چلتی تھی۔ مولانا موصوف کی رہائش گاہ کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو ویران تھی۔ ایک دن مولانا کو خیال آیا کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ میں قریب رہتا ہوں اور یہ مسجد اللہ کا گھر ویران پڑا ہے۔ مولانا موصوف نے اس کی صفائی کروائی اور وہاں خطبہ جمعہ شروع کر دیا۔ مولانا کا خطبہ سننے کے لیے دُور دُور سے لوگ آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے بھی خطبہ سننے کا شرف حاصل ہوا۔ خطبہ دینی و علمی معلومات سے بھرپور تھا۔ زیادہ تر قربانی کے موضوع پر انہوں نے آیات و احادیث بیان کیں۔ افسوس ہے کہ اس کے بعد مولانا کی تقریر سننے کا موقع نہیں ملا۔

ایک دوسرا واقعہ وہ ہے کہ جس کے راوی شیخ محمد صدیق سیالکوٹی ہیں۔ جو تقسیم ہند کے وقت تک کلکتہ میں عینکوں کے بڑے تاجر تھے۔ اور مولانا آزاد سے بہت زیادہ ذہنی لگاؤ رکھتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جمعیت تبلیغ اہلحدیث کلکتہ کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔ چنیوٹ کے سوداگران کلکتے میں بڑی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو اس جلسہ میں ضرور بلایا جائے جس کے صدر مولانا ابراہیم سیالکوٹی تھے۔ اس زمانہ میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان کشمکش شروع ہو چکی تھی۔ جلسے کے منتظمین میں سے جن کا میلان مسلم لیگ کی طرف تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ مولانا ابوالکلام آزاد تقریر نہ کر سکیں لیکن جو لوگ مولانا آزاد کے عقیدت مند تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ مولانا کی تقریر لازماً ہو۔ چنانچہ ان کے نام کا اعلان ہو گیا کہ ہفتے کی شام کو چار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجے مولانا آزاد تبلیغ کے موضوع پر تقریر فرمائیں گے۔ مولانا آزاد بروقت جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ حاضری بے پناہ تھی کیونکہ ایک طویل عرصے کے بعد مولانا آزاد کی تقریر سننے کا موقع مل رہا تھا۔ دوسری طرف یہ ہوا کہ صدر جلسہ کو چائے پلانے کے بہانے راستے میں روک لیا گیا۔ اس طرح جلسہ بروقت شروع نہ ہو سکا۔ اس انتظار میں آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ اس دوران کسی نے مولانا آزاد سے دریافت کیا کہ مولانا آپ کا مزاج کیسا ہے؟ کچھ طبیعت ناساز معلوم ہوتی ہے تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں بھئی کوئی نہ کوئی تکلیف تو انسان کو رہتی ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ آپ آج تقریر کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس سوال کے جواب کے فوراً بعد اعلان کر دیا گیا کہ مولانا آج تقریر کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس لیے دوسرے مولانا صاحب تقریر فرمائیں گے۔ اس طرح وہ لوگ کامیاب ہو گئے جو مولانا آزاد کی خالص دینی تقریر بھی سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ محض سیاسی اختلافات کی بنیاد پر، لیکن اس اعلان کے فوراً بعد مولانا کے عقیدت مندوں میں سے ایک نے اعلان کر دیا کہ مولانا کی تقریر کل اتوار کے روز دو بجے ہوگی۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اتوار کے دن عام تعطیل تھی۔ پہلے دن سے زیادہ مجمع ہو گیا اور ہجوم بڑھتا ہی گیا۔ مولانا اپنی عادت کے مطابق بروقت پہنچ گئے۔ آج بھی مخالفین نے وہ کھیل کھیلنا شروع کیا اور صدر جلسہ کو کسی بہانے راستہ میں روک لیا۔ جب دس منٹ کی تاخیر ہو گئی۔ مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب جوش میں آ گئے اور انہوں نے اسٹیج پر آ کر حاضرین سے کہا کہ حضرات کل والا ڈرامہ آج پھر کھیلا جا رہا ہے۔ صدر جلسہ کو آج بھی روک لیا گیا ہے۔ لیکن مولانا ابوالکلام آزاد صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کیا میں صدارت کے لیے کوئی دوسرا نام پیش کروں۔ چاروں طرف سے زور زور سے آوازیں آئیں ضرور ضرور۔ اس کے بعد شاہ صاحب نے فرمایا کہ صدارت کے لیے میں اپنا نام پیش کرتا ہوں، منظور ہے؟ لوگوں نے کہا، منظور ہے، منظور ہے۔ شاہ صاحب کرسی صدارت پر بیٹھ گئے اور کہا مولانا آزاد سے گزارش ہے کہ تشریف لائیں اور تقریر فرمائیں۔

سامعین کا بیان ہے کہ مولانا کی تقریر دو گھنٹے جاری رہی۔ پورے مجمع پر سناٹا تھا اور علم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سمندر بہہ رہا تھا۔ مولانا آزاد نے تبلیغ کا مفہوم بیان کیا۔ اس کے مقاصد کی وضاحت کی اور پھر بتلایا کہ مختلف مذاہب میں تبلیغ کی نوعیت کیا ہے اور پھر تقریر کے آخری حصہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلامی تبلیغ کے آداب وخصائص بیان فرمائے۔ بہر حال تقریر کیا تھی، معلومات کا ایک سمندر تھا جو دو گھنٹے کے اندر سیلاب کی صورت میں بہہ گیا۔ پروگرام کے مطابق مولانا آزاد کے بعد مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر رکھی ہوئی تھی۔ لیکن مولانا بخاری مرحوم نے فرمایا سمندر کے بہہ جانے کے بعد ندی نالے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ مولانا کے بعد میری تقریر مناسب نہ ہوگی۔ یعنی یہ علمی لحاظ سے مولانا کی توہین ہوگی۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیاسی اختلافات نے ہمارے مزاج کو کس قدر بگاڑ دیا ہے۔ اس اسلامی مزاج کے بگاڑ کی وجہ سے علمی اور دعوتی مزاج کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ یہ ایسا نقصان ہے کہ اس کی تلافی ناممکن ہے۔ مولانا آزاد مرحوم جب رحمانیہ میں تشریف لائے، ۱۹۲۷ء تھا، رحمانیہ کے رجسٹر پر انہوں نے حسبِ ذیل تبصرہ تحریر فرمایا:

> ”عمارت معقول ہے۔ مصارف کا کافی انتظام ہے۔ مدرسہ میں طلبہ کے قیام کا بھی انتظام ہے۔ تقریباً ۷۵ طلبہ مقیم ہیں جن کے تمام مصارف کا متکفل مدرسہ ہے اور ان کی ضروریات کا سیر چشمی کے ساتھ انتظام کیا جاتا ہے۔ مدارس عربیہ کی عام سروسامانیاں دیکھتے ہوئے یقیناً یہ صورت حال نہایت مغتنم ہے۔“

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ (شارح جامع ترمذی)

موصوف کبھی کبھی آنکھ کے علاج کے لیے دہلی تشریف لاتے تو رحمانیہ میں قیام فرماتے۔ یہاں ان کے قیام وطعام اور اُن کی ضرورت کا ہر طرح سے خیال رکھا جاتا۔ راقم الحروف نے ان سے باقاعدہ استفادہ نہیں کیا اور نہ ہی اس کا موقع مل سکا۔ لیکن مولانا کی قیام گاہ پر طلبہ جمع ہو جاتے اور اس طرح ایک مجلس مذاکرہ علمیہ منعقد ہو جاتی اور اس مجلس سے بہت سے علمی فوائد حاصل ہوتے۔ اس لحاظ سے مولانا محترم کو میں اپنا شیخ تصور کر سکتا ہوں۔ ۱۹۳۰ء میں مولانا مرحوم تشریف لائے۔ تو ہمارا ششماہی امتحان ہونے والا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ کے مہتمم صاحب نے ان سے گزارش کی کہ جامع ترمذی کے امتحان کے سوالات مرتب فرمائیں۔ مولانا مرحوم نے اپنے ذوق کے مطابق محدثانہ انداز میں سوالات مرتب کیے۔ مجھے ایک سوال یاد ہے کہ ایک حدیث میں آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الاقعاء سنة نبیکم" دوسری حدیث میں ہے۔ "نهی عن الاقعاء" دونوں روایتوں میں تطبیق کیسے ہوگی؟

عام طور پر ممتحن حضرات حدیث کے سوالات میں دوسرے علوم کے سوالات بھی شامل کر دیتے ہیں اور اس طرح پرچہ مشکل بن جاتا ہے۔ لیکن مولانا موصوف نے سوالات اسی علم کے دائرے تک محدود رکھے۔

اس زمانہ میں فجر کی نماز پڑھانے کی ذمہ داری عام طور مجھ پر تھی۔ ایک مرتبہ میں نے جمعہ کے روز فجر کی نماز میں سورۂ سجدہ تو پوری پڑھی لیکن سورۂ دھر نصف تک پڑھ کر رکوع کر دیا۔ میرے اس طرح پڑھنے کو بعض طلبہ نے شیخ تک پہنچا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ سورۂ دھر پوری پڑھنی چاہیے تھی۔ جب میں مولانا موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا موصوف نے مجھے تاکید کی کہ آپ دونوں سورتیں مکمل پڑھا کریں۔ جہاں کہیں حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فلاں سورت فلاں دن یا فلاں وقت تلاوت فرمائی تو اس سے مراد پوری سورت ہے۔ اس بناء پر آدھی پون سورت پڑھنا خلافِ سنت ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ میں نے آج کل کئی خطباء کو جمعہ کی نماز میں سورۂ غاشیہ کی آخری آیات پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ لاہور، فیصل آباد اور اسلام آباد میں بھی یہی معمول بن گیا ہے کہ "أفلا ینظرون" سے شروع کرتے ہیں اور کبھی یہ توفیق نہیں ہوئی کہ پوری سورت پڑھیں۔ اگر کبھی اتفاقاً ایسا ہو جائے تو اور بات ہے لیکن اس کو سنت مستمرہ بنا لیا جائے تو یہ غلط ہے۔

مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے حال وقال اور چال ڈھال ہر لحاظ سے سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ بہت ہی نرم مزاج، متواضع اور خوش اخلاق تھے۔ مالی حالت بہت زیادہ اونچی نہ تھی لیکن اس کے باوجود ان کی شان فیاضانہ تھی۔ اس سلسلہ میں ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ یاد آیا جو مجھ سے فضیلۃ الشیخ علامہ تقی الدین ہلالی نے مدینہ منورہ میں بیان فرمایا۔ انہوں نے بتایا کہ میں حدیث پڑھنے کے لیے مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے پاس ان کے دولت کدے پر حاضر ہوا اور جب حسب ضرورت حدیث کی بعض کتابیں پڑھنے کے بعد میں روانہ ہونے لگا تو مولانا موصوف نے میری جیب میں چپکے سے پانچ روپے کا نوٹ ڈال دیا۔ ہلالی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سوچتے ہوئے کہ اُستادِ محترم کی معاشی حالت زیادہ تسلی بخش نہیں ہے، میں نے نوٹ واپس کرنا چاہا لیکن انہوں نے اس ہدیے کے دینے پر اصرار کیا اور بار بار فرمایا کہ آپ اس حقیر ہدیے کو قبول کر لیں۔ یعنی اُستاذ اپنے شاگرد سے التجا کر رہا ہے کہ اس کا ہدیہ قبول کر لیا جائے۔ لیکن ہلالی صاحب نے جب بار بار ہدیہ قبول کرنے سے معذرت کی تو مولانا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ان کی ہچکیاں بندھ گئیں اور ان کو یہ صدمہ ہوا کہ میرا ہدیہ کیوں نہیں قبول کیا جاتا۔ ہلالی صاحب کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو فوراً پانچ روپے کا نوٹ اپنی جیب میں ڈال لیا، اس طرح اُستاذِ محترم مطمئن ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا اس حدیث پر عامل تھے۔ (اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى)

ایک اور واقعہ مولانا امین احسن اصلاحی نے بیان کیا ہے۔ اُنہوں نے مجھے بتایا کہ میں اپنے گاؤں سے مولانا موصوف کے پاس جامع ترمذی پڑھنے جایا کرتا تھا اور عام طور پر حدیث کی قراءت میرے ذمے ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے کوئی لفظ پڑھا جس پر اُستاذِ محترم نے مجھے ٹوکا، لیکن میں نے اپنے تلفظ پر اصرار کیا۔ مولانا نے نہایت دھیمے لہجے میں فرمایا (راجع اللّغة) یعنی کوئی عربی لغت دیکھ کر تحقیق کرو۔ میں نے بڑی لاابالیانہ شان سے قریب ہی پڑی ہوئی لغت کی مشہور کتاب المنجد اٹھائی، اصلاحی صاحب کہتے ہیں کہ میرا یہ اصرار تھا کہ عربی لغت میں نے لغت کے امام مولانا فراہی صاحب سے پڑھی ہے لہٰذا میں کیسے غلطی کر سکتا ہوں۔ میں نے المنجد دیکھی، وہی تلفظ درست نکلا جو شیخ صاحب فرما رہے تھے۔ اس صورتِ حال سے میں بہت شرمندہ ہوا۔ اسی بناء پر مولانا اصلاحی صاحب کبھی کبھی فخریہ انداز میں کہہ دیا کرتے تھے کہ میں نے ترمذی پڑھی ہے ترمذی کے ماسٹر (ماہر) سے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل بات یہ ہے کہ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے علماء عام طور پر مجمع البحار ہوتے تھے۔ محدث ہونے کے معانی صرف یہ نہیں تھے کہ وہ بہت سی روایات کا حافظ ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علومِ تفسیر، علوم القرآن اور علوم لغت و بلاغت سے بھی پوری طرح باخبر ہوتے تھے۔ جب سے یہ پی ایچ ڈی کا رواج شروع ہوا ہے۔ علوم میں جامعیت کا فقدان ہوتا جارہا ہے، شیخ محترم کی کئی تصانیف ہیں۔ مثلاً تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی، إبكار المنن فی رد آثار السنن، احکام الجنائز اسی طرح اور کئی مختصر رسالے بھی ہیں جو اپنی معنوی افادیت سے خالی نہیں ہیں۔ مولانا طبابت جانتے تھے اور اس کا مشغلہ بھی رکھتے تھے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان

دارالحدیث رحمانیہ میں عام طور پر ہر سال شاندار جلسہ ہوتا تھا۔ جس میں اکابر علمائے توحید وسنت بلائے جاتے تھے۔ ان مشاہیر میں سے مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست تھے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم کے چند دلچسپ سبق آموز واقعات درج ذیل ہیں:

۱۔ مدرسہ رحمانیہ میں سالانہ جلسے کے موقع پر طلبہ نے درس گاہ کے ہال میں رنگ برنگی جھنڈیاں لگادی تھیں۔ جلسے کے موقع پر جب کہ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدارت فرما رہے تھے۔ ایک سخت قسم کے اہلحدیث نے سوال کیا جس کا تعلق بظاہر غرباء اہلحدیث سے لگتا تھا کہ جھنڈیاں لگانا کیا اسراف میں شامل نہیں ہے؟ سجاوٹ کا یہ انداز سنت کے خلاف ہے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے مسکراتے ہوئے اپنی کشمیری شال کی طرف اشارہ کیا جس کے کنارے پر پھول بنے ہوئے تھے۔ مولانا نے کہا: کیا یہ جو شال پر پھول بنے ہوئے ہیں، جائز ہیں یا ناجائز؟ جس پر وہ خاموش ہوگیا۔ واضح رہے کہ غرباء اہل حدیث میں جو شدت اور یبوست پہلے پائی جاتی تھی اس میں اب کمی آ گئی ہے۔

۲۔ ۱۹۳۱ء کا واقعہ ہے، سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔ مشاہیر علماء اہل حدیث تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حسبِ معمول اس جلسے میں شرکت کر رہے تھے، انہی دنوں مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ فتح پوری مسجد کے جنوب مشرقی کونے پر جیون ہال میں ہو رہا تھا۔ اس جلسے کی صدارت مشہور قادیانی سر ظفر اللہ خان کرنے والا تھا۔ اس کے نام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ دارالحدیث رحمانیہ کے فارغ التحصیل حافظ ابراہیم مرحوم اس وقت مجلس احرار اسلام کے ممتاز رہنما تھے۔ اس مجلس نے طے کیا ہوا تھا کہ سر ظفر اللہ خان کی صدارت ناکام بنا دی جائے گی۔ اگر اس صدر کو نہ بدلا گیا تو یہ جلسہ نہیں ہو سکے گا۔ مسلمانوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ پوری مسجد فتح پوری اور آس پاس کے بازار سب کھچا کھچ لوگوں سے بھرے ہوئے تھے اور دینی جوش کا یہ عالم تھا کہ لوگ علانیہ کہہ رہے تھے کہ سر ظفر اللہ خان جیون ہال میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اگر وہ آیا تو اُسے ہماری لاشوں سے گزرنا ہوگا۔ احراری کارکن اور دوسرے مسلمان نوجوان کالی جھنڈیاں لے کر دہلی اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر جلسے کے منتظمین نے سر ظفر اللہ خان کو نئی دہلی کے اسٹیشن پر اتار لیا اور وہیں کسی کوٹھی میں خفیہ طور پر جلسہ کرنے کی کوشش کی۔ احراری کارکنوں نے اس کوٹھی کا بھی گھیراؤ کر لیا۔ اس موقع پر حافظ ابراہیم رحمانیہ تشریف لائے، دو بجے کا وقت تھا۔ رحمانیہ میں جلسہ ہو رہا تھا لیکن مولانا استراحت کے لیے ابھی اپنے کمرے میں تھے۔ حافظ ابراہیم مرحوم نے سارا قصہ سنایا اور ان سے گزارش کی کہ اس موقع پر فاتح قادیان کا جیون ہال میں پہنچنا بڑا ہی اثر انگیز ہوگا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اگر ذرا سی بھی بھنک حاضرین کے کانوں میں پڑ گئی تو رحمانیہ کا جلسہ اکھڑ جائے گا اور یہاں کے سب لوگ وہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ اس بناء پر حافظ ابراہیم مرحوم مولانا کو مدرسے کے عقبی دروازے سے باہر لے گئے اور کار میں بٹھا کر مسجد فتح پوری پہنچ گئے۔ مولانا موصوف جب مسجد فتح پوری کے شمالی دروازے پر پہنچ گئے تو لوگوں نے مولانا کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ پھولوں کے ہاروں سے ان کا چہرہ بھی کم نظر آتا تھا اور مولانا موصوف اس طرح کندھوں پر سواری کرتے ہوئے شمالی دروازے سے جنوبی دروازے پر پہنچے۔ پھر وہاں سے جیون ہال کی سیڑھیاں طے کرتے ہوئے اندر داخل ہو گئے جو اسٹیج سر ظفر اللہ خان کے لیے تیار کیا گیا تھا اور جو کرسی صدارت اس کے لیے سجائی گئی تھی اس پر مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاتح قادیان جلوہ گر ہو گئے۔ مولانا مرحوم نے کھڑے ہو کر لمبی چوڑی تقریر کی اور مرزا کے لطائف سناتے ہوئے جلسہ لوٹ لیا۔ مجمع کا یہ حال تھا کہ بار بار اللہ اکبر کے نعرے لگ رہے تھے اور فاتح قادیان زندہ باد اور شیر پنجاب زندہ باد کے نعروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی اور ساتھ ہی سر ظفر اللہ مردہ باد، قادیانیت مردہ باد کے نعروں نے عجیب سماں باندھ دیا تھا۔ بہر حال یہ جیون ہال کا جلسہ مولانا کی تشریف آوری سے اور ان کے خطاب سے بہت کامیاب رہا اور ساتھ ہی رحمانیہ کا جلسہ بھی ہوتا رہا۔ وہاں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ بعد میں لوگ پچھتائے کہ افسوس ہم اس جلسے میں نہ پہنچ سکے۔ ''ہمیں خبر نہ ہوئی۔''

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ایک طرف شیخ عطاء الرحمٰن کے روحانی فرزند (رحمانیہ کے فارغ التحصیل) حافظ ابراہیم اس جلسے کو ناکام بنا رہے تھے۔ جو جلسہ مسلم لیگ کے نام سے ایک قادیانی کی صدارت میں ہونے والا تھا اور دوسری طرف شیخ عطاء الرحمٰن کے جسمانی و صلبی فرزند حبیب الرحمٰن دہلی مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل تھے۔ ان کی پوری کوشش تھی کہ جلسہ کامیاب ہو۔ اس موقع پر مسلم لیگ کے بعض سرکردہ حامیوں نے غیظ وغضب کی حالت میں یہ کہا کہ بھئی سیاست کو مذہب سے کیوں گڈمڈ کرتے ہو؟ یہ تو ایک سیاسی جلسہ ہے۔ کوئی صدر بن جائے اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ یہ ایک قسم کی ملائیت ہے جو بڑی خطرناک ہے۔

یہی غیر اسلامی مزاج ہے جو ''اسلام ہمارا دین ہے، سوشلزم ہماری معیشت اور جمہوریت ہماری سیاست ہے'' میں پوشیدہ ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا۔

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

یہی وہ ذہنیت ہے جس کی بناء پر پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان بن گیا ہے۔

بہر حال پھر ایک دور وہ بھی آیا جب کہ پاکستان میں قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا اور اب ہمارے ملک میں اس کا زور ٹوٹ گیا ہے، شور ختم ہوگیا ہے۔ ہاں! خفیہ طور پر سازشیں جاری ہیں۔

۳۔ مولانا ثناء اللہ کی تفسیر کے بارے میں مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کو شدید اختلاف تھا لیکن شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کی کوشش سے مولانا ثناء اللہ صاحب اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا حافظ عبداللہ صاحب دونوں یکجا ہو کر ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو جایا کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ گفتگو کی نوبت بھی آ جاتی تھی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد مولانا مرحوم سے راقم الحروف کی کئی بار ملاقات ہوئی اور ایک مرتبہ ان کی صدارت میں مدرسہ انوار احمدیہ سلفیہ آرہ بہار کے جلسہ میں تقریر کرنے کا بھی موقع ملا۔ مولانا نے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور انہوں نے دعاء کی کہ اللہ تعالیٰ میرے پوتے رضاء اللہ کو بھی اچھا خطیب اور عالم باعمل بنائے۔

۴۔ ایک مرتبہ حسن اتفاق سے مولانا مرحوم اور مولانا ابراہیم سیالکوٹی مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لائے۔ طلبہ نے ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا اور ایک جلسہ کا اہتمام کیا۔ میرے ایک ہم سبق ساتھی محمد لقمان بنگالی نے عربی قصیدہ پڑھا۔ جس میں ایک شعر کا ترجمہ یہ تھا کہ ''آج ہماری مادر علمی میں دو شیر تشریف لائے۔'' یہ شعر سن کر مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے کہا: هل يجتمع الاسدان في عرين واحد؟ کیا ایک بَن میں دو شیر جمع ہو سکتے ہیں؟'' ان دونوں علماء کے نورانی چہرے آنکھوں کے سامنے گھوم رہے ہیں۔

بہرحال یہ اجتماع علمی و تربیتی لحاظ سے اچھا کامیاب رہا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بہت سے مناظرے کئے۔ بڑے بڑے جلسوں میں خطاب عام کیا۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ شدید اشتعال انگیز موقع پر فریق مخالف کی گستاخانہ گفتگو پر بھی کبھی طیش میں نہیں آتے تھے بلکہ مسکراتے ہوئے مسکت جواب دیا کرتے تھے۔

۵۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک آریہ مبلغ سے مناظرہ شروع ہونے والا تھا کہ فریق مخالف کی طرف سے مناظر نے کہا کہ آپ اسلام کے وکیل بن کر آئے ہیں لیکن آپ کے خلاف تو بہت سے علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ آپ کیسے مناظرہ کرنے آئے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے مسلمانوں سے دریافت کیا جو ایک بڑی تعداد میں تھے کہ مسلمانو! یہ بتاؤ کافر مسلمان کس طرح ہوتا ہے، لوگوں نے کہا کلمہ پڑھنے سے۔ مولانا نے فوراً بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے مخالف مناظر سے کہا کہ ''آؤ! اب میں مسلمان ہو گیا ہوں مناظرہ کر لو۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ ۱۹۴۰ء کا واقعہ ہے جب کہ میں بنارس میں تھا۔ معلوم ہوا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ تشریف لا رہے ہیں۔ جامعہ رحمانیہ بنارس کے اساتذہ اور طلبہ اور دوسرے سلفی حضرات استقبال کے لیے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ جب خیبر میل آ کر رُکی تو مولانا مرحوم اپنے کمپارٹمنٹ سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور مصافحہ کے لیے آگے بڑھنے لگے لیکن مولانا نے فوراً سب کو ڈانٹ کر پیچھے ہٹا دیا۔ کہا کہ پہلے سامان اُتارو۔ ظاہر ہے خیبر میل بہت کم ٹھہرتی ہے۔ اگر مولانا لوگوں کے جوشِ عقیدت کا شکار ہو کر معانقہ اور مصافحہ میں مصروف ہو جاتے تو پھر سامان اتارنے کی نوبت نہ آئی۔

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اس قسم کے موقع پر علماء اور قائدین حضرات کو بہت چوکنا رہنا چاہیے۔ ورنہ مالی نقصان ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھ اسی قسم کا واقعہ ۱۹۵۱ء، ۱۹۵۲ء میں پیش آیا۔ جب کہ میں سیالکوٹ سے ایک تربیتی اجتماع میں شرکت کے لیے لاہور پہنچا، میرے ساتھ کچھ سامان بھی تھا، خاص طور پر کچھ نادر کتابیں اور تحریروں کا مجموعہ، میرے ساتھ چوہدری محمد اکبر صاحب کے بھائی محمد اشرف صاحب تھے۔ میں جیسے ہی تانگہ سے اُترا، احباب نے گھیر لیا اور مصافحوں کا تانتا بندھ گیا۔ جب ہجوم چھٹ گیا تو تانگہ غائب تھا اور سامان کسی نے نہیں اتارا۔ جس کی وجہ سے بڑی ذہنی کوفت ہوئی۔ ان میں بعض کاپیاں ایسی بھی تھیں جن میں تقریباً ۱۰، ۲۰ سال کی تاریخی یادداشتیں محفوظ تھیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کے مواقع پر آنے والے حضرات اور استقبال کرنے والے کارکنوں کو بہت چوکنا رہنا چاہیے۔

بنارس کا ایک مختصر سا واقعہ ہے کہ ایک بوڑھے بدعتی نے مولانا کو دُور سے دیکھا اور اس نے بے ساختہ کہا: ''یہ چہرہ تو بہت نورانی ہے'' یا اس نے یہ کہا کہ ''اس چہرے پر تو نور ٹپک رہا ہے۔''

آپ نے رحمانیہ کے بارے میں اپنے تاثرات اس طرح تحریر فرمائے:

''۸ رجب ۱۹۵۱ء مطابق ۸ نومبر ۱۹۳۲ء، میں آج اتفاقیہ مدرسہ میں گیا۔
طلبہ کی عربی اُردو تقاریر سنیں، امید افزا ہیں۔ خدا اس کے بانی و مربی کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزائے خیر دے اور اس کا صدقہ جاریہ قبول فرمائے۔"

نیز ۱۷ شعبان ۵۰ھ بمطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو اس قسم کے موقع پر رحمانیہ کے رجسٹر میں تحریر فرمایا تھا:

"مدرسہ رحمانیہ اہلحدیث کا مایہ ناز تعلیمی ادارہ ہے۔"

مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

غزنوی خاندان سے ہمارے پرانے تعلقات تھے۔ مولانا عبدالجبار غزنوی مرحوم اور میرے جد محترم مولانا عبدالجبار عمر پوری دونوں حضرات میاں صاحب کے شاگرد تھے۔ مولانا داؤد غزنوی جب کبھی ملتے تو بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ غالباً ۱۹۲۵ء یا ۱۹۲۶ء کا واقعہ ہے کہ مولانا کی سب سے پہلے رحمانیہ کی کھلی چھت پر جلسہ عام میں حالات حجاز پر جوشیلی تقریر سنی۔ ان کی تقریر میں جوش بھی تھا، لیکن ہوش کے ساتھ شیر کی طرح گرجتے تھے اور مخالفین پر مؤثر انداز میں برستے تھے۔ اس موقع پر ان کے عم زاد بھائی مولانا اسماعیل غزنوی صاحب کی تقریر بھی سنی۔ ان کا انداز بھی نرالا تھا۔ مولانا اسماعیل صاحب کی تقریر میں خطابت کا جوش زیادہ تھا لیکن مولانا داؤد غزنوی مرحوم کی تقریر میں جوش خطابت کے ساتھ ساتھ علم وحلم کی چاشنی بھی تھی۔ مدرسہ رحمانیہ میں ان کی تشریف آوری بہت ہی کم ہوئی۔ بہرحال جب بھی تشریف لائے، ان کے علم وفضل سے اساتذہ اور طلبہ نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ مولانا موصوف ۳۱ دسمبر ۱۹۲۵ء میں رحمانیہ میں تشریف لائے۔ مدرسہ کی عمارت وغیرہ کی تعریف وتوصیف کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے رحمانیہ کے رجسٹر پر اپنے تاثرات ان الفاظ میں تحریر فرمائے:

"طلبہ کو مناظرہ کرتے ہوئے میں نے دیکھا اس سے اثر یہ ہوا کہ مدرسین اور بالخصوص صدر مدرسہ ضروریات زمانہ سے باخبر ہیں اور ان کی بہترین خواہش یہ ہے کہ اس مدرسہ کے طلبہ فنِ تقریر اور مکالمہ ومباحثہ سے باخبر و واقف ہوں۔ اگر اس طرح مساعی جاری رکھیں تو اس مدرسے کا مستقبل نہایت عمدہ ہوگا۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد اسماعیل صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ
(سابق نائب صدر مجلس خلافت پنجاب)

مولانا موصوف ۳۱ دسمبر ۱۹۲۵ء کو رحمانیہ میں تشریف لائے اور اپنے حسب ذیل تاثرات قلم بند فرمائے:

"میں ہمیشہ اس فکر میں رہا کرتا تھا کہ جدید طریق پر کتب عربی کا مدرسہ قائم کیا جائے۔ الحمدللہ یہ ضرورت دارالحدیث رحمانیہ نے پوری کر دی۔"

ایسا یاد پڑتا ہے کہ ۱۹۳۲ء میں مولانا اسماعیل غزنویؒ صاحب دوبارہ تشریف لائے۔ اس موقع پر ان کے ہمراہ جناب غلام رسول مہر بھی تھے، ایک مختصر مجلس میں شیخ عطاء الرحمٰن مہتمم مدرسہ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے سامنے عربی میں تقریر کروں۔ چنانچہ میں نے "حجیت حدیث" کے موضوع پر عربی میں تقریر کی دونوں حضرات کا تاثر اچھا تھا۔ (واللہ اعلم)

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

شعبان ۱۳۵۰ھ میں سالانہ جلسہ کے موقع پر رحمانیہ تشریف لائے۔ مولانا کا تاثر مختصر انداز میں یہ ہے کہ

"۱۰ شعبان میں عاجز بھی جلسے میں شریک ہوا۔ مدرسہ کے انتظامات داخلیہ کو درست پایا۔"

مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا رحمانیہ سے پرانا تعلق تھا۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مرحوم نے رحمانیہ کا تخیل پیش کیا اور مولانا سیالکوٹی مرحوم نے اس تخیل کو عملی شکل دے دی۔ مولانا موصوف رحمانیہ کے ابتدائی دور میں مدرسے میں قیام پذیر رہے اور درس و تدریس کی نگرانی فرمائی اور اپنے تفسیری نکات سے طلبہ کو مستفید فرمایا۔ جو لوگ مولانا سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ثناء اللہ کے مزاج شناس ہیں۔ ان کی زبان سے سنا ہے کہ مولانا ثناء اللہ کی شان جمالی ہے اور مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی شان جلالی ہے۔ ان دونوں کی شرکت سے جلسوں میں عجیب جلال و جمال کا ایک حسین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امتزاج ہو جاتا تھا۔ عام علماء کے برعکس مولانا سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ وقت کے بڑے پابند تھے اور وعدہ پورا کرنے میں بڑا اہتمام کرتے تھے۔

۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمانیہ میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا "دہلی میں ایک وکیل صاحب ہیں جو تفسیر بیضاوی پڑھنا چاہتے ہیں، آپ اس کے لیے وقت نکالیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے قیام دہلی کے دوران ان سے آپ کا تعارف اور ملاقات کرادوں۔ آپ کل ٹھیک چار بجے شام کو قطب روڈ کے پل پر پہنچ جائیں۔ میں آپ کا وہاں انتظار کروں گا" میں ٹرام کے ذریعے قطب روڈ کے پل پر پہنچا تو وقت مقررہ سے پانچ منٹ کی تاخیر ہو چکی تھی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ مولانا موصوف میرے انتظار میں مقررہ جگہ پر تشریف فرما تھے۔ اس (ذرا سی) تاخیر پر انہوں نے بالکل برہمی کا اظہار نہیں فرمایا۔ جس سے میری جان میں جان آئی۔ مولانا محترم جب بھی ملتے بڑی شفقت سے پیش آتے۔ وہ عام جلسوں میں تقریر کرتے ہوئے جب ماضی قریب کے علمائے حدیث کا ذکر فرماتے تو مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ میرے جدِ محترم مولانا عبدالجبار عمرپوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تذکرہ کرتے۔ اس موقع پر ان کا اندازِ بیان ایسا رقت انگیز ہوتا کہ لوگوں کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ خاص طور پر جب وہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور مولانا عبدالمنان وزیرآبادی کا تذکرہ فرماتے تو ان کی آواز بھرّا جاتی تھی۔

مولانا کی تفسیر "واضح البیان فی تفسیر ام القرآن" کا میں نے بار بار مطالعہ کیا ہے۔ قرآنی معلومات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اس میں پایا جاتا ہے۔ اس طرح ان کی "تفسیر سورہ کہف" بھی میں نے پڑھی ہے۔ یہ تصنیف بھی علمی نکات سے بھرپور ہے۔ لیکن کہیں کہیں تصوف کی چاشنی بھی موجود ہے۔ مولانا کا اعلان تھا کہ وہ سورہ بقرہ کی تفسیر بھی لکھیں گے۔ جس کا انہوں نے نام رکھا تھا" تحفة البرأة فی تفسیر البقرة" میرا اندازہ ہے کہ یہ تفسیر طبع نہ ہو سکی۔ ورنہ بہت سے علمی نکات سامنے آجاتے۔ مولانا موصوف تفسیر کبیر مؤلفہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور تفسیر عزیز مصنفہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مداح تھے اور اپنی تفسیری تصانیف میں ان دونوں سے خوب استفادہ کیا ہے۔ لیکن اس بات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صراحت کے ساتھ کہ یہ تفسیری نکات میں نے کہاں سے لیے ہیں، جو کچھ تحریر فرماتے اس کا حوالہ دیتے۔ اس کے برعکس یہ عجیب بات ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد تفسیر کبیر کے مداح نہیں تھے بلکہ ان کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ تفسیر کبیر میں سب کچھ ہے لیکن تفسیر قرآن نہیں ہے۔ 1 بہر حال اپنا اپنا ذوق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی علمی کاوشوں کو قبول فرمائے اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ آمین!

مولانا عبدالقادر قصوری (سابق صدر خلافت پنجاب و نائب صدر مجلس مرکزیہ ہند)

مولانا موصوف ۱۷ محرم ۱۳۴۴ھ کو رحمانیہ میں تشریف لائے۔ آپ نے اپنے تاثرات رحمانیہ کے بارے میں حسبِ ذیل عبارت کی صورت میں تحریر فرمائے:

> ”میں نے آج درس گاہ کا معائنہ کیا۔ بحمداللہ مدرسہ ہذا تمام انتظامات مکان، رہائش اور خورد و نوش کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہے۔ طلبہ نے میرے سامنے تقاریر کیں اور ادیانِ غیر اسلامی کے مقابلے میں دین اسلام کی صداقت کو عقلاً و نقلاً ثابت کیا۔ یقیناً طلبہ میں ملکہ تحریر و تقریر و تبلیغ کی مدد کرنے کی سعی نہایت قابل تحسین ہے۔“

مولانا موصوف، میرے رحمانیہ میں داخل ہونے سے پہلے تشریف لائے تھے۔ اس لیے ان کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

مولانا سید عبداللہ صاحب خلف الرشید مولانا عبداللہ صاحب غزنوی

منشی فاضل، مولوی فاضل، ممتحن السنہِ شرقیہ پنجاب و صوبہ سرحد

وہ تحریر فرماتے ہیں:

> ”آج پندرہ سال کے بعد مجھے دہلی آنے کا اتفاق ہوا۔ سب سے بہتر و زیادہ خوش کن، مسرت افزا و ایمان تازہ کن بات جو یہاں میں نے دیکھی وہ

1 امام رازی کی تفسیر کے متعلق ”فیہ کل شیء الا التفسیر“ اس میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے۔ مولانا ابوالکلام کا اپنا قول نہیں ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر پر کسی متقدم مفسر کا تبصرہ ہے جسے انہوں نے نقل فرما کر جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، من و عن قبول یا رد نہیں کیا بلکہ ان کے خیال کے مطابق تفسیر کبیر میں بیان کردہ قیل و اقوال میں کہیں نہ کہیں اصل تفسیر بھی آ ہی جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ رحمانیہ کی رونق ہے۔ نہ صرف رونق بلکہ بلڈنگ، عمارت مدرسہ نہایت شاندار، صحت افزا وفراخ کمرہ جات، طلبہ میں باقاعدگی وحاضری وغیرہ تمام اُمور نہایت عمدہ اور موزوں و قابل تعریف ہیں۔ اعلیٰ مدرس و نیز دیگر جماعت کے علماء وفضلاء نیک سیرت دیکھنے میں آئے۔

تاریخ آمد ۲۵ دسمبر ۱۹۳۰ء"

مولانا کے بارے میں مزید تفصیل نہیں معلوم ہوسکی۔

مولانا ابوالقاسم محمد صاحب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا موصوف ۲۹ دسمبر ۱۹۳۱ء رحمانیہ میں تشریف لائے۔ رحمانیہ کے بارے میں آپ کے تاثرات یہ ہیں:

"مدرسہ رحمانیہ کے دسویں سالانہ جلسے میں، میں نے بھی شرکت کی۔ مجھے مدرسہ کی عمارت اور اس کی انتظامیہ دیکھ کر بے انتہاء مسرت ہوئی اور میں اس بات کے کہنے میں مطلقاً مبالغہ نہیں سمجھتا کہ سارے ہندوستان میں اہلحدیث کا قابلِ فخر بھی ایک مدرسہ ہے۔ جسے صحیح معنوں میں مدرسہ کہنا چاہیے۔ نتیجہ امتحان مجموعی طور پر بہت اچھا رہا۔ خدا اس مدرسے کو تاابد قائم رکھے۔"

مولانا ابوالقاسم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کو کئی بار میں نے مختلف جلسوں میں دیکھا ان سے ملاقاتیں کیں اور ان کی علمی تقریریں سنیں اور جامعہ رحمانیہ بنارس میں تدریس کے دوران سات سال کے عرصہ میں یعنی ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۳ء تک بارہا ان سے علمی استفادے کا موقع ملا۔ ان کے بارے میں تفصیلی تذکرہ جامعہ رحمانیہ بنارس کے بارے میں تاثرات کے سلسلے میں بیان ہوگا۔

مولانا عبدالعزیز میمن پروفیسر جامعہ علی گڑھ ورکن ادارہ علمیہ عربیہ دمشق بتاریخ ۶ رجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۳۲ء دارالحدیث رحمانیہ تشریف لائے۔ انہوں نے عربی میں اپنے تاثرات تحریر فرمائے۔ ان کی فصیح و بلیغ عربی کا نمونہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كنت أسمع بالمدرسة الرحمانية منذ بنايتها ولكن لم تسمح لى الظروف بزيارتها وقمت لها باشارة صديقى الاستاذ الحميد محمد الجونا كرهى فاذا بالاساتذة والطلبة قد احتفلوا بى وقرطوا مسامعى بخطاباتهم المرتجلة وخطبهم بالعربية والاردية والبنجابية والبنكالية كما قال ابوالطيب تجمع فيه كل لسن وأمة فما تفهم الحداث الا التراجم فسرّنى كل مارأيت وما سمعت من دين و ادب و معرفة و زاد اغتباطى ان يكون بربوع الهند مدارس تربى النشئً وتعنى بحالهم وتبذل لهم جهودها كهذا وانى كنت اسمع كثيراً الا أن رؤيا العين قد رَبَت على كل وصف وجلت عن كل بيان كما قال۔

كانت مسائلة الركبان تخبرنى
عن احمد بن داؤد اطيب الخبر
حتى التقينا فلا واللّٰه ماسمعت
اذنى باحسن ماقد رأى بصرى

وما هذا الا غيرة المسلم الغيور التاجر الصدوق الأمين عطاء الرحمن فانه جنىٰ ثمر ما غرسه فى هذه الحياة و ذالك انه لا نهمة له ولا غرض الا ان تراه محفوفا لمحاويج الطلبة كابٍ رحيم يقضى حاجتهم ويقتنى بما يصلح شئونهم فجزاه اللّٰه عن الاسلام خيرا فانه غريب فى هذا الاعصار بمثل هذه الديار وكثراللّٰه من امثاله وهو ولى ذلك۔

مولانا عبدالعزیز میمن کے ارشاد کا حاصل یہ ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں دارالحدیث کا نام اس کی تعمیر کے وقت سے سُن رہا تھا۔ بس میری آنکھیں اس کی زیارت سے محروم رہیں۔ اب مولوی محمد جونا گڑھی کے ایماء سے یہاں آیا اور میں نے دیکھا کہ تمام اساتذہ وطلبہ نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں طلبہ نے برجستہ عربی واُردو و بنگالی و پنجابی میں اُمید افزاء تقریریں کیں، دین وعرفان وادب کی تمام باتیں جو میں نے سنیں اور دیکھیں میرے لیے موجب مسرت ہوئیں اور میری خواہش ہے کہ کاش ہندوستان میں اور بھی ایسے مدرسے ہوتے جہاں طلبہ کے لیے خاطر خواہ انتظام کیا جاتا۔ میں رحمانیہ کے متعلق بہت کچھ سنا کرتا تھا لیکن جو محاسن ومحامد میں نے بچشم خود آکر دیکھے وہ کہیں بڑھ کر تھے۔ یہ سب کچھ ایک دیانتدار امین تاجر کی غیرت کا نتیجہ ہے۔ جس نے اپنے پودے کا پھل دنیا میں ہی پالیا۔ آپ طلبہ کے تمام اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے اور ان کی ہر تکلیف کو دُور کرنے کے لیے شفیق باپ سے زیادہ سعی سے کام لیتے ہیں۔ اس کے ساتھ نہ آپ کی کوئی غرض وابستہ ہے اور نہ کسی قسم کی حاجت۔ خدا ان کو جزائے خیر عطا فرمائے! ایسا شخص اس زمانہ میں اور پھر اس شہر میں عنقاء صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے لوگ کثرت سے پیدا فرمائے!''

مولانا عبدالعزیز میمن مرحوم میرے جدامجد مولانا عبدالجبار عمرپوری کے شاگرد تھے۔ عربی ادب میں ان کی تحقیقات بہت اور معلومات سے بھرپور ہیں۔ ان سے کئی مرتبہ لاہور اور کراچی میں ملاقات ہوئی۔ ایک مرتبہ پنجاب یونیورسٹی کے ہال میں ان کے زیرِ صدارت تقریر کرنے کا موقع ملا۔ خوب اچھی لمبی عمر پائی، لیکن افسوس ہے کہ ان کی اولاد میں کوئی ان کا جانشین نہیں ہوسکا۔ ان کی بہت سی عربی تصانیف ہیں لیکن ان کی تفصیل کے لیے الگ الگ مقالے کی ضرورت ہے۔

جمال الدین پاشا الغزی مندوب حکومت حجاز

۱۳۵۲ھ میں دارالحدیث رحمانیہ میں تشریف لائے۔ آپ کے سامنے سب نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارتجالاً عربی میں تقریریں کیں۔ جن سے آپ بہت محظوظ ہوئے۔ دوسرے روز آپ کو مدرسہ کی طرف سے ناشتے کی دعوت دی گئی۔ اس موقع پر آپ نے عربوں اور ترکوں کے باہمی روابط پر ایک پُر مغز اور نشاط پرور تقریر فرمائی۔ اس مجلس میں بہت سے اکابرِ ملت شریک ہوئے۔ مثلاً مولانا محمد صاحب جونا گڑھی، ڈاکٹر ذاکر حسین وائس چانسلر جامعہ ملیہ دہلی، شیخ التفسیر خواجہ عبدالحیٰ صاحب فاروقی، مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی، یہ مجلس بڑی پرلطف اور شاندار رہی۔

مولانا اعزاز علی صاحب استاذ الادب دارالعلوم دیو بند

مولانا موصوف ۱۹ محرم ۱۳۵۳ھ کو رحمانیہ میں تشریف لائے۔ انہوں نے عربی زبان میں مدرسہ کے بارے میں اپنے تاثرات قلمبند کیے۔ ان کی تحریر حسب ذیل ہے:

إنی قد دخلت بهذه المدرسة المسماة باسم صاحبها الرحمانية ودعانی إليها اعز احبائی عبدالغفور سلمه فتشرفت برؤية هذه المدرسة واساتذتها وتلامذتها ثم إن بعضا منهم أنشد أشعاراً رائعة بديعة بالعربية والفارسية والاردية وايضا خطب أحد منهم وكان موضوعه الرد علی الفرقة المسماة بالقرانية وكانت خطبة حسنة مفيدة للضُّلال وهادية إلی مدارج الفضل والكمال اللهمّ اجعله هاديا مهديا۔

''اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ میں مولوی عبد الغفور صاحب مدرس دارالحدیث رحمانیہ کی دعوت پر مدرسہ میں حاضر ہوا۔ یہ مولوی عبدالغفور صاحب میرے عزیز ترین اصحاب میں سے ہیں۔ یہاں آ کر میں نے اساتذہ طلبہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ طلبہ میں بعض نے فارسی، عربی اور اُردو میں نہایت فصیح و بلیغ قصائد سنائے اور ان میں سے ایک نے قرآنیہ (اہل قرآن) فرقے کی تردید میں، عربی میں پُر مغز تقریر کی جو بہت مفید اور گم گشتگانِ راہ کے لیے دلیلِ ہدایت تھی۔ اللہ اسے ہدایت دینے والا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایت یافتہ بنائے۔"

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی یہ دُعاء میرے حق میں قبول فرمائے۔ مولانا اعزاز علی صاحب سے پھر کبھی ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوسکا۔ اتنا یاد ہے کہ رحمانیہ سے فارغ ہونے کے بعد ایک دفعہ میں نے دارالعلوم دیوبند کا سفر کیا اور مولانا اعزاز علی صاحب کے درس میں شرکت کی۔ وہ اس وقت طحاوی کا سبق پڑھا رہے تھے اور اس حدیث کی تشریح کر رہے تھے۔ "اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهُ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ"

مولانا فضل الرحمٰن صاحب غازی پوری پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی

مولانا موصوف نے رحمانیہ کے بارے میں اپنے تاثرات حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمائے:

> "مجھے دارالحدیث رحمانیہ دہلی کو آج چار سال کے بعد دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میری عرصے سے یہ رائے ہے کہ مدرسہ اس وقت اپنی متعدد خصوصیات کے لحاظ سے ہندوستان میں اہل حدیث کا بہترین دینی مدرسہ ہے۔ اس کی عالی شان وسیع عمارت، لائق مدرسین، محنتی و پابند شرع طالب علم اور اچھے انتظام کو دیکھ کر میرے دل میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں۔"

دارالحدیث رحمانیہ میں داخل ہونے سے پہلے ۲۵ء میں کچھ عرصہ میرا قیام کلکتے میں رہا ہے۔ اس وقت مولانا فضل الرحمٰن صاحب غازی پوری، جامع مسجد اہل حدیث کوہلوٹولہ کے خطیب اور وہاں قائم دینی مدرسہ کے صدر مدرس تھے۔ وہاں میں نے مولانا موصوف سے ابتدائی فارسی کی چند کتابیں اور ابتدائی عربی کے چند اسباق پڑھے تھے۔ بڑی شفقت سے طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے۔ ان کے میں نے متعدد خطباتِ جمعہ بھی سنے۔ خاص طور پر رمضان المبارک کے مہینہ میں رمضان المبارک کی خصوصیات اور روزے کے اثر و ثمرات پر بھی جامع اور اثر انگیز تقریر سننے کا موقع ملا تھا۔

مولانا موصوف مولانا عبداللہ غازیپوری کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ مولانا موصوف استاذ الاساتذہ محدث العصر عبداللہ غازیپوری کے شاگرد رشید تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہری

مولانا موصوف کے تاثرات ومشاہدات اور معلومات مدرسہ رحمانیہ کے بارے میں درج ذیل ہیں:

''دارالحدیث رحمانیہ کے بانی شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمٰن صاحب روسائے دہلی میں سے ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب کا ۱۹۲۱ء میں انتقال ہوگیا اور شیخ عطاء الرحمٰن صاحب سایہ افگن ہیں۔ یہ دارالحدیث ۱۳۳۹ھ میں قائم ہوا۔ اس کے تمام مصارف مہتمم صاحب کے ذمہ ہیں۔ ایک عمارت جدید تعمیر ہے باڑہ ہندورائے میں۔ جس میں دارالتعلیم اور دارالاقامۃ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ طلبہ کے خورد ونوش کا ذمہ دار مدرسہ ہے اور کھانا عمدہ ملتا ہے۔ اساتذہ کی تنخواہوں کا معیار بلند ہے کہ شیخ الحدیث کو نوے روپے ماہانہ پیش ہوتے ہیں۔ (وقس علی هذا)

نصاب درس نظامی بمع حدیث وتفسیر جو موجودہ حالت میں بلند تر ہے۔

مدرسہ کا ماہانہ رسالہ محدث ہے جو بلا طلب قیمت شائقین کی خدمت میں صرف صرفہ ڈاک ۴/ پر جاری ہوتا ہے۔''

(ماخوذ از تراجم علماء حدیث ہند، ج ۱ص ۱۷۳)

مولانا محمد جوناگڑھی مرحوم

مولانا موصوف کی رہائش پہلے اجمیری دروازے میں تھی۔ لیکن میرے فارغ ہونے کے چند سال قبل انہوں نے اپنا ایک عالیشان سہ منزلہ مکان دارالحدیث رحمانیہ کے قریب بنوالیا تھا۔ ان کے اس قرب کی وجہ سے شیخ عبدالرحمٰن صاحب اور مولانا موصوف کے درمیان روابط میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔ عام طور پر فجر کی نماز رحمانیہ کی مسجد میں ادا کرتے تھے۔

شیخ عطاء الرحمٰن صاحب نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ طلبہ رحمانیہ کو خطابت کا سلیقہ سکھانے کے لیے کچھ وقت دیا کریں۔ چنانچہ وہ جمعرات کو ایک گھنٹہ کے لیے مدرسہ رحمانیہ کی مسجد میں تشریف لاتے اور اسلوب خطابت سکھانے کے لیے اہم عنوانات پر تقریر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے۔ مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر وتقریر دونوں کے بادشاہ تھے۔ ان کے دو کارنامے بڑے شاہکار ہیں:

۱۔ تفسیر ابن کثیر کا مکمل سلیس ترجمہ

۲۔ اعلام الموقعین مولفہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ

آخر الذکر کے ترجمے پر مولانا موصوف کو مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی داد دی تھی اور تحسین فرمائی تھی۔

مولانا موصوف میرے والد کے ہم سبق تھے۔ اس بناء پر میں اکثر ان کے خطباتِ جمعہ سننے جایا کرتا تھا۔ وہ جامع مسجد اہلحدیث صدر بازار کے خطیب تھے۔ ان کی تقریر سننے کے لیے لوگ دُور دُور سے آیا کرتے تھے۔ مدرسہ رحمانیہ کے سالانہ جلسوں میں ان کی تقریروں سے جلسوں کی رونق دوبالا ہو جاتی تھی۔

دارالحدیث رحمانیہ میں قاضی القضاۃ مدینہ طیبہ کا ورود مسعود

علامہ محمد شوئل قاضی القضاۃ مع علامہ شیخ محمد زیدان مدرس مدرسہ سعودیہ مدینہ منورہ نومبر ۱۹۳۳ء کو دارالحدیث رحمانیہ میں تشریف لائے۔ طلبہ رحمانیہ نے آپ کے خیر مقدم کے لیے شاندار جلسہ منعقد کیا۔ جس میں چند طلبہ نے عربی میں خیر مقدمی قصیدے پڑھے اور برجستہ تقریریں کیں اور قاضی صاحب نے بھی فرقہ ناجیہ پر ایک بصیرت افروز روح پرور تقریر فرمائی اور مکتبہ وغیرہ کا معائنہ کیا۔ ان تمام اثرات سے متاثر ہو کر قاضی صاحب نے ایک تحریر رجسٹر معائنہ پر ثبت فرمائی جس کے اہم اور ضروری اقتباسات درج ذیل ہیں۔ طویل تمہید کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

> وبعد نظرنا مكتبة المدرسة متفقدين خزائنها ناظرين فى كتبها والله لقد الفيناها مكتبة مفيدة وحاوية كل ما يحتاجه الطالب۔
>
> ''ہم نے مدرسہ کا کتب خانہ دیکھا ہے اس حال میں کہ ہم اس کے علمی خزائن اور کتب کی تلاش وجستجو میں تھے۔ بے شک ہم نے مکتبہ کو ان تمام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب پر مشتمل پایا جن کی طلبہ کو ضرورت ہوتی ہے۔“
بعدازاں خیر مقدمی جلسہ کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:

فالقى قصيده مدح جللني العرق عند سماعها كيف لا وانا الظليع الذى لا يصلح لى الوقوف موقف الضليع و ذلك بعد قراءة آخر سورة البقرة مفتتحاً بها الاحتفال ثم تقدم أحد الطلبة فالقى خطابا ارتجاليا أتى فيه على تاريخ المدرسة الرحمانية ومنزلتها التى حازتها وفوائد ها التى قدرها على طلبتها والله لست أهلا لما تضمنه ذلك الخطاب مما أتى فيه صاحبه من عجب العجائب۔

”اس کے بعد ایک طالب علم نے قصیدہ مدح سنایا جس کے سننے سے مارے ندامت کے میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور کیسے نہ ہوتا جب کہ مجھ جیسے بے مایہ شخص کے لیے بلیغ و فصیح زور آور کی جگہ کھڑا ہونا مناسب نہیں اور یہ قصیدہ سورہ بقرہ کے آخری حصہ کی تلاوت کے بعد سنایا گیا۔ قصیدہ کے اختتام کے بعد ایک طالب علم نے تاریخ رحمانیہ اور اس کی برکات پر برجستہ عربی میں تقریر کی اور میرے بارے میں ایسے مدحیہ الفاظ استعمال کیے جس کا میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا۔ غرضیکہ یہ تقریر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت ہی حیرت انگیز اور تعجب خیز تھی۔“ خاتمہ کلام پر فرماتے ہیں:

إنى اقول والحق اقول ان هذا المدرسة خير ملجاء فى هذه الديار يجد فيها طالب العلم الصحيح حاجته ويسد منها مريد الدين الخالص خلته فاللّٰهم احفظ عطاء الرحمن واَطِل عمره۔

”میں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں، بے شک یہ مدرسہ طلبہ عربیہ کے لیے ان بلاد میں بہترین جائے پناہ ہے۔ علم صحیح کا سچا عاشق، دین خالص کا پکا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیدائی، یہاں اپنی مراد کو بہترین طور پر پاتا ہے۔اے خدا شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کو تمام آفات ومصائب سے محفوظ رکھ اور ان کی عمر دراز کر۔'' آمین!

آپ کے ساتھی محترم حضرت الاستاذ العلامہ محمد زیدان صاحب نے بھی مدرسہ پر بہترین تبصرہ فرمایا اور اپنی انتہائی خوشی کا اظہار کیا۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب

دارالحدیث رحمانیہ بنارس کا قیام

دسمبر ۳۳ء میں رحمانیہ (دھلی) سے فارغ ہو چکا تھا۔ تین ماہ کی تدریس کے بعد جب پروانہ فصل ملا تو تین ماہ بلند شہر میں گزارے، اس شہر کا ایک حصہ بالا اور دوسرا پست ہے اس لیے اُسے بلند شہر کہا جاتا ہے۔ میں وہاں ہوٹل میں رہا لیکن وہاں کا قیام راس نہ آیا۔ پھر مدرسہ انوار احمدیہ آرہ بہار میں تین ماہ پڑھانے کا موقع ملا۔ یہاں میرے دادا بھی کسی زمانہ میں پڑھا چکے ہیں۔

بعدازاں پھوپھی کے پاس کانپور چلا گیا جہاں میں، چچا عبدالوکیل، چچا عبدالقوی اور چچا عبداللہ سلفی مختلف امتحانات کی تیاری کر رہے تھے۔ میں فاضل ادب عربی، چچا خطیب اور عبدالقوی ادب فارسی کا، اور چچا سلفی بھی فاضل عربی کی تیاری میں مشغول ہوئے۔ لکھنؤ جا کر امتحان دیا۔

کان پور کی مسجد میں خطبہ جمعہ دینے کا اتفاق ہوا۔ ۱۱ اپریل ۳۴ء کو رشتہ ازدواج میں بندھ گیا۔ پھر بھائی عبدالتواب کے بلانے پر کلکتہ کی راہ لی۔ ایک جمعہ کا خطبہ بھی دیا، بنارس سے مولانا ابوالقاسم بنارسی کے بھائی قاری احمد سعید نے بنارس آنے کی دعوت دی۔ دارالحدیث رحمانیہ میں انٹرویو ہوا اور پھر پچیس روپے مع کرایہ مکان (پانچ روپے) پر مدرس کی حیثیت سے قبول کر لیا گیا۔ اگلے سات سال کے لیے بنارس میرا مستقر ٹھہرا۔

اس درسگاہ کے بانی عبدالرحمٰن تھے اور اسی نسبت سے نام رحمانیہ رکھا۔ ان کے بیٹے عبدالمتین مہتمم مدرسہ تھے، ابن القیم کے شیدائی تھے، ادیب شہیر عبدالمجید حریری کے سمدھی تھے جو کہ ایک وقت سعودی عرب میں ہندوستان کے سفیر بھی رہے۔ ان کے دو بڑے بھائی عبدالحق اور عبدالاحد تھے، تینوں بھائیوں پر مال، اولاد اور جمال کی شکل میں اللہ کی رحمت تھی، مشغلہ کے اعتبار سے بزاز تھے، اپنے لڑکوں میں آدھے عربی تعلیم اور آدھے انگریزی تعلیم حاصل کرتے تھے، میرے شاگردوں میں عبدالحق کے بیٹے عبدالوحید ہیں جو بعد میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمعیت اہل حدیث ہندوستان کے صدر بھی ہوئے، دوسرے عبدالمتین کے بیٹے زبیر ہیں۔ دونوں میری زندگی میں فوت ہو چکے تھے، زندہ شاگردوں میں عبدالحق کے دوسرے دو بیٹے عبدالعظیم اور عبدالرشید ہیں، عبدالمتین کے بیٹے یحییٰ اور عبدالاحد کے بیٹے عبدالقدوس ہیں۔ مہتمم صاحب کے بیٹے بھی دستر خوان پر بستی ضلع گونڈہ کے غریب و نادار طلبہ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔

ایک دن میں سولہ سولہ اسباق پڑھائے۔ ترمذی پڑھاتے وقت تحفۃ الاحوذی کا خلاصہ لکھوایا کرتا۔ میں نے جن کتابوں کو پڑھایا، اُن کے نام درج کرتا ہوں۔

سنن ترمذی، مشکوٰۃ مکمل، دیوان متنبّی، سبعہ معلقات، حماسہ، الزّیات کی تاریخ الادب العربی، مقامات حریری، شرح شذور الذھب، ترجمہ قرآن، تفسیر بیضاوی، جلالین، قطبی اور میبذی، ترجمہ قرآن پڑھاتے وقت المنار اور دوسری تفاسیر کا خلاصہ بیان کر دیتا۔ میرے ہم عصر اساتذہ میں عبدالمجید حریری ادب عربی کے استاد تھے، شیخ الحدیث مولانا منیر صاحب صحاح کی دوسری کتب پڑھاتے تھے، حفظ قرآن کی تعلیم پر قاری احمد سعید مامور تھے، مولانا حبیب اللہ بہاری خوش خطی سکھاتے تھے۔

مقیم طلبہ کی تعداد تیس چالیس کے قریب تھی مقامی دس پندرہ طلبہ ہوں گے، دس گیارہ سال تک کی طالبات بھی پڑھ رہی تھیں۔ ایک ساتھی کا نام کتاب اللہ تھا۔ خواب میں آنحضور ﷺ کو دیکھا تو دوستوں کو مٹھائی کھلائی۔

دارالاقامہ محلّہ پانڈے حویلی میں تھا۔ بنارس کے قیام کے دوران خطبہ جمعہ اور فجر کی نماز پڑھانا میرے سپرد تھی اور بعد میں پنجوقتہ نماز بھی۔

اب کچھ بنارس کے قیام کے دوران کی چند یادداشتوں کا تذکرہ ہو جائے:

۱۔ مولانا ابوالقاسم بنارسی کے ساتھ مختلف علاقوں میں تقریر کے لیے جانا ہوا۔ ایک دفعہ دریا سون پار کر کے دربھنگہ گئے۔ تقریر کا عنوان ''اسلام اور رواداری'' تھا۔

مولانا محمد یونس دھلوی کے گاؤں پریوانرائن ضلع پرتاپ نگر بھی جانا ہوا۔ جلسہ کی صدارت مولانا ابوالقاسم کر رہے تھے، ان کا اپنا موضوع ''اعجاز القرآن'' کے عنوان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ گوالیار کے ایک خطیب لہک لہک کر شعر پڑھا کرتے تھے، اس آیت کی دوران تقریر تلاوت کی: ﴿ وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ﴾ (۳۱/ لقمان: ۷)

لیکن آخری لفظ کے عین کو زبر کے ساتھ پڑھا (حالانکہ وہاں جزم ہے) اور اچھا خاصا کھینچ کر پڑھا۔ میں نے لقمہ دیا، مولانا ابوالقاسم بنارسی نے سن لیا تو مسکرائے۔ کسی اور کے علم میں نہیں آیا لیکن جب مولانا کی تقریر ہوئی تو ذکر کیا کہ یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ زیر زبر کی غلطی بھی اگر کوئی کرے تو فوراً اس کی تصحیح کر دی جاتی ہے جیسا کہ ابھی دیکھا کہ فلاں صاحب نے اپنی تقریر میں یہ غلطی کی اور فوراً ہی اُس کی تصحیح کر دی گئی۔

۲۔ روس کی ایک مشہور علمی شخصیت موسیٰ جاراللہ ہیں جو ہندوستان میں جلاوطنی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ اپنے ساتھ لکڑی کے چار چھ صندوق لائے تھے جن میں حاصل مطالعہ نوٹس کے دفتر تھے، سات زبانیں جانتے تھے، ہندوستان آ کر سنسکرت بھی سیکھی، بچے وطن چھوڑ آئے تھے، کبھی کبھار اُن کی تصاویر نکال کر دیکھتے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑتے، عمر ساٹھ برس ہوئی۔

ایک دفعہ علماء کی صحبت میں یہ سوال کیا کہ آیت شہادت میں: ﴿ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ﴾ (۲/ البقرة: ۲۸۲) میں دوبارہ "احداھما" کیوں آیا ہے؟

دوسرا یہ سوال کیا کہ آیت حج میں ﴿ وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴾ (۲۲/ الحج: ۲۷) میں ''کل'' سے کیا ہر اونٹ مراد ہے جب کہ ہر ''اونٹ سواری'' کے قابل نہیں ہوتا۔

خود ہی جواب دیا کہ پہلی آیت میں دونوں عورتیں شاہد بھی ہیں اور مذکّر (یاددھانی کرانے والی) بھی ہیں۔ یہ نہیں کہ صرف ایک گواہ ہو اور دوسری یاددھانی کرانے والی ہو۔

اس کی دوسری مثال اس حدیث میں ہے:

"فلیؤذّن احدکما ولیؤمّ اکبرکما" (تم دونوں میں سے ایک اذان دے اور ایک امامت کرائے) یعنی مؤذن امام بھی ہو سکتا ہے۔

دوسرے سوال کے جواب میں کہا کہ "کُلّ" استغراق کے لیے نہیں بلکہ عرفی معنوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے۔

۳۔ ابوالقاسم بنارسی ایک دفعہ خود ہی اذان دے رہے تھے، ایک آدمی اُن کی لٹیا اٹھا کر لے گیا تو اذان کے دوران ہی مخاطب ہوئے: میری لٹیا کہاں لجائت ہے؟ (گویا دوران اذان بات کرنے کی اجازت ہے)

۴۔ مہتمم صاحب بیٹے کا درس سن رہے تھے، مشکوۃ میں آنحضور ﷺ کی طرف منسوب یہ کلمہ آیا کہ (أجدني اعافه: میں نے اپنے آپ کو اُسے ناپسند کرتا پایا) تو بیٹے سے پوچھا کہ کلمہ "اعافه" کیا واقع ہوا ہے؟ پھر خود ہی بتایا کہ حال واقع ہوا ہے۔

۵۔ ایک دفعہ مہمان خانے میں سو رہا تھا، باہر جلسہ ہو رہا تھا جس میں مولانا عبدالتواب علی گڑھی تقریر کر رہے تھے، دوران خطاب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار پڑھے جو انہوں نے اپنی شہادت کے وقت پڑھے تھے، ان میں سے ایک شعر کو یوں پڑھا:

"اجمتع الناس حولي والبَوّ"

بار بار "بوّ، بوّ" پڑھا۔ جب کمرے میں آئے تو میں نے اُنہیں بتایا کہ یہ "بوّ" نہیں بلکہ جمع کا صیغہ "أَلَّبُوا" ہے۔

تقریر میں خود بھی روتے اور لوگوں کو بھی رلاتے۔

۶۔ ندوہ میں تقریری مقابلہ بعنوان "الاسلام ومحاسنه" تھا۔ ہمارے مدرسہ سے مہتمم صاحب کے بیٹے یحیٰی کو شرکت پر آمادہ کیا، اُنہوں نے تقریر حریری صاحب سے لکھوائی اور خوب رٹ لی۔ ہم لوگ ندوہ میں ٹھہرے، یحیٰی نے رٹی ہوئی تقریر پڑھنا شروع کی، لیکن بھول گئے تو کاغذ نکال کر پڑھنے لگے، سب حیران تھے کہ اتنی فصیح تقریر کس نے لکھی ہے۔ یحیٰی تیسرے نمبر پر آئے، مدرسہ کوثر العلوم کا ایک بنگالی طالب علم پہلے نمبر پر تھا۔

۷۔ ایک صاحب نام قاضی سے شروع ہوتا تھا، مدرسہ سعیدیہ پل بنگش کے فارغ تھے، مولانا شرف الدین کے شاگرد تھے، ایک مدرسہ کے سفیر کی حیثیت سے آئے۔ اُن کی تقریر میں یہ لطیفہ سنا کہ اللہ میاں نے جہنم اصلاح کے لیے بنائی ہے۔ استدلال تھا اس آیت سے: "ونصله جهنم" جس کا اصل مطلب ہے: ہم اُسے جہنم میں داخل کریں۔ (یعنی نصله

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ھاء ضمیر کو "اصلاح" کی "ح" بنادیا اور معنی کچھ کا کچھ ہو گیا) جس مدرسہ کی بات ہو رہی ہے وہاں مولانا یونس دھلوی بھی پڑھاتے رہے ہیں۔

۸۔ "ج" کی تکرار ملاحظہ ہو۔ جمعیت علماء ھند کا جلسہ، جون کا مہینہ تھا اور جونپور میں منعقد ہوا۔ یہاں مفتی کفایت اللہ اور مولانا حسین مدنی کی تقاریر سنیں۔

۹۔ مکان کا کرایہ پانچ روپے تھا، ایک دوسرا مکان آٹھ روپے پر اور پھر جنگم باڑی میں مہتمم صاحب کا مکان کرایہ پر لیا۔ یہ محلّہ ہندوؤں کا تھا جہاں بندروں کی بہتات تھی، گھر میں گھس آیا کرتے تھے (واقعے کا تفصیلی بیان امی جان والے مضمون کے ضمن میں آرہا ہے۔)

۱۰۔ پڑوس میں ہندو کا مکان تھا۔ میری اہلیہ کی گود میں پہلوٹھی کی بچی تھی۔ پڑوسن اکثر ملنے آیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ بھنگن نے اندر آ کر صفائی کی تو بہت حیران ہوئی۔ اُس کا جوان شوہر مرگیا جب جانکنی کا عالم تھا تو چارپائی سے اُتار کر زمین پر لٹا دیا اور رونا دھونا شروع کر دیا۔

جس بچی کا ذکر ہے جب اُس کی ولادت کی خبر مالیر کوٹلہ پہنچی تو بھائی عبدالتواب نے تاریخ پیدائش اس لفظ سے نکالی "دُرِّ نظر" ۱۳۵۴ھ (بمطابق ۱۹۳۶ء) اور یہی پھر میری بیٹی کا لقب ٹھہرا۔ میرا رکھا ہوا تاریخی نام "صابرہ خاتون" ہے جس میں الف زاید ہے۔ دوسری کی پیدائش دو سال بعد کی ہے، نام شاکرہ رکھا لیکن عالم طفولت ہی میں وفات ہو گئی۔ اس کے دو سال بعد یعنی ۱۹۴۰ء میں بڑے بیٹے شعیب کی پیدائش ہوئی، اس سے قبل خواب میں شیشے کا ایک کمرہ اور اس میں ایک کبوتر کو دیکھا تھا۔

۱۱۔ گاؤکشی پر ہندو مارنے مرنے پر تل جاتے ہیں، ہمارا محلّہ مدن پورہ مسلم آبادی کا محلّہ تھا جس کے جنوب میں ہندو یونیورسٹی اور شمال میں اسٹیشن تھا، ہندو طلبہ جب یونیورسٹی آتے جاتے ہمارے محلے سے گزرتے تو خوانچے والوں کو سیخ کباب بھونتے دیکھ کر اُن کی رال ٹپکتی، پیسے رومال میں باندھ کر خوانچے میں جاتے جاتے پھینک جاتے اور واپسی میں وہی رومال جھپٹا مار کر اُچک لیتے کہ جس میں کباب بندھے ہوتے، مقصود یہ تھا کہ کوئی ہندو نہ دیکھ پائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ مجھے کان بہنے کی تکلیف بچپن سے ہے۔ ڈاکٹر نے آپریشن تجویز کیا، چچا عبداللہ سلفی مرحوم کو لکھا کہ میں اس غرض سے لکھنؤ جا رہا ہوں تو وہ کان پور سے وہاں آئے، یہاں میرا ارادہ بدل گیا اور میں بجائے لکھنؤ کے کلکتہ چلا گیا۔ چچا مجھے وہاں نہ پاکر بنارس آئے۔ تو وہاں بھی نہ پایا۔ اُن کی یہ مشقت اُن کی شفقت کی یاد دلاتی ہے۔ کلکتہ میں ایک انگریز ڈاکٹر کو دکھایا جس کی فیس سولہ روپے تھی، اس نے آپریشن کروانے ہی کا مشورہ دیا۔ پھر ایک بنگالی ڈاکٹر کو دکھایا جس نے حلق اور ناک میں ڈالنے کی دوا دی۔

۱۳۔ ہمارے تایا (بھائی عبدالتواب کے والد) اپنی کسی عزیزہ کو لیکر دہلی جا رہے تھے، گاڑی بنارس سے گزرتی تھی، اہلیہ کا پروگرام بنا کہ اُن کے ساتھ چلی جائیں۔ میں نے ٹکٹ خریدا اور جلدی جلدی اہلیہ کو ڈبے میں بیٹھایا لیکن اُنہیں ٹکٹ دینا بھول گیا۔ دہلی اسٹیشن پر چچا خطیب لینے کے لیے آئے تھے۔ وہ سب مسافروں کو سامان لیجانے کے راستہ سے نکال لے گئے، مجھے ساتھیوں نے مشورہ دیا ٹکٹ تو استعمال نہیں ہوا اس لیے واپس کر کے قیمت کھری کرلو، لیکن طبیعت ایسا کرنے پر آمادہ نہیں ہوئی۔

۱۴۔ اہلیہ کے حوالہ سے ایک اُشغلہ ہوا کہ ایک دفعہ دہلی کا سفر تھا، راستے میں ٹنڈلا اسٹیشن پر گاڑی ٹھہری، وہاں اہلیہ کو کھانا پکڑانے کے لیے اُن کے ڈبہ میں گیا تو گاڑی چل پڑی، ڈبہ عورتوں کا تھا اور تھیں بھی ہندو، انہوں نے شور مچا دیا لیکن کیا کرتا، نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، اگلے اسٹیشن پر اُترا تو ریلوے پولیس آدھمکی، پولیس والا تو میری بات سمجھ کر چھوڑنے والا تھا لیکن ہندوؤں کے شور پر مجھے اپنے دفتر لے گئی، گاڑی چلنے والی تھی، پولیس والے نے کہا کہ کچھ دے دلا کر جان چھڑالو چنانچہ جیب میں جو پانچ دس روپے تھے وہ دیکر اپنی گلو خلاصی کرائی اور بھاگ کر اپنے ڈبہ میں سوار ہوا۔

۱۵۔ ایک دفعہ الیکشن کے موقع پر ایک طرف عبدالمجید حریری تھے اور ان کے بالمقابل اعظم گڑھ کے ایک وکیل۔ اس موقع پر مولانا ابراہیم سیالکوٹی کا بھی آنا ہوا۔ ہم اُنہیں اسٹیشن سے بگھی میں لے کر آئے، بتایا کہ ایک طرف عبدالمجید حریری ہیں جو کہ اہل حدیث ہیں اور دوسری طرف وکیل اسحٰق خان ہے۔ مولانا فوراً سر جھکا کر مراقبے میں چلے گئے، سر اُٹھایا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چہرے پرناگواری کے اثرات دیکھے۔اس الیکشن میں حریری صاحب ہار گئے تھے۔

متفرق باتوں میں ذکر کرتا چلوں کہ جنگ عظیم دوئم سے گرانی بڑھ گئی تھی، چینی روپے کی تین سیر ملنے لگی تھی۔مکتبہ سعیدیہ بنارس میں مولانا آزاد کی کتاب"جامع الشواھد فی دخول غیر المسلمین فی المساجد" دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

۱۶۔ جمعیت اہل حدیث کا تقسیم سے قبل آخری سالانہ جلسہ مدرسہ جامع العلوم دہلی میں منعقد ہوا۔مجھے صرف پندرہ منٹ دیئے گئے۔مولانا محمد اسماعیل سلفی کو آدھ گھنٹہ، بدنظمی بہت زیادہ تھی۔مرد وخواتین کے بیت الخلاء ایک ہی جگہ بنائے گئے تھے۔

۱۷۔ بنارس کے قیام کے دوران تین علوم میں فضلیت کی ڈگری حاصل کی۔۱۹۳۵ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب عربی، ۱۹۳۸ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مولوی فاضل اور ۱۹۴۰ء میں الہٰ آباد بورڈ سے فاضل طب کے امتحانات پاس کر کے یہ اعزازات حاصل ہوئے۔

۱۸۔ بنارس میں ایک نمائش لگی جس میں گاندھی جی کا قد آدم سے بھی بڑا، اونچا اور شاندار فوٹو لگا ہوا تھا۔میں نے دیکھا کہ آنے جانے والے جس میں مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم بھی، جب فوٹو کے سامنے سے گزرتے تو ہاتھ جوڑ کر نمستے کرتے۔

اگلے مرحلہ حیات پر گفتگو سے قبل مناسب ہوگا کہ ابا جان کی سسرال اور ہماری ننھیال کا مختصر تعارف ہو جائے۔

ابا جان کی سُسرال اور ہماری ننھیال

ہماری والدہ اُم کلثوم کا تعلق ہندوستان کے ایک نومسلم خاندان سے تھا جس کے بعض افراد ریاست مالیر کوٹلہ (مشرقی پنجاب) میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔انہی میں والدہ کے دادا حکیم محمد داؤد تھے، مسلکاً اہلحدیث تھے، رفع بالیدین پر عامل تھے، لیکن محلّہ کی مسجد حنفیوں کی تھی۔اس لیے وہاں نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے، اس بات کا اثر اُن کی اولاد پر بھی پڑا اور اُن کے لیے اہل حدیثیت ایک شجر ممنوعہ ہو کر رہ گئی۔

حکیم محمد داؤد کی برادری کے لوگ ریاست مالیر کوٹلہ کے کلیدی عہدوں پر فائز رہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اُن میں سے ایک تو مدار المہام (یعنی وزیر اعظم) کے عہدہ تک پہنچے۔

ہمارے نانا ماسٹر عبدالرؤف نے اپنی زندگی میں دو شادیاں کی۔ پہلی بیوی کے بطن سے ہماری والدہ اُن کی تین بہنیں اور دو بھائی ہوئے۔ دوسری بیوی سے بھی ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ جب ابا جان کا قیام سیالکوٹ میں تھا اور یہ ہمارے سکول کے ایام تھے امی کی ایک بہن ''انوری'' سہارن پور (ہندوستان) سے اپنے بیٹے ذیشان احمد کے ساتھ ملنے کے لیے آئی تھیں۔ ویزا صرف لاہور تھا۔ سی آئی ڈی کو معلوم ہو گیا تو بھائی ذیشان کو پکڑ کر لے گئے اور پھر بمشکل واپس بھیجا۔ ہماری والدہ کی برادری کا دائرہ مظفر نگر کے نواح، سہارن پور، بنت، شاہ پور، بڈھانہ اور سراوا میں پھیلا ہوا تھا۔ خاص عمر پور میں، جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے، ابا جان کا خاندان آباد تھا۔ مذکورہ علاقے سے نسبت رکھنے والے مشاہیر میں ڈاکٹر اسرار احمد کی والدہ بھی تھیں اور اعجاز حسن، الطاف حسن قریشی کے اجداد بھی، جو بعد میں حصار جا کر آباد ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر زبید احمد (مصنف ادب العرب) کا تعلق بھی اسی علاقہ سے تھا۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں باب

مالیر کوٹلہ کے چھ سال

۱۹۴۱ء میں بنارس کے قیام کے دوران ہی جماعت اسلامی کی دعوت سے متعارف ہو چکا تھا۔ جماعت میں شمولیت کے اسباب و محرکات اگلی فصل میں بیان ہوں گے۔

میری سسرال مالیر کوٹلہ میں تھی۔ مالیر اور کوٹلہ دو قصبے ہیں جن پر مشتمل یہ ایک مسلمان ریاست تھی، تیس ہزار کی آبادی میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے، مشرق میں سکھوں کی ریاست نابھ، جنوب میں ریاست پٹیالہ اور شمال میں تیس میل کے فاصلہ پر لدھیانہ ہے، مغرب میں بھی ریاست پٹیالہ کے کچھ قصبات جیسے دھوری اور ریاست جینو کے کچھ حصے واقع ہیں۔ میری اہلیہ ام کلثوم کے دادا حافظ محمد داؤد کے سالے رکن الدین، نواب آف مالیر کوٹلہ کے مدارالمہام (وزیراعظم) کے رتبے تک پہنچے۔ انہوں نے اپنی بہن یعنی (اہلیہ کی دادی) کو مالیر کوٹلہ بلا بھیجا اور یوں یہ خاندان بنت سے مالیر کوٹلہ منتقل ہو گیا۔ حکیم حافظ داؤد کا قیام کوٹلہ میں رہا، مالیر میں لوھاروں کی مسجد اہل حدیث میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ میاں نذیر حسین محدث دھلوی کے شاگرد تھے اور طب میں حکیم اجمل خان کے۔ [1]

وہاں اسٹیٹ سکول میں عربی ٹیچر کی آسامی کا اعلان ہوا تو حکیم داؤد نے قسمت آزمائی کی دعوت دی۔ چیف منسٹر ریاست نے میرا انٹرویو لیا اور ایک دوسرے شخص کے مقابلہ میں مجھے رکھ لیا گیا۔ تنخواہ پچیس روپے تھی، خطابت کے علیحدہ تیس روپے ملتے تھے۔

اگست ۴۲ء میں، میں نے بنارس کو خیرآباد کہا اور اہلیہ کو سہارن پور کی زیارت کراتے ہوئے بالآخر مالیر کوٹلہ پہنچ گیا۔

حکیم داؤد کا تذکرہ آ گیا ہے تو اُن کی طبابت کا بھی کچھ بیان ہو جائے۔

ایک دفعہ ایک شخص اپنی بیمار بیوی کے دکھانے کے لیے اُنہیں تانگہ پر قصبے سے باہر لے گیا۔ ایک ویران جگہ پر مکان تھا، جہاں داخل ہوئے۔ پردہ کے پیچھے سے نبض دیکھی۔

---

[1] مولانا حکیم محمد داؤد کے حالات کے لیے دیکھیں ضمیمہ (۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم صاحب نے دوا تجویز کی، اس عورت نے پیسے دینے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا اور وہ اُٹھتے اُٹھتے چھت کے قریب ایک طاقچہ تک پہنچ گیا جہاں پیسے رکھے ہوئے تھے، حکیم داؤد بہت خوفزدہ ہوئے، گویا جنوں کے علاج کا بھی شرف حاصل کرلیا۔۴۲ء ہی میں وفات پائی۔

[اس مناسبت سے بروایت محمد اسلم (راقم الحروف کے ماموں) اس واقعہ کا بھی تذکرہ ہوجائے۔ ماموں ایک دفعہ قصبے سے باہر جارہے تھے۔ دیکھا کہ ایک عورت گدھے پر سوار ہے۔ اس نے راستہ پوچھا، ماموں نے قصبہ کے راستہ کی طرف اشارہ کردیا لیکن وہ اس راستہ کی طرف چلی گئی جو کھنڈرات کی طرف جاتا تھا۔ ماموں نے پیچھے کے پیروں کی طرف دیکھا تو مارے خوف کے حالت غیر ہوگی، پیر بہت لمبے لمبے اور زمین پر گھسٹ رہے تھے، ماموں کئی دن بیمار رہے۔ (ص ح)]

اسی سال نومبر میں، میرے دوسرے بیٹے صہیب (راقم الحروف) کی ولادت ہوئی۔ ڈاک خانے کے قریب ایک کمرے کا مکان تھا، اہلیہ نے سامان کو قرینے سے رکھ کر ترتیب دے دیا تھا۔ چچی (اہلیہ عبدالوکیل) آئیں۔ تو تعجب کا اظہار کیا کہ اتنا سامان کہاں سے آ گیا۔ اہلیہ کو انتظام اور صفائی ستھرائی کا خاص سلیقہ تھا۔

اسٹیٹ سکول میں ایک سال پڑھایا لیکن ہندو ہیڈ ماسٹر امرناتھ کے نامناسب رویے کی وجہ سے یہ ملازمت ترک کردی اور وہیں ایک دینی مدرسہ ''کوثر العلوم'' کے نام سے قائم کیا جس میں ایک صاحب مطیع اللہ نامی کو مدرس رکھا۔ یہ مدرسہ مقامی جمعیت اہل حدیث کے زیر انتظام تھا۔

مالیر کوٹلہ میں کئی لوہار آباد تھے، انہی میں سے نصرت اللہ (بعد میں عاصم الحداد کے نام سے معروف ہوئے) کے والد بھی تھے، اُن سے کہا کہ ایک بیٹا مجھے دین کے لیے دیدو، اور یوں نصرت اللہ عربی پڑھنے کی طرف راغب ہوئے۔ بھائی عبدالخالق بھی وہیں آ گئے۔ محی الدین سلفی اور ابراہیم (حالیہ شہداد پور میں) کو ملا کر چار طلبہ ہوگئے۔

مسجد میں خطابت کی وجہ سے رونق بڑھنے لگی، مالیر کے احباب میں پندرہ بیس افراد سائیکل کے پُرزوں کا کاروبار کرتے تھے، اُن سے جا کر ملا اور پوچھا کہ کلمہ، نماز آتی ہے تو اکثر کو ناواقف پایا، اُنہیں کہا کہ مسجد آؤ تو میں مفت تعلیم دوں گا۔ پہلے دن ستر افراد آ گئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن میں عبدالستار کا قاعدہ تقسیم کیا گیا۔ عربی سے واقف طلبہ مبتدئین کو قاعدہ پڑھانے لگے۔ لیکن یہ تعداد گھٹنے لگی اور گھٹتے گھٹتے پانچ رہ گئی جن میں نصرت اللہ (عاصم) شامل تھے، انہوں نے چھ ماہ میں اتنی استعداد پیدا کر لی کہ ابن القیم کی ''الفوائد'' کا ترجمہ کر ڈالا۔ رات دن مسجد کی نذر کر رکھا تھا۔ باپ نے یہ دیکھا تو کہا کہ بچہ تو ''مسیتڑ'' بن بیٹھا ہے، دو سال برداشت کیا اور پھر مدرسہ چھوڑنے کو کہا۔

اس دو سال کے عرصہ میں ایک دفعہ اُنہیں لے کر جالندھر گیا جہاں مسعود عالم ندوی مقیم تھے، انہوں نے عاصم کا عربی میں امتحان لیا تو جوابات سے اتنا خوش ہوئے کہ یہ الفاظ کہے ''للّٰہ دَرُّكَ و دَرُّ من دَرَّسَكَ'' یعنی اللہ تمہیں خوش رکھے اور اُسے بھی جس نے تمہیں تعلیم دی۔

عاصم نے بعد میں مجھ سے ان الفاظ کے معنی پوچھے۔ مولانا نے عاصم سے کہا کہ جب چاہو میرے پاس چلے آؤ۔ عاصم نے اس وقت تک میٹرک کر لیا تھا اور جس وقت والد نے اُنہیں دینی تعلیم چھوڑ کر کارخانے میں اپنے ساتھ کام کرنے کا حکم دیا تھا وہ میرے پاس مشکوٰۃ پڑھ رہے تھے۔

عاصم نے اللہ کا نام لے کر گھر چھوڑا اور جالندھر کا رخ کیا۔ پوچھتے پاچھتے دارالعروبہ پہنچ گئے جہاں مولانا سے ملاقات ہوگئی۔ مولانا بہت خوش ہوئے، کہا کہ تم میرے چھوٹے بھائی ہو، میرے پاس رہو گے۔

تعلیم کا آغاز کر دیا شروع ہی سے عربی اخبارات پڑھنے کی عادت ڈلوا دی، عبارت سنتے جاتے اور تصحیح کرتے جاتے، اُن کا تعلق دسنہ (بہار) سے تھا، ادھر مالیر کوٹلہ میں اُن کے والد میرے پاس آئے اور سختی سے بات کی، کہا کہ تم نے میرا بیٹا غائب کروا دیا ہے۔ میں خاموش رہا اور مسجد کے کمرہ میں چلا گیا۔ بعد میں اُن کی طرف سے محمد بشیر اور دوسرے احباب نے عاصم کے والد کے اس رویہ کی معذرت کی۔ مدرسہ کے باقی منتظم طلبہ میں سے بھائی عبدالخالق کو ایک سال بعد تایا نے کاروبار کے لیے بلا لیا وہ چشمے (عینک) کا کام سیکھنے لگ گئے۔ محی الدین سلفی نے بھی دو سال پڑھا۔ ابراہیم بھی رخصت ہوئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جماعت اسلامی کا مقامی امیر بھی تھا اور جمعیت اہل حدیث کا صدر بھی۔ مسجد میں جلسہ منعقد کرانے کے احباب پیسے خرچ کیا کرتے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ جلسہ پر اتنا خرچ کرتے ہو، زکوۃ بھی دیتے ہو یا نہیں؟ تو سب کی زبانوں کو مہر بلب پایا۔ میں نے بیت المال قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا، خود بھی پانچ دس روپے دیئے، پہلے سال صرف پچیس روپے جمع ہوئے، خزانچی ایک دوسرے شخص کو مامور کیا، دوسرے سال تین سو، پھر اس سے اگلے سال پانچ سو اور پھر یہ رقم ہر سال بڑھتی گئی۔ زکوۃ کی تقسیم ایسے ہوتی کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر ہم خود لوگوں کے حالات دیکھنے کے لیے نکلتے اور مستحقین کو حسبِ حاجت دیتے جاتے، ایک جگہ ایک مرد کو دیکھا کہ بخار میں پڑا تھا۔ بیوی بچے الگ بیمار تھے چنانچہ اُس کی فوری مدد کی۔

سارے مالیر کوٹلہ میں اس کام کی شہرت ہوگئی، لوگ غرباء کو مسجد لوھاراں کا پتہ دیتے کہ وہاں جاؤ کچھ نہ کچھ مدد ہو جائے گی۔

تدریس وخطابت کے علاوہ پانچ روپے معاوضہ پر میں سائیکل چلاتا، ایک ٹیوشن پڑھانے بھی جایا کرتا تھا۔ واپسی پر عبدالرحمٰن اوڈ کے ہاں جا کر اُپلے خریدتا اور سائیکل پر باندھ کر لاتا تاکہ ایندھن میں تخفیف ہو۔ اوڈوں کے ہاں بہت کتے تھے جو پیچھے لگ جاتے اور مجھے سائیکل بھگانا پڑتی۔

مسجد میں نماز فجر کے بعد درس کا اہتمام رکھا۔ امام ابن القیم کی بدائع الفوائد اور الصواعق المرسلة میں سے تفسیری فوائد کا ترجمہ کیا۔ پاکستان آنے سے قبل میٹرک کا امتحان دینے کی سوجھی اور نویں کلاس کی کتب لاکر پڑھنا شروع کیں۔ لیکن مصروفیات آڑے آئیں اور یہ بیل نہ منڈھ سکی۔

۴۶ء کی سردیوں میں، میرے تیسرے بیٹے خبیب کی پیدائش ہوئی۔ تقسیم ہندوستان کے دن قریب آرہے تھے۔

تقسیم کے موقع پر جو خونچکاں حالات پیش آئے، اُن کا تذکرہ اباجان کی زبان سے سنیئے اور اس ضمن میں ریاست مالیر کوٹلہ کے حدود اربعہ کا بھی تذکرہ ہوتا چلے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست مالیرکوٹلہ

مشرقی پنجاب میں مالیرکوٹلہ ایک مسلم ریاست تھی۔ آزادی کے بعد یہ ریاست دوسری ریاستوں کی طرح ہندوستان میں شامل کر دی گئی۔ اس کی جغرافیائی حیثیت یہ ہے۔ مشرق میں سکھوں کی ریاست نابھ واقع ہے۔ شمال میں ضلع لدھیانہ جنوب میں ریاست پٹیالہ ہے اور مغرب میں بھی ریاست پٹیالہ کے کئی قصبے اور دیہات ہیں، جن میں ایک قصبہ دھوری ہے اور ریاست جینو کا کچھ حصہ واقع ہے۔ ریاست مالیرکوٹلہ اُس زمانے میں مسلم ریاست تھی۔ اُس کی آبادی تیس ہزار کے لگ بھگ تھی یہ آبادی ہندو، سکھ اور مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ اگست ۱۹۴۲ء سے مئی ۱۹۴۸ء تک میرا قیام مالیرکوٹلہ میں رہا ہے یعنی تقریباً چھ سال۔ اس وقت سردست ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء وہ دن ہے جبکہ پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا اور ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور دونوں طرف کی ہندو مسلم آبادی اپنے اپنے علاقوں کی طرف منتقل ہونا شروع ہو گئیں۔ ۱۴ اگست کو رمضان المبارک کی ستائیس تاریخ تھی۔ جمعے کا دن تھا یعنی جمعۃ الوداع۔ یہ دن خیریت سے گزر گیا اور اُس کے دو دن بعد عید الفطر کا دن بھی امن وامان کے ساتھ گزر گیا۔ بہت سے مسلمانوں نے عید کی نماز شہر سے باہر جا کر ادا کی۔ عید کے دوسرے دن مالیرکوٹلے کے چاروں طرف سے مسلمانوں کے لٹے پٹے قافلے آنے شروع ہو گئے۔ میں خود چند احباب کے ساتھ مشرق کی سرحد پر گیا۔ وہاں جا کر عجیب دردناک منظر دیکھا۔ ایک بڑا قافلہ پٹیالہ اور نابہ سے چلا تھا۔ اُس کی تعداد پانچ ہزار سے کم نہ تھی۔ لیکن مالیرکوٹلہ پہنچتے پہنچتے یہ تعداد پانچ سو کے قریب رہ گئی۔ صورتحال یہ ہوئی کہ جب یہ قافلہ اپنے اپنے دیہاتوں سے نکلا تو سکھوں اور ہندوؤں کے لیے مشکل تھا کہ وہ سامنے سے روک سکیں۔ اس قافلے میں متعدد مسلمان ریٹائرڈ فوجی تھے جو کہ مسلح تھے۔ اس وجہ سے دشمن کو سامنے سے حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ دشمن نے یہ چالاکی کی کہ کچھ فاصلے پر مالیرکوٹلہ کے قریب نہر کا پل تھا۔ اُس کو بیل گاڑیوں سے بند کر دیا اور گاڑیوں کی آڑ میں مورچے سنبھال لیے۔ ان میں بڑی تعداد مسلح تھی۔ جب مسلمانوں کا قافلہ پل کے قریب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچا تو اچانک سکھوں نے اُن پر حملہ کر دیا۔ پورے قافلے میں افراتفری مچ گئی۔ بہت سوں نے نہر میں چھلانگ لگا دی۔ عورتیں بھی اپنے چھوٹے بچوں کو لیکر نہر میں کود گئیں، اور بہت سے افراد ادھر اُدھر کھیتوں میں منتشر ہو کر چھپ گئے اور جن کے پاس اسلحہ تھا اُنھوں نے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔ بہت تھوڑی تعداد مالیر کوٹلہ پہنچ سکی۔ صورتحال یہ تھی کہ کسی بچے کا باپ ساتھ ہے لیکن ماں غائب ہے۔ کتنے ہی بچے ایسے ملے جن کے ماں اور باپ دونوں غائب تھے اور کتنے ماں باپ ایسے تھے جن کے بچے اُن سے جدا ہو چکے تھے۔ کہیں شوہر موجود تھا تو بیوی نہر میں ڈوب چکی تھی اور کہیں اس کے برعکس حال تھا۔ یہ نہایت ہی حسرتناک منظر تھا۔ اس پورے وسیع میدان میں ہر طرف ماتم برپا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ اتنی بڑی تعداد کو کیسے سنبھالا جائے۔ اُن کے قیام وطعام کا انتظام کیسے ہو؟ ایک صورت یعنی غیبی امداد کی یہ نکل آئی کہ مالیر کوٹلے کے شہر کے آس پاس مکئی کے بہت سارے کھیت تھے، وہ سب پک چکے تھے۔ کٹائی بھی ہو گئی تھی۔ لیکن بارشوں کی وجہ سے اُن کو دوسرے علاقوں میں بھیجنا مشکل تھا۔ یہی مکئی تھی جس کا دلیہ بنا کر پکا کر چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ دوپہر کے وقت ان مہاجرین میں تقسیم کرنے کا انتظام کیا گیا۔ جب بیل گاڑی میں دلیے کی دیگ رکھ کر وہاں اُس میدان میں پہنچتی تو چاروں طرف سے بھوک پیاس میں مبتلا عورتیں اور بچے، بوڑھے اور جوان اُس بیل گاڑی کو گھیر لیتے جس میں دلیے کی دیگیں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ ایک گاڑی نہ تھی بلکہ کئی گاڑیاں تھیں اس طرح ہجوم کی وجہ سے دلیہ تقسیم کرنا مشکل ہو گیا۔ قوی نوجوان مرد وعورتیں دو دفعہ دلیہ لے جاتے اور کمزور خواتین اور بچے بوڑھے بالکل محروم رہ جاتے۔ اس کا حل یہ سوچا گیا کہ سب کو کھانا اُن کی جھگیوں میں پہنچایا جائے گا۔ کوئی شخص بھی بیل گاڑیوں کے پاس نہ آنے پائے گا۔ بلکہ کچھ عرصے کے بعد دلیہ لینے کے لیے باقاعدہ کارڈ جاری کر دیئے گئے۔ اس طرح پُرامن طریقے سے دلیہ تقسیم ہونے لگا اور کوئی فرد بھی محروم نہ رہ سکا۔ اُدھر صورتحال یہ تھی کہ مالیر کوٹلے کے چاروں طرف سے لٹے پٹے قافلوں کی آمد کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ روز بروز مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا اور یہ میدان وسیع و عریض ہونے کے باوجود تنگ نظر آ رہا تھا۔ اس کا حل یہ سوچا گیا کہ مالیر کوٹلے کے مغربی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب جہاں ریلوے لائن تھی۔ اُس کے قریب بہت بڑا وسیع چٹیل میدان تھا۔ وہاں پر مالیر کوٹلے کی فوج نے باقاعدہ کیمپ کی شکل میں ایک دنیا آباد کر دی تھی۔ ایک منظّم شکل میں جھگیاں ترتیب کے ساتھ قائم کر دی گئیں۔ اس کیمپ میں زیادہ تر وہ لوگ ٹھہرے جو بالکل لٹے ہوئے آئے تھے۔ جن کے پاس سوائے تن کے کپڑوں اور کچھ نہ تھا۔ ان کی تعداد دس ہزار سے بیس ہزار کے درمیان رہتی تھی۔ اس نادار کیمپ کی نگرانی کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ دوسرا بڑا کیمپ ایسے افراد کا تھا جو بہت سا سامان لے کر آئے تھے اور راستے میں اُن پر کوئی بڑا حملہ نہیں ہوا تھا۔ اس قسم کے مہاجرین میں ایک تعداد ایسی بھی تھی جو شہر میں اپنے رشتہ داروں یا دوستوں کے پاس ٹھہر گئے تھے۔ ان کیمپوں کے قیام کا سلسلہ اور مہاجرین کی آمدورفت کا تانتا مئی ۱۹۴۸ء تک بندھا رہا۔ مالیر کوٹلے کے مسلمانوں نے خاص طور پر جماعت اہلحدیث اور جماعت اسلامی کے نوجوانوں نے بڑی ہمت سے کام لیا۔ اس وقت کسی مسلک اور جماعت کا سوال نہیں تھا۔ بلکہ اصل سوال مہاجرین کی مدد کا تھا۔ اس لیے اصل واقعہ یہ ہے کہ اس موقع پر ہر مسلک کے مسلمانوں نے پوری فرض شناسی اور جانثاری کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کی۔ مسجدیں نمازیوں سے بھر جایا کرتی تھیں۔ انتہائی آہ وزاری اور بے قراری کی حالت میں لوگ دُعائیں کرتے تھے اور خشوع وخضوع کے ساتھ فرائض و نوافل ادا کرتے تھے۔

متمول افراد بیل گاڑیوں پر قیمتی اثاثہ جمع کر کے لائے تھے، جبکہ لٹے لٹائے افراد تن کے کپڑوں کے سوا ہر دنیاوی مال ومتاع سے خالی تھے۔ اعلان ہوا کہ پاکستان جانے کے لیے ریل گاڑی تیار ہے۔ اب ہوا یہ کہ جو لوگ بھاری اثاثہ ساتھ لائے تھے وہ اسے اونے پونے بیچنے میں مصروف ہوئے جبکہ خالی ہاتھ افراد جھٹ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ امیر حضرات اپنی چیزیں بیچ کر جب اسٹیشن پہنچے تو انہیں چھت ہی پر جگہ مل سکی۔ کچھ آخرت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے جہاں فقیر، امیروں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ (الاغنیاء یدخلون الجنة بعد خمسمائة عام)

ایک دوسری بات یہ ہوئی کہ گاڑی میں جگہ لینے کے لیے ہر شخص بھاگ دوڑ میں تھا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جب قافلہ اپنے پڑاؤ سے چلا تو عالم یہ تھا کہ اگر ایک شخص کے چار بچے ہیں تو دو کو ماں باپ نے اٹھا لیا باقی دو خود انگلی پکڑ یا بے پکڑے چل سکے، تو قافلے کے ساتھ آسکے لیکن جس کی ننھی جان اس دوڑ کی متحمل نہ ہو سکی تو وہ زندگی کی بازی ہارنے کے لیے پیچھے رہ گیا۔ گویا قیامت کا نقشہ تھا۔

جب قافلے والے چلے گئے تو ہم خالی کیمپوں میں سے گزرے۔ ایک خیمے میں ایک بچے کو اکیلا پڑا دیکھا جو جانکنی کے عالم میں تھا۔ شاید اس کے والدین اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ گویا منظر تھا ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝﴾ کا۔ بچے نے ہمارے سامنے آخری ہچکی لی اور ہم نے اسے اللہ کی امانت میں سپرد خاک کیا۔

پھر سردیوں کا موسم شروع ہو گیا۔ سبھی لوگ کمبل مانگتے تھے، ہم نے یہ کیا کہ رات کو جھگیوں میں آتے اور ٹارچ کی روشنی میں دیکھتے، جو شخص بغیر کمبل کے نظر آیا اُسے کمبل اُڑھا دیا۔

ایک دفعہ افواہ اُڑی کہ پٹھانکوٹ میں مولانا مودودی کو شہید کر دیا گیا ہے۔ عاصم اس وقت مالیر آئے ہوئے تھے۔ طبیعت بہت دل برداشتہ تھی۔ عاصم نے کہا کہ ان شاء اللہ زندہ ہوں گے۔ دراصل وہاں ایک باریش چوکیدار کو شہید کیا گیا تھا جو اس افواہ کا موجب بنا۔ مولانا قافلے کے ساتھ لاہور پہنچ گئے تھے۔

ایک فوجی کانوائے کے ساتھ قافلہ روانہ ہو گیا جس میں عاصم کے بھائی کفایت اللہ بھی تھے۔ دس میل کے فاصلہ پر مسلمانوں کا ایک گاؤں دیکھا جو بالکل خالی ہو چکا تھا۔ ایک اسکول کا سارا سامان بکھرا پڑا تھا۔ وہ لیبارٹری کا کچھ سامان اُٹھا کر مالیر کوٹلہ لے آئے۔ مالیر کوٹلہ اس وقت مشرقی پنجاب میں ایک جزیرے کی مانند تھا۔

ایک دردناک واقعہ

ریاست نابہ میں ایک مسلمان خاندان عرصے سے وہاں رہتا تھا جو خاندانِ حکیماں کے نام سے مشہور تھا۔ یہ خاندان بہت خوشحال تھا اس خاندان کے سربراہ نے نابہ کے راجہ سے درخواست کی کہ ہمیں مالیر کوٹلے پہنچا دیا جائے۔ وہاں سے ہم پاکستان چلے جائیں گے۔ راجہ نے بہتیرا سمجھایا! ''یہیں ٹکے رہو تمہاری جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے'' لیکن جب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندان حکیماں کے بااثر افراداور دوسرے مسلمانوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو اُس نے بیس بسوں کا انتظام کر دیا اور اس طرح یہ قافلہ ریاستی فوج کی نگرانی میں مالیر کوٹلے کے لیے روانہ ہوگیا۔ اس قافلے میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد شامل ہوگئی بمعہ اپنے ساز و سامان۔ اس قافلے میں ایسے ریٹائرڈ مسلمان فوجی بھی تھے جن کے پاس بندوقیں تھیں۔ جب یہ قافلہ ریاست نابہ سے نکل کر دس بارہ میل طے کر چکا تو سکھ فوجیوں نے مطالبہ کیا کہ قافلے میں جن کے پاس اسلحہ ہے وہ نگراں سکھ فوج کے حوالے کر دیں۔ پہلے تو مسلمان فوجیوں نے اسلحہ دینے سے انکار کیا لیکن جب سکھ فوجیوں نے اصرار کیا اور یہ دھمکی دی کہ اگر تم اسلحہ ہمارے حوالے نہیں کرو گے تو ہم ایک قدم بھی آگے نہیں جائیں گے اور ساتھ ہی انہوں نے اطمینان دلایا کہ پورے راستے میں ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ آخر کار مجبوراً مسلمان ریٹائرڈ فوجیوں نے اپنا سارا اسلحہ سکھ فوج کے حوالے کر دیا۔ چند قدم چلنے کے بعد جب سکھوں کا ایک بڑا گاؤں نظر آیا تو قافلہ روک دیا گیا اور نقارے بجنے لگے اور ڈھول پیٹے گئے۔ یہ گویا کہ گاؤں والوں کے لیے اعلان تھا کہ شکار جال میں پھنس گیا ہے اُس پر دھاوا بول دو۔ چنانچہ چاروں طرف سے سکھوں کے غول کے غول اُمڈ آئے اور انہوں نے قافلے کو گھیرے میں لیتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ جو نوجوان ہیں وہ سب باہر نکل آئیں اور اُس کے بعد ایسا دردناک منظر سامنے آیا کہ جو نوجوان بھی قافلے سے باہر نکلتا یعنی بس سے اُترتا، اُسے گولی سے بھون دیا جاتا یا تلوار کی ضرب سے اُس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ اس طرح سارے نوجوان جو اس قافلے میں تھے سب شہید کر دیئے گئے۔ ایک ماتم برپا تھا، نفسا نفسی کا عالم تھا۔ اس بدنصیب قافلے میں ایک محمد رفیق نوجوان بھی شامل تھا۔ جو اپنی بیوی اور چار بچوں کے ساتھ بس میں سوار ہوا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ گاؤں والے حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں تو وہ جلدی سے بس کی کھڑکی سے باہر کود گیا اور اُس نے چاہا کہ اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اُسی کھڑکی سے اُتار لے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ دشمن کا ایک ہجوم اُس نوجوان کی طرف لپکا تو وہ اپنے بچوں کو بے بسی کی حالت میں چھوڑ کر قریب کھیتوں میں جا کر چھپ گیا۔ اس طرح اُس کی جان بچ گئی۔ وہ کھیت میں چھپ کر قتل و غارت کا سارا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منظر بے کسی اور بے بسی کی حالت میں دیکھتا رہا۔ اُس نے یہ منظر بھی دیکھا کہ اُس کی بیوی اور بچوں کو سکھ نوجوان گاؤں کی طرف ہنکا کر لے جا رہے ہیں۔ اس طرح یہ پورا قافلہ لٹ گیا سارے نوجوان قتل کر دیئے گئے اور عورتوں اور بچوں کو غلاموں کی طرح گھروں میں خدمت کے لیے بند کر دیا گیا۔ بے چارہ محمد رفیق ساری رات کھیتوں کی اوٹ میں چلتے ہوئے صبح سویرے مالیر کوٹلے میں اپنے بڑے بھائی حکیم محمد صدیق کے پاس پہنچ گیا۔ صورتحال یہ تھی کہ چہرہ مجسم غم کی تصویر تھا۔ ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا۔ بدن پر سوائے ایک قمیض کے اور کچھ نہ تھا۔ اُس کی یہ داستان غم جو کوئی بھی سنتا لرز جاتا۔ یہ بہت بڑا امتحان تھا جس میں اس علاقے کے مسلمان ڈال دیئے گئے تھے۔

ماموں رفیق احمد

بھائی خلیق احمد کے تایا ماموں رفیق احمد بچپن میں ایک گڑھے میں گرنے کی وجہ سے معذور ہو گئے تھے، ہاتھ پاؤں سکڑ کر رہ گئے تھے۔ اس لیے ساری عمر شادی نہیں کی۔ بذلہ سنج تھے اور کتب بینی میں مشغول رہتے تھے۔ پاکستان بننے سے قبل کی بات ہے جب کہ قرول باغ (دھلی) میں فسادات کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس وقت میں نے اُن سے استدعا کی کہ میرے ساتھ مالیر کوٹلہ چلیں کہ مسلم اسٹیٹ ہونے کی وجہ سے امن رہنے کی امید ہے۔ ۴۷ء کے آغاز میں مالیر کوٹلہ پہنچے۔

ماموں رفیق احمد عملیات اور استخارہ میں مشہور تھے، اس لیے لوگ اُن سے کثرت سے رجوع کیا کرتے تھے۔ جس وقت اُنہیں دھلی سے لے کر آ رہے تھے، راستے میں ''جھاکل'' اسٹیشن پر گاڑی بدلنا تھی۔ پلیٹ فارم پر ایک گارڈ کے دفتر کے سامنے اُنہیں چارپائی پر بٹھا کر میں ذرا سی دیر کے لیے ادھر اُدھر ہوا تو ہندو گارڈ نے غالباً بے خیالی میں پانی اُن پر پھینک دیا۔ میں نے آ کر اُسے ڈانٹا بہرحال وہ خاموش رہا۔ یعنی اس وقت تک فضا اتنی خراب نہ ہوئی تھی۔

میں نے اُن سے ایک دفعہ استدعا کی کہ مجھے مشورہ دیں کہ آیا میں درس و تدریس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائن چھوڑ کر طب کا مشغلہ اختیار نہ کرلوں؟ انہوں نے بعد از استخارہ بتایا کہ جس لائن میں ہو اُسی میں رہو اور یہی بات میرے لیے بہتر رہی۔

عبدالرب (حافظ سلفی کے بیٹے اور بعد ازاں میرے داماد) نے اولیٰ رحمانیہ کا امتحان دیا تھا۔ اُنہوں نے بھی اچھے نتائج کے لیے ماموں سے رجوع کیا تو کہا کہ آیت ﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ دو رکعت نماز کے بعد پڑھتے رہو۔ نتیجہ ان کی کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ میرے دوسرے ماموں شفیق چاہتے تھے کہ میرا عقد ان کی بیٹی سے ہو، ماموں رفیق سے استخارہ کے لیے کہا۔ اُنہوں نے استخارہ کیا لیکن خاموش رہے، کچھ ظاہر نہیں کیا کہ اشارہ نفی میں تھا، یہاں تک کہ اطلاع آ گئی کہ میری بات مالیر کوٹلہ میں طے پا گئی ہے۔ ماموں شفیق اپنے بھائی پر ناراض ہوئے کہ تم نے میری خاطر کچھ نہ کیا۔ ماموں رفیق بذلہ سنج تھے اس لیے یہ کہہ کر بات بنا ڈالی کہ اس دفعہ تسبیح اُلٹی پھر گئی تھی۔

ایک دفعہ میں اپنی پھوپھی کو دہلی سے مالیر کوٹلہ لانا چاہ رہا تھا۔ ماموں سے استخارہ کے لیے کہا تو اُنہوں نے بعد استخارہ بتایا کہ مناسب نہیں ہے، لیکن پھوپھی آنے کے لیے تیار تھیں اور اُنہیں نہ لانا باعث ناراضگی ہوتا اس لیے اُنہیں لے آیا اور پھر بعد کے حالات سے اندازہ ہوا کہ اُن کا قیام وہاں خوشگوار نہ تھا۔

ایک مرتبہ ماموں رفیق احمد اوپر کے مکان میں مقیم تھے۔ نیچے کی منزل میں صاحب مکان نے ھارمونیم بجانا شروع کر دیا۔ ماموں نے بآواز بلند ڈانٹا کہ ھارمونیم بجانا بند کرو کہ میں نماز پڑھنے والا ہوں۔ لیکن وہ شخص نہ مانا تو پھر ماموں نے کہا کہ بند کر دو ورنہ میں بند کر دوں گا۔ پھر بھی نہ مانا تو ماموں نے کوئی ایسی تسبیح پڑھی کہ ھارمونیم کی آواز آہستہ ہوتے ہوتے بالکل بند ہو گئی۔ وہ شخص بہت سٹپٹایا اور عالم غیظ میں دوسرا ھارمونیم لے آیا لیکن اس کا حشر بھی وہی ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔

عبدالرب نے اُن سے کہا کہ میں قرآن کا حافظ ہوں، ماموں نے اپنی ظرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا (جو مجھے مخاطب کر کے بھی کئی دفعہ پڑھا تھا)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظا پڑھ پڑھ کتاباں کرن بڑیائی ہو
جتھے ڈیکھن چنگا چوکھا اُتھے پڑھن سنوائی ہو

ماموں مالیرکوٹلہ کے آخری ایام میں شدید بیمار ہوگئے تھے، میں نے مقدور بھر خدمت کی، ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اُن کی طہارت بھی کرانا پڑی۔ (وہ) اپنی معذوری کو دیکھ کر دعا گو ہوئے کہ اے اللہ مجھے اُٹھالے۔

یہ یوم قیام پاکستان تھا یعنی جمعہ ۲۷ رمضان (۱۴ اگست ۴۷ء) جب بعداز جمعہ مجھے اطلاع ملی کہ جلد پہنچیں، ان کی طبیعت بہت خراب ہے دیکھا کہ سانس اکھڑ چکا ہے اور روح پرواز کرچکی ہے۔

قبرستان قصبے سے کافی دور تھا لیکن اس وقت امن کی کیفیت تھی اس لیے قبرستان میں دفنا کر آئے، اگلے دن ہی سے دھلی اور قرب وجوار کے علاقوں میں فساد شروع ہوگئے اور پھر مالیرکوٹلہ کی حدود سے باہر جانا ممکن نہ رہا۔

پاکستان کو ہجرت

۱۴ اگست ۴۷ء کو قیام پاکستان کا اعلان کیا گیا۔ یکم مئی ۴۸ء ہماری روانگی کا دن ٹھہرا۔ اہلیہ کو نزلہ، کھانسی اور بخار تھا۔ اس لیے ٹرین سے جانا مناسب سمجھا۔ مال ومتاع اس خیال سے مالیرکوٹلہ چھوڑ دیا کہ یہ ایک عارضی سفر ہے۔ مختصر سامان کے ساتھ مغرب سے پہلے گاڑی میں سوار ہوگئے۔ ساتھیوں میں اہلیہ کے اعزہ، بھائی مقصود اور ان کے بچے، رحمت الٰہی (ایک پٹھان تھے) اور محمد صدیق (رحمانیہ دواخانہ والے) تھے۔ خواتین اور بچوں کو ڈبے میں پردہ ڈال کر علیحدہ بٹھا دیا گیا۔ عاصم اور اُن کے بھائیوں سے رقت آمیز الوداعی ملاقات رہی گاڑی روانہ ہوئی۔ تیس میل پر لدھیانہ کا اسٹیشن تھا۔ بڑی رونق تھی، سکھ چلا رہے تھے، پاکستان جاؤ، مربعے ملیں گے۔ گاڑی مہاجرین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ سکھوں کا ایک دستہ حفاظت کی غرض سے گاڑی کے ساتھ تھا۔ گاڑی نے آہستہ آہستہ اپنا سفر شروع کیا۔ جالندھر کے اسٹیشن پر گاڑی نہیں ٹھہری لیکن دس گیارہ میل دُور ایک بیابان میں گاڑی کو روک دیا گیا۔ رات ایک بجے کا وقت ہوگا، انجن کو علیحدہ کردیا گیا سخت گرمی کا زمانہ تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھپ اندھیرا اس پر لالٹین نہ جلانے کا حکم! ایک عورت نے لالٹین جلائی تو ایک سپاہی نے اُسے تھپڑ مارا۔ گاڑیوں کے لٹنے اور کٹنے کے واقعات زبان زد عام تھے۔ سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ ڈبے میں خواتین کے لیے پردہ ڈال کر علیحدہ جگہ بنا دی گئی تھی۔ ہمارے کچھ ننھیالی عزیز بھی ہمراہ تھے۔ ایک دم گاڑی کے پچھلے ڈبوں سے چیخنے چلانے اور آہ و بکا کی آوازیں اٹھنا شروع ہوئیں اور دیر تک آتی رہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ پچھلے ڈبوں میں چند متمول خاندان اپنی بے پردہ بیبیوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ سکھ فوجی حسن بے نقاب کی تابانیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے بہیمانہ حرکتوں پر اتر آئے اور یوں اپنے عزیزوں اور بزرگوں کے سامنے یہ بے کس خواتین ان درندہ صفت فوجیوں کے ہتھے چڑھ گئیں اور کوئی انہیں روک نہ سکا۔

سکھ محافظ تھے جو اب ڈاکوؤں کا کردار ادا کر رہے تھے، دو بجے کے قریب وہ ہمارے ڈبے میں آئے، ایک سکھ فوجی نے ہمارے ڈبے کے دروازے میں قدم رکھا اور چلایا کہ جو کچھ جس کے پاس ہے، اس کے حوالے کر دے، جو لوگ قریب بیٹھے تھے جن میں بھائی مقصود بھی شامل تھے، اُن کے پیسے سارے ہتھیا لیے۔ وہ دھان پان آدمی تھے، بہت خوفزدہ ہوئے اور دہشت سے گھگی بندھ گئی۔ ہمارے لبوں پر یہ دعا تھی: ''اللھم اکفنا شرھم بما شئت'' ۔ خیریت یہ رہی کہ سکھ فوجی دروازے سے ہی لوٹ کھسوٹ کر کے اور دوبارہ آنے کی دھمکی دے کر رخصت ہو گیا۔

دلوں پر لرزہ طاری تھا۔ رحمت الٰہی نے اپنی ساری رقم نکال کر سیٹ کے نیچے ڈال دی۔ سخت اندھیرا تھا، رحمت الٰہی مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ پر کسی نے حملہ کیا تو اُسے جان سے مار ڈالوں گا۔

ایک گھنٹہ تک لوٹ مار ہوتی رہی۔ نابھ کے ایک تاجر کی گھڑی چھین کر لے گئے۔ پھر ایک سکھ نے رعونت سے کہا کہ سب زیورات پیسے تیار رکھنا، میں اٹاری میں دوبارہ لینے آؤں گا۔

چار بجے گاڑی چلی، چھ بجے امرتسر سے گزری۔ ڈر تھا کہ امرتسر کا اسٹیشن آگے آنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا ہے۔ وہاں تو قیامت برپا ہوگی، اس لیے کلیجے منہ کو آرہے تھے۔ (وبلغت القلوب الحناجر) لیکن اللہ کا کرم ہوا کہ گاڑی دیر سے چلنے کی بنا پر علی الصبح امرتسر پہنچی جبکہ سارا اسٹیشن محوخواب تھا۔ اکا دکا آدمی ٹہلتا نظر آیا۔ گاڑی بغیر رکے تیزی سے گزر گئی۔ سات بجے اٹاری پہنچ گئے، جہاں اُتر کر لوگ قضاء حاجت کر سکے۔ جو سکھ گارڈ ساتھ تھے، اُن سے کہا کہ یہ تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا، تم تو ہمارے محافظ تھے۔ ان سے ایک وہ لالٹین واپس لے آیا جو اس نے ایک خاتون سے چھینی تھی۔ اگلا اسٹیشن پاکستان کی سرحد واہگہ کا تھا، جہاں بھی بالکل سناٹا تھا، نہ کوئی پولیس نہ کوئی استقبالیہ، حکومت پاکستان کا کوئی کارندہ موجود نہ تھا۔ ایک بے وردی نوجوان چھوٹی سی بندوق اٹھائے پھر رہا تھا، جان میں جان آئی۔ میں لوگوں کے نقصانات کی رپورٹیں بنانے میں مصروف ہوا۔ اہلیہ نے سامان سے دال چاول نکال کر کھچڑی پکائی، عبیدالرحمٰن (ابن محمد صدیق) ہمراہ تھے۔

شام تین بجے کے قریب ایک مال گاڑی آئی جس میں دوبارہ سامان لادا گیا۔ یہ گاڑی لاہور چھاؤنی ہوتی ہوئی والٹن پہنچی جہاں مہاجرین کا بہت بڑا کیمپ آباد تھا، ہیضہ پھیلا ہوا تھا اس لیے سخت بدبو تھی۔ ہم لوگ گاڑی ہی میں بیٹھے رہے، کچھ اُتر گئے۔ ہم چاروں افراد اور اُن کے لواحقین گاڑی سے نہیں اُترے۔ گاڑی واپس لاہور چھاؤنی آئی تو وہاں اُتر گئے۔ چار نمبر بس سے مزنگ چوکی پہنچے، وہاں سے ریڑھے پر سامان لاد کر کھنہ بلڈنگ پہنچے جہاں میری خواہر نسبتی شکیلہ اور میرے ہم زلف عبدالمتین ایک بڑے کمرے میں رہائش پذیر تھے، وہ چونکہ ریلوے میں کام کرتے تھے اس لیے غازی آباد (دھلی سے پندرہ بیس میل دور) سے سیدھے لاہور چلے آئے تھے، کھنہ بلڈنگ بڑی مشکل سے پہنچے اور اس ایک کمرہ میں پردہ ڈال کر ٹھہر گئے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب

جماعت اسلامی سے وابستگی کے سولہ سال

لکھنہ بلڈنگ لاہور پہنچ کر میری زندگی کا ایک نیا سفر شروع ہوتا ہے۔ جس میں جماعت اسلامی اور پاکستان نمایاں ہیں۔

بہتر ہے کہ یہاں جماعت سے وابستگی کے محرکات کا تذکرہ کرتا چلوں۔ رحمانیہ کی طالب علمی کے دوران جب حالات کا شعور پیدا ہوا تو علمی و دینی رسائل کو باقاعدگی سے پڑھنے لگا جن میں معارف، ترجمان القرآن (جسے اس وقت مولوی مصلح، حیدر آباد دکن سے نکالتے تھے)، جامعہ (جامعہ ملیہ کا ترجمان)، مدینہ (بجنور)، غلام رسول مہر کا انقلاب شامل تھے، موخر الذکر اخبار میں افکار و حوادث کا کالم عبدالمجید سالک لکھا کرتے تھے، ''بخار اللہ شاہ عطائی'' کہہ کر عطاء اللہ شاہ بخاری کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ جس کے جواب میں شاہ صاحب نے اُن پر پھبتی کسی: عبدالسلیک ماجد۔

الہلال کے پرچے بھی دیکھتا، تذکرہ کا مطالعہ کیا۔ عبدالحکیم شرر اور راشد الخیری کی تصنیفات پڑھتا۔ انگریز دشمنی کی بنا پر مولانا آزاد کی طرف میلان پیدا ہو گیا۔

شاہ صاحب کی تقریریں بھی خوب سنیں۔ مولانا کفایت اللہ اور مولانا حسین مدنی کو بھی سنا۔ ابوالقاسم بناری کانگریسی ہو گئے تھے۔ کہنے لگے میں نے چار آنے کا فارم پُر کر کے آپ کو بھی کانگرس کا ممبر بنا دیا ہے۔

مولانا مودودی کا ''الجمعیۃ'' پڑھا، ترجمان میں اُن کے وہ مقالے قسط وار شائع ہوئے جو بعد ازاں (موجودہ سیاسی کشمکش اور مسلمان) کے عنوان سے چھپی۔ کان پور میں چچا سلفی سے بحث ہوئی۔ میں نے کانگریس کے حق میں دلائل دیئے۔ وہ مولانا مودودی کا دفاع کرتے رہے، بالآخر بحث میں وہ غالب رہے۔ میں نے مولانا ثناء اللہ کو خط لکھا کہ کیا وجہ ہے کہ اہلحدیث علماء الیکشن کے موقع پر تقسیم ہو جاتے ہیں۔ مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا عبداللہ روپڑی اور حافظ محمد گوندلوی مسلم لیگ کے حامی ہیں تو مولانا داؤد غزنوی، مولانا محمد

www.KitaboSunnat.com

اسماعیل اور مولانا ابوالقاسم کانگریس پر فریفتہ ہیں اور اس بناء پر باہمی جھگڑے، تنافس اور همز و لمز عروج پر ہیں۔ کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہے کہ دینی جماعتیں خاص کر وہ تنظیم جو کتاب وسنت کی علمبردار ہے اور توحید واطاعت رسول کی داعی ہے۔ وہ تو کم سے کم اس موقع پر نااتفاقی سے دور رہے۔ میں نے پوچھا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے، کیا قرآن وحدیث میں اس بارے میں کوئی رہنمائی نہیں ہے۔ میں نے اُن کی تفسیر کے بارے میں بھی ایک سوال کیا تھا کہ آپ "کادَ" کے بعد "أن" لائے ہیں حالانکہ "أن" "عسى" کے بعد تو صحیح ہے "کاد" کے بعد نہیں۔

جواباً کہا کہ تمہاری بات صحیح ہے اور پہلی بات کے بارے میں کہا کہ سیاسی لحاظ سے اہل علم اور اصحابِ دانش کس جماعت کو اختیار کریں یا کس پارٹی سے تعاون کریں، یہ ان کی صوابدید پر موقوف ہے۔ یہ ایک اجتہادی معاملہ ہے اس کے بارے میں کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔ (او کما کتب)

میں دیکھ رہا تھا کہ ایک طرف مسلم لیگ ہے جس کے لیڈر قائداعظم خود کہہ رہے ہیں کہ میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں اور دوسری طرف کانگریس ہے جس کا لیڈر گاندھی ہے۔ اس لیے مولانا مودودی کی دعوت میں کشش پائی۔ اہلحدیث حضرات دونوں جماعتوں کے اسیر تھے، علیحدہ کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہوئی کہ اہلحدیثوں کو بدعتیوں، قادیانیوں، بریلویوں اور آریہ سماجیوں کے مبلغین کا پوسٹ مارٹم کرتے تو دیکھا لیکن اقتصادی، معاشی فتنوں کے مقابلہ میں مولانا مودودی کے علاوہ کسی کو مؤثر نہ پایا۔

محمد اسحاق چیمہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ مولانا غزنوی سے پوچھا گیا کہ محمد علی قصوری تو کمیونسٹ ہیں، اُنہیں اہلحدیثوں کے جلسہ میں کیوں بلایا جا رہا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ کمیونسٹ اہل حدیث ہیں۔

تیسری وجہ میری یہ رائے تھی جو ابن تیمیہ کی "رفع الملام" شاہ ولی اللہ کی "الانصاف فی اسباب الخلاف" اور حجۃ اللہ البالغہ میں "باب خلافت" پڑھ کر قائم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی کہ ضرورت ہے کہ ایک ایسی جماعت ہو جو فروعی اختلافات پر زور نہ دے، اصولی بات کرے اور تمام جماعتوں کو ملانے کی کوشش کرے۔

چنانچہ جب مولانا مودودی نے ۱۹۴۱ء میں ایک صالح جماعت بنانے کا اعلان کیا تو میں نے شمولیت کا خط لکھ دیا۔ بھائی عبدالتواب بھی فوراً ہی جماعت سے منسلک ہونے پر آمادہ ہو گئے۔ ہم دونوں اپنی مصروفیات کی بناء پر جماعت کے تاسیسی اجلاس میں شریک نہ ہو سکے۔

ہم لوگ ٹرین میں بھی سفر کرتے تو مولانا مودودی کے پمفلٹ ''اسلامی راستہ'' اور ''شہادت حق'' بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیتے۔ ہندو سکھ بھی سنتے اور کہتے کہ یہ تو آزاد کی تحریر معلوم ہوتی ہے تو میں اُنہیں مؤلف کے بارے میں بتاتا۔ مالیر کوٹلہ میں جماعت کا لٹریچر سکھوں اور ہندوؤں میں خوب پھیلایا، اہلحدیث مخالفت کرتے۔

اب یہاں رشتہ کلام دوبارہ کھنہ بلڈنگ سے جوڑتے ہیں۔

دالگراں چوک کے قریب اس بلڈنگ کی تین منزلیں تھیں۔ نیچے دکانیں اور اوپر کی دو منزلیں رہائشی، چوتھی منزل زیر تعمیر تھی۔ رفیق سفر محمد صدیق (مالک دواخانہ رحمانیہ) تیسری منزل پر ٹھہرے، اُن کا ایک بچہ بیمار تھا، رات کو انتقال کر گیا۔ ہم بالکل نو وارد تھے، صبح کو نہلایا اور کفن پہنایا۔ قبرستان ڈھونڈتے اور دفناتے شام ہو گئی۔ آتے آتے مغرب ہو گئی۔

دو دن یوں گزرے، ۴ مئی کو مرکز جماعت اچھرہ پہنچا، مولانا مودودی کو سفر کا سارا حال سنایا تو افسوس کا اظہار کیا اور مشورہ دیا کہ میں نقی علی صاحب کے ساتھ کمشنر مہاجرین عطاء محمد لغاری کے پاس جاؤں اور اُن سے شکایت کروں۔ میں نے تحریری شکایت لکھی اور آخر میں یہ بھی لکھا کہ جب ہم واہگہ پہنچے تو وہاں سوائے ایک نوجوان کے، پاکستانی حکومت کی طرف سے کوئی استقبال کے لیے بھی نہ تھا۔ تو حضرت پڑھ کر کہنے لگے: ''آپ لوگ سکھوں کے حملے سے کیسے بچ نکلے؟'' کہا: ''اللہ کی ذات نے بچایا ورنہ آپ کا تو کوئی انتظام نہ تھا۔'' باقی لوگوں نے کہا کہ سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے۔ یہ حالات اخبارات میں بھی شائع ہوئے لیکن کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے پوچھا کہ اب کیا پروگرام ہے۔ میں نے کہا میں تو اہلیہ کے علاج کے لیے آیا تھا واپس چلا جاؤں گا۔ مولانا نے مشورہ دیا کہ نہیں، یہیں رہ جاؤ۔

چنانچہ دالگراں کی عارضی رہائش سے اچھرہ کے ایک گھر منتقل ہو گئے جو ایک بریلوی مسجد کے قریب تھا۔ پھر اس مکان میں بھائی مقصود آ گئے اور میں دوسرے مکان میں منتقل ہو گیا۔ اُن کا بڑا لڑکا قمر احمد دق کا بیمار تھا اور اسی بیماری میں انتقال کیا۔ میں نے جماعت کے ہمہ وقتی کارکن کی حیثیت سے کام شروع کر دیا۔

پشاور کا جلسہ عام

۹ مئی کو مولانا مودودی کے ساتھ ہی کار میں پشاور جانا ہوا۔ جہاں جماعت نے قرار دادِ مقاصد کے بارے میں جلسہ عام کا اعلان کیا تھا۔ ہفتے کا دن تھا، اُس دن آندھی اتنی تیز چلی کہ جلسہ ملتوی کرنا پڑا۔ دوسرے دن دو بجے کے قریب جلسہ شروع ہوا۔ پھر آندھی کا طوفان آیا۔ خیمے گرنے لگے لیکن شام تک موسم ٹھنڈا ہو گیا۔ اتوار کی چھٹی کی بناء پر مجمع خوب تھا۔ مولانا مودودی نے دو گھنٹے جم کر تقریر کی۔ حمید نظامی نے جہاد کشمیر کے بارے میں سوال کیا۔ مولانا نے کہا: ہم اقامت دین کا کام رہے ہیں۔ ہمیں ان مسائل میں نہ الجھاؤ۔ نظامی نے بہت اصرار کیا اور یہاں تک کہا کہ قیامت کے روز آپ کا گریبان پکڑوں گا تو مولانا نے کہا کہ اگر قبائلی علاقے کے لوگ جہاد کریں تو ٹھیک ہے لیکن چونکہ ہندوستان سے ہمارے معاہدے ہیں اس لیے پاکستانی فوج کا خفیہ طور پر لڑائی کرنا درست نہیں اور ایسا کرنا جہاد نہیں کہ قرآنی ارشاد ہے: ﴿فَانۢبِذۡ إِلَيۡهِمۡ عَلَىٰ سَوَآءٍۚ﴾ (۸/ الانفال: ۵۸) اگلے دن کا اخبار جلی حروف سے یہ خبر لے کر آ گیا۔ مولانا مودودی کا تازہ فتویٰ! ’’کشمیر کا جہاد حرام ہے‘‘

’’اور جو اس میں مرے گا وہ حرام موت مرے گا‘‘ (یہ فقرہ اپنی طرف سے اضافہ کیا گیا) لاہور واپسی ہوئی۔ شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ (میں اس وقت تک شوریٰ کا رکن نہ تھا) مولانا امین احسن اصلاحی نے خوب تنقید کی اور کہا کہ جب ہم یہ طے کر چکے تھے کہ کشمیر کے بارے میں کچھ نہ کہیں گے تو آپ نے یہ بیان کیسے دے دیا۔ اب ہم بدنام ہو رہے ہیں۔ ارکان جماعت پر تھوکا جا رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مودودی کا قائم کردہ تعلیمی ادارہ

جماعت کی مجلس شوریٰ نے جون یا جولائی ۱۹۴۸ء میں یہ طے کیا تھا کہ ایک ایسی درسگاہ قائم کی جائے جس میں صرف گریجویٹس نوجوانوں کو دینی علوم کی تعلیم دی جائے اور درس نظامی کے فارغین کو انگلش اور جدید علوم سے واقف کروایا جائے۔اس درسگاہ کے لیے بطور مدرس دینی علوم پڑھانے کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی تھی۔اسی غرض کے لیے میں لاہور سے راولپنڈی منتقل ہو گیا تھا۔ میرے علاوہ دوسرے استاذ مولانا عبدالجبار غازی تھے۔ کوہاٹی بازار میں تین منزلہ عمارت ساٹھ روپے ماہوار کرایہ پر لی گئی تھی۔اس عرصہ میں صرف تین طلبہ عرفان غازی، شریف کیانی، چوہدری رحمت الٰہی داخل ہوئے۔ان میں سے کوئی بھی گریجویٹ نہ تھا بلکہ سب انٹر پاس تھے۔

ان میں سے صرف چوہدری صاحب درس گاہ کے ہاسٹل میں مقیم تھے،پچیس روپے ماہانہ طعام کا معاوضہ ادا کرتے تھے۔چوتھے مولوی وصی اللہ صاحب جو درس نظامی کے فارغ تھے۔وہ گڑھی شاہو لاہور سے آئے تھے، وہاں ایک ہائی سکول میں پڑھاتے تھے۔بڑے ذوق وشوق سے وہ آئے تھے لیکن جلد ہی واپس چلے گئے۔ان کے لیے مصارف طعام برداشت کرنے مشکل تھے۔اس عرصہ میں جماعتی حلقوں میں یہ کہا جاتا تھا ''ہم نے کیا سفید ہاتھی باندھ لیا ہے۔اس سے چھٹکارا کیسے حاصل ہوگا۔خرچ زیادہ ہے اور طلبہ صرف تین۔''

یہ اسکیم اس لیے کامیاب نہ ہوسکی کہ طلبہ سے زیادہ تو اسٹاف تھا۔دو مدرس، ایک محاسب، ایک باورچی، ایک خادم، ایک چوکیدار اور ایک صفائی والا۔ہم پہلے قطب الدین روڈ والے مکان پر ٹھہرے جو کہ ایک متروکہ مکان تھا، دوسرا مکان عبدالجبار غازی کی رہائش کے قریب تھا۔نیچے حامد صاحب رہتے تھے۔دورانِ قیام مولانا مسعود عالم ندوی سے خوب تعارف ہوا۔

۲/اکتوبر کو لاہور سے خط ملا کہ مشفق پھوپھی صاحبہ (والدہ عبدالرب) وفات پاگئیں ہیں، بہت صدمہ ہوا۔رات کی گاڑی پکڑی کچھ فوجی ہمسفر تھے، پوچھا کہ مولانا مودودی نے کیا فتویٰ دیا ہے؟ میں نے تفصیل بتائی، دوسرا کہنے لگا۔یہ مودودیہ ہے، غدار ہے، اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پکڑو! میں نے سمجھایا کہ میں تو صرف ناقل ہوں، جس پر یہ لوگ شرمندہ ہوئے۔ پھوپھی مرحومہ کے گھر بھاٹی گیٹ کے قریب پہنچا۔ عبدالرب اور اُن کی بہنیں صفیہ، عطیہ، ذکیہ سب موجود تھیں۔ پردے کے پیچھے سے تعزیت کی۔ پھر مرکز جماعت پہنچا۔ مولانا مودودی گرفتار ہو چکے تھے۔

نعیم صدیقی نے مجھے دیکھ کر کہا۔ مولانا! امارت کی کرسی سنبھالیں، کیونکہ اس جماعت کی امارت پر کسی عالم ہی کو فائز ہونا چاہیے۔ میں نے کہا کہ میں اس کام کے لیے موزوں نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ غازی عبدالجبار کو پیغام بھجوایا جا چکا ہے۔ جب تک وہ آئیں آپ عبوری امیر رہیں۔ جب غازی صاحب تشریف لائے تو کہا کہ میں تمہیں تو نہ جانے دوں گا۔ دونوں مل کر کام چلائیں گے۔ میں انتظامی امور سنبھالتا ہوں۔ آپ دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔ کچھ عرصہ بعد غازی صاحب استعفیٰ دے کر چلے گئے تو دوبارہ پھر عبوری امارت کا سلسلہ جاری رہا۔

اقامت شاہ جمال والے مکان میں تھی۔ کوٹھی میں طفیل صاحب اور عبدالوحید صاحب تھے، کوارٹر میں نعیم صدیقی تھے، مختار سلیم ساتھ والی کوٹھی میں تھے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہوئی کہ رمضان کے مہینہ میں نعیم صدیقی نے اصرار کیا کہ میں یہاں تراویح پڑھاؤں۔ میں نے حامی بھر لی اور پھر خیال آیا کہ مسجد قریب ہوتے ہوئے گھر میں فرض نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔ اس لیے میں نے کہا کہ فرض نماز مسجد میں پڑھ لیتے ہیں اور پھر تراویح یہاں پڑھیں گے اور اسی رائے کے بموجب میں مسجد چلا گیا۔ تو نعیم صدیقی ناراض ہو گئے اور سارا انتظام درہم برہم کر دیا۔

پھر غازی صاحب کے ساتھ دورے پر پروگرام بنا۔ کوئٹہ پسنجر سے سکھر کا قصد کیا۔ رات کے ایک بجے خانیوال پہنچے۔ وہاں کرنال (پانی پت) کے لوگ ڈبے میں چڑھ گئے۔ ہم نے اُن کے لہجے میں کہا: ڈھیڈا ہے ڈھیڈا، یعنی ڈیوڑھے کرایہ والا ڈبہ ہے۔ غازی صاحب بھی کرنال کے ہیں۔ انہوں نے آواز لگائی: ''ساڈی گاڑی سر پر اٹھالی''۔ سکھر سے کراچی بھی جانا ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ شوریٰ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ غازی صاحب نے بتایا کہ مولانا مودودی نے جیل سے خط لکھا ہے کہ بیگم لیاقت علی خان امریکہ گئی ہے۔ وہاں بے پردہ پھر رہی ہے اور مردوں سے مصافحہ کر رہی ہے۔ اس کی فوٹو کی تشہیر کرو، مسعود عالم ندوی نے اپنے خاص انداز میں کہا۔ بالکل نہیں یہ کیا بات ہوئی! مولانا کا ذکر آیا ہے تو اُن کی ایک دو باتیں اور ذکر کردوں۔

کہنے لگے: میں صرف الکفایہ (تصنیف الخطیب بغدادی) کے ذریعہ منکرین سنت کو شکست دے دوں گا۔ ایک دفعہ کہا: مولانا مودودی کچھ نہیں، مولانا سلیمان ندوی اپنے ساتھیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔

لیکن حاشا اُن کی اس بات سے کہ مولانا کی تنقیص کا کوئی پہلو نکالا جائے۔ وہ مولانا سے بہت ادب سے بات کرتے تھے بلکہ ہاتھ جوڑ کر بھی!

غازی صاحب تربیتی پروگراموں کے حامی تھے۔ مولانا مودودی الیکشن کی جدوجہد کے قائل تھے۔ جیل سے ڈانٹا کہ غازی صاحب آپ کیا کر رہے ہیں۔ جماعت کی پالیسی بدل رہے ہیں۔

ایک دفعہ سرحدی علاقہ کے ایک گل صاحب مرکز میں آئے۔ دیکھا کہ ٹھنڈے پانی کی بوتلیں چل رہی ہیں۔ افسوس سے کہا: کہ یہ کیا ہو رہا ہے! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کسی نے کہا: آپ مرکز کے قریب کیوں نہیں آجاتے؟ کہا کہ میں دور ہی رہوں تو اچھا ہے قریب آؤں گا تو اور کڑھوں گا۔

ایک دفعہ غلام رسول مہر ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

۲۹ مئی ۵۰ کو صبح کے وقت مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم، مولانا امین احسن اصلاحی اور میاں طفیل محمد پہلی نظر بندی کے بعد رہا ہو کر آئے تو اس وقت جماعت اسلامی پاکستان کی امارت کی ذمہ داری میرے ناتواں کندھوں پر تھی۔ رات کے وقت معلوم ہوا کہ صبح سویرے کوئٹہ ایکسپریس کے ذریعے یہ تینوں حضرات ملتان جیل سے رہا ہو کر تشریف لا رہے ہیں۔ میں جماعت کے مزاج کے مطابق نظم وضبط کے ساتھ جماعت کے ارکان اور معاونین کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ لے کر اسٹیشن پہنچ گیا۔ سب حاضرین کی صف بندی کر دی گئی۔ اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ استقبال کرنے والوں میں سے کوئی فرد بھی گاڑی کے قریب نہ جائے بلکہ جب گاڑی اسٹیشن پر رک جائے گی تو خود مولانا اور ان کے رفقاء تمام کارکنوں سے ان کی جگہ مصافحہ کریں گے۔ یہ حکم سب کے لیے تھا، ظاہر بات ہے کہ شہر کے تمام عمائدین بھی اس کے مخاطب تھے۔

مولانا مودودی کے آنے سے پہلے مرحوم مولانا داؤد غزنوی میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے میرے کان میں فرمایا کہ مجھے ضروری کام ہے میں جلدی جانا چاہتا ہوں اس لیے مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں مولانا مودودی سے گاڑی اترتے ہی ملاقات کر لوں اور ضابطے کی پابندی کی گئی تو تاخیر ہو جائے گی میں نے بخوشی اجازت دے دی اور ساتھ ہی مجھے ندامت محسوس ہوئی کہ اتنے بڑے بزرگ و عالم جو میرے والد کے برابر ہیں مجھ سے اجازت طلب کر رہے ہیں۔ اس موقعہ پر ایک لمبے چوڑے نوجوان میرے سامنے آئے اور انہوں نے اصرار کیا کہ ”جب ٹرین پلیٹ فارم پر پہنچے گی تو اس موقعہ پر خوشی کے اظہار کے لیے نعرہ لگانے کی اجازت دی جائے۔“ میں نے ان سے گزارش کی کہ ”نعرہ بازی جماعت کے مزاج کے خلاف ہے“ اس لیے آپ کو کسی بھی قسم کا نعرہ لگانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ وہ بار بار اصرار کرتے رہے کہ کم سے کم ایک نعرہ ضرور لگانے کی اجازت دی جائے۔ اس پر میں نے تنگ آ کر کہا کہ کونسا نعرہ؟ انہوں نے جواب دیا: نعرہ تکبیر۔ میں نے جواب میں عرض کیا اگرچہ یہ مطالبہ جماعت کی روایات کے خلاف ہے اور اس کے مزاج کے یکسر منافی ہے۔ لیکن آپ کے شدید اصرار کی بناء پر صرف ایک بار نعرہ تکبیر لگانے کی اجازت دیتا ہوں، اس شرط پر کہ کوئی دوسرا نعرہ ”زندہ باد“ وغیرہ نہ لگایا جائے۔

جب کوئٹہ ایکسپریس پلیٹ فارم پر پہنچی تو اس سرخ سفید، بلند قامت نوجوان نے زور سے نعرہ تکبیر لگایا جس کے جواب میں استقبالی کارکنوں نے زوردار انداز میں جواب دیا ”اللہ اکبر“ اس نعرہ سے اسٹیشن کی پوری فضا گونج اٹھی اور مسافروں میں ایک ہلچل مچ گئی۔

مولانا محترم مرحوم جب خیریت کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے تو انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض کارکنوں سے پوچھا ''یہ نعرہ کس نے لگوایا تھا؟''

جواب میں میرا نام پیش کیا گیا۔ مولانا مرحوم نے ازراہِ مروت براہِ راست مجھ سے دریافت کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ مولانا کے سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک نعرہ تکبیر لگانا بھی مولانا کو ناگوار گزرا۔

ایک وہ زمانہ تھا اور ایک اب کے حالات ہیں کہ سارا دارومدار نعروں پر ہی ہے۔ ایک نعرہ نہیں بلکہ بیسیوں قسم کے نعرے۔

''بایں تفاوت از کجا تا بکجا''

(واضح رہے یہ نعرہ لگانے والے نوجوان محمد یوسف صاحب ہیں یعنی امریکن نومسلم مریم جمیلہ کے شوہر)

اس عرصہ میں میرے ہاں دو بچے پیدا ہوئے جو جانبر نہ رہ سکے۔ شاہ عالمی گیٹ کے مکان میں تھا جہاں بیٹے عمار کی پیدائش اور وفات ہوئی۔ بچی فرحت کی پیدائش پر اہلیہ کو میو ہسپتال میں داخل کروانا پڑا۔ ڈاکٹر بلوچ کا علاج ہوتا رہا وہ مجھے عبدالکٹار کہہ کر پکار رہا تھا۔ یہاں بغیر سفارش کے کوئی کام مشکل سے ہوتا تھا۔

سیالکوٹ کا قیام

یہ ۵۰ء کا آخر تھا یا ۵۱ء کا اوائل، مولانا رہا ہو کر آ چکے تھے۔ میں ترجمان القرآن میں استفسارات کے جوابات لکھا کرتا تھا۔ اہل قصور نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی لیکن احباب سیالکوٹ کا اصرار غالب رہا اور یوں میں سیالکوٹ منتقل ہو گیا جہاں اگلے پانچ سال کا قیام مقدر ہو گیا۔

جماعت کی حلقہ جاتی تقسیم کے مطابق اس وقت اضلاع سیالکوٹ، گجرات اور گوجرانوالہ کے امیر مولانا مسعود عالم ندوی تھے، میں قیم حلقہ ٹھہرا لیکن ایک سال کے بعد جب وہ راولپنڈی منتقل ہو گئے تو امارت بھی مجھے سپرد کر دی گئی۔ میں پندرہ دن شہر میں رہتا اور مہینے کے باقی پندرہ دن قصبات کے دورے کرتا۔ گوجرانوالہ میں اجتماع میں جماعت کی غرض و غایت پر تقریر کی، مولوی محمد چراغ اور میاں طفیل محمد موجود تھے۔ انہوں نے میری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریر کی تحسین کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: ''آج آپ نے ایسی تقریر کی ہے کہ گویا آپ نے جماعت کا مزاج ہضم کرلیا ہے۔''

سیالکوٹ میں تعلیم بالغاں کا سلسلہ شروع کیا۔ وہاں کے اہلحدیث حضرات نے تعاون نہیں کیا۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی سے ملاقات ہوئی ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ کیا ہم یہاں تبلیغ نہیں کررہے۔ بہر حال احترام کرتے تھے اور اپنی تقریروں میں جد محترم کا ذکر کیا کرتے تھے۔ مسلم لیگی ہونے کی بنا پر جماعت کے حریف تھے۔ حافظ شریف اور حکیم محمد صادق صاحب جماعت کے مخالف تھے۔ میں شہابیہ مدرسہ میں جسے مولانا محمد علی کاندھلوی چلا رہے تھے، تراویح پڑھ کر آتا تھا تو یہ بات اہل حدیثوں کے لیے اور ناراضگی کا باعث بنی۔

سیالکوٹ جاتے ہی پہلے مبارک پورہ میں قیام رہا۔ وہاں کی مسجد جامعہ اُزھر کے قریب تھی۔ مکان کے نچلے حصے میں عابد حسین رہتے تھے، مالک مکان بڑا خناس تھا۔ کسی نے اُس کے کان میں یہ بات ڈالدی کہ بچوں کی ماں کوٹی بی ہے تو ہمیں کہا کہ مکان چھوڑ دو۔ جب میری گرفتاری کا واقعہ پیش آیا (تذکرہ آگے آرہا ہے) تو پولیس پہلے رات کے تین بجے پہلے عابد حسین ہی کے پاس گئی تھی تو اس نے بتایا کہ چھ ماہ قبل یہاں سے جاچکے ہیں، پھر وہ قیم جماعت، مکتبہ فروغ اردو کے مالک حسین کے گھر گئی تو وہ کوئی چار بجے کے قریب اُنہیں میرے گھر تک لائے یہ کوئی مارچ کا واقعہ ہے۔

کشمیری کمہاراں کے محلّہ کی ایک مسجد میں خطبہ دیتا رہا۔

۵۱ء کے صوبائی انتخابات

مولانا مودودی نے ۱۵ء کے صوبائی انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا سارے صوبہ میں کوئی ترپّن افراد جماعت کی طرف سے کھڑے کیے گئے۔ صوبے کی گیارہ سیٹوں میں سے آٹھ پر جماعت نے مقابلہ کیا ایک حلقہ سے ماسٹر محمد حسین کو کھڑا کیا گیا۔

مولانا مودودی سیالکوٹ کے دورہ پر آئے، میرے ہاں کھانا تناول کیا۔ جناح لیگ کے لیڈر ملنے کے لیے آئے اور کہا یا تو آپ کسی معروف ہستی کو کھڑا کریں یا پھر اپنا امیدوار بٹھالیں اور ہمیں اپنا امیدوار کھڑا کرنے دیں۔ مولانا نے کہا کہ ہمارا امیدوار تو پنچائتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیدوار ہے جسے بٹھایا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ جناح لیگ کے ممدوٹ نے دو سیٹوں سے انتخاب لڑا، لاہور اور سیالکوٹ سے جہاں خواجہ صفدر اور ماسٹر محمد حسین بالمقابل تھے۔ ہمارے امیدواروں میں سے سوائے دو کے سب کی ضمانتیں ضبط ہوئیں۔ ممدوٹ کو بیس ہزار، خواجہ سرفراز کو تیرہ ہزار اور ماسٹر محمد حسین کو گیارہ سو ووٹ ملے۔

جماعت کا خیال تھا کہ اگر اپنی حکومت نہ بھی بنی تو ایک مضبوط حزب مخالف ضرور بن جائے گی۔ لیکن جماعت کی طرف سے صرف ایک اہلحدیث امیدوار مولانا محی الدین لکھوی قصوری اپنی ذاتی مقبولیت کی بنا پر کامیاب ہو سکے۔ اُن کی کامیابی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس وقت ہر شخص کے دو ووٹ تھے ایک مقیم کا اور ایک مہاجر کا۔ لوگوں نے کہا ایک رحمان کو دیدو اور ایک شیطان کو، اس طرح افتخار الدین (کمیونسٹ) بھی کامیاب ہو سکا تھا۔ انہیں ایک مرتبہ عبدالباری کی حمایت میں اثر انداز ہونے کے لیے اسمبلی میں لایا جانا ضروری تھا۔ اس لیے میں اور فقیر محمد صاحب اس مہم پر روانہ ہوئے۔ چونیاں تک بس میں اور پھر راجووال گئے۔ وہاں سے چند میل کھیتوں میں پیدل چل کر ایک چھپر والی مسجد میں پہنچے جہاں مولانا محی الدین مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے صورتحال کی نزاکت اُن کے گوش گزار کی اور چلنے پر آمادہ کیا۔ کھانا کھانے کے بعد واپسی ہوئی، سواری کے لیے گھوڑے لائے گئے۔ میں نے کہا: میں نے تو کبھی گھوڑے پر سفر نہیں کیا، اس لیے میرے لیے ایک گھوڑی کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ گھوڑی لائی گئی اور ہم تینوں شہسوار اگلے قصبہ میں پہنچے جہاں مولانا کے مریدوں نے اُن کا استقبال کیا۔ بالآخر لاہور پہنچے۔ قصوری صاحب نے کہا: میں اس خیال سے اسمبلی کی شرکت پر آمادہ ہو گیا کہ وہاں نصر اللہ خان عزیز، نعیم صدیقی اور دوسرے عمائدین موجود ہوں گے۔ میں تو صرف ان کی تائید کرتا رہوں گا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ ساری ذمہ داری مجھ پر پڑ جائے گی۔ چنانچہ قصوری صاحب ایک دو اجلاسوں کے بعد دوبارہ اسمبلی نہیں گئے۔

۵۱ء کے رمضان کا چاند طلوع ہوا جب میرے ہاں چوتھے بیٹے سہیل کی پیدائش ہوئی۔ اہلیہ کی کمزور طبیعت کو دیکھتے ہوئے لاہور کے ایک زچہ بچہ ہسپتال کا رُخ کیا جو ڈاکٹر محمد نسیم (حال برمنگھم، برطانیہ) کی والدہ کے زیر انتظام تھا۔ ان کے والد عبدالعظیم گڑھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہوپے جماعت کے رکن تھے۔ ہمارا اپنا قیام اہلیہ کی ایک رشتہ دار خاتون (زاہدہ زوجہ تفخر) کے ہاں تھا۔

مشرقی پاکستان کا سفر

۵۲ء میں جماعت کی دعوت کو متعارف کرانے کے لیے جماعت نے ایک شش رکنی وفد مشرقی پاکستان بھیجنے کا ارادہ کیا، میں امیر قافلہ بنایا گیا، وفد میں نصراللہ خان عزیز، محمد باقر خان، عبدالعزیز خان شرقی (ملتان سے)، سردار علی خان (پشاور سے) اور چوہدری علی احمد خان (گوجرانوالہ سے، عاصم الحداد کے خسر) شامل تھے۔ یہ سال مصر کے عبدالقادر عودہ کی شہادت کا سال شمار ہوتا ہے۔

ڈکوٹا جہاز میں سوار ہوئے، گویا بس کی سواری تھی، خوب ہچکولے لگ رہے تھے، باندھنے کو بیلٹ تک نہ تھی۔ دہلی میں اترے، شاندار ہوائی اڈہ دیکھا۔ لوگ استقبال کے لیے آئے تھے، وہاں سے پھر اُڑان ہوئی اور رات کو ڈھاکہ پہنچے۔ بجلی، آندھی اور بارش نے استقبال کیا۔

تین تین کا گروپ بن گیا۔ میرے ساتھ دونوں خوانین تھے، ہم نرائن گنج، بوگرہ، باریسال، کشتیا، میمن سنگھ گئے۔ دوسرا گروپ سلہٹ اور چٹا گانگ کی طرف روانہ ہو گیا۔ غالباً باریسال کا واقعہ ہے ہم ریل سے آدھی رات ایک جگہ پہنچے، وہاں چلتے چلتے راستہ بھول گئے، غلطی سے ایک گلی میں گھس گئے۔ آواز آئی: خبردار، مت آؤ، یہاں خزانہ ہے، ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو گولی ماردی جائے گی، ہم اُلٹے پاؤں بھاگے۔

مشرقی پاکستان کی زمین کا کیا کہنا، ہر طرف سبزہ، پانی، ناریل اور پٹ سن کے درخت، نوگاؤں کے ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے، سی آئی ڈی کا آدمی ہمارے ساتھ چپکا رہتا تھا۔ باریسال کی تقریر کا عنوان تھا۔ ''جماعت اسلامی، کیا، کیوں، کیسے چاہتی ہے؟'' ہر پندرہ منٹ بعد عبدالرحیم بنگالی مقامی زبان میں تقریر کا ترجمہ کرتے (وہ بھی جماعت سے بالآخر علیحدہ ہو گئے تھے) ڈیڑھ گھنٹہ لوگ خاموشی سے تقریر سنتے رہے۔

بھائی عبدالتواب کلکتہ سے ملنے کے لیے آئے، میمن سنگھ میں اُن کے بیٹے بھائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالخالق کے مکان پر ٹھہرے، غیر شادی شدہ تھے، کسب معاش کی تگ و دو میں لگے ہوئے تھے۔ واپس ڈھاکہ آئے۔ جمعہ کا دن تھا، میری ڈیوٹی مسجد اہل حدیث بنگال میں لگائی گئی۔ جہاں میرے استاد مولانا عبداللہ ندوی خطیب تھے، ہم دیر سے پہنچے تو جمعہ کے بعد خطاب کا موقع ملا۔ مولانا نے فخریہ انداز میں کہا: دیکھو میں نے کیسے تیار کیا ہے! شرقی صاحب دوسری مسجد میں گئے۔ خوب اشعار پڑھے، لوگ سر ہلاتے رہے، تقریر کے بعد ایک بوڑھا آدمی آیا اور کہا: ''بوزے نہ'' دوسرا تیسرا سب یہی کہہ رہے ہیں۔ بوزے نہ (یعنی بوجھے نہ: سمجھ میں نہیں آیا) شرقی صاحب بہت محظوظ ہوئے۔ آخر عمر میں مدینہ منورہ منتقل ہو گئے تھے۔

ڈھاکہ کے عام جلسہ میں تقریر کی جس کا ذکر اخباروں میں بھی آیا۔ چوہدری علی احمد خان نے بوگرہ میں انگریزی میں تقریر کی۔ ایک بریلوی کہنے لگا کہ وہابی بڑے گستاخ ہوتے ہیں تو چوہدری صاحب نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: دیکھا! کیسا مزا آرہا ہے۔ پٹنہ نہ جا سکے، وہاں مولانا عبداللہ تھے۔ ریل، اسٹیمر اور بس کا سفر رہا۔

وہاں ایک ماہ رہے، واپسی میں ارادہ کر لیا کہ ڈکوٹا سے نہیں جائیں گے چنانچہ ایک دوسری فلائٹ کا ٹکٹ خریدا۔ صبح چھ بجے ائیر پورٹ پہنچ گئے، جہاز فضا میں ایک چکر لگانے کے بعد دوبارہ زمین پر اتر آیا۔ آٹھ بجے دوبارہ بلایا گیا۔ اُس کے وھیل لاک نہیں ہو رہے تھے، بہر حال چار گھنٹے کی پرواز کے بعد لاہور کی حدود میں تھے، یہاں وہ فضاء میں پندرہ منٹ منڈلاتا رہا، وھیل دوبارہ لاک نہیں ہو رہے تھے، ایک دفعہ زور سے نیچے آیا، زمین کو ٹچ کیا اور دوبارہ فضا میں بلند ہو گیا۔ وھیل ایک مرتبہ باہر نکل آئیں تو اُنہیں لاک ہو جانا چاہیے تاکہ دوبارہ اندر نہ چلے جائیں۔ بہر صورت دوسری کوشش کامیاب رہی، ائیر پورٹ کا فائر بریگیڈ مستعد کھڑا تھا۔ سوا بارہ بجے جہاز بحفاظت اتر گیا۔

سنت یوسفی

۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے موقع پر حکومت نے جماعت کی مجلس شوریٰ کے تمام افراد کو گرفتار کر لیا۔ مجھے گرفتاری کے موقع پر کہا گیا کہ آپ اوپر جائیں اور سامان لے آئیں، لیکن میں اس خیال سے کہ اہلیہ پر رقت طاری ہو گی، اوپر نہ گیا، نیچے ہی سے اللہ حافظ کہہ کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رخصت ہوا۔ جیپ میں سوار ہو کر تھوڑی دور گئے ہوں گے تو پولیس انسپکٹر نے کہا کہ ہم اپنی فائل تو آپ کے گھر ہی بھول آئیں ہیں، اس لیے واپس آئے اور فائل قبضہ میں کی۔

پہلے سیالکوٹ قلعہ میں لے گئے اور پھر ڈسٹرکٹ جیل میں ایک ماہ رکھا، وہاں ایک دن جماعت کے احباب میں سے قاضی حفیظ اللہ کے بھائی بلائے گئے جو فوٹو گرافر تھے۔ اُنہوں نے فوٹو لیے۔ ایک فوٹو میرے گھر لا کر بھی دیا اور کہا کہ غالباً کہیں اور لیجانے کا ارادہ ہے اس لیے فوٹو لیے گئے ہیں اور یہی ہوا، ہمیں ملتان لیجایا جا رہا تھا، جس دن ٹرین سے ملتان روانگی تھی، لوگوں کو اطلاع ہوگئی اور قیدیوں کے رشتے دار اسٹیشن پہنچ گئے۔

ایک احراری مولوی کی والدہ اپنے بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر وہیں بے ہوش ہوگئیں۔ گاڑی ملتان پہنچی۔ احراری اور دوسرے علماء اس خیال میں تھے اسٹیشن پر خوب لوگ ہمارے استقبال کے لیے موجود ہوں گے، لیکن وہاں سوائے جماعت اسلامی کے ارکان و رفقاء کے اور کوئی نہ تھا، سیالکوٹ کے احباب نے ملتانی احباب کو اطلاع دے دی تھی۔

اسٹیشن پر اُترے تو جماعت کے امیر نے پولیس انسپکٹر سے کہا کہ لوگ تھکے ہارے آئے ہیں، کیا انہیں چائے نہ پلا دی جائے، اس نے اجازت دے دی تو سب علماء کی تواضع چائے اور بسکٹ سے کی گئی۔

مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی، تھانیدار سے اجازت مانگی تو کہنے لگا، سامنے میدان ہے، وہاں چلے جاؤ، جس پر ایک رفیق نے اُسے ڈانٹا کہ جب اسٹیشن پر بیت الخلاء موجود ہے تو پھر میدان میں جانے کی کیا تک ہے۔ چنانچہ اُسے اجازت دینا پڑی۔ چونکہ ہتھکڑی میں دو دو افراد بندھے ہوئے تھے، اس لیے میرے ساتھ میرا ساتھی بھی لایا گیا۔ پولیس افسر باہر کھڑا رہا۔ اتفاق سے میں نے ہتھکڑی کو ٹٹولا تو ہاتھ آسانی سے باہر نکل آیا چنانچہ میرا ساتھی دروازہ کے باہر کھڑا رہا اور میں تنہا بیت الخلاء جا سکا۔ پولیس آفیسر بیرونی دروازہ کے باہر تھا۔ فراغت کے بعد دوبارہ ہتھکڑی پہن لی۔

جیل میں ''C'' کلاس ملی۔ وہاں پر مسجد کا ایک چھپر تھا جس پر دیوبندی اور اہلحدیث حضرات نے قبضہ کر لیا۔ بریلوی تھوڑی تعداد میں تھے، انہوں نے نماز کے لیے ایک دوسری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ پسند کر لی۔

مارچ کا مہینہ تھا اور رمضان کی آمد آمد تھی۔ بریلوی حضرات نے کہا: یہ دونوں دیوبندی اور اہل حدیث اکٹھے تو ہو گئے ہیں، اب رمضان میں تراویح کے موقع پر دیکھنا کہ کیسے پھوٹ پڑے گی۔ لیکن ان کی آرزو دھری کی دھری رہ گئی۔ اہل حدیثوں کی طرف سے مولانا اسماعیل سلفی نے دیوبندیوں سے کہا کہ امام آپ کا، آپ صرف آٹھ رکعات میں پورا پارہ یا سوا پارہ پڑھ دیں تاکہ ہم سارا قرآن سن سکیں۔ آپ باقی بارہ رکعات قصار سُوَر کے ساتھ تلاوت کر کے پوری کر لیا کریں۔ دیوبندی حضرات کافی لیت ولعل کے بعد اس حل پر راضی ہو گئے۔

اکثر علماء تین چار ماہ بعد رہا ہو کر جانا شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر محمد نذیر مسلم چار ماہ بعد رہا ہو گئے تھے، ایک پہریدار کے تعاون سے باہر کے خطوط اندر اور ہمارے خطوط کی باہر ترسیل ہو جایا کرتی تھی، ڈاکٹر محمد نذیر نے ایک خط بھیجا جو جیل اتھارٹی کے توسط سے ہمیں ملا۔ پیغام یہ تھا کہ کمپنی قائم ہو چکی ہے۔ جس کے ڈائریکٹر کراچی کے مسٹر سلطان ہیں اور وہی تمام آرڈر لینے اور دینے کے ذمہ دار ہیں۔ یعنی جماعت اسلامی کے عبوری امیر کراچی کے حکیم سلطان احمد ہیں۔ چھ ماہ تک تقریباً سبھی لوگ رہا ہو گئے تھے۔

جیل کا ایک واقعہ [1]

ملتان جیل میں جب کبھی گورنر جیل کا دورہ ہوتا تو تمام قیدیوں کو حکم تھا کہ وہ اپنا سامان ٹھیک ٹھاک رکھ کے اپنے زمینی بستر پر دروازہ کی طرف منہ کر کے باادب بیٹھے رہیں۔ جب

---

[1] والد صاحب اپنے ایک مکتوب میں جیل کے حالات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلے میں گیارہ ماہ جیل میں رہا ہوں (یعنی ایک ماہ سیالکوٹ جیل میں اور دس ماہ ملتان جیل میں بسر ہوئے) میرے ساتھ جیل میں مولانا محمد علی مظفری (ڈسکہ ضلع سیالکوٹ تھے)۔" جیل میں عام حالات یہ تھے:

"کھانے میں چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ دلیہ ملتا تھا اس میں کنکر روڑے سب شامل ہوتے تھے اور دوپہر کو روٹی سالن ملتا تھا۔ اس میں ملاوٹ ہوتی تھی۔ سالن میں گوبھی کی ڈنٹھل بھی ہوتی تھی۔ ملتان جیل میں اور بھی کئی اہل علم محبوس تھے یعنی مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ صاحب (گوجرانوالہ) اور مولانا ابوالحسن محمد یحییٰ حافظ آبادیؒ اور مولانا فقیر صاحب تھے۔ ملتان جیل میں ماہِ رمضان گزرا۔ ملتان جیل میں طعام وقیام کا انتظام سیالکوٹ کی جیل سے بہتر تھا۔" (خط بنام ابوفیصل محمد سلیم: الاعتصام: ۱۲ جون ۲۰۰۱ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گورنر میرے سامنے سے گزرا تو میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا کہ کون سی کتاب ہے۔ میں نے جواب دیا: مشکوٰۃ، پھر پوچھا کہ یہ دوسری کتاب کون سی ہے تو میں نے بتایا کہ حجۃ اللہ البالغہ کہنے لگا کہ ہاں یہ بڑی اچھی کتاب ہے اور شاہ ولی اللہ دھلوی کی کتب بہت مفید ہیں۔ پھر پوچھا کہ کوئی شکایت، میں نے کہا کہ ڈاک صحیح طریقہ سے نہیں پہنچ رہی۔ تو اس نے ماتحت کو ہدایات دیں۔

جیل کے رفقاء میں سے مولانا زاہد الرشدی کے والد مولانا سرفراز صفدر، مولانا ابوالحسن محمد یحییٰ حافظ آبادی، شہابیہ کے مولانا محمد علی اور گوجرانوالہ کے مولانا محمد اسماعیل تھے۔

مولانا مودودی کو پھانسی کا حکم دیا جاچکا تھا۔ میں نے خواب دیکھا ایک مکان اونچی اونچی دیواروں والا ہے۔ درمیان میں کنواں نما صحن ہے، دیکھا کہ ایک پرندہ اُڑتا اُڑتا زمین پر آیا اور پھر دوبارہ پرواز کر گیا۔ جس کی تفسیر یہ سامنے آئی کہ یہ پرندہ دام میں نہیں آئے گا۔ بعد میں مولانا مودودی کی رہائی سے اس خواب کی تعبیر تمام ہوئی۔

مجھے وہاں رہتے گیارہ ماہ گزر گئے تو جماعت نے حبس بے جا کے سلسلہ میں پٹیشن پیش کی۔ مقدمہ ہائی کورٹ لاہور میں تھا۔ اس لیے لاہور لیجایا گیا۔ پہلے سنٹرل جیل پہنچے۔ جب جیل کی راہداری سے گزر رہے تھے تو نقی علی صاحب کے کمرہ کے سامنے سے گزرے، وہ لپک کر آئے اور معانقہ کیا پھر اختر علی خان اور مولانا عبدالستار نیازی سے ملاقات ہوئی۔ مولانا مودودی سے معانقہ ہوا۔ اُن کے کمرے کی پچھلی طرف کمرہ ملا جہاں سامان رکھا گیا۔ مولانا نے کہا کہ سامان رکھ کر میرے پاس آؤ۔ مولانا کے کمرے میں چار بستر تھے، میز کرسی تھی، میں نے کہا: آپ لوگ تو ہماری نسبت عیش کر رہے ہیں۔ وہ اس لیے کہ ملتان میں پہلے ''سی'' کلاس تھی پھر ''بی'' میں منتقل کیے گئے۔ مولانا سے رات گئے طویل گفتگو ہوئی۔

اگلے دن پیشی تھی، نقی علی صاحب نے مشورہ دیا کہ اپنا سامان باندھ کر جانا، کیونکہ اگر رہائی ہوگئی تو سامان کی وجہ سے اورتا خیر ہوگی۔

نقی علی صاحب نے کہا: اخبار پڑھ کر کہاں رکھا ہے، میں نے جواب دیا کہ تکیہ کے نیچے۔ تو وہ مسکرائے اور کہا کہ آپ جیل کے آداب سے خوب واقف ہو چکے ہیں۔ واضح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے کہ جیل میں اخبار کی اجازت نہ تھی۔ جو اخبار اسمگل ہو کر آتا تھا وہ چھپا کر پڑھا جاتا تھا۔

عدالت پہنچے، وکیل محمود علی قصوری تھے، مجھ سے کہا کہ جج سے درخواست کیجئے کہ ذرا وقفہ کر دیں۔ میں ایک دوسرا مقدمہ نپٹا کر ابھی آتا ہوں۔

عدالت میں سرکاری وکیل نام چنگیز خان موجود تھا۔ جج ایس اے رحمان تھے، ان سے وقفے کی اجازت چاہی۔ جج نے سرکاری وکیل سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: قانون کے مطابق ایک ماہ کی نظر بندی کے بعد مزید نظر بندی کے احکامات لے لیے گئے تھے لیکن چھ ماہ بعد مزید نظر بندی کے لیے عدالت میں پیش نہیں کیا گیا اور اب گیارہ ماہ گزر چکے ہیں۔ ایس اے رحمان نے تعجب کا اظہار کیا اور زور سے کہا: ''RELEASED'' اور یوں رہائی کا پروانہ مل گیا۔ باہر اہل خانہ، بچے اور جماعت کے لوگ منتظر تھے لیکن سامان کی بازیابی کے لیے دوبارہ سنٹرل جیل جانا پڑا۔ اب چونکہ جیل کے اندر نہ جا سکتے تھے اس لیے سامان کافی تاخیر سے ملا اور بالآخر گھر واپسی ہوئی۔

راقم الحروف کے ماموں کی روایت بابت اسیری

جب ابا جان کی ختم نبوت کے موقع پر گرفتاری کی خبر نانا عبدالرؤف کو ہوئی تو انہوں نے کئی جگہ رابطہ کیا۔ کراچی میں نانا کے بھائی عبدالوکیل کے توسط سے زاہد حسین سے بھی رابطہ کیا جو گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان تھے۔ ایک دفعہ عدالت کی طرف سے دو آدمی گھر آئے اور پوچھا کہ عبدالرؤف کہاں ہیں۔ ماموں نے بتایا کہ وہ ایک گھر میں ٹیوشن پڑھانے کے لیے گئے ہوئے ہیں (وہ مالیر کوٹلہ کے نواب کے بھتیجے کی بچیوں کو پڑھاتے تھے۔) انہوں نے کہا کہ کل عدالت میں آجائیں۔ اگلے دن عدالت گئے تو انہوں نے اُن سے ضمانت کے کاغذات پر دستخط لیے۔

جب ابا جان رہا ہوئے تو انہوں نے والدہ سے ناراضگی کا اظہار کیا کہ تم نے میری رہائی کے لیے سفارش کیوں کرائی کیونکہ میں تو جیل میں اچھا کام کر رہا تھا۔

میں نے ماموں پر حقیقت حال واضح کی کہ ابا جان کی رہائی جسٹس ایس اے رحمان کے سامنے پیش ہونے کے بعد عمل میں آئی تھی کیونکہ پولیس نے چھ ماہ رکھنے کے بعد دوبارہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قید رکھنے کی اجازت نہیں لی تھی اور اسی لیے جج نے فوراً رہائی کے احکامات جاری کر دیئے تھے اور اس وقت جماعت کی طرف سے وکیل محمود علی قصوری بھی غیر حاضر تھے۔

سیالکوٹ کے قیام کا ایک اور واقعہ

گوالمنڈی لاہور میں جلسہ تھا۔ کوثر نیازی کی بھی تقریر تھی، وہ اُس وقت نوخیز نوجوان تھے، غالباً ادیب کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے، تانگے سے اترے اور بے خیالی میں اپنا سوٹ کیس لینا بھول گئے۔ جسے تانگے والے نے عمداً سیٹ کے نیچے چھپا لیا تھا۔ اس سوٹ کیس میں میری کاپیاں، نوٹس، کپڑے سب کچھ تھا۔ مصطفیٰ صادق ان دنوں میونسپلٹی میں ملازم تھے۔ وہ سب تانگہ والوں کے فوٹو لے آئے لیکن اتنے فوٹوؤں میں مجھے اپنا تانگہ والا تلاش کرنا مشکل تھا۔

[سیالکوٹ اور پھر دو سال لاہور کے قیام کے دوران ابا جان نے جماعت کے ارکان کی تربیت کے نقطہ نظر سے ''انتخابِ حدیث'' کا مجموعہ ترتیب دیا، جس میں الأدب المفرد (از امام بخاریؒ) کے طرز پر زندگی کے اجتماعی، معاشرتی اور سیاسی مسائل میں سنت نبوی کی ہدایات کو جمع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ احادیث نے جماعت کے حلقوں میں کافی پذیرائی حاصل کی۔ جماعت اسلامی ہند نے بھی اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع کئے اور جب جماعت نے سندھ کے ایک دور افتادہ مقام منصورہ (ہالہ) میں ایک دارالعلوم بسانے کی ایک اسکیم رکھی تو اس دارالعلوم کے نصاب کی تیاری بھی ابا جان ہی کے سپرد کی گئی۔ (ص ح)]

ایک تعلیمی اسکیم

غالباً ۵۵ء کا واقعہ ہے، ضلع رحیم یار خان سے ایک وفد مرکز جماعت میں آیا۔ جس کے ارکان تھے۔ (۱) محمد اجمل خان صاحب لغاری مرحوم (رحیم یار خان) (۲) حکیم نور الدین صاحب مرحوم (صادق آباد) (۳) محمد امین خان لغاری صاحب (برادر خورد محمد اجمل خان لغاری) (ماچھی گوٹھ) (۴) محمد باقر خان صاحب مرحوم (ملتان) (۵) مولانا عبدالحق صاحب (چاچڑاں) ان کے علاوہ وفد میں ہو سکتا ہے مزید افراد بھی ہوں جن کے نام یاد نہیں ہیں۔

اس وفد کے امیر نے جماعت اسلامی سے گزارش کی کہ ''ہم ایک بڑے مقصد کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔"

محمد امین خان صاحب لغاری اپنی زمین کا بہت بڑا رقبہ (ماچھی گوٹھ میں) وقف کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہاں جماعت کی فکر کے مطابق علماء تیار کرنے کے لیے ایک عظیم الشان دارالعلوم قائم کیا جائے۔

اس پر مولانا نے جواب دیا کہ "یہ بڑا اچھا منصوبہ ہے، اس میں مشورہ کی کیا ضرورت ہے؟" جواب میں امیر وفد نے کہا "اصل بات یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ مرکز جماعت سے دو استاد لیے جائیں، ایک تفسیر کے لیے اور دوسرے حدیث کے لیے۔"

مولانا نے فرمایا "اب یہ معاملہ سادہ نہیں رہا بلکہ بڑا اہم مطالبہ سامنے آیا ہے اس لیے آج کسی وقت مجلس مشاورت منعقد کر لی جائے تاکہ یکسوئی کے ساتھ اس مطالبہ کے بارے میں فیصلہ کر لیا جائے۔"

مولانا کے خاص کمرے میں ایک فرشی نشست زیر صدارت مولانا مودودی مرحوم ہوئی جس میں مرکز اور مقامی جماعت لاہور کے ارکان شوریٰ نے شرکت کی جن کے نام یہ ہیں۔ ① جناب نصر اللہ خان صاحب عزیز مرحوم امیر جماعت اسلامی لاہور مدیر تسنیم ② میاں طفیل محمد صاحب قیم جماعت اسلامی پاکستان ③ مولانا امین اصلاحی صاحب رکن مرکزی مجلس شوریٰ پاکستان ④ جناب نعیم صدیقی صاحب رکن مجلس شوریٰ ⑤ میں، رکن مجلس شوریٰ۔ ان کے علاوہ جو حضرات شامل ہوئے ان کے نام یاد نہیں۔

یہ مجلس مشاورت صبح دس بجے شروع ہوئی اور دو بجے تک جاری رہی۔ چار گھنٹے کے زوردار بحث و مباحثہ کے باوجود کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ بعض ارکان مشاورت اس تجویز کے حق میں تھے اور بعض کو اس سے شدید اختلاف تھا۔ شدید اختلاف کرنے والوں میں سے زیادہ زوردار گفتگو جناب نعیم صدیقی صاحب نے کی۔ ان کا کہنا تھا کہ جماعت اسلامی دارالعلوم اور یونیورسٹیاں قائم کرنے کے لیے وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ یہ سب تعلیمی ادارے حصول اقتدار کے بعد اس کے قبضے میں آ جائیں گے، لہٰذا اپنے ذمہ دار ارکان کو دارالعلوم سے وابستہ کرنا قطعاً غیر مناسب ہے بلکہ تحریک اسلامی کے لیے سخت مضر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب مولانا مرحوم نے دیکھا کوئی فیصلہ نہیں ہو پا رہا ہے تو آخر میں انہوں نے فرمایا ''ووٹنگ ہو جائے تا کہ مجلس مشاورت کسی قطعی فیصلہ پر پہنچ سکے۔'' جب رائے شماری ہوئی تو نتیجہ یہ نکلا کہ شرکاء کی ایک تہائی مجلس نے تجویز کی حمایت کی اور ایک تہائی نے مخالفت اور ایک تہائی غیر جانبدار رہی۔ مولانا مرحوم صدر مجلس نے فرمایا ''یہ نتیجہ تو امید افزا نہیں ہے۔ لٰہذا یہ تجویز ختم کی جاتی ہے۔''

اس فیصلہ سے وفد کے ارکان کو بہت صدمہ پہنچا اور وہ بہت افسردہ نظر آنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر نعیم صاحب نے مولانا مرحوم سے گزارش کی کہ ''اس فیصلہ پر نظر ثانی فرمالیجئے کیونکہ بعض رفقاء بہت زیادہ رنجیدہ نظر آتے ہیں'' اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ''میں یہ علت نہیں پاتا'' یعنی یہ تلون مزاجی درست نہیں ہے کہ کبھی کچھ رائے قائم کی جائے اور کبھی کچھ۔

آخر یہ کونسی عقل مندی ہے کہ چار گھنٹے کی بحث کے بعد پھر رحم دلی کا مظاہرہ کیا جائے۔

افسوس ہے کہ اس مفید تجویز پر عمل نہیں ہوسکا۔ اگر اس وقت مجوزہ دارالعلوم کی بنیاد پڑ جاتی تو علماء کی ایک بڑی جماعت تیار ہو جاتی۔ جو دینی تقاضوں کے ساتھ ساتھ جدید مسائل اور نئے حالات سے باخبر ہوتی۔ لیکن افسوس ہے کہ انقلاب قیادت یا انتخابی سیاست کے چسکے نے اس اہم تعمیری مثبت کام سے باز رکھا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ نہ کوئی اہم تعمیری کام ہوسکا نہ انقلاب قیادت کا تحفہ ملت کو مل سکا بلکہ بحران پر بحران نظر آرہے ہیں اس وقت جماعت حسب ذیل شعر کی مصداق ہے:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

فاعتبروا یا اولی الابصار

دوسری دینی جماعتیں جو انتخابی سیاست میں حصہ لے رہی ہیں ان کا حال بھی پتلا ہے۔ نہ آپس میں اتحاد ہے نہ کوئی ٹھوس نصب العین اور طریقہ کار سامنے ہے۔ ایک ہی مسلک کے افراد کئی گروپوں اور دھڑوں میں بٹ گئے ہیں۔ اس وقت ضرورت اس بات کی تھی کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی جماعتیں انتخابی سیاست سے بالاتر ہو کر فکری اور اخلاقی اصلاح کے لیے کمر بستہ ہو جائیں اور مخلصانہ دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ عوام میں اسلامی شعور پیدا کیا جائے۔

اب حال یہ ہے کہ جماعت کے مرکز منصورہ لاہور میں ایک عرصہ سے دارالعلوم قائم ہو چکا ہے اور اس سے تعاون کے لیے ہفت روزہ تکبیر مورخہ ۳ر جون ۱۹۹۳ء میں زوردار اپیل شائع ہوئی ہے اور یہ اپیل صرف مرکزی دارالعلوم کے لیے نہیں ہے بلکہ پورے پاکستان میں پھیلی ہوئی شاخوں کے لیے بھی ہے۔

اگر محمد اجمل خان صاحب لغاری زندہ ہوتے تو شاید ان کی زبان پر یہ شعر ہوتا!

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

جناب نعیم صاحب آج کل جماعت کے توسیعی منصوبہ کے خلاف ''ہفت رنگ'' میں بہت کچھ لکھ رہے ہیں۔ وہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں کی روشنی میں اس کو غلط قرار دے رہے ہیں، حالانکہ ۵۱ء میں جماعت اسلامی نے الیکشن میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ الیکشن میں کامیابی عوامی مقبولیت کے بغیر نہیں ہو سکتی لہٰذا ضروری تھا کہ جماعت کی پالیسی میں وسعت پیدا کی جائے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ بانی جماعت اور میاں طفیل محمد کے زمانہ امارت میں عوامی مقبولیت کی رفتار مال گاڑی یا پسنجر ٹرین کی طرح تھی، موجودہ امیر جماعت نے یہ جرم کیا ہے کہ اس کی رفتار کو ''تیز گام'' بنا دیا ہے۔

شخصی عقیدت میں غلو کا نتیجہ ہے کہ بانی جماعت کے طرز عمل کو غلطی سے پاک قرار دے دیا گیا ہے، حالانکہ خود ان کے زمانہ میں خود ان کی صدارت میں الیکشن میں شرکت کے لیے فیصلے کئے گئے اور انقلاب قیادت کا نعرہ لگایا گیا۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ۵۱ء تک مولانا مرحوم جمہوریت کے خلاف تھے لیکن اس کے بعد جمہوریت کی حمایت میں ان کی تحریریں منظر عام پر آئیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''اسلام کا نظریہ سیاسی'' (ص ۴۳ مع حاشیہ ص ۴۶)

جناب نعیم صدیقی صاحب نے ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور میں کچھ عرصہ ہوا ایک نظم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائع کی تھی، یعنی قاضی صاحب مخاطب تھے۔ لیکن اب اتنا بڑا سانحہ گزر گیا کہ جو جماعت دارالعلوموں اور یونیورسٹیوں پر قبضہ کرنے اٹھی تھی وہ خود دارالعلوم قائم کرنے بیٹھ گئی۔ اس عظیم سانحہ پر کوئی نظم بنام ''دلبر'' منظر عام پر نہ آسکی آخر اس کی وجہ؟

اس نظم میں ایک مصرعہ ہے۔

''کہیں تدبر کے تخت طاؤس پر، مسلط کوئی غبی ہے''

اس میں صاف اشارہ ہے کہ جماعت کو موجودہ قیادت کی پالیسی کو غبابت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیا یہ جماعت سے کھلی بغاوت نہیں ہے؟ اس موقع پر محترم قاضی صاحب نے نہ تو ان پر دھڑے بندی کا الزام لگایا نہ ہوس اقتدار کا اور نہ نادانستہ سازش کا بلکہ صبر و اعراض کی راہ اختیار کی ہے تاکہ جماعت میں کوئی نیا بحران نہ پیدا ہو۔ جماعتی نظم کا تقاضہ تو تھا کہ نعیم صاحب اپنے اختلاف کو مرکزی شوریٰ میں پیش کرتے یا اجتماعی ارکان میں موجودہ پالیسی کے خلاف کھل کر بولتے۔

نعیم صاحب خوش قسمت ہیں کہ اس خلاف ورزی کے باوجود جماعت کی قیادت ان کو برداشت کر رہی ہے۔ یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ جماعت کا نظم اتنا ڈھیلا ہو گیا ہے کہ اب تک اس خلاف ورزی پر کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جماعت اپنے ابتدائی دور کے مزاج سے بہت دور جاچکی ہے۔

نظامت تربیت گاہ

۵۵ء میں مجھے جماعت کی طرف سے ناظم تربیت گاہ (تمام پاکستان کے لیے) بنا دیا گیا۔ مرکزی تربیت گاہ لاہور بنی تو مجھے سیالکوٹ چھوڑنا پڑا۔ فتحیہ کواٹرز، اچھرہ میں اقامت دستیاب ہوئی۔ یہاں احمد یار خان ہمارے پڑوسی تھے۔ بہت ہی خوش مزاج، بااخلاق، ملنسار اور علمی ذوق سے بھرپور تھے۔ قرآنی رسم الخط اور اعراب سے خاص شغف تھا۔ قرآن مجید سے گہرے تعلق کی بناء پر انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام بھی قرآن سے اخذ کیے تھے۔ ایک بیٹے کا نام ''ذوالقرنین'' اور دوسرے بیٹے کا نام ''نعم العبد'' رکھا تھا۔ ام صہیب حسن اور والدہ ذوالقرنین میں زیادہ گہرے روابط تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تربیت گاہوں کے سلسلہ میں سارے پاکستان کے دورے ہوئے، خاص طور پر لاہور، منوڑا (کراچی)، ساہیوال، ملتان، بہاولپور، سکھر، کوئٹہ، کیمبل پور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، راولپنڈی، لائل پور (حالیاً فیصل آباد) اور سرگودھا جانا ہوا۔

تربیت گاہ کا نظام کچھ اس طرح تھا:

صبح فجر سے دو گھنٹہ قبل اُٹھتے تھے، آٹھ رکعت تہجد با جماعت ادا کی جاتی وتر با جماعت نہیں پڑھے جاتے تھے۔ پھر تھوڑے سے وقفہ کے بعد نماز فجر اور آرام۔ آٹھ بجے ناشتہ اور پھر درس حدیث اور پھر مختلف پروگرام بابت لٹریچر جماعت، عام معلومات یا از قبیل سوال جواب ہوتے۔ ظہر کے بعد قیلولہ، مغرب کے بعد عام مطالعہ یا حالات حاضرہ پر تبصرہ کا پروگرام، کبھی جماعت کی کوئی مقتدر شخصیت جیسے مولانا مودودی، مولانا اصلاحی، نعیم صدیقی، علی احمد خان، پروفیسر خورشید احمد کو بلا لیا جاتا۔ ایک دفعہ نعیم صدیقی نے اپنا تعارف یوں کرایا۔ تعلیم نہ ادھر کی نہ اُدھر کی۔

''نیا مدرسہ'' لاہور کی تربیت گاہ میں مولانا مودودی کا درس قرآن تھا اور میرا درس حدیث۔ شرکاء نے کہا کہ مولانا آج ہماری طرف سے دعوت ہے، پوچھا کہ کیا پکایا ہے تو کہنے لگے: مرغ، مولانا نے کہا تو اُس کے مقابلہ میں مجھے ملا لانا پڑے گا۔

حضرو (ضلع اٹک) کی تربیت گاہ میں مولانا مودودی بھی مدعو تھے، وہاں کسی صاحب کے بارے میں مولانا نے پوچھا تو جواب ملا کہ اُن کی شادی ہوگئی ہے۔ اس پر مولانا نے پڑھا: "انا للہ وانا الیہ رجعون" یہ سن کر حاضرین پریشان ہوئے کہ نکاح جیسی سنت کی ادائیگی پر انا للہ پڑھنے کا کیا موقع ہے؟ بعد میں میاں طفیل محمد نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ مولانا کی مراد یہ تھی کہ یہ شخص شادی کے بعد ''اقامت دین'' جیسا کام کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ اس طرح کا اظہار تاسف مولانا نے لاہور میں بھی ایک صاحب کی شادی کی خبر پر کیا تھا۔

تربیت گاہوں کے شاگردوں میں مصطفیٰ صادق، کوثر نیازی، ڈاکٹر انیس احمد، عمر چھاپرا اور محمد میاں شامل ہیں۔ محمد میاں، مولانا یونس قریشی کے صاحبزادے ہیں، اس وقت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چہرے پر داڑھی تھی، میرے پیچھے تہجد کی نماز میں شریک رہے ہیں۔

چند جلسوں کا تذکرہ

مولانا مودودی کی گرفتاری کے بعد کا واقعہ ہے۔موچی دروازہ لاہور میں جلسہ رکھا گیا۔میدان مہاجروں کی اقامت گاہ رہنے کی وجہ سے بہت گندا ہو چکا تھا۔علی احمد خان ناظم جلسہ تھے۔انہوں نے خاکروبوں سے پوچھا کہ میدان صاف کرنے کا کیا لوگے تو کہا: پانچ سو روپے،علی احمد خان نے جماعت کے کارکنوں کو بلایا اور کہا کہ میدان ہم خود صاف کریں گے۔بیلچہ خود ہاتھ میں لیا اور صفائی شروع کر دی۔کسی نے کہا سامنے کی کوٹھی والے آپ کو بلا رہے ہیں۔وہ گئے تو کوٹھی والے نے بلانے والے کو ڈانٹا کہ یہ کس کو بلا لائے ہو، میں نے تو خاکروب کو بلایا تھا۔

میری تقریر ''عورت کے مقام'' پر تھی۔میں بخار سے اٹھا تھا لیکن حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب نے ''دماغ افروز'' کی ایک خوراک دی جس سے دماغ ایسا روشن ہوا کہ جم کر ایک گھنٹہ تقریر کی۔میں نے بیگم لیاقت علی خان کے امریکہ میں اس بیان کا بھی طنزیہ حوالہ دیا کہ غرارہ کے دو پائنچے ہوتے ہیں۔

میری تقریر عشاء کے بعد دس بجے تھی،لوگ اچھی تعداد میں تھے،غازی صاحب اور نعیم صدیقی نے بھی تقریر کی۔قاضی احسان احمد شجاع آبادی (شاگرد رشید عطاء اللہ شاہ بخاری) بھی موجود تھے۔

موچی دروازے کے ایک اور جلسہ میں میری تقریر ''صالح قیادت کے اوصاف'' پر تھی، لوگوں نے اچھا اثر لیا۔میں نے دوران تقریر کہا تھا کہ الیکشن کے امیدواروں کے عیوب کا ذکر کرنا جائز ہے کیونکہ وہ ایک ذمہ دارنہ عہدے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں۔ اس حدیث سے استدلال کیا تھا جس میں ایک خاتون فاطمہ بنت قیس نے آنحضور ﷺ سے پوچھا تھا کہ مجھے دو افراد نے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ابوجہم اور معاویہ،تو آپ ﷺ نے کہا: کہ ''ابوجہم تو اپنی لاٹھی کندھے سے اُترنے نہیں دیتے (یعنی بیویوں کو مارتے ہیں یا یہ کہ سفر بہت کرتے ہیں) معاویہ تو مفلوک الحال ہیں۔اُسامہ سے نکاح کر لو!''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے اس نکتہ کو نصر اللہ خان عزیز نے بہت پسند کیا اور اس مضمون کو اخبار کوثر یا ایشیا میں شائع کیا۔ نعیم صدیقی بھی مقررین میں شامل تھے۔

ایک موقع پر الجزائر کے بشیر ابراہیمی الجزائر کی جنگ آزادی کے لیے چندہ جمع کرنے کی مہم کے سلسلہ میں تشریف لائے تھے، اُن کی عربی تقریر کا ترجمہ میں اُردو میں کرتا اور مولانا کی بات عربی زبان میں اُن تک پہنچاتا۔ سعید ملک نے اعتراض کیا کہ یہ لوگ بے دین لوگوں کے ساتھ مل کر آزادی کی مہم چلا رہے ہیں۔ اور آپ (یعنی مولانا) نے آزادی ہند کے لیے بے دین مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر جماعت کے احباب بہت جز بز ہوئے۔

سبّی میں ایک میلہ منعقد ہوا جس کے دوران ایک مسجد میں میرا خطبہ جمعہ رکھا گیا۔ ہدایت کی گئی کہ وزیراعظم لیاقت علی خان ٹھیک ایک بجے پہنچ جائیں گے، اس لیے جمعہ کا خطاب ایک بجے ختم کر دیا جائے۔ خطاب کے دوران اسکیورٹی اسٹاف نے وزیراعظم کے لیے جگہ بنانے کے لیے پہلی صف میں سے ایک پٹھان کو اٹھانا چاہا تو میں نے اُنہیں سختی سے منع کیا کہ جو شخص مسجد میں پہلے آ چکا ہے۔ اُسے اپنی جگہ سے نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ چنانچہ وزیراعظم کے لیے ذرا ہٹ کر مصلی بچھایا گیا۔

کچھ متفرق یادیں

☆ پاکستان کے تیسرے گورنر جنرل ملک غلام محمد (علیہ ما علیہ) ایک مرتبہ لاہور آئے۔ وزیر خان مسجد کے امام (جو حزب الاحناف سے تعلق رکھتے تھے) سے ملاقات کے دوران کہا کہ اس ملک میں اسلامی نظام نہیں چل سکتا کیونکہ اسلامی نظام میں سود حرام ہے اور ملک کا نظام سود کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اس لیے آپ لوگ سود کی حرمت کے بارے میں اصرار کرنا چھوڑ دیں۔ امام موصوف نے کہا: اس کا حل بہت آسان ہے اور وہ یہ کہ جہاں جہاں سود کا لفظ آتا ہو وہاں نفع لکھ دیا جائے۔

☆ اجتماع کراچی میں مولانا مودودی گردے کی تکلیف کی بنا پر صبح کی نماز میں نہیں آتے تھے۔ مجھے نماز فجر پڑھانے کے لیے کہتے، میں جمعہ کی صبح سنت کے مطابق سورہ سجدہ اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورہ دھر کی تلاوت کا التزام رکھتا تھا۔

اس اجتماع میں عرفان غازی نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ آپ اپنی تقریر میں عربی الفاظ بہت بولتے ہیں۔

لاہور کے گول باغ میں ہفتہ وار اجتماع ہوتا تھا جس میں، میں درس دیتا ایک درس مرکز جماعت (ذیلدار پارک کی کوٹھی) میں ہوتا جس میں حاضری پندرہ بیس افراد کے قریب ہوتی۔

☆ مولانا مودودی جیل میں تھے، سعید ملک امیر پنجاب تھے، وکیل ہونے کی حیثیت سے مولانا کا مقدمہ بھی لڑ رہے تھے۔ جج منیر احمد ایک ملحد شخص تھا۔ مولانا اصلاحی سے پوچھا کہ سنت کا منکر کافر ہے کہ نہیں تو انہوں نے کہا: سنت کا منکر کافر ہے حدیث کا نہیں۔

منیر نے کہا: یہ کیا نئی بات کہہ دی!

سعید ملک نے کہا: یہ مولانا ہیں، ذرا خیال کیجیے۔

مولانا عبدالمالک بدایونی پیش ہوئے۔ اُنہیں پیشاب کی حاجت تھی۔ اجازت مانگی، منیر کہتا ہے، بیت الخلاء جایئے لیکن وہاں ڈھیلے نہیں ہیں (ایسا بد طینت تھا)۔

مولانا مسعود عالم ندوی کی وفات

مولانا ندوی کو دمہ کا دورہ پڑا کرتا تھا، حکیم یحییٰ سے علاج کروا رہے تھے، اُن کی دوا اُن کے لیے کافی مہنگی تھی، غالباً ساٹھ روپے ایک ہفتہ کے لیے، اس لیے ایک ہومیو پیتھ کو دکھایا جس نے ایکدم CM (یعنی ایک لاکھ پوٹنسی) کی دوا تجویز کر دی، جس سے سخت دورہ پڑا لیکن بچ گئے۔ پھر کراچی شوریٰ کے اجلاس میں گئے، ۵۵ء کا آغاز تھا۔

خرم جاہ مراد کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں ملاقات کے لیے گیا، کھانس رہے تھے۔ کہنے لگے: کیا حال ہے جماعت کا، تم تو ناظم ہو تربیت گاہ کے۔ میں نے بتایا کہ تربیت گاہوں کے توسط سے یہ کچھ کام کر رہا ہوں۔

پھر اپنی قیام گاہ پر واپس آیا ہی تھا کہ حکیم اقبال دوڑے آئے اور کہا کہ مولانا پر سخت دورہ پڑا ہے۔ میں دوبارہ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ سر پائنتی کی طرف ہے۔ ایک ہچکی میرے سامنے آئی اور جان اللہ کے سپرد کی۔ اقبال سمجھ گئے کہ فوت ہو چکے ہیں پھر بھی ڈاکٹر کو بلایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے وفات کی تصدیق کی۔ حکیم سلطان احمد ایک میل کے فاصلہ پر تھے، اُنہیں بلایا۔ حکیم عبدالرحیم اشرف سے بھی دلی تعلق تھا۔ حکیم صاحب انہیں اس حالت میں دیکھ کر دھڑام سے دوسرے پلنگ پر گر گئے۔ اُن کے لیے بھی ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ بہر حال ٹھیک ہو گئے۔

دوسرے دن نہلایا گیا۔ بدن کیا تھا ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ اس بیماری کے حملے سے پہلے دعوت دین کے سلسلہ میں دیارِ عرب جانے کا پروگرام رکھتے تھے۔ جنازہ تیار ہوا۔ لوگ لائن میں لگ کر چہرہ دیکھتے۔ میں نے اُن کی پیشانی کو چوما۔ جماعت کا ایک بازو گویا علیحدہ ہو گیا کہ وہ عربی زبان کے ماہر تھے، عالم عرب میں خوب شہرت پائی۔ مولانا ابوالحسن ندوی کے ساتھیوں میں سے تھے، دونوں عربی زبان میں مشہور ہوئے۔ زبان میں کچھ لکنت تھی۔

(دوسرے بازو سے مراد مولانا اصلاحی ہیں)

چوہدری علی احمد کی وفات

جماعت میں شامل ہونے سے پہلے پولیس انسپکٹر تھے، فنگرز پرنٹ جانچنے کے ماہر تھے، جماعت کی وجہ سے سب کچھ چھوڑ دیا۔ ایک ریسٹوران کھول لیا۔ میاں بیوی مل کر کھانا پکاتے، خود ایندھن لے کر آتے، جو لوگ کھانے کے لیے آتے اُن سے جماعت کے بارے گفتگو کرتے۔ بہت غیرت کے ساتھ گزارا کیا۔ پھر مولانا نے اُنہیں اسد گیلانی کے ساتھ مشرقی پاکستان بھیج دیا۔ مجھے بھیجنے کا خیال تھا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہاں غالباً دو سال لگا کر آئے۔ پھر کپڑے کا کاروبار شروع کیا۔ مولانا نے کہا کاروبار چھوڑ دو، اُنہیں حلقہ گوجرانوالہ کا امیر بنا دیا۔ معدہ کی تکلیف تھی۔ ایک عطائی حکیم کو دکھایا جس نے کچھ گولیاں دیں۔ سرگودھا میں جلسہ تھا۔ جہاں تشریف لائے، طبیعت اچانک خراب ہو گئی اور ایک گھنٹہ میں ختم ہو گئے۔ جنازہ میں شرکت کر سکا۔

ان کی دو بیویاں تھیں۔ اور سوائے ایک متروکہ مکان کے کچھ نہ چھوڑا۔ جماعت کی وجہ سے جن لوگوں نے بہت قربانیاں دیں، اُن میں سے ایک تھے۔ برخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے جماعت میں شامل ہو کر خوب مالی فائدہ اٹھایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعتی بحران کی ابتدا

۵۴ء کے اجتماع ارکان (کراچی) میں چند شکایات سامنے آئیں۔ جماعتی دستور کے مطابق کوئی بھی رُکن جماعت کے کسی بھی رکن کے خلاف اپنی شکایت پیش کرنے کا مجاز تھا۔سعید ملک نے ایک لمبی تحریر لکھ کر بھیجی جس میں مرکز کے بعض سرکردہ حضرات کے خلاف شکایات لکھی گئی تھیں۔وہ پہلے کانگریسی تھے،کہا کرتے تھے کہ جماعت نے مجھے خصّی کر دیا ہے۔

مولانا نے دیکھا کہ اگر یہ بات اجتماع میں پیش ہوگئی تو دو دھڑے بن جائیں گے۔ مولانا اصلاحی سے بھی مشورہ کیا کہ جن کے تعلقات سعید ملک سے تھے اور تجویز پیش کی کہ کیوں نہ آٹھ آدمیوں کی جائزہ کمیٹی بنادی جائے جس میں یہ شکایات پیش کی جائیں نہ کہ ارکان کے اجتماع میں۔سعید ملک نے یہ تجویز منظور کر لی۔اس کمیٹی کے کنویز حکیم عبدالرحیم اشرف مقرر ہوئے، ارکان میں عبدالجبار غازی، حکیم سلطان احمد، باقر خان، اجمل خان لغاری، عبدالرحیم بنگالی، سعید ملک شامل تھے۔

کنویز نے لائحہ عمل تیار کر لیا لیکن لاہور کی جماعت نے اس لیے تعاون نہیں کیا کہ سعید ملک بھی کمیٹی میں موجود تھے۔وہ نہ خط کا جواب دیتے اور نہ فون کا۔پورا سال گزر گیا اور پھر اجتماع کا وقت آ گیا تو حکیم صاحب نے اس معاملہ کو اٹھایا تو جائزہ کمیٹی سے آخری چار حضرات کو فارغ کر دیا گیا۔

سعید ملک نے اپنی مفصل شکایت اور خاص طور پر سرکردہ حضرات کی مالی حالت کے بارے میں پیش کی۔ڈاکٹر اسرار احمد نے پالیسی کے بارے میں تنقید کی تھی۔اس زمانہ میں مولانا مودودی دیارِ عرب کے سفر پر چلے گئے تھے اور امارت کی ذمہ داری مجھ پر ڈال گئے تھے۔یہ سال نہر سویز پر حملے کا سال تھا۔بحران سے کچھ قبل میں لاہور میں درس دے رہا تھا۔ میں نے روئداد جماعت اسلامی کے اجتماع اول کا اقتباس پڑھ کر سنایا کہ جماعت فرقہ کب بنتی ہے۔لکھا تھا کہ فرقہ بننے کی دو صورتیں ہیں، جماعت والے محلّہ کی مسجد چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنا شروع کر دیں یا الگ نماز پڑھیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ تنقید سے گریز کیا جائے، یعنی اکابر جماعت پر تنقید نہ ہو۔اس طرح شخصیت پرستی پیدا ہوگی اور جماعت ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرقہ بن جائے گی۔

صفدر حسن صدیقی نے دوسروں کو جا کر بتایا کہ دیکھو یہاں درس میں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔

زمانہ بحران میں ایک پٹھان رکن اصلاحی صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ یہ سب وہابیوں کی سازش ہے۔ یعنی جائزہ کمیٹی کے سب ارکان اہل حدیث ہیں (یعنی سوائے سلطان احمد صاحب کے باقی تینوں ارکان اہل حدیث تھے اور سلطان صاحب کی اہلیہ بھی اہل حدیث تھیں گویا $3\frac{1}{2}$ تو اہل حدیث ہو ہی گئے) مولانا اصلاحی نے اُن کو ڈانٹا۔

جائزہ کمیٹی کے سلسلہ میں، میں نے ساہیوال اور گوجرانوالہ کا دورہ کیا۔ جہلم بھی گیا لیکن وہاں لوگ نکل چکے تھے، باقی جگہوں پر تینوں حضرات نے دورے کیے۔

حکیم عمران (چچا فیصل کے داماد) نے بتایا کہ بعض ارکان کمیٹی نہایت سختی سے سوال کرتے ہیں گویا کچھ اگلوانا چاہ رہے ہیں۔ شیخ بشیر احمد (ساہیوال) سے میرے سامنے سوال کئے گئے، اس سے اندازہ ہوا کہ سوالات بڑے سخت ہیں اور بے احتیاطی برتی جا رہی ہے۔ اس وجہ سے سارے پاکستان میں یہ بات مشہور ہو گئی اور خاص طور پر لاہور کی جماعت میں کہ جائزہ کمیٹی خود سازش کا شکار ہو گئی ہے۔ ہم ایک ماہ دورہ کرتے رہے۔ پندرہ دن لائل پور میں ٹھہرے، رپورٹ مرتب کی جس کے چار ابواب میں دینی، معاشی، سیاسی حالات کے تحت شکایات درج کی گئی تھیں۔ میرے ذمے دینی حالت کا بیان تھا۔ بعض باتوں پر غازی صاحب اور سلطان صاحب میں جھڑپ بھی ہوئی۔ لاہور کی شوریٰ میں یہ رپورٹ پڑھی گئی (نومبر ۵۶ء)۔ مولانا مودودی، مولانا اصلاحی اور غازی صاحب پر بھی اعتراضات ہوئے۔ مثلاً مولانا اصلاحی نے اپنے بیٹے ابو صالح کی شادی پر خوب خرچ کیا۔ اصلاحی صاحب نے معذرت پیش کی۔

مولانا مودودی پر اعتراض تھا کہ آپ نے کالجوں کو قتل گاہیں کہا تھا لیکن آپ کے اپنے لڑکے وہاں پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنے بچوں کے لیے ظالم باپ نہیں بننا چاہتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غازی صاحب نے کہا: تو پھر ہم ظالم ہوئے کہ اپنے بچوں کو کالج سے اُٹھا لیا۔ یہ بھی اعتراض ہوا کہ مولانا کوئی بھی نماز مسجد میں جا کر نہیں پڑھتے (مولانا نے خود کہا تھا کہ جماعت اس وقت تک فرقہ نہیں بنے گی جب تک اس کے ارکان محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھتے رہیں گے)، مولانا نے گردہ کے عارضہ کا عذر کیا۔

کہا گیا کہ کار میں چلے جائیں۔ کہا کہ لوگ کہیں گے کہ بڑے امیر لوگ ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ ٹہلنے کے لیے مسلم ٹاؤن تو چلے جاتے ہیں۔ مولانا نے غصہ سے کہا: کچھ دن میں ٹہلا تھا، پھر میں نے چھوڑ دیا۔ مولانا کی ذاتی زندگی پر بھی اعتراض ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا کہ بعض ہمہ وقتی کارکنوں نے قرضے لیے تھے جو بعد میں معاف کرائے گئے۔

جماعت کے پالیسی کے بارے میں سیر حاصل بحث ہوئی۔

حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب کی نپی تلی رائے تھی کہ جماعت نے اپنی اصل پالیسی سے انحراف کیا ہے۔ کوئی دس گھنٹے میں اپنی تقریر مکمل کی۔

باقر صاحب نے کہا: آپ ایسے حوالے دے رہے ہیں جیسے قادیانیوں کے خلاف بول رہے ہوں۔

ایک رائے یہ تھی کہ جماعت قبل از وقت انتخابات میں کود پڑی جس کی وجہ سے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

تیسری رائے یہ تھی کہ دینی تقاضوں اور سیاسی تقاضوں کے درمیان عدم توازن پیدا ہوتا جا رہا ہے۔

میری تقریر بھی پہلے نکتے کے حق میں دو گھنٹے کی تھی۔

مولانا پہلے تو نوٹس لیتے رہے پھر نوٹس لینا چھوڑ دیے۔ حکیم اشرف نے مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے اسلامی انقلاب کی واحد سبیل کا ذکر کیا ہے۔ تین دفعہ اس بات کو دھرایا۔ تو مولانا نے زچ ہو کر کہا: اب بھی میں یہی کہتا ہوں تو حکیم صاحب نے رسائل و مسائل کا حوالہ دیا جہاں لکھا گیا کہ اسلامی نظام قائم کرنے کے دو راستے ہیں۔ (اب اسلامی حکومت کیسے قائم ہوتی ہے کہ سترھویں ایڈیشن میں فقط واحد کو نکال دیا گیا ہے۔)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایت تھی کہ سب نوٹس یا تحریریں ضائع کر دی جائیں یا مرکز کو دے دی جائیں۔

صرف ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریر اتفاق سے سلطان صاحب کے پاس رہ گئی تاکہ ترمیم کی جا سکے جو کہ بعد میں شائع ہو گئی۔ شوریٰ بیس ارکان پر مشتمل تھی۔ پالیسی کے موضوع پر شوریٰ میں دو دھڑے بن گئے۔ موجودہ پالیسی کی حمایت میں مولانا مودودی، نصر اللہ خان عزیز، نعیم صدیقی، مولانا اصلاحی اور کچھ سرحدی ارکان تھے۔

مخالفت میں جائزہ کمیٹی کے ارکان اور سعید ملک تھے۔ غازی صاحب کہہ رہے تھے کہ ہم سیاست میں کودنے کی بناء پر کیا تھے اور اب کیا بن گئے۔ ان پر جماعت کے اندرونی خلفشار کا اتنا اثر پڑا کہ دورہ پڑ گیا۔ کانپنے لگے، روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور یہ اس لیے بھی کہ غازی صاحب نے جماعت کی خاطر بڑی قربانی دی۔ وہ ایک کالج کے پرنسپل تھے، داڑھی نہ رکھتے تھے، انگریزی لباس پہنتے تھے، مسلم لیگ سے تعلق رکھتے تھے، ان کے بیٹے سلمان غازی بھی کالج میں پڑھ رہے تھے، جب مولانا مودودی کا لٹریچر پڑھا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پٹھانکوٹ پہنچ گئے، بچے بھی ساتھ تھے۔ وہاں اصلاحی صاحب، نعیم صدیقی اور غلام نبی صاحب بھی آئے۔ لیکن غازی صاحب جیسی قربانی کسی نے نہ دی تھی۔ شوریٰ میں کافی بحث وتمحیص کے بعد یہ قرارداد پاس کی گئی کہ ''سردست'' انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے۔

(۱۳ اکتوبر ۵۶ء میرے پانچویں بیٹے راغب کی پیدائش، صبح چار بجے، جان کی دیوی ہسپتال، لاہور میں)

جائزہ کمیٹی کے ساتھ کیا ہوا؟

شوریٰ پندرہ دن کے بعد ختم ہو گئی۔ میں بہاولپور تربیت گاہ میں چلا گیا۔ وہاں سے ڈیپر (منصورہ) جانے کا قصد تھا جہاں جماعت نے دارالعلوم قائم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

بہاولپور جانے سے پہلے میں مرکز گیا جہاں مولانا کے دفتر کے پیچھے چھوٹے کمرہ میں ان سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے: یہ رپورٹ کیا آئی ہے؟ یعنی افسوس کا اظہار کیا۔

رپورٹ کے عام ہونے سے مولانا وصی مظہر نے کہا: آپ لوگوں نے بڑا کام کیا ہے۔ آپ لوگوں کو تو سیلوٹ مارنا چاہیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم صاحب نے کہا: میں تو یہ سمجھ رہا ہوں کہ ہمیں کھڑا کر کے گولی ماری جائے گی۔

کوثر نیازی مولانا کے حامیوں میں سے تھا۔

ابھی بہاولپور تربیت گاہ کے شروع ہونے میں ایک دن باقی تھا کہ حکیم صاحب کا فون آیا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ لوگوں کو مُربی بنا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: ہمارا تو یہاں مُربّی بن گیا ہے، جلد آنے کی تاکید کی۔

میں شاہ عالمی مارکیٹ کے ایک ہوٹل میں ان سے ملا جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے، انہوں نے مولانا کا ایک خط دکھایا جس میں تحریر تھا کہ آپ لوگوں نے نادانستہ طور پر سازش کی ہے۔ یعنی نادانستہ سازش کا نتیجہ دانستہ سازش کی شکل میں نکلا ہے۔ دوسرا الزام کہ آپ لوگوں نے دھڑے بندی کی ہے۔ تیسرے یہ کہ آپ لوگ ہوس اقتدار میں مبتلا ہیں۔

پھر یہ لکھا تھا کہ مرکزی مجلس شوریٰ سے مستعفی ہو جائیں۔ اگر مستعفی نہ ہوئے تو میں آپ لوگوں کے حلقہ میں جاؤں گا اور لوگ سے کہوں گا کہ انہیں واپس لو۔ وگرنہ میں استعفیٰ دے دوں گا۔ ایک ماہ کا نوٹس دیا گیا تھا یہ باتیں راتوں کی نیند اڑا دینے کے لیے کافی تھیں۔ مجھے بھی یہ نوٹس مل گیا حالانکہ میرا دفتر مولانا سے بالکل قریب تھا اور وہ مجھ سے زبانی بھی بات کر سکتے تھے۔ ہم مولانا اصلاحی کے پاس پہنچے، اُن سے ساری بات کا ذکر کیا۔

مولانا نے کہا: آپ لوگ مظلوم ہیں۔ آپ لوگ کچھ نہ لکھیں، میں خود جواب دوں گا۔

پھر مولانا اصلاحی نے اپنی چھڑی اُٹھائی اور مولانا مودودی سے ملنے کے لیے چلے گئے اور ان سے کہا: کہ ان لوگوں نے جماعت کی خاطر داڑھیاں سفید کی ہیں۔ آپ یہ نوٹس واپس لیں اور جن کو نہیں بھیجا گیا، اُنہیں بھی نہ بھیجا جائے۔

لیکن یہ نوٹس غازی صاحب کو بھی بھیج دیا گیا۔

مولانا اصلاحی نے دوبارہ مولانا مودودی سے ملاقات کی کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں، آپ سلطان احمد کو یہ نوٹس نہ بھیجیں۔

ان کی بات نہ سنی گئی اور سلطان احمد کو بھی یہ تحریر بھیج دی گئی۔ میں نے شعبہ تربیت سے اپنا استعفیٰ بھیج دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے مجھے لکھا: کہ آپ بات بڑھا رہے ہیں، میں نے صرف مجلس شوریٰ سے استعفیٰ طلب کیا ہے۔

میں نے لکھا کہ میں بھی جائزہ کمیٹی کا ایک رکن ہوں۔ اگر ہمارے اوپر الزام درست ہیں تو میں کیسے ناظم تربیت رہ سکتا ہوں اور اگر یہ غلط ہیں تو میں اُن لوگوں کی تربیت نہیں کر سکتا جنہوں نے یہ الزامات لگائے ہیں۔ بعد میں نعیم صدیقی نے کہا کہ آپ نے بڑا سخت جواب دیا ہے۔

محی الدین سلفی آئے اور انہوں نے میرا استعفیٰ اخبار تسنیم میں شائع کر دیا۔ ارشاد احمد حقانی، مصطفیٰ صادق اور محی الدین سلفی سب اس اخبار سے وابستہ تھے اور ہماری رائے کے حامی تھے، جماعت میں کھلبلی مچ گئی۔ اصلاحی صاحب نے ایک بہت زوردار خط لکھ کر میاں طفیل محمد قیم جماعت کے سپرد کیا۔ انہوں نے مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا:

"آپ تو کہتے ہیں کہ میں دس سال قبل کے حالات کو جان لیتا ہوں۔ یہ لوگ تو آپ کے ساتھ سولہ سال سے کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے تین آدمی آپ کے قائم مقام رہ چکے ہیں۔ تو کیا یہ آپ کی فراست ہے کہ آپ انہیں نہ پہچان پائے۔"

یہ خط کسی نہ کسی طرح حمید نظامی کے ہاتھ لگ گیا اور اس نے اسے نوائے وقت میں شائع کر دیا۔

مولانا مودودی نے اس پر یہ ایکشن لیا کہ میاں طفیل کو یہ نوٹ لکھ بھیجا کہ میں جماعت سے مستعفی ہوتا ہوں۔ بالکل ایسے نیا امیر چن لیا جائے جیسے کسی کے مرنے پر چنا جاتا ہے۔

میاں طفیل، نصر اللہ خان عزیز اور نعیم صدیقی کو لیکر میرے پاس آئے اور پھر مجھے لیکر اصلاحی صاحب کے پاس پہنچے اور کہا کہ یہ رہا مولانا کا نوٹ، آپ کا مقام جماعت میں نمبر دو پر ہے۔ بتائیے کیا کریں۔

مولانا اصلاحی اس وقت شوریٰ میں نہیں تھے، جیل سے ابھی رہا ہو کر آئے تھے، اصلاحی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب نے کہا: کہ یہ بات کسی کو نہ بتائیں، نہ اخبار کو دیں۔ شوریٰ کے تمام ارکان کو تار دے کر بلائیں۔ اخبار میں شوریٰ کے انعقاد کی خبر بھی نہ دیں تاکہ لوگوں میں کھلبلی نہ مچے۔

نعیم صدیقی کمبل میں لپٹے سسکیاں لے رہے تھے، میاں صاحب جب واپس دفتر پہنچے تو کہا میں جماعت کی رکنیت سے استعفیٰ دیتا ہوں اور یوں میں جماعت کے نظم کی پابندی سے آزاد ہوں، تمام ارکان کو فون کر کے مولانا کے استعفیٰ کی خبر دیتا ہوں۔

یوں لوگوں کو معلوم ہونا شروع ہو گیا۔ لوگ میرے مکان پر پہنچے، مجھے برا بھلا کہا، کہا کہ تم ظالم ہو، یہ ہو وہ ہو، میں حتیٰ المقدور اپنا دفاع کرتا رہا۔

دوسرے دن طفیل صاحب نے مولانا اصلاحی کو لکھا کہ چونکہ یہ خبر سینہ بہ سینہ پھیل گئی ہے اس لیے میں یہ خبر اخبار تسنیم میں دے رہا ہوں۔

چنانچہ تیسرے دن یہ خبر ملک میں پھیل گئی۔ لوگ دھڑا دھڑ مرکز کا رُخ کرنے لگے۔ شوریٰ کی ارکان بھی جمع تھے۔ چوہدری غلام احمد کو عارضی طور پر امیر بنا دیا گیا۔ شوریٰ کا اجلاس بلایا گیا۔ جائزہ کمیٹی کے ارکان میں سے میں اور حکیم سلطان احمد موجود تھے، غازی صاحب نہیں آئے، غالباً حکیم صاحب کو نہیں بلایا گیا۔ مولانا مودودی کے بارے میں قرارداد اعتماد پاس کی گئی۔ سلطان صاحب کے مشورہ پر میں نے کہا کہ ہمیں مولانا کی امارت پر اعتماد ہے، صرف نوٹس سے اختلاف ہے۔

نعیم صدیقی سے جھڑپ بھی ہو گئی، وہ کہتے تھے کہ مولانا کے نوٹس کو زیر بحث نہ لاؤ۔

پھر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ارکان کا اجتماع بلایا جائے۔ جائے اجتماع جماعت کے ایک رُکن امین لغاری صاحب کے ایک کارخانہ کے قریب رکھی گئی جو ماچھی گوٹھ (صادق آباد) میں ہے۔ ماچھی گوٹھ کے اجتماع سے قبل ہمارے لیے فضا بہت مکدر ہو چکی تھی۔ میری رہائش فتحیہ کوارٹرز، اچھرہ میں تھی جس کے مالک ایڈیٹر ماہنامہ عفت، صابر قرنی کے خسر تھے، صابر قرنی کی اہلیہ کا جوانی میں انتقال ہو چکا تھا۔ اس نے نوٹس دے دیا کہ مکان خالی کر دو۔

ادھر مولانا اصلاحی ایک بڑے مکان میں رہتے تھے جس کا مالک بھی جماعت کا ہمدرد تھا۔ اس نے نوٹس دیا کہ تین دن میں مکان خالی کر دیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاحی صاحب نے اُسے خوب ڈانٹا، کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ، لیکن میں مکان آج ہی خالی کیے دیتا ہوں۔ فوراً دوسرا مکان دیکھا، دُگنے کرائے پر لیا اور اگلے دن وہاں منتقل ہو گئے۔ میں نے بہر حال ماچھی گوٹھ کے اجتماع کے بعد اپنا مکان خالی کیا۔

انہی دنوں شوریٰ کے فیصلے کے مطابق (جنوری ۵۷ء) سعید ملک کے لگائے گئے الزامات کا محاکمہ کرنے کے لیے تین جج بنائے گئے۔ میں اور مولانا باقر خان اور چوہدری غلام محمد۔

ابھی سعید ملک سے بات ہو ہی رہی تھی کہ معلوم ہوا کہ صدیق الحسن گیلانی امیر حلقہ راولپنڈی نے سعید ملک کی رکنیت معطل کر دی ہے۔ اُدھر اُن کے بھائی اسد گیلانی (امیر حلقہ لائل پور) نے حکیم عبدالرحیم اشرف اور عبدالحمید ڈوگر کی رکنیت معطل کر دی۔

سعید ملک نے کہا: اب تو مجھے سزا مل ہی گئی ہے، میں تو بیان اس لیے دے رہا تھا کہ میں رُکن جماعت رہوں۔

غلام محمد صاحب نے اُن کی معطلی کا فون سن کر افسوس کے ساتھ کہا کہ جماعت کی بنیاد بھربھرے پہاڑ پر ہے۔ (مراد یہ تھی کہ گیلانی برادران نے صبر نہیں کیا)

جماعت کی بیوروکریسی (کہ جس کے سعید ملک شاکی تھے) میں فقیر حسین، نعیم صدیقی، مصباح الاسلام فاروقی اور گیلانی برادران شامل تھے، حکیم صاحب نے اس موقع پر اپنے ہفتہ واررسالہ ''المنیر'' میں ایک معرکہ الآراء مضمون لکھا۔ جماعتوں کا قاتل: ''استبداد'' مولانا مودودی کے آمرانہ رویہ کو آشکار کیا گیا تھا۔

سعید ملک نے پریس کانفرنس کر ڈالی اور جائزہ کمیٹی میں جو بیانات دیے تھے اُن کا خلاصہ بیان کر دیا۔ ایک طوفان مچ گیا۔ لادینی اور کمیونسٹ عناصر خوش ہوئے، ارکان، سعید ملک کو گالیاں دے رہے تھے، گویا وہ بم مار کر واپس پنڈی چلے آئے تھے۔

اجتماع ماچھی گوٹھ: فروری ۱۹۵۷ء [1]

میں، حکیم صاحب اور اصلاحی صاحب ایک گاڑی سے روانہ ہوئے، غازی صاحب

[1] مراسلت مابین مولانا عبدالغفار حسنؒ وجناب میاں طفیل محمدؒ بسلسلہ ماچھی گوٹھ: ضمیمہ (۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں آئے۔ سلطان احمد نے کہا: آؤں گا لیکن خاموش رہوں گا۔ نعیم صاحب مقامی اجتماع میں طنزاً کہہ رہے تھے: استعفیٰ، استعفیٰ۔ عبدالحمید کھوکھر نے بھی مجھے ٹوکا لیکن میں خاموش رہا۔ ایک صاحب نے اصلاحی صاحب کی تحریریں پڑھ کر سنانا شروع کیں اور کہا کہ اُن میں تضاد ہے۔ اصلاحی صاحب اُٹھ کر چلے گئے۔ اصلاحی صاحب اور حکیم صاحب کان سے کان ملا کر خوب سرگوشیاں کرتے جسے لوگوں نے محسوس کیا۔

میں اس اجتماع میں پہلے دن اور آخری دن شریک ہو سکا، ایک عزیز رکن جماعت کی دیکھ بھال میں مجھے اجتماع چھوڑ کر جانا پڑا۔ (اس واقعہ کا تذکرہ آگے آ رہا ہے) مصطفیٰ صادق نے بتایا کہ انہوں نے ایک لفظ پر اختلاف کیا تھا جو ''توازن'' سے متعلق تھا یعنی یہ بات کہ سیاسی اور دینی تقاضوں میں توازن ہونا چاہیے۔ مصطفیٰ صادق نے ووٹنگ پر اصرار کیا۔ ان کی حمایت میں غالباً ایک سو بتیس ووٹ آ گئے تھے جن میں سلطان صاحب بھی شامل تھے، جس پر مولانا مودودی نے اسٹیج پر آ کر کہا کہ میں اس لفظ کو سب کے سامنے کاٹتا ہوں۔ مصطفیٰ صادق نے بعد میں اسے مولانا مودودی کی رعونت سے تعبیر کیا۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ اجمل خان لغاری کے الیکشن کے موقع پر حسابات میں دھاندلی ہوئی ہے۔ اللہ بخش سیال اور نصیر الدین (ملتان) نے زور سے کہا کہ یہ غلط ہے۔ حسابات ہم نے خود تیار کیے ہیں۔ مصطفیٰ صادق غلط بیانی کر رہے ہیں۔ جس پر لغاری صاحب نے کہا کہ مصطفیٰ صادق صحیح کہہ رہا ہے۔ حسابات میں دھاندلی ہوئی ہے اور میرا انتخاب کالعدم ہونا چاہیے۔

قرارداد پاس ہوئی کہ جو جماعت اسلامی کے طریق کار سے متفق نہیں لیکن مقاصد سے متفق ہے وہ جماعت کے کسی کلیدی شعبہ میں نہیں رہ سکتا۔ وہ مرکزی شوریٰ کا رکن ہو سکتا ہے لیکن مقامی شوریٰ کا نہیں۔ قرارداد مولانا مودودی نے پیش کی۔ مجھے ایک لفظ پر اختلاف تھا لیکن اصلاحی صاحب اور حکیم صاحب نے طے کر لیا تھا کہ مخالفت نہ کی جائے۔

ڈاکٹر اسرار احمد اور ڈاکٹر عثمانی نے تقاریر کیں۔ چوہدری غلام محمد نے ریمارکس کسے کہ انہوں نے لوگوں کا وقت ضائع کیا ہے، کچھ کام کی بات نہیں کی۔ عثمانی صاحب جواب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینے کے لیے پلٹے تو کچھ پٹھان ارکان کے جارحانہ تیور دیکھتے ہوئے واپس پلٹ آئے۔

پھر احتساب کے لئے ایک گھنٹہ دیا گیا۔ کسی نے کہا کہ میرا بیان اخبارات میں کیوں شائع کیا گیا جس پر میاں طفیل محمد نے معذرت کی۔ ایک نے کہا اب مولانا مودودی کو امارت قبول کر لینی چاہیے کہ غلام محمد عارضی امیر ہیں۔

مولانا یہ کہہ چکے تھے کہ اگر جائزہ کمیٹی کے نام میرا نوٹ غلط ہے تو پھر محاکمہ کے لیے عدالت بٹھائی جائے جس کا خرچ میں خود برداشت کروں گا۔ امارت کی تحریک کے جواب میں بھی یہی الفاظ کہے۔ جس پر اصلاحی صاحب نے کہا: مولانا امارت قبول فرمائیں، عدالت وغیرہ چھوڑیں۔

میں جب تقریر کرنے لگا تو غلام محمد نے کہا کہ آپ عدالت کی بات نہ کریں۔ میں نے تقریر میں مولانا کی ایک بات کے بارے میں کہا کہ یہ غلط کہا گیا تو شور مچ گیا۔ نعیم صدیقی کے ہمنوا حضرات پیش پیش تھے۔ اصلاحی صاحب نے کہا: چھوڑو اس بات کو، تو میں نے تقریر وہیں ختم کر دی۔

ایک عزیز کا واقعہ

عتیق احمد جماعت کے رکن تھے، اجتماع ارکان میں شرکت کے لئے ملتان سے چلے۔ ٹھیک ٹھاک تھے لیکن اس بحران سے شدید متاثر تھے، دماغ پر اثر ہوا اور پھر لیاقت پور اسٹیشن پر مسافروں کو ڈبوں پر چڑھنے سے روکنے لگے اور پھر خود ہی وہیں اُتر گئے۔ اسٹیشن ماسٹر کے پاس پہنچے کہا: السلام علیکم، میرا بستر رکھو میں ابھی آتا ہوں۔ وہ چائے بنانے لگا۔ تھوڑی دیر میں واپس آئے اور کہنے لگے: او خبیث! تو میرے سامنے کیوں آیا؟ لیمپ اُٹھا کر مارنے لگے، دفتر کے لوگ چھپنے کے لیے بھاگے، کوئی میز کے نیچے، کوئی الماری کے نیچے۔ پھر اس نے پولیس کو فون کر دیا۔ پولیس پکڑ کر لے گئی، کسی رکن جماعت کو معلوم ہوا تو ماچھی گوٹھ فون کر کے بتایا۔ مولانا مودودی نے مجھ سے کہا کہ آپ کے عزیز ہیں، آپ ہی جائیں۔ چنانچہ لیاقت پور کے دو ارکان کے ساتھ میں لیاقت پور پہنچا۔ رات ہو گئی تھی۔ انہیں سلاخوں کے پیچھے بند پایا۔ پولیس نے ہدایت کی کہ سلاخوں کے قریب نہ جائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا کہ کپڑے ان کے پھٹے ہوئے تھے، میں بھائی صاحب، بھائی صاحب کہہ کر اُنہیں مخاطب کرتا رہا۔ وہ ہوں ہاں کرتے رہے۔ کوئی جواب نہیں دیا۔

اگلے دن اُنہیں رحیم یار خان ڈسٹرکٹ سیشن جج کے پاس بذریعہ ریل اور پھر ٹانگے میں پولیس کے گھیرے میں لایا گیا۔ میں نے اُتر کر اُنہیں سلام کیا۔ انہوں نے سختی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ بڑی مشکل سے چھڑایا۔ کہنے لگے عبدالغفار! کیا حال ہے؟

پھر دوبارہ انہیں حوالات میں بند کر دیا گیا۔ وہ ٹہلتے جاتے اور کہتے جاتے او محمد علی جناح، خبیث، مردود۔ میں نے کہا: سبحان اللہ ، الحمداللہ ، انہوں نے سبحان اللہ ، الحمداللہ میرے ساتھ دُھرانا شروع کر دیا۔

پھر دوبارہ جناح کو بُرا بھلا کہا۔ میں نے پھر لا الہ الا اللہ کہنا شروع کیا جج نے حالات سن کر کہا کہ یہ شخص بیمار ہے۔ رہا کرو اور ہم سے کہا کہ اپنی ذمہ داری پر لے جاؤ۔

انہیں باہر بیٹھا کر کھانا کھلایا تو سکون ہو گیا۔ پھر جیپ میں بٹھا کر ماچھی گوٹھ لے گئے، شام کو پہنچے۔ نصر اللہ خان عزیز کو دور سے دیکھا اور آواز دی۔ رات کو انہیں ایک رکن کے گھر کے کمرے میں بند کر دیا جہاں رات بھر خوب شور مچایا۔

اجتماع سے ساتھ واپسی ہوئی، نارمل ہو چکے تھے۔ لاہور آ کر ۴- ذیلدار پارک کے مہمان خانہ میں ٹھہرے، ابھی کچھ اثر باقی تھا۔ دیکھا کہ ایک مہمان کی شیروانی، ٹوپی پہن کر اوران کی چھڑی لے کر گھوم رہے ہیں۔ اور وہ صاحب منتظر ہیں کہ خود انہوں نے باہر جانا ہے۔

اگلے دن دیکھا کہ تکیہ کے ساتھ کشتی لڑ رہے ہیں اور لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ اس دوران ان کی اہلیہ آ گئیں۔ عاصم الحداد کے کمرے میں اُنہیں ٹھہرایا گیا۔ بالکل ٹھیک ہو گئے اور اہلیہ کے ساتھ ملتان چلے گئے بعد میں جب لائل پور منتقل ہو گئے تھے تو ایک رات، ایک بجے کے قریب میرے مکان (محمد پورہ) میں آئے۔ کہنے لگے میں عتیق احمد ہوں۔ پھر باہر بیٹھ کر جماعت کی باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر اپنی سائیکل اُٹھا اپنے گھر (غلام محمد آباد) روانہ ہو گئے۔

[اُن کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ صرف اس لیے ضبط تحریر میں لایا جا رہا ہے کہ حالات کی سنگینی،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلص کارکنوں پر اُن کا گہرا اثر اور سخت انفعالی کیفیات کا کچھ اندازہ ہو سکے: ص ح]

بعد از ماچھی گوٹھ

حکیم عبدالرحیم اشرف میرے پاس لاہور آئے، کہا کہ اب ہمارا کام اجتماعات میں دریاں بچھانا ہوگا۔ نہ ہم کسی بات پر اختلاف ظاہر کر سکتے ہیں، نہ ہمیں کوئی ذمہ داری دی جا سکتی ہے، اس لیے بہتر ہے آپ میرے ساتھ لائل پور چلے آئیں جہاں ہم جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے نام سے ایک تعلیمی منصوبہ کا آغاز کرتے ہیں۔

[راقم اپنے گھر کا پہلا فرد تھا جو سفر لائل پور میں اپنے والد کے ساتھ تھا۔ ص ح]

حکیم صاحب کا جناح کالونی میں دوا خانہ تھا جہاں قیام کیا۔ چونکہ ابھی تک رُکن جماعت تھا، اس لیے منشی محلّہ کی مسجد میں درس دیا کرتا اور جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی کلاسیں لیتا جس کے لیے اسی محلّہ میں ایک بڑی بلڈنگ کرائے پر لی گئی تھی۔ انہوں نے مصطفیٰ صادق کو بھی بلا لیا۔ ایک خیراتی ہسپتال بھی قائم کر دیا اور یہ کام تھوڑے عرصہ جاری رہا۔

اس دوران حکیم صاحب اور عبدالحمید ڈوگر، لاہور کے مرکز جماعت گئے اور استعفیٰ پیش کر کے واپس آئے۔ چلتے وقت باقر خان سے گلے مل کر خوب روئے میرے پاس طفیل صاحب کا خط آیا کہ چونکہ آپ سلیبس کمیٹی کے رُکن ہیں اب میٹنگ کے لیے فلاں دن تشریف لائیں۔ پھر یاددہانی کا دوسرا خط بھیجا لیکن میں نہیں گیا۔ یہ ستمبر کا مہینہ تھا۔ میں نے بھی اپنا استعفیٰ لکھ بھیجا اور انہی دنوں میاں صاحب کا بھی خط آیا کہ آپ تین نوٹس کے باوجود بھی نہیں آئے اس لیے کیوں نہ آپ کو جماعت سے خارج کر دیا جائے، لیکن اس کی نوبت نہیں آئی کہ میں پہلے ہی مستعفی ہو چکا تھا۔ [1]

جماعت سے علیحدگی کے اسباب

میں نے اپنے استعفیٰ کے تین اسباب لکھے تھے:

ا۔ انقلاب قیادت کا نعرہ اور الیکشن کی مہم جماعت کی اصل بنیادی پالیسی کے خلاف ہے بلکہ صریح اس سے انحراف ہے۔ مولانا مودودی مرحوم کا مقالہ ''اسلامی حکومت کس طرح

[1] جماعت اسلامی سے نکلنے والوں کی فہرست کے لیے دیکھیے ضمیمہ (۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم ہوتی ہے؟''اور''تجدید واحیاء دین''میں''سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ناکامی کے اسباب'' کے عنوان سے جو تحریر درج ہے۔ دونوں کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ۵۱ء سے جماعت نے فکری انقلاب اور اصلاح معاشرہ کے بجائے انقلاب قیادت یا سیاسی انقلاب کا راستہ اپنایا ہے، نتیجہ واضح ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

۲۔ ترجمان القرآن دسمبر ۵۶ء میں پریکٹیکل وزڈم (Practical wisdom) کے بارے میں جو مقالہ شائع ہوا ہے۔ وہ یکسر قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک سیاسی دین ہے یعنی دین، سیاست کے تابع ہے۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہونا چاہیے یعنی ہمیں سیاسی دین کے بجائے دینی سیاست کی ضرورت ہے۔ جس میں سیاست دین کے تابع ہو۔ (مثلاً فاطمہ جناح کی صدارت کے معاملہ میں دین، سیاست کے تابع ہوگیا)

۳۔ امیر جماعت کی طرف سے جائزہ کمیٹی کے ارکان کے نام جو نوٹ ارسال کیا گیا تھا وہ اسلامی عدل و جمہوری تقاضوں کے یکسر خلاف تھا۔

جماعت میں ناانصافی کا دور دورہ ہے۔ بحران کے زمانہ میں جن لوگوں نے افواہیں پھیلائیں اُن میں صرف ان لوگوں کو معطل کیا گیا جو ہمارے حامی تھے۔ جیسے محی الدین سلفی، عبدالحفیظ، مصطفیٰ صادق (انہیں اخبار تسنیم سے علیحدہ کیا گیا) لیکن جو اُن کے حامی تھے اُنہیں کچھ نہ کہا گیا جیسے نعیم صدیقی، گیلانی برادران، فقیر حسین، مصباح الاسلام فاروقی، صفدر حسن، کوثر نیازی، عبدالمجید قریشی۔

گویا جماعت نظام عدل قائم کرنے کی دعویدار ہے لیکن اپنے کارکنوں کے ساتھ انصاف نہیں کرسکی۔ جماعت اسلامی کے ساتھ سولہ سال کی روئداد تمام ہوئی۔ جماعت کے سرکردہ احباب کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتا ہوں۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

مولانا جدید و قدیم علوم کے ماہر تھے، علوم قرآن کے شناسا تھے، میرا اُن سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف بھی ہو جایا کرتا تھا۔ انہوں نے ھاروت، ماروت کے بارے میں لکھا کہ وہ دونوں فرشتے تھے۔ میں نے اعتراض کیا کہ فرشتوں کو جرم کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ مولانا نے وضاحت کی لیکن میں مطمئن نہ ہوا۔ بہت محنتی تھے، جماعت کے لیے تن من دھن قربان تھا۔ پٹھانکوٹ میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جیب میں صرف ایک چونی تھی جس کے کیلے لے کر کھائے۔ اُن کا اصل میدان فکری تھا اس لیے سیاسی میدان میں کود کر ناکام ہوئے۔ سہروردی جناح لیگ کا صدر تھا۔ ممدوٹ پنجاب جناح لیگ کا، دولتانہ مسلم لیگ کا صدر تھا۔ ۵۱ء کے الیکشن سے قبل سہروردی نے مولانا مودودی سے کہا کہ آپ اپنے امیدواروں کی فہرست مجھے دکھا دیں۔ ایسا نہ ہو کہ سارے بے کار لوگ ہوں۔ میں چھانٹی کر دوں گا۔

مولانا ملاقات کے لیے ماڈل ٹاؤن اس کی قیام گاہ پر گئے۔ سہروردی نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا: آپ لوگ سالا بنتا ہے، کیا ہم سالا نہیں ہے۔ (یعنی صالح)

مولانا نے فہرست اُسے تھمادی، سہروردی نے کہا کہ آپ کے ۵۳، افراد میں سے شائد ۱۳ کام کے ہوں، باقی کو حذف کر دیں۔ مولانا نے کہا: یہ تو پنچائتی نمائندے ہیں، انہیں میں حذف نہیں کر سکتا۔ تو اس نے کہا کہ پھر ہماری مفاہمت نہیں ہو سکتی۔ مراد یہ تھی کہ جناح لیگ اور جماعت مل کر مسلم لیگ کو ہرانے کی کوشش کریں۔ بہر صورت دونوں کا اتحاد نہ ہو سکا۔ جناح لیگ کے دو سو امیدواروں میں سے تیس کامیاب ہوئے۔ جماعت کے ۵۳ میں سے صرف ایک۔

حکیم صاحب کو معلوم ہوا تو لاہور آئے، مولانا سے خوب بحث کی، کہا کہ اپنے امیدواروں کی فہرست کیوں دی، آپ سیاست جانتے نہیں۔ اُن سے تو اُن کی فہرست مانگنی چاہیے تھی۔

مولانا اصلاحی نے بعد میں کہا: میرے دونوں ساتھیوں (یعنی میں اور حکیم صاحب) کی رائے ہی صحیح تھی کہ ایسے لوگوں کے ساتھ اتحاد نہیں ہو سکتا کہ ان دونوں پارٹیوں نے انتخابات میں خوب دھاندلی کی تھی ہم ان کے ساتھ ہوتے تو اس دھاندلی میں شریک ٹھہرائے جاتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مودودی نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ ہم کانگرس کو گرانے کے لیے مسلم لیگ کے ساتھ ہو جائیں؟ اب یہی بات ہم نے مولانا کے سامنے دھرائی کہ کیا ہم مسلم لیگ کو گرانے کے لیے جناح لیگ کے ساتھ ہو جائیں۔

[راقم کو ۵۳ء کے الیکشن میں جماعت کا سلوگن: تین ''د'' کی نفی یاد ہے یعنی دھوکہ، دھونس، دھاندلی۔ص ح]

مولانا مودودی نے برملا کہا تھا کہ ہم دھونس دھاندلی سے دُور رہیں گے اور تمام قواعد کی پابندی کریں گے۔ لیکن بعد میں کہا کہ نہیں اگر حکومت خلافِ قواعد کام کرے گی تو ہم بھی کریں گے۔

ایک دفعہ شوریٰ کے اجلاس میں چوہدری علی احمد خان نے کہا کہ اب ہمیں (اسلامی حکومت کیسے قائم ہوتی ہے) کتاب کو حذف کر دینا چاہیے کہ ہم اس کے خلاف جارہے ہیں۔ یہ بات مولانا مودودی تک پہنچ گئی تو انہوں نے کہا: غلط بات ہے۔ یہ تو دعوت کے مراحل ہیں۔

اور یہی بات مدینہ کے قیام کے دوران استاذ بہجت سے سنی، انہوں نے کہا کہ مولانا کی کتاب (منهاج الانقلاب الاسلامی) اب کیوں چھپ رہی ہے۔ کیونکہ جماعت تو اب اس طریق کی مخالفت کر رہی ہے۔ مولانا مودودی نے اپنی کتاب ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش'' میں لکھا تھا کہ آزاد نے اذان دی اور سو گئے۔ میں کہتا ہوں کہ مولانا نے اذان دی جماعت بھی قائم کی لیکن سجدہ میں جا کر سو گئے۔ مولانا نے آزاد کی زندگی میں انہیں مرحوم لکھا ڈاکٹر اسرار نے مولانا کو ان کی زندگی میں مرحوم لکھا۔

مولانا کے مزاج کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔

مولانا دیارِ عرب کے دوسرے دورے سے واپس آئے، مقامی شوریٰ کا اجلاس تھا جس میں ہم پانچ چھ آدمی تھے، میں، طفیل صاحب، نعیم صدیقی، ارشاد احمد حقانی وغیرہ۔

مولانا نے کہا: میں نے سعودی عرب میں بہت منکرات دیکھے ہیں، فحاشی پھیل رہی ہے، میں اس کے خلاف مضمون لکھوں گا اور اگر مجھے روکا گیا تو پھر مستعفی ہو جاؤں گا تاکہ یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون لکھ سکوں۔ گو مولانا اختلاف کے وقت تحمل کا مظاہرہ کرتے لیکن موقع کی تلاش میں رہتے کہ کب حساب برابر کروں۔ چاہتے تھے کہ اختلاف کرنے والا راستے سے ہٹ جائے یا اپنے منصب پر نہ رہے۔ یہی احساس غازی صاحب کا بھی مولانا کے بارے میں تھا۔

مولانا امین احسن اصلاحی

تفسیر کا اچھا علم رکھتے تھے لیکن حدیث کے معاملہ میں بہت ڈھیلے، رجم کے مسئلہ میں ٹھوکر کھائی۔ ایک دفعہ کہنے لگے کہ امام بخاری نے حدیثوں کا قیمہ بنا دیا ہے۔ دیکھو باب باندھا ہے (باب الموعظة علی الابل) یعنی اونٹ کی پیٹھ پر نصیحت کرنا۔

میں نے جواب دیا کہ ابن حجر اس حدیث (لاتتخذوا ظهور الدواب منابر: یعنی جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ) کو لا کر دو باتوں میں فرق ظاہر کر رہے ہیں کہ جانوروں کی پیٹھ کو مستقل منبر بنانا صحیح نہیں ہے لیکن ہنگامی طور پر اونٹ کی پیٹھ سے خطبہ دینا جائز ہے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اپنی کتاب (جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث) میں اس موضوع کو زیر بحث بنایا ہے۔

مولانا خوب جلالی طبیعت کے مالک تھے، لیکن اگر اپنی کوتاہی کا احساس ہو جاتا تو فوراً معافی مانگ لیتے تھے جیسے ۵۶ء کی پندرہ روزہ شوریٰ کے موقع پر ہوا۔ اپنے بیٹے ابو صالح کے شادی پر زیادہ اخراجات کرنے کا اعتراض ہوا تو فوراً معافی مانگ لی۔

ایک دفعہ کراچی اجتماع میں اندر داخل ہونے کے لیے ''بیج'' کا ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ اصلاحی صاحب نے نہیں لگایا۔ رضا کار پہریدار نے روک دیا۔ تو اُسے خوب ڈانٹا۔ اُس شخص نے بعد میں مولانا سے معافی مانگی کہ میں نے پہچانا نہیں تو کہا: کیسے نہیں جانتا۔

[راقم عرض کرتا ہے کہ گو ابا جان اور اصلاحی صاحب کے تعلقات جماعت سے نکلنے کے بعد بھی اچھے رہے لیکن رجم کے مسئلہ پر ابا جان نے اپنے مقالات میں اصلاحی صاحب کی رائے پر کھل کر تنقید کی اور یہیں سے تعلقات کشیدہ ہوئے اور دونوں بزرگوں میں وہ میل ملاپ نہ رہا جو اتنے طویل عرصہ قائم رہا تھا: ص ح]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں طفیل محمد

انہوں نے خود بتایا کہ جب جماعت کا رُکن بنا تو وکالت چھوڑ دی۔ والد نے کہا: یہ تم نے کیا کیا۔ میں نے تمہیں پڑھایا لکھایا اور تم مودودی کے پیچھے ہو لیے؟ تو انہوں نے جواب دیا: یوں سمجھ لیں کہ آپ نے کاروبار میں پیسہ لگایا تھا لیکن دیوالیہ ہو گئے۔

مولانا نے غالباً پچیس روپے تنخواہ پر اُنہیں ملازمت دی، قیم جماعت بنایا۔ بہت سادہ، محنتی اور مخلص تھے لیکن مولانا کے بیحد عقیدت مند اور تابع تھے۔ ایک دفعہ غلام احمد پرویز نے لکھا کہ اہل حدیث بخاری کو سند مانتے ہیں، حنفی امام ابوحنیفہ کو اور جماعت اسلامی مودودی کو۔

میں نے اس کا ردّ لکھا تو اس نے جواباً لکھا کہ یہ بات میاں صاحب نے لکھی ہے، پوچھا کہ کہاں لکھی ہے تو کہا: الفرقان (ربوہ) میں۔ اس نے اخبار تسنیم کا حوالہ دیا تھا۔ میں نے میاں صاحب سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا لکھ دیا تو کہنے لگے: تو کیا مولانا مودودی نے پچیس سال جھک ماری ہے؟ اُن کی عادت تھی کہ پانچ بجے صبح اُٹھتے، مولانا کو جا کر کہتے: آیئے نماز کے لیے، بعض دفعہ ناراض بھی ہو جاتے۔

نعیم صدیقی

اعصاب کے کمزور تھے، بہت اچھے شاعر ہیں، اخوان کی شہادت پر بڑی معرکۃ الآراء نظم لکھی: ''یہ کون تھا کس کا خون بہا۔'' سادہ مزاج کے تھے، کوثر نیازی کی طرح دنیا نہیں بنائی۔ میانوالی (پنجاب) سے تعلق ہے، نام ہے عبدالسلام۔ تعلیم کے بارے میں خود کہا: نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے۔

جماعت میں اگر حکیم عبدالرحیم اشرف قدماء کے علمبردار تھے تو نعیم صدیقی متجددین کے۔ اس لیے دونوں میں خوب جھڑپ رہتی۔ حج میں دونوں حضرات جمع تھے، منیٰ میں جب نعیم صدیقی بیمار پڑے تو حکیم صاحب نے جا کر دوا دی۔ بحران کے زمانہ میں بہت غلط رویہ اپنایا۔ جب بھی میں نے ڈانٹا تو خاموشی اختیار کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان احمد

بہت ہی سنجیدہ اور مدبر شخصیت ہیں۔ پہلے کمیونسٹ تھے، مولانا کا لٹریچر پڑھ کر جماعت سے وابستہ ہو گئے، بڑے منتظم ہیں ۱۹۵۳ء میں جب مولانا سمیت جماعت کے سرکردہ حضرات پابند سلاسل کر دیے گئے تو امیر جماعت بنائے گئے۔ انہوں نے بہت اچھا انتظام کر رکھا تھا۔ گرفتار حضرات کے لواحقین کو مصارف باقاعدگی سے پہنچاتے رہے۔ جماعت سے الگ ہو کر طبیہ کالج ہمدرد میں طب پڑھی اور پھر باقاعدہ طبابت شروع کر دی۔ ہر رمضان میں باقاعدگی سے اعتکاف کرتے ہیں۔

حکیم عبدالرحیم اشرف

محترم حکیم صاحب سے دینی اخوت کا رشتہ کم وبیش ۵۰ سال سے قائم تھا۔ غالباً ۱۹۴۲ء میں ایک جلسے میں شرکت کے لیے حکیم صاحب کے قصبے ویرووال (ضلع امرتسر) جانے کا اتفاق ہوا۔ اس جلسے میں میاں طفیل محمد صاحب اور مولانا محمد جعفر شاہ صاحب پھلواری بھی موجود تھے۔ اس موقع پر محترم حکیم صاحب مرحوم سے تفصیلی تعارف ہوا اور اس کے بعد بار بار ملاقات ہوتی رہی، خاص طور پر جماعت اسلامی کی مرکزی شوریٰ کے اجلاسوں میں بہت زیادہ تبادلہ خیال کا موقع ملتا رہا۔ اکثر مسائل میں باہمی ہم آہنگی پائی گئی۔

بظاہر ان کا تعلق اہل حدیث خاندان سے تھا اور ''مسلک اہل حدیث'' پر عملاً کاربند تھے، لیکن انتہا پسندی یا کٹر پن نہیں تھا۔ ان کی رائے تھی کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، ظاہری اور سلفی، ان سب کے درمیان فقہی اختلاف، حق و باطل کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ، راجح مرجوح یا تعبیر وتشریح کا اختلاف ہے، اس بناء پر بہت سے شدت پسند اہل علم سے، ان کا اختلاف رہتا تھا۔ ان کی اعتدال پسندی کی وجہ سے بہت سے سلفی بھائی ان سے ناراض رہتے تھے اور بہت سے حنفی بھائی، ان کے ''آمین'' اور ''رفع الیدین'' کرنے کی بناء پر، ان کے قریب نہیں آتے تھے، اس کے باوجود سلفی اور حنفی حلقوں میں، ان کے احباب کی ایک بڑی تعداد موجود رہی ہے جو ان کی طرح، فقہی مسائل میں، اعتدال پسند ہیں۔ اسی طرح جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی ان کے بہت سے مداح پائے جاتے ہیں۔ اس شعر کے مصداق تھے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ، دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

عاصم الحداد

مالیر کوٹلہ کے قیام کے ضمن میں اُن کا تذکرہ آ چکا ہے۔

کثیر الاولاد تھے، مکان کا کرایہ مستزاد، مقروض بھی ہو گئے تھے، مولانا کی کئی کتب عربی میں منتقل کیں بلکہ اَسّی فیصد کتب کا عربی ترجمہ انہی کا ہے۔ عالم عرب میں مولانا کو روشناس کرانے کا سہرا اُنہی کو جاتا ہے۔

انہوں نے دیکھا کہ اردو سے انگریزی ترجمہ کرنے والوں کو زیادہ معاوضہ دیا جاتا ہے، اس لیے انہوں نے بھی مطالبہ کیا کہ مجھے بھی اتنا ہی معاوضہ ملنا چاہیے اور کام کے حساب سے ملنا چاہیے۔ جماعت میں پالیسی یہ تھی کہ ذمہ داری اور اولاد کے لحاظ سے تنخواہ ملے گی۔ لیکن بعض افراد حالانکہ غیر شادی شدہ تھے، اپنی قابلیت کی بنا پر زیادہ کمار ہے تھے، بہر حال کچھ لیت ولعل کے بعد عاصم کی بات مانی گئی اور انہوں نے رات دن لگا کر خوب کام کیا اور یوں کچھ رقم جمع کر سکے۔ لیکن ذہن میں یہ بات کھٹکتی رہی کہ ان کے ساتھ ناانصافی کی گئی ہے۔ اس لیے بالآخر مستعفی ہو کر گوجرانوالہ چلے گئے۔ جو بھی اختلاف تھا، چوہدری غلام محمد (مسئول مالیات) سے تھا۔ مولانا مودودی ان معاملات میں دخل نہ دیتے تھے۔

شیخ اشرف پبلشر (لاہور) کی فرمائش پر ترجمہ قرآن کا کام شروع کیا، کچھ دیر جامعہ سلفیہ میں بھی رہے۔ محمد محمود الصواف ان دنوں مکہ مکرمہ میں تھے مسعود عالم ندوی کے ساتھ دیارِ عرب کے سفر میں اُن سے متعارف ہو چکے تھے، اُنہیں اپنے حالات کے بارے میں خط لکھا۔ انہوں نے فوراً بلا بھیجا۔ مکہ مکرمہ گئے اور رابطہ عالم اسلامی سے وابستہ ہو گئے۔ شام کو کسی عربی اخبار غالباً (البلاد) میں بھی کام کیا۔ معاشی لحاظ سے خوشحال ہو گئے۔

جماعت کے نئے مرکز منصورہ (لاہور) میں زمین خرید چکے تھے۔ اس لیے وہاں مکان بنایا اور سعودی عرب واپسی کے بعد باقی زندگی وہیں گزاری۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ عاصم کی شکل میں یہ لاٹھی جماعت کو میں نے ہی فراہم کی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصر اللہ خان عزیز

خوش طبع آدمی تھے، شاعر تھے، محبت سے ملتے تھے، مدینہ منورہ میں بھی ایک دفعہ ملاقات ہوئی۔

کوثر نیازی

سب سے پہلے جب دیکھا تو دھوتی باندھتے تھے، غالباً ادیب عالم کی تیاری کر رہے تھے اور پھر ادیب بن گئے۔ چالاک اور ہوشیار تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کتاب ''تثلیث وتوحید'' کو دیکھ کر کتاب تیار کر ڈالی۔ ایک جلسہ میں میرے ساتھ اُس کی بھی تقریر تھی لیکن انتہائی چالاکی سے میرا نام شروع میں رکھ کر اپنا نام آگے کرالیا۔ میں نے ہی اس کی شادی عبدالحمید کھوکھر کی بہن سے کرائی تھی۔ یہ جماعت سے وابستگی کے آخری دنوں کا واقعہ ہے کہ اُسے ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ایک جلسہ میں تقریر کے لیے بلایا گیا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ پہلے پانچ سو روپے اور کرایہ بھیج دیں اور کھانے کا بھی اچھا انتظام کریں۔

انہوں نے کہا: کیا آپ اپنی تقریر بیچتے ہیں؟ ہم کرایہ دے دیں گے۔ جواباً کہا: کوئی تقریر بیچتا ہے تو کوئی تفسیر بیچتا ہے۔

بحران کے دو سال بعد ذاتی وجوہات کی بناء پر جماعت سے علیحدہ ہوا۔ علیحدہ ہونے والے افراد کا کراچی میں ایک اجتماع ہوا جس میں دیوبندی علماء بھی آئے تھے۔ اجتماع مفتی محمد شفیع کے دارالعلوم میں منعقد ہوا۔ مولانا ظفر احمد تھانوی، مولانا یوسف بنوری، مفتی شفیع، حکیم عبدالرحیم اشرف اور کوثر نیازی سب موجود تھے۔ مولوی غلام اللہ نے کہا کہ اصلاحی کے ہوتے ہوئے ہم شامل نہ ہوں گے۔ اس لیے یہ بات آگے نہ چل سکی۔

بہت عرصہ کے بعد انصاری صاحب کے جنازہ پر اُن کے مکان پر ملا۔ مصافحہ ہوا یا معانقہ یاد نہیں۔ وہ تربیت گاہ میں پڑھنے والے شاگردوں میں سے تھے۔ اس کا ایک جوان بیٹا حادثہ میں فوت ہو گیا تھا۔ حکیم صاحب تعزیت کے لیے گئے تھے۔ جماعت کے کسی شخص نے کہہ دیا کہ اچھا ہوا وہ لڑکا مر گیا۔ مجلس میں عبدالرشید صراف (عبدالحمید کھوکھر کے ماموں زاد بھائی) بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا: تمہیں ایسا کہتے ہوئے شرم نہیں آئی میں اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکے کا ماموں ہوں اور وہ لڑکا جمعیت کا کارکن تھا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

جماعت سے وابستگی اور پھر علیحدگی کا ذکر سمیٹتے ہوئے اس سوال کا جواب دینا چاہوں گا جو اکثر ہمارے بارے میں کیا جاتا ہے۔

ان لوگوں نے جماعت سے علیحدہ ہو کر آخر کیا کر لیا؟

جواباً عرض ہے، ہم نے بہت کوشش کی کہ منظم ہو کر کوئی کام کر سکیں۔ ساتھی لاہور، شیخوپورہ، گوجرانوالہ اور پھر ہڑپہ میں جمع ہوتے رہے ہم میں سے ہر شخص کی علیحدگی کے اسباب مختلف تھے۔ مثلاً یہ کہ جماعت میں آمریت ہے یا دینی مزاج کم ہوتا جا رہا ہے یا الیکشن بازی کا رجحان غالب ہے یا مالی معاملات میں خیانت ہے وغیرہ۔

حکیم صاحب کہتے تھے کہ پہلے یہ طے کر لو کہ الیکشن میں حصہ نہیں لیں گے۔ باقر خان (جو ابھی علیحدہ نہیں ہوئے تھے) کہتے تھے کہ نہیں! یہ کہو کہ سر دست حصہ نہیں لیں گے۔

اس لیے اجتماعیت کی کوئی شکل سامنے آ سکی لیکن ہم میں سے ہر ایک نے کوئی نہ کوئی مثبت کردار ضرور ادا کیا۔

غازی صاحب نے اسکول قائم کر کے بچوں کی تعلیم پر توجہ دی۔ میں نے حکیم صاحب کے ساتھ مل کر جامعہ تعلیمات اسلامیہ کا آغاز کیا جو آج ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ سلطان احمد صاحب نے رباط العلوم الاسلامیہ کے ساتھ مل کر حلقہ درس منظم کیا۔ اجمل خان لغاری نے رحیم یار خان میں مدرسہ قائم کیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے نوجوان طلبہ کے لیے ہوسٹل قائم کیا اور قرآن اکیڈمی کا آغاز کیا۔ والحمد للہ علی ذالك۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتواں باب

فیصل آباد، ساہیوال اور کراچی کا قیام

● فیصل آباد، مئی ۵۷ء تا جون ۶۱ء

حکیم عبدالرحیم اشرف کی تحریک پر لائل پور (جو بعد میں فیصل آباد کہلایا) منتقل ہو گیا۔ میری عادت تھی کہ جہاں بھی جاتا، نصاب تعلیم کو حالات حاضرہ کے مطابق بدلنے کی کوشش کرتا۔ جامعہ میں شبینہ کلاس کھولی جس میں مختلف کالجوں سے پندرہ سولہ طلبہ آتے تھے۔ اس زمانے کے شاگردوں میں محمد بشیر سیالکوٹی اور محمد حسین کلیم ہیں۔

۵۳ء کے ہنگامے سے پہلے لائل پور کے چند اہل علم حضرات نے ایک مفید سلسلہ "مجلس علمی" کا شروع کیا تھا۔ جمعرات کو ایک معین وقت پر یہ حضرات یکجا ہوتے اور جو مسئلہ ایک ہفتہ پہلے طے کر لیا گیا ہوتا تھا اس پر باہمی گفتگو ہوتی۔ مختلف مکاتیب کا نقطۂ نظر زیرِ بحث آتا اور تبادلہ خیال کے بعد کوئی رائے متعین کر لی جاتی۔ لیکن مارچ ۵۳ء کی گرفتاریوں سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا، اس کے بعد بھی دو تین سال تک اسے قائم نہ کیا جا سکا۔ مئی ۵۷ء میں از سرِ نو اس کا آغاز ہوا اور اس ہفتہ کی پہلی مجلس منعقد ہوئی۔ اس مجلس میں مفتی سیاح الدین کاکاخیل صاحب صدر مدرس اشاعۃ العلوم، مولانا محمد صدیق صاحب صدر مدرس جامعہ سلفیہ لائل پور، مولانا حافظ عبدالمجید صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا عبدالرحیم اشرف، مولوی عبدالقیوم صاحب اور میں، شریک تھے۔

میں اس حلقہ میں نو وارد تھا۔ لیکن اس مجلس میں یوں محسوس ہوتا کہ جستجو اور تحقیق کی راہ کے ہم سب ایسے ساتھی ہیں، گویا ایک مدت سے ہم ایک ہی وادی میں گھومنے پھرنے والے ہیں۔

اس نشست میں اس وقت کا ضروری مسئلہ "اُردو میں نماز" زیرِ بحث آیا۔ سب حضرات نے ابتداءً رسمی گفتگو کی۔

"احیاء اللغۃ العربیۃ" کے نام سے عربی زبان میں خطاب کا رجحان پیدا کرنے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے ایک انجمن بنائی جس کے صدر مولانا عبدالمجید نابینا تھے۔ مفتی سیاح الدین بھی شریک ہوتے رہے، طلبہ میں سے بیٹے صہیب اور بشیر سیالکوٹی باقاعدگی سے حصہ لیتے تھے۔

ایک دفعہ مولانا ابوالحسن ندوی تشریف لائے تو ان کے اعزاز میں ایک اجلاس گورنمنٹ ہائی سکول اور دوسرا جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں رکھا۔ اس اجلاس میں مولانا اصلاحی بھی شریک ہوئے۔

دوسال کے بعد جامعہ سلفیہ میں تدریس کے فرائض انجام دینے شروع کیے، جامعہ شہر سے بالکل باہر تھا اس لیے بس سے ''بولے کی جھگی'' جاتا اور وہاں سے پیدل۔ جامعہ میں مشکوٰۃ، سنن ابوداود، مقدمہ ابن خلدون، تاریخ ادب عربی اور حماسہ کا درس دیا۔ مولانا محمد گوندلوی بخاری پڑھایا کرتے تھے۔

اس دور کے میرے شاگردوں میں ہیں۔ بن یامین (بعد میں مدرسہ ماموں کانجن کے شیخ الحدیث ہوئے) علی محمد، کرم الدین سلفی مرحوم (خطیب مسجد عزیز آباد، کراچی) یوسف انور۔

۵۹ء میں جامعہ سلفیہ کا جدید نصاب مرتب کرنے کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی تھی۔ مولانا غزنوی نے کہا کہ ہم لاہور میں میٹنگ رکھیں گے اور اس کے بارے میں بحث کریں گے، ناظم محمد اسحاق چیمہ تھے، لاہور میں نصاب کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس کے ارکان تھے:
(۱) مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ مرحوم و مغفور (۲) مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی سابق پروفیسر جامعہ ملیہ دہلی مرحوم و مغفور۔ (۳) مولانا شریف اللہ صاحب سواتی مرحوم و مغفور (۴) مولانا محمد اسحاق صاحب چیمہ مہتمم جامعہ سلفیہ (۵) جناب پروفیسر عبدالقیوم صاحب مہتمم مسجد مبارک لاہور، مرحوم و مغفور (۶) مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم و مغفور (۷) مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف مرحوم و مغفور (۸) میں۔

نصاب کمیٹی کا یہ اجلاس مولانا محترم داؤد غزنویؒ کی زیر صدارت مدرسہ تقویۃ الاسلام کے ایک کمرہ میں منعقد ہوا۔ اس میں، میں نے تجویز پیش کی کہ دوسرے سال میں بلوغ المرام کے بجائے ریاض الصالحین پڑھائی جانی چاہیے۔ لیکن گفتگو کے دوران پروفیسر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عبدالقیوم مرحوم نے فرمایا کہ حدیث کی مشہور کتاب ریاض الصالحین کے بجائے شروع میں بلوغ المرام کو رکھا جائے۔ پھر بلند آواز سے کہا ''مسلک، مسلک'' حالانکہ پروفیسر صاحب خود داڑھی نہ رکھتے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ میں نے ریاض الصالحین شروع میں اس لیے رکھی تھی تاکہ طلباء تعلیم کے دوسرے سال میں ایسی آیات اور احادیث کے مطالب ذہن نشین کرلیں جن کا تعلق اخلاص، تقویٰ، صبر، شکر، توکل اور دوسرے اہم بنیادی مضامین سے ہے۔ بہر حال پروفیسر مرحوم کے اصرار پر اور شیخین مولانا داؤد غزنویؒ اور مولانا اسماعیل صاحب کی معنی خیز خاموشی کی بنا پر میں نے ترمیم کردی کہ ریاض الصالحین کے چند ابتدائی ابواب بلوغ المرام سے پہلے پڑھا دیئے جائیں یا بلوغ المرام کے آخری ابواب جو اخلاق پر مشتمل ہیں ان کو پہلے پڑھا دیا جائے اور پھر بلوغ المرام کی کتاب الطہارۃ شروع کرائی جائے۔ اس سے دونوں فائدے حاصل ہوجائیں گے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اخلاص وتقویٰ جیسے اہم مضامین پر مشتمل احادیث پڑھانے سے طلبہ کی دینی تربیت ہوگی اور سیرت وکردار بلند ہوگا اور اس کے بعد کتاب الطہارۃ شروع کرائی جائے جس میں اختلافی اور ''مسلکی'' مسائل ملتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ طریقہ مناسب نہیں ہے کہ تعلیم کے ابتدائی سالوں میں اختلافی اور مسلکی مسائل چھیڑ دیئے جائیں۔ اہم ضرورت یہ ہے کہ آغاز میں طلبہ کے ذہن میں اخلاص، تقوی کے بیج بوئے جائیں تاکہ تکمیل کے بعد پیشہ ور واعظ اور مدرس بننے کے بجائے صحیح معنی میں طلبہ اور عوام کے لیے مخلص مربی بن سکیں۔ میرا تجویز کردہ نصاب سوائے ایک دو کتب کے منظور ہوگیا۔

میں جامعہ سلفیہ میں ایک سال رہا۔ آنے جانے میں شدید دقت تھی، جامعہ کی طرف سے سواری کا انتظام نہ تھا، جائے رہائش کے قریب مولانا عبداللہ ویروالوی کا مدرسہ دارالقرآن والحدیث تھا جو مجھے وہاں پڑھانے پر اصرار کر رہے تھے۔ اس لیے میں نے وہاں تدریس کا آغاز کردیا۔ بہر حال مجھے سلفیہ چھوڑنے کا بہت افسوس تھا ایوب خان کے دور میں، میں نے زراعتی کالج میں عید کی نماز پڑھائی اور خطبے میں عائلی کمیشن کے اوپر کھل کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقید کی۔

عراق کے صالح سامرائی اُن دنوں زراعتی کالج میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، انہوں نے مجھے دعوت دی کہ میں کالج کی مسجد میں جمعہ کے روز تقریر کیا کروں تا کہ طلبہ مستفید ہوں اور اس طرح زراعتی کالج (اور پھر زرعی یونیورسٹی) سے ربط قائم ہوا۔ اسلامیہ کالج میں پروفیسر غلام احمد حریری کی سعی سے میرا ایک لیکچر ''فہم قرآن'' کے موضوع پر ہوا۔ وہاں کے پرنسپل صاحب خود شریک ہوئے اور لیکچر کی تحسین کی۔ اس سے قبل وہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کو بھی مدعو کر چکے تھے لیکن انہوں نے اختلافی مسائل چھیڑ دیئے۔

دارالقرآن والحدیث میں دو سال رہا۔ ایک دفعہ مولانا غلام اللہ خان وہاں آئے اور مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ اتنے چھوٹے سے مدرسہ میں پڑھا رہا ہوں۔ دارالقرآن میں سنن نسائی کا درس دیا۔ بیٹے صہیب نے ایک سال گورنمنٹ کالج لائل پور میں تعلیم حاصل کر لی تھی۔ میں نے اُسے عربی تعلیم کی طرف لگایا۔ زیادہ تر مجھ سے پڑھا۔ کچھ اسباق سلفیہ اور دارالقرآن والحدیث میں بھی پڑھے، عربی کے امتحانات عالم عربی اور فاضل عربی کی میری نگرانی میں تیاری کی اور دونوں امتحانات میں اول پوزیشن حاصل کی۔

لائل پور کے قیام کے دوران پانچ چھ مکانات بدلے۔ لیبر کالونی، محمد پورہ اور بالآخر جناح کالونی۔ لیبر کالونی کا مکان ڈبل کوارٹر کا تھا لیکن وہاں بڑی وحشت ہوتی تھی۔ ایک دفعہ تانگے میں جا رہا تھا، یکدم گھوڑا گر گیا چوٹ لگی اور پھر دوسرے تانگے سے گھر آیا۔

جناح کالونی کی رہائش گاہ میں ایک کمرہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی کلاسز کے لیے مخصوص تھا۔ اس کوٹھی کا مالک مکان بوڑھا شخص تھا اپنے پیسے باورچی خانہ میں چھپا کر رکھتا تھا۔ ایک رات کھڑ کھڑ ہوئی تو باورچی خانہ کی طرف بھاگا جہاں بلی نے کوئی چیز گرائی ہوگی۔ ساری رات جاگتا رہا۔ میرے حصے کی طرف جو صحن تھا وہ ایک بڑی سڑک کی طرف واقع تھا۔ اس نے وہاں دکانیں بنانا شروع کر دیں۔ جو میونسپلٹی نے آ کر گرا دیں۔ مالکن نے خوب کوسنے دیئے۔ بعد میں نقشہ منظور کرا کے دوبارہ بنوالیں۔

جامعہ کی درسگاہ میں ایک قادیانی بھی آیا کرتا تھا۔ جامعہ تعلیمات کا سارا انحصار حکیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب پر تھا اور مالی لحاظ سے شدید مشقتیں پیدا ہو رہی تھیں، اس لیے میں نے لائل پور چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد کی خواہش تھی کہ میں اُن کے قائم کردہ ''قرآن ہوسٹل'' میں کالج کے طلبہ کو عربی اور دینی کتب پڑھاؤں۔

حکیم صاحب سے خاصی بحث ہوئی، انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ آپ نے یہاں کیا کیا؟ میں نے کہا: میں نے صہیب کو اسی جامعہ کے توسط سے تعلیم دی۔ کہنے لگے: آپ دوسرے طلبہ کو کیوں نہیں لیکر آئے: میں نے کہا کہ یہ میرا کام نہ تھا۔

لائل پور سے اس حال میں روانہ ہوا کہ حکیم صاحب رخصت کے لیے نہیں آئے اُن کے اور میرے ایک دوسرے مخلص ساتھی سلمان صاحب تشریف لائے تھے۔ میری بیٹی صابرہ سلمہا کی شادی ہو چکی تھی، اُس کے ہاں پہلا بیٹا ہاشم پیدا ہوا، بیمار ہوا اور اسی بیماری میں فوت ہوا۔ ایک اور بچہ قاسم کراچی میں فوت ہوا۔ ہاشم کے بعد سالم کی ولادت ہوئی جو اب شادی شدہ ہے اور کراچی ہی میں مقیم ہے۔

اب چونکہ لائل پور سے جانے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا اس لیے دارالقرآن والحدیث سے بھی استعفیٰ دیدیا۔ میں اس وقت زراعتی کالج کی مسجد میں معتکف تھا کہ مولانا عبداللہ آئے اور بھرائی آواز میں کہا کہ استعفیٰ واپس لے لوں۔ لیکن میں نے حالات کو دیکھتے ہوئے معذرت کی۔

۱۹۸۰ء میں مدینہ منورہ سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ہی کی طرف سے جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں پوری تنخواہ پر دوبارہ تعینات کیا گیا جس کا تذکرہ اپنی جگہ پر آئے گا۔

● ساہیوال (سابقہ منٹگمری) سال ۶۱ء

قرآن ہوسٹل میں چند طلبہ تھے، عبدالخالق، عبدالغنی، صلاح الدین، میرا بیٹا خبیب اور ڈاکٹر اسرار کے چھوٹے بھائی ابصار احمد۔ اس ہوسٹل میں صرف عربی کی تعلیم دینے کے لیے عزیزم صہیب مجھ سے پہلے جا چکا تھا۔

اقبال سہیل ان دنوں منٹگمری میں قیام کرتے تھے، اُن کی والدہ اسپین سے تھیں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ساتھ ہی مقیم تھیں۔

ایک دفعہ کالج میں اقبال سہیل کی عرب بیگم کی تقریر رکھی گئی تھی، ہم نے مشورہ دیا تھا کہ ایسا نہ کرو، بہرحال تقریر ہوئی اور پردے کے پیچھے سے، تقریر کے بعد وہ ایسے بھاگی کہ لوگ ہنسنے لگے۔

جامعہ رشیدیہ کو مولانا عبداللہ اوران کے بھائی حبیب اللہ چلا رہے تھے۔ مفتی مقبول احمد بھی وہیں تھے، سالانہ جلسہ میں مجھے بھی دعوت تقریر دی گئی، مجمع اچھا خاصا تھا۔ میں نے اس وقت کے وزیر قانون منظور قادر پر خوب تنقید کی جس نے کہا تھا کہ مسلمانوں میں ۷۳ فرقے ہیں، کس کا قانون بنائیں گے۔ میں جواباً کہا تھا کہ یہاں ۷۳ فرقے نہیں ہیں، صرف دو تین فرقے ہیں۔ مولانا داؤد غزنوی کا حوالہ دیا تھا کہ ہمارا اختلاف اندرونی ہے اس کی وجہ سے ہم نہیں چاہتے کہ انگریزی قانون کو باقی رکھا جائے۔ حکومت کی سی آئی ڈی موجود تھی اور نوٹ لے رہی تھی۔ میں نے شروع میں آہستگی سے تقریر کی تو لوگ بولنے لگے تو کہا گیا کہ ٹھہرو، علامہ خالد محمود آرہے ہیں۔ پھر میں نے بلند آواز سے تقریر کی تو اچھی تقریر ہوگئی۔

جامعہ رشیدیہ کے مولانا عبداللہ بھی جیل گئے تھے، جب واپس آئے تو تنخواہ لینے سے انکار کردیا کہ میں نے کام نہیں کیا تو تنخواہ کیوں لوں؟

یہ مدرسہ خوب تھا لیکن بعد میں مہتم حضرات کی وراثت کے جھگڑے میں تقریباً ختم ہوگیا۔

[راقم الحروف نے یہاں مولانا عبداللہ سے ''مسایرہ مسامرہ'' اور حافظ صدیق نابینا سے ''نورالانوار'' کا درس لیا: ص ح]

ڈاکٹر صاحب عازم حج تھے، میرا نام بھی دیا تھا لیکن قرعہ اندازی میں نہیں آیا، سنا کہ اصلاحی صاحب بھی جارہے ہیں۔ ان سے ملنے کے لیے ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ پلیٹ فارم ٹکٹ نہ لے سکا۔ اصلاحی صاحب گاڑی میں نظر نہیں آئے، خوب ادھر اُدھر دیکھا اور بینچ پر بیٹھا رہا۔ گاڑی چلے جانے کے بعد ریلوے لائن پار کی۔ دوسری طرف چلا گیا اور کافی لمبا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکر کاٹ کر واپس گھر پہنچا۔

یہ سال وہ تھا جس سال جماعت اسلامی نے غلاف کعبہ بنا کر اس کی خوب تشہیر کی تھی۔ غلاف کعبہ کو ریل گاڑی سے کراچی لیجایا جا رہا تھا۔ لوگ زیارت کے لیے ہر اسٹیشن پر ہجوم کر رہے تھے۔ پلیٹ فارم بند کر دیا گیا تو عورتوں نے اپنے دوپٹے گاڑی پر پھینکے کہ گاڑی سے مَس کر جائیں۔ حالانکہ ابھی تک اس غلاف کو کعبہ پر پہنچائے جانے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ مولانا مودودی سے کسی نے کہا کہ یہ بدعت کیوں کی، تو کہا کہ ہم نہ کرتے تو بریلوی حضرات اس سے زیادہ کرتے۔ یعنی أهون البليتين (دو مصیبتوں میں سے ہلکی مصیبت) والا اصول کارفرما تھا، حالانکہ تقسیم سے پہلے یہ بات نہ تھی۔

دو واقعات

پہلا مکان سیٹلائٹ ٹاؤن میں ملا، بعدازاں ہاسٹل کے ساتھ والے مکان میں منتقل ہو گیا۔ مکان کا دروازہ ایک ہال میں سے نکلتا تھا وہاں ایک اور کرایہ دار بھی تھا جس کا دروازہ صرف ہال ہی سے تھا، جب کہ ہمارا دروازہ دوسری طرف بھی کھلتا تھا۔ ڈاکٹر اسرار کے سالے عبداللہ کا اس سے جھگڑا ہو گیا تو اس نے وہ دروازہ بند کر دیا۔ اس نے تھانہ میں شکایت کر دی۔ پولیس میری تلاش میں غلہ منڈی پہنچی، جہاں میں ایک ضرورت کے تحت گیا ہوا تھا۔ میں ڈاکٹر صاحب کے بھائی اقتدار کے دفتر میں پہنچا کہ وہ پولیس کے ساتھ بات کر کے میری مدد کریں گے لیکن انہوں نے تعاون نہ کیا بالآخر عبداللہ نے دروازہ کھولا تو بات رفع دفع ہوئی۔

مسجد اہلحدیث سبزی منڈی کا خطیب حج کے لیے گیا۔ میں نے وہاں درس دینا شروع کیا۔ وہ جب واپس آیا تو اس نے یہ خیال کیا کہ شاید میں وہاں قبضہ کرنے والا ہوں۔ اس لیے میں نے وہاں درس اور خطبہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ مرکزی جامع اہلحدیث کے خطیب مولانا عبدالجلیل تھے۔ ایک تیسری مسجد جس کے خطیب مولانا عبدالمنان تھے وہاں ظہر عصر پڑھا کرتا تھا۔ میرے چھوٹے بیٹے احمد کی پیدائش ساہیوال میں ہوئی۔

ڈاکٹر اسرار کو اس حال میں بھی دیکھا کہ کبھی قاری عبدالباسط کی قراءت بڑے انہماک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے سن رہے ہیں اور کبھی منو سمرتی کا ترجمہ پڑھ رہے ہیں۔

۶۲ء کا آغاز ہو چکا تھا۔ عزیزم صہیب کو مدینہ یونیورسٹی میں قبول کیے جانے کی اطلاع آ چکی تھی اس لیے اُسے کراچی جاتے وقت الوداع کہا۔

کچھ عرصہ گزرا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کراچی منتقل ہو گئے، پوچھا کہ میں تو بوریا بستر سمیٹ کر آپ کی دعوت پر یہاں آیا ہوں اور آپ یہاں سے تشریف لیجا رہے ہیں تو کہا کہ میں وہاں جا کر ہاسٹل کے لیے سرمایہ مہیا کروں گا۔ اس بات سے میں بہت بددل ہوا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے مکان کی تعمیر شروع کر دی ہو اور نقشہ بعد میں بنایا جا رہا ہو۔

انہی دنوں کراچی سے قاری عبدالخالق رحمانی تشریف لائے اور کراچی آنے کی دعوت دی تو ساہیوال چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہاں سے بالآخر رخت سفر باندھ لیا۔ قدرتِ الٰہی مجھے کشاں کشاں اس طرف لیجا رہی تھی جہاں سے مجھے عازم حجاز ہونا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی اس خوبی کو میں سراہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس وقت اُن کے داماد (بھائی اقتدار احمد کے فرزند) کا عین جوانی کے عالم میں ایک حادثے میں انتقال ہوا تو تدفین کے موقع پر برسرِ عام اعلان کیا کہ اُن کے لیے کوئی قرآن خوانی کی رسم نہیں کی جائے گی۔

● کراچی ۶۲ء

[جب ابا جان پنجاب سے کراچی تشریف لائے اور مدرسہ سعودیہ (سفید مسجد) سولجر بازار میں مسندِ حدیث سنبھالی تو اُنہوں نے جہاں مدرسہ کے نصاب میں کئی تبدیلیاں روشناس کرائیں، وہاں مدرسہ کے موجودہ متولی سیٹھ عبدالوہاب (ابن شیخ عطاء الرحمٰن) کے سامنے یہ تجویز بھی پیش کی کہ تقسیم کے وقت دہلی کا مدرسہ رحمانیہ اپنی رونقیں کھو چکا تھا، خود مؤسس مدرسہ کا خاندان پاکستان ہجرت کر چکا تھا اور بعد ازاں مدرسہ کی عمارت میں شفیق میموریل سکول کی طرح ڈالی جا چکی تھی، اس لئے بہتر ہو گا کہ سفید مسجد کے اس مدرسہ کو از سرِ نو مدرسہ رحمانیہ کا نام دیا جائے، چنانچہ سیٹھ عبدالوہاب مرحوم اور ان کی انتظامیہ نے اس تجویز پر صاد کیا اور یوں مدرسہ رحمانیہ دہلی کے احیاء کا راستہ کھل گیا۔ ابا جان نے جامعہ رحمانیہ کو نئی زندگی عطا کی۔ نصاب کی اصلاح کی، انگریزی زبان کی تعلیم کو روشناس کرایا، بعض قدامت پرست اساتذہ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفت کا علم بلند کیا۔ ابا جان طلبہ کی بھرتی کے لیے لائل پور گئے اور وہیں سے استعفیٰ لکھ کر مدرسہ رحمانیہ ارسال کر دیا، ہمارے دوست ہارون الرشید حساس کی روایت ہے کہ وہ والد صاحب ہی کی وجہ سے رحمانیہ داخل ہوئے تھے۔ یہ تعطیلات پنجاب میں گزار رہے تھے، انہوں نے والد صاحب سے ملاقات کی اور اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست کی۔ یہ بھی کہا کہ ہم طلبہ تو صرف آپ کی وجہ سے کراچی گئے تھے۔ اس لیے آپ کو ہر صورت کراچی چلنا ہوگا۔ والد صاحب نے کہا کہ پھر میری بھی دو شرطیں ہیں: ایک تو یہ کہ حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ خود مجھے جانے کا اِذن دیں اور دوسرے یہ کہ مدرسہ کے متولی سیٹھ عبدالوہاب خود مجھے دوبارہ آنے کے لیے کہیں۔

ہارون الرشید کہتے ہیں کہ میں نے حکیم صاحب کو اذن دینے پر اس طرح آمادہ کیا کہ لائل پور میں آپ خود اور آپ کا ادارہ آپ کے افکار کو عام کر رہا ہے۔ کراچی میں ایسی کوئی شخصیت نہیں ہے جو آپ کے فکر (یعنی فرقہ بندی سے بلند ہو کر اللہ کے دین کی تبلیغ کرنا) کو پھیلا رہی ہو تو کیا یہ بہتر نہیں کہ مولانا عبدالغفار حسن کراچی میں اس کارِ خیر کو انجام دیں۔ دوسری طرف میں طلبہ کا ایک وفد لے کر سیٹھ عبدالوہاب کے پاس گیا اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ابا جان کا استعفیٰ قبول نہ کریں۔ سیٹھ صاحب نے اس بات پر بھی آمادگی کا اظہار کیا کہ وہ ابا جان اور ان پر ان کے والد عطاء الرحمٰن کی شفقتوں اور تعلقات کو دیکھتے ہوئے بخوشی ان کے گھر جائیں گے اور انہیں دوبارہ رحمانیہ لائیں گے اور یوں رحمانیہ سے ایک عارضی لاتعلقی کے قلیل عرصہ کے بعد ابا جان دوبارہ رحمانیہ واپس آ گئے۔ (ص ح)]

ابا جان کہتے ہیں کہ سولجر بازار کراچی کے دارالحدیث رحمانیہ میں شیخ الحدیث بنایا گیا۔ مولانا یوسف کلکتوی خود بخاری پڑھانا چاہتے تھے لیکن بہرحال بخاری کی تدریس میرے ذمہ کی گئی۔

صاحبزادے صہیب ابھی کراچی ہی میں تھے چھ جولائی کی سہ پہر سفینہ حجاج سے پاکستانی طلبہ کے گروپ کے ساتھ وہ عازم حجاز ہوئے کراچی کی گودی میں اُسے الوداع کہا۔

یہ جہاز جدہ سے حاجیوں کو لا کر اب دربارہ نئی کھیپ کو لانے کے لیے واپس جا رہا تھا۔

بنوری صاحب سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ آپ تو مشہور آدمی ہیں۔

جامعہ رحمانیہ میں تقریب بخاری کا سالانہ جلسہ ہوا۔ عبدالوہاب (فرزند شیخ عطاء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرحمٰن) نے حلوہ سوھن کی ٹکیاں تقسیم کیں۔ بخاری کا اختتامی درس میں نے دیا۔ مولانا محمد یونس میری بائیں طرف مسند نشین تھے، کسی نے کہا کہ آپ پانی پر دم کر کے دیں کہ بہت عرصہ کے بعد بخاری کا ختم ہو رہا ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ میں بالٹی بھر کر لے آتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں اس عمل کا قائل نہیں ہوں۔ میں نے یہ کام مولانا یونس کے حوالہ کیا۔ پھر تقسیم اسناد کا جلسہ ہوا۔ لوگ بہت خوش ہوئے کہ مدرسہ ترقی کر رہا ہے مدرسہ میں ایک لڑکے کو دیکھا کہ جس کی اخلاقی حالت بہت خراب تھی، اس کی تادیب بھی کی گئی اور پھر مدرسہ سے نکال دیا گیا۔

میں کراچی ہی میں تھا جب بھائی عبدالخالق میمن سندھ سے تشریف لائے معاشی اعتبار سے پریشان تھے۔

حج کی درخواست دوبارہ دی افسر کہنے لگا کہ کوئی بیٹا سرکاری ملازم ہے یا نہیں اور پھر کہا کہ اچھا پانچ سو روپے دو۔ اس طرح درخواست رد کر دی۔

[ہارون الرشید حساس روایت کرتے ہیں: مجھے مولانا نے اس موضوع پر مقالہ لکھنے کو کہا کہ اسلامی حکومت کیسے قائم ہوتی ہے؟ یہ مقالہ ہفتہ وار اجلاس میں پڑھا گیا۔ میں نے لکھا کہ انبیاء کو بادشاہ بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔

انہوں نے اس مقالہ کی بہت تحسین کی۔ پھر گھر لے گئے اور جماعت اسلامی سے نکلنے کا واقعہ بیان کیا۔ کہا کہ جماعت میں شورائیت نہیں رہی اور اب وہ مذہبی جماعت کے بجائے سیاسی جماعت بنتی چلی جا رہی ہے۔

ختم بخاری کی تقریب کے موقع پر مجھے جدید اور قدیم تعلیم کے تقابل پر مقالہ لکھنے کو کہا۔ اس طرح وہ طلبہ کا ذہن بنانا چاہتے تھے۔ میری تحریری تقریر عین موقع پر دستیاب نہیں ہو رہی تھی، کہیں ایسی جگہ اوراق رکھ دیئے جس پر کوئی برتن یا کپڑا غلطی سے رکھ دیا گیا تھا۔ میں نے زبانی تقریر کرنے کی درخواست کی۔

جس وقت میری تقریر ہو رہی تھی کہ مولانا محمد یونس قریشی داخل ہوئے۔ لوگ اُن کے استقبال کی طرف متوجہ ہوئے تو میں ذرا رُک گیا۔ عورتوں نے اوپر گیلری میں باتیں کرنا شروع کر دیں تو میں نے دوبارہ تقریر شروع کر دی۔ بعد میں مجھے کالج کے طلبہ نے گھیر لیا اور تعجب کا اظہار کیا کہ مدرسوں میں ایسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکے بھی ہوتے ہیں۔]

سفر مدینہ کی شروعات

۲۴ ستمبر ۶۴ء کو میرے دو بیٹوں کی شادی کی تقریب تھی اور دونوں کی ایک ہی خاندان میں۔ بڑے شعیب حسن کی مولانا محمد یونس قریشی دہلوی کی بیٹی سے اور چھوٹے بیٹے صہیب حسن کی اُن کی پوتی سے جو کہ محمد زبیر کی بیٹی تھیں۔ نکاح مولوی عبدالجبار صاحب نے مولانا کے گھر واقع پی سی ایچ سوسائٹی کے بالمقابل مسجد الفلاح میں پڑھایا۔

انہوں نے سورۃ النساء کی آیت ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾ (٤/ النساء: ١) کو "یاأیها الذین آمنوا" کے اضافہ کے ساتھ پڑھا۔ انہیں ٹوکا گیا تو کہا ایسے ہی پڑھوں گا کہ مشکوٰۃ میں ایسے ہی لکھا ہے۔ خیال رہے کہ عبداللہ بن مسعود کی شاذ قراءت میں یہ اضافہ ملتا ہے۔ اگلے دن ولیمہ تھا جس میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے استاد شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد تشریف لائے۔ وہ مدینہ سے حدیث کے اساتذہ کی تلاش میں آئے تھے۔ میرا نام اُنہیں عبدالکریم مراد نے دیا تھا۔

[یہاں راقم الحروف اپنے مضمون سے ایک اقتباس نقل کرتا ہے:

"مجھے یاد ہے کہ ۲۴ ستمبر ۱۹۶۴ء کو میرا اور بڑے بھائی کا عقد نکاح تھا، ہم دونوں کی شادیاں مولانا محمد یونس قریشی دہلوی کے گھرانہ میں ہوئیں۔ بڑے بھائی شعیب حسن کی مولانا کی بیٹی کے ساتھ اور میری اُن کی پوتی کے ساتھ۔ میں اس وقت تک مدینہ منورہ میں دو سال گزارنے کے بعد تعطیلات پر آیا ہوا تھا، اگلے روز ولیمہ تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے حدیث کے اُستاذ عبدالقادر شیبۃ الحمد دعوت ولیمہ کی رونق کو اپنی آمد سے دوبالا کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ابا جان کو مدینہ منورہ لے جانے اور اسلامی یونیوسٹی میں حدیث اور علوم حدیث پڑھانے پر آمادہ کر رہے ہیں، انہوں نے مدرسہ رحمانیہ کی بھی زیارت کی، دیکھا کہ ابا جان پانچ طلبہ کو جلالین کا درس دے رہے ہیں، کہا کہ یہاں تم پانچ طلبہ کو پڑھاتے ہو، وہاں یعنی مدینہ میں پانچ سو طلبہ کو پڑھاؤ گے!!

ہارون الرشید روایت کرتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد پاکستان سے اساتذہ کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتخاب کرنے کے لیے پنجاب گئے تھے۔ مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ دونوں سے اسی سلسلہ میں بات کی۔ اوّل الذکر تو آمادہ ہو گئے۔ لیکن مولانا اسماعیل نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ ''میں جماعت اہل حدیث کا امیر ہوں اور میرے لیے ممکن نہیں کہ اپنی جماعتی مصروفیات چھوڑ کر رخت سفر باندھوں۔ بہتر ہوگا کہ اگر آپ مولانا عبدالغفار حسن کو وہاں جانے پر آمادہ کر لیں۔'' اور یوں ابا جان سے ملاقات کا اہتمام ہوا، ابا جان نے رحمانیہ کی انتظامیہ سے بات کی اور انھوں نے بلا تامل کہا کہ بلاوا مدینہ سے ہے تو ہم کیسے روک سکتے ہیں؟

میں تعطیلات کے بعد واپس مدینہ منورہ جانے کے لیے برٹش انڈیا سٹیم کمپنی سے بحرین تک کے دو ٹکٹ بک کروا چکا تھا لیکن ابا جان جامعہ سے اپنے تعاقد (معاہدہ ملازمت) کی بنا پر ہوائی جہاز کے چارٹکٹ کا استحقاق رکھتے تھے۔ یوں ابا جان کی معیت میں پہلا ہوائی سفر کرنے کا موقع ملا۔ مدینہ میں پہلے دو سال میں نے بورڈنگ میں گزارے تھے، اگلے دو سال ابا جان کے ساتھ ایک ہی مکان میں ہم دونوں رہتے رہے۔ ایک سال بعد والدہ اور چھوٹے بھائی بھی پہنچ گئے اور اس طرح اس گھر کی رونق بڑھتی رہی۔'']

کراچی میں میرے ساتویں اور سب سے چھوٹے بیٹے حامد کی پیدائش ہوئی۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں باب

سوئے حجاز

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تقرری کا پروانہ آ چکا تھا اس لیے سفر حجاز کی تیاری شروع کر دی۔ عزیزم صہیب اپنا اور بہو کا ٹکٹ بحری سفر براہ بحرین لے چکے تھے لیکن اب میرے ساتھ سفر مقدر ہو گیا۔

۳۱ اکتوبر ۶۴ء کو سعودیہ کی پرواز سے ہم ریاض پہنچے، جہاز کی کسی فنی خرابی نے ہمیں وہاں ایک رات رہنے کا موقع دیا۔ یکم نومبر کو ہم سرزمین حجاز پر تھے۔ توقع تھی کہ منظور حسین صاحب جدہ میں استقبال کے لیے موجود ہوں گے لیکن وہ نہ تھے، منظور حسین میرے والد کی چچا زاد بہن اَمۃ الرقیب (بنت ضیاء الرحمٰن) کے شوہر تھے اور اس لحاظ سے میرے پھوپھا ہوئے۔ ان کے گھر پہنچے ان کی بیٹی اَمۃ الرحمٰن نے بتایا کہ ایک ہفتہ قبل پھوپھی کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی، خوب لپٹ کر رو دیئے۔

مکہ مکرمہ کا قصد کیا۔ عمرے سے فارغ ہو کر براہ جدہ مدینہ منورہ پہنچے جہاں پہلے ہمیں فندق بہاء الدین میں ٹھہرایا گیا۔ اور پھر مناخہ کے قریب ایک فلیٹ کرائے پر لیکر وہاں منتقل ہو گئے۔

جامعہ کے کلیۃ الشریعہ میں تدریس کا آغاز کیا۔ میرے معاً بعد حافظ محمد گوندلوی بھی تشریف لے آئے ایک شاندار عمامہ سر پر سجا ہوا تھا۔

اگلے سولہ سال (۸۰ء تک) مدینہ منورہ میں میرے لیے مقدر ہو چکے تھے۔ واقعات تو بہت ہیں لیکن میں چند عناوین تک اپنے تاثرات کو محدود رکھوں گا۔

● نصاب تعلیم

نصاب تعلیم کی کچھ خوبیاں بھی ہیں اور کمزوریاں بھی۔ حدیث خوب تحقیق سے پڑھائی جاتی ہے ایک ہی کتاب ہر سال ابواب کی تقسیم کے ساتھ زیر تدریس رہتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں درس نظامی میں ہر سال نئی کتاب کا درس ہوتا ہے۔ شروع کے ابواب پر شرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسط کا زور ہوتا ہے۔ باقی ابواب تیزی سے پڑھا دیئے جاتے ہیں۔

یہاں درس نظامی سے متعلق یہ واقعہ ذکر کرتا چلوں کہ ایک دفعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور کے نصاب کے لیے کمیٹی بنائی گئی۔ ارکان میں مفتی محمد شفیع اور مولانا داؤد غزنوی بھی تھے۔ دس کتب ایک سال میں رکھی گئیں، یعنی صحاح ستہ، مؤطا اور تفسیر ابن کثیر کی چار جلدیں، کہا گیا کہ کم از کم انہیں دو سال دیئے جائیں تو مفتی محمد شفیع نے کہا کہ ہم تو تبرکاً حدیث کو پڑھاتے ہیں۔

نقص یہ ہے کہ یہاں جامعہ میں بلوغ المرام کو اس کی شرح سبل السلام کے ساتھ پڑھاتے ہیں۔ طالب علم پڑھتا ہے اور استاد شرح کرتا جاتا ہے۔ میں نے اس انداز کو تبدیل کر دیا۔ صرف متن حدیث کو پڑھا جاتا اور میں مختلف شروح حدیث کی روشنی میں حدیث کی شرح کرتا۔

شیخ البانی ایک سال کے بعد جا چکے تھے، اُن کے دروس مجھے دیئے گئے۔

[اضافہ از راقم: ابا جان کے خصوصی مضمون حدیث، اصول حدیث اور اسانید تھے۔ حدیث میں بلوغ المرام، اصول حدیث میں الباعث الحثیث اور اسانید میں خود اپنے نوٹس پڑھائے جو بعد میں تذکرہ کی شکل میں طلبہ کو دیئے گئے۔ میں چونکہ ابا جان کی آمد کے بعد کلیہ کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا تھا تو ہمارا درس حدیث شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد کے ذمہ تھا۔ تفسیر موریتانیہ (شنقیط) کے فاضل اجل شیخ محمد امین شنقیطی کے سپرد تھی۔ توحید میں عقیدہ طحاویہ کا درس شیخ عبدالمحسن العباد دیا کرتے تھے۔ شام کے ڈاکٹر نورالدین العتر نے بھی کچھ عرصہ اصول حدیث پڑھایا۔ فقہ میں بدایۃ المجتہد کو شیخ سلیمان الأشقر اور پھر شیخ شنقیطی پڑھاتے رہے۔ نحو میں ڈاکٹر عبدالرؤف اللبدی، عربی ادب میں شیخ محمد المجذوب میرے استاد رہے۔ حافظ گوندلوی چونکہ صرف ایک سال ہی جامعہ میں رہے اس لیے ہمارے درجہ میں اُن کا کوئی درس نہ تھا، شیخ عبدالعزیز بن باز وائس چانسلر (نائب صدر) ہونے کی بنا پر انتظامی امور میں مصروف رہتے لیکن جامعہ کی مسجد میں اور گاہے بگاہے مہمان مقررین کی آمد کے موقع پر ان کے خطابات کثرت سے سنے، شیخ عطیہ محمد سالم، شیخ محمد عمر فلاتہ، شیخ مختار شنقیطی اور شیخ ابوبکر جابر الجزائری کو بارہا حرم مدینہ میں سنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد ابراہیم شقرہ اور شیخ محمود طحان سے بھی فقہ اور اصول حدیث میں استفادہ کیا، کچھ اساتذہ ثانویہ تک محدود تھے لیکن اُن سے جامعہ کے باہر استفادے کا موقع آتا رہا۔ جن میں شیخ یوسف ندا، شیخ عبدالوہاب البناء، شیخ حماد انصاری، قاری عبدالفتاح شامل ہیں۔ شیخ البناء تو ہم چند طلبہ کو باقاعدہ مساجد لے جاتے اور نماز کے بعد خطاب کرنے کی عادت ڈلواتے۔

اللہ ان میں سے مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور موجودین کو صحت و عافیت سے نوازے۔ آمین! اص ح]

● طلبہ

جامعہ میں دنیا بھر کے طلبہ تھے اور ہر طرح کی قابلیت کے، شیخ البانی چونکہ جا چکے تھے اور طلبہ ان کے طریق درس سے کافی مانوس ہو چکے تھے، اس لیے وہ سوال و جواب کی شکل میں مجھے کافی زچ کرنے کی کوشش کرتے جن میں خاص طور پر عبدالرحمان عبدالخالق بھی شامل ہیں۔

کتاب البیوع اور خاص طور پر سود کے بارے میں، میرے درس کو طلبہ نے بہت پسند کیا۔ کچھ طلبہ نے باہر سے ایم اے کر لیا تھا لیکن انہوں نے استاد اکرم ضیاء العمری سے کہا کہ ہمیں ایم اے ہی کی کلاس میں رہنے دو (تا کہ دروس سے استفادہ کر سکیں) لیکن ضابطہ کے لحاظ سے وہاں صرف سعودی طلبہ ہی داخل کئے جاتے تھے۔

شام کے ڈاکٹر محمد المبارک ملے اور انہوں نے کہا کہ میں بہت خوش ہوں کہ آپ یہاں معاشیات پر درس دے رہے ہیں۔

طلبہ میں متعصب حنفی یا متعصب سلفی زیادہ حجت کیا کرتے تھے، ایک یمنی طالب علم نے میرے بارے میں کہا کہ یہ شخص حنفی ہے اور جب میں نے ایک مسئلہ میں حنفیہ کی رائے پر تنقید کی تو مجھ سے آ کر کہا کہ میں غلطی پر تھا، معذرت خواہ ہوں۔

ایک دفعہ منی کے نجس یا پاک ہونے کا مبحث زیر درس آنا تھا۔ حنفی طلبہ بہت تیار ہو کر آئے تھے کہ وہ منی کی نجاست کے قائل ہیں۔ میں نے حافظ محمد گوندلوی سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے تو کہا کہ ناپاک ہے، تو میں نے بھی اسی رائے کا ذکر کر کے بحث کو طول دینے سے بچا لیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دفعہ دورانِ درس ایک طالب علم نے سوال کیا کہ ملوکیت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ ایک مشکل سوال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کی کہ یہ آیت ذہن میں آ گئی:

﴿ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴾

''جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بناتا ہوں تو انہوں نے کہا اور میری اولاد میں سے بھی (امام ہوں گے؟) تو اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ میرا عہد ہے جسے ظالم حاصل نہ کر پائیں گے۔'' (۲/ البقرۃ: ۱۲۴) یعنی اولاد میں سے امام ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ظالم نہ ہوں۔

طلبہ کو میں کہا کرتا تھا کہ اخلاص کے ساتھ تعلیم حاصل کرو، درہم و دینار کو اپنا مقصد نہ بناؤ اور اس ضمن میں بر سبیل لطیفہ میں کہا کرتا تھا کہ مسلمانوں کا کلمہ اور ہے اور طلبہ کا کچھ اور گویا ان کی زبان پر ہے:

الریال هو الإله المتعال، الدینار هو الغفّار الستّار، الدرهم هو الربّ الأكرم۔

ایک موقع پر امتحان کے بعد طلبہ نے کہا۔ ہم مشکل مقامات دیکھ کر آئے تھے، لیکن آپ نے بہت آسان سوالات کیے، دوسرے نے کہا: '' ولكن هذا سهل ممتنع'' (آسان تو ہے لیکن اس کا بنانا اتنا آسان بھی نہیں)

ایک دفعہ پاکستان سے لال حسین اختر آئے۔ قادیانیت کے بارے میں تقریر کی جس کا میں نے عربی میں ترجمہ کیا۔ تقریر مرتب نہ تھی، اس نے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور کئی دوسرے دیوبندی علماء کا ذکر کیا کہ جنہوں نے قادیانیت کی تردید کی تھی۔ میں نے اپنے ترجمہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابراہیم سیالکوٹی کا اضافہ کر دیا۔ بعد میں ایک سلفی طالب علم (عبدالحمید بستوی) نے آ کر میرا شکریہ ادا کیا۔ وہ وہاں نہ تھا لیکن اُسے رپورٹ مل گئی تھی۔ اس اجلاس میں شیخ ابن باز، شیخ شنقیطی اور دوسرے مشائخ بھی موجود تھے۔

ہر کلاس میں حاضری استاد کے بجائے مراقب لیا کرتا تھا۔ طلبہ اگر کھسکنا چاہتے تو مراقب کے چلے جانے کے بعد کھسکنے کی کوشش کرتے۔ میں نے اُن کی حالت زار پر اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح تبصرہ کیا کہ ایک حدیث میں غصہ آنے اور جانے کے لحاظ سے لوگوں کی چار قسمیں بتائی گئی ہیں:

سریع الغضب سریع الفیٔ (جلد غصہ آتا ہے اور جلد چلا جاتا ہے)

بطئ الغضب بطئ الفیٔ (دیر سے آتا ہے اور جلد چلا جاتا ہے)

سریع الغضب بطئ الفیٔ (جلد آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے، یعنی سب سے بُرا)

بطئ الغضب سریع الفیٔ (دیر سے آتا ہے لیکن جلد چلا جاتا ہے، یعنی سب سے اچھا)

میں نے کہا اس طرح طلبہ کی بھی چار قسمیں ہیں:

سریع الدخول سریع الخروج (جلد آتے ہیں اور جلد چلے جاتے ہیں)

بطئ الدخول بطئ الخروج (دیر سے آتے ہیں۔ دیر سے جاتے ہیں)

سریع الدخول بطئ الخروج (جلد آتے ہیں دیر سے جاتے ہیں، یعنی سب سے بہتر)

بطئ الدخول سریع الخروج (دیر سے آتے ہیں لیکن جلد بھاگ جاتے ہیں، یعنی سب سے بدتر)

میں مسجد نبوی میں بھی درس دیتا رہا۔ بخاری کا درس کئی ماہ مسجد نبوی میں دیا ہے۔ ایک دفعہ صحیح مسلم کا درس شروع کیا کچھ طلبہ ٹیپ کر رہے تھے، ٹیپ ریکارڈ پر کپڑا ڈال رکھا تھا شرطہ (حرم کی پولیس) نے آکر پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور پھر حقیقت حال جان کر مطمئن ہو گئے۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں عون المعبود (شرح ابوداؤد) کا لگاتار دس دن درس دیا۔ بخاری مسجد میں ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ بھی دیا۔

● ہم سفر اساتذہ

شیخ عبدالعزیز بن باز

سعودی عرب کیا عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت، کہ جس کی موجودگی نے جامعہ کو چار چاند لگا دیئے، انتہائی محنتی اور مخلص، اُن کی وجہ سے جامعہ میں دینی مزاج غالب رہا، اپنی تقریروں میں توحید کی تابناکی اور بدعت کی ظلمت کا خوب تذکرہ کرتے تھے، ماہ شعبان میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مدینہ کو خاص طور پر پند و نصیحت سے نوازتے۔

ایک دفعہ طلبہ نے آ کر شیخ کو بتایا کہ بازار میں گڑیاں مجسموں کی شکل میں بک رہی ہیں شیخ منع کرنے کے لیے نکلے تو طلبہ نے چھابڑی والوں کی چیزیں توڑنا شروع کر دیں جس پر پولیس نے مداخلت کی اور کچھ طلبہ کو پکڑ کر لے گئی۔ بعد میں شاہ فیصل کا مدینہ منورہ آنا ہوا تو نصیحت کی کہ یہ غلط طریقہ ہے یہ تو صرف بچوں اور بچیوں کے کھلونے ہیں۔

شیخ کا دستر خوان ہر خاص و عام کے لیے کھلا رہتا تھا۔ نہ جانے کتنی مرتبہ میں نے اُن کی دعوت میں شریک ہونے کا شرف حاصل کیا ہوگا۔

جب وہ جامعہ سے ریاض منتقل ہونے لگے تو میں ملنے کے لیے گیا شدت جذبات سے میری آواز رُندھ گئی۔

[اضافہ از راقم: ابا جان کا ۸۰ء کے بعد پاکستان جانا ہوا، جہاں وہ دو سال جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں جامعہ اسلامیہ ہی کی طرف سے کام کرتے رہے اور اس کے بعد پاکستان ہی میں مستقل قیام رہا۔ میں جب بھی لندن سے حج یا دوسرے مواقع پر سعودی عرب جاتا تو شیخ سے ضرور ملاقات کرتا، سلام و کلام کے بعد اُن کا پہلا سوال ہوتا کیف حالُ الشیخ عبدالغفار حسن، کیف حال الشیخ عبدالرحیم اشرف، یعنی ان دونوں بزرگوں کو ہمیشہ یاد رکھا: ص ح]

شیخ عمر فلاتہ

متواضع، ملنسار، بہت محبت سے پیش آتے۔ تعلق افریقہ کے ملک مالی سے تھا۔ دارالحدیث مدینہ میں، حرم میں اور پھر جامعہ میں پڑھاتے رہے۔ بہت ہی نیک اور سادہ مزاج تھے کئی دفعہ میری دعوت کی۔ ایک دفعہ میرے جوتے سیدھے کرنے لگے۔ صدر ضیاء الحق کے بڑے مداح تھے۔ میں نے عربی کے چند اشعار بھی سنائے جو ضیاء الحق پر چسپاں ہو سکتے تھے۔

شیخ محمد مجذوب

بہت ہی مخلص لیکن جذباتی تھے، جب جمال عبدالناصر کی موت کی خبر آئی تو مسجد نبوی میں غائبانہ نماز جنازہ کا اعلان ہوا۔ انہوں نے نیت کر لی لیکن جب آواز آئی کہ ''علی جمال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالناصر“ تو فوراً نیت توڑ ڈالی۔ مجھے کچھ اندازہ نہیں ہوا اور میں نے نماز پڑھ لی۔

انہوں نے اپنے ہم عصر علماء کے بارے میں (العلماء الذین عرفتهم) کے عنوان سے کتاب لکھی ہے۔ مجھ سے بھی کہا تھا کہ اپنے حالات زندگی لکھ کر دو تاکہ کتاب میں شامل کر سکوں۔ میں نہ دے سکا اور اس طرح ان کی کتاب میں جگہ نہ پا سکا۔

شیخ محمد امین شنقیطی

تفسیر میں نام پیدا کیا۔ سماع موتی کے قائل تھے۔ ان سے ایک دفعہ بحث ہو گئی میں نے کہا کہ ”السلام علیکم یا اهل القبور“ میں مدفون حضرات کو مخاطب کر کے سلام کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سن رہے ہیں۔ اس لیے کہ ہم نئے چاند کو دیکھ کر اپنی دعا میں کہتے ہیں۔ ”ربی وربك الله“ (میرا اور تیرا رب اللہ ہے) تو کیا اس سے چاند کا سننا لازم آتا ہے؟ اور آیت کریمہ (وما أنت بمسمع من في القبور) ”اور لوگ قبروں میں ہیں تم انہیں سنا نہیں سکتے“ سماع موتی کی نفی کر رہی ہے۔ شیخ مجذوب موجود تھے اور مسکرا رہے تھے۔

[اضافہ از راقم: شیخ کا غضب کا استحضار تھا، یعنی موقع کے مطابق آیات اور اشعار پڑھا کرتے تھے، ایک سیل رواں کی طرح تقریر کرتے تھے، ایک دفعہ کہنے لگے، لوگ مجھ سے آ کر سوال کرتے ہیں کہ تمہارے پاس کون سی شھادۃ (بمعنی ڈگری) ہے تو میں کہتا ہوں میرے پاس ایک ہی شھادۃ ہے اور وہ میرے لیے کافی ہے اور وہ ہے:

”أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أنّ محمدا رسول الله“

ایک دفعہ کسی ایرانی یونیورسٹی کا چانسلر ہمارے درس میں بطور زائر آ کر بیٹھا سارا درس سننے کے بعد شیخ سے کچھ کہنے کی اجازت چاہی، کہنے لگا: ”میں نے بہت سے علماء کو دیکھا ہے لیکن تمہارے استاد جیسا شخص آج پہلی دفعہ دیکھ رہا ہوں جو تفسیر میں ابن جریر، حدیث میں بخاری، نحو میں سیبویہ وغیرہ وغیرہ کی مانند ہے۔“

اور شیخ اس کے ریمارکس سن کر صرف اتنا کہتے رہے: ایش یقول هذا؟ (یہ کیا کہہ رہا ہے؟)

شیخ کا ڈرائیور ایک حبشی تھا اور بتایا گیا کہ وہ اُن کا غلام تھا، جب سعودی حکومت کی طرف سے غلام رکھنے یا بنانے پر پابندی لگائی گئی تو شیخ نے اُسے آزاد کر دیا لیکن اس نے پھر بھی شیخ کی ملازمت کرنے کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجیح دی۔ شیخ کی تفسیر قرآن "اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن" کے نام سے نو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے جس کی ترتیب وتدوین میں ہمارے مصری استاذ شیخ عطیہ محمد سالم کا بڑا ہاتھ ہے۔ص ح]

محمد ناصر العبودی

جامعہ کے رجسٹرار (الامین العام) تھے، گویا جامعہ کے سارے انتظامی امور اُن کے سپرد تھے۔ میں جب مدینہ پہنچا تو شیخ عبودی نے مکان کی تلاش میں میرا ساتھ دیا۔ ایک مالک مکان کے پاس پہنچے اور بتایا کہ یہ ایک پاکستانی شیخ ہیں۔ جامعہ میں استاد ہیں اور تمہارا مکان کرایہ پر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے میری طرف دیکھا اور تعجب یا بطور استہزاء کہا اچھا یہ پاکستان سے آکر یہاں عربوں کو پڑھائیں گے؟ تو شیخ عبودی نے برجستہ جواب دیا: ﴿هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا﴾ "یہ تو ہمارا اپنا مال ہے جو ہمیں لوٹا دیا گیا ہے۔" (۱۲/ یوسف: ٦۵)

جامعہ سے جب شیخ ابن باز رخصت ہو گئے تو کچھ عرصہ بعد شیخ عبودی بھی رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے جہاں وہ برسہا برس سے اسسٹنٹ مدیر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ میں جب آخری مرتبہ عمرے پر گیا تو ملاقات ہوئی۔ بہت محبت سے ملے۔

[اضافہ از راقم: مکہ مکرمہ میں جب بھی شیخ عبودی سے میری ملاقات ہوتی تو والد صاحب کے بارے میں پوچھتے۔ انہوں نے جامعہ اور پھر رابطہ کی طرف سے دنیا بھر کا سفر کیا ہے اور ہر اُس جگہ کے حالات سفرنامے کی شکل میں لکھے ہیں جہاں جہاں وہ گئے ہیں۔ یہ سفرنامے سو سے متجاوز ہوں گے۔ پہلا سفرنامہ "فی افریقیا الخضراء" کے عنوان سے ہے جس میں راقم کا تذکرہ بھی ہے۔ میں اس وقت نیروبی (کینیا) میں اُنہی کی تجویز پر متعین کیا گیا تھا۔ لندن زیارت کے موقع پر بھی ایک مقامی سفر میں اُن کے ساتھ رہا: ص ح]

شیخ ابوبکر جابر الجزائری بھی بہت محبت سے ملتے تھے۔

شیخ عبداللطیف سابق قاضی تھے، جن سے ملاقات رہی۔

● ملاقاتیں

حجاز میں عمرہ و حج کے موقع پر خاص طور پر زائرین کا تانتا بندھا رہتا تھا، جسٹس افضل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیمہ آئے، انہیں یہاں مقدمات کی کارروائی دکھانے کے لیے شیخ محمد سالم کے ساتھ محکمہ لے گیا جہاں ایک مقدمہ چل رہا تھا۔

مولانا ابوالحسن ندوی کے ساتھ شیخ محمد زکریا کی مجلس [1] میں جانا ہوا۔ انہوں نے میرا تعارف کرایا تو یکدم مراقبے میں چلے گئے گویا میرا زائچہ دیکھ رہے ہوں۔ اس محفل میں مدینہ منورہ کی تاریخ کے ماہر محمد الحافظ بھی تھے، انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ترکوں کا آخری زمانہ تھا۔ مسجد نبوی میں بہت کم لوگ آتے تھے۔ جہاں اب بسوں کا اڈہ ہے وہاں طوائفیں گانا بجاتی تھیں۔ چند نیک بزرگ جو نماز کے لیے آتے تھے ان میں سے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ آں حضور ﷺ قبر سے تشریف لائے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں بہت ناراض ہوں اور یہاں سے جا رہا ہوں۔ دوسرے کو خواب سنایا تو اُس نے کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ انھوں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ مدینہ پر کوئی آفت آنے والی ہے، ان بزرگوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی کہ بچنے والا دوسرے کے اہل و عیال کا خیال رکھے گا۔

پھر انگریزوں کے ایجنٹ شریف کا حملہ ہو گیا۔ جو اقتدار میں آنے کے بعد شریف مکہ کے نام سے معروف ہوا۔ اس وقت اتنا شدید قحط پڑا کہ لوگوں نے ایک بوری غلہ کے عوض مکان تک بیچ ڈالا۔ اس وقت ریل گاڑی چلا کرتی تھی، لوگ ریل سے بھاگنے لگے اور پھر لڑائی کے دوران مدینہ بالکل خالی ہو گیا تھا اور اب آل سعود کے زمانہ میں کیسی رزق کی فراوانی ہے اور رونق ہی رونق ہے!!

میرے مدینہ کے قیام کے دوران جن لوگوں سے تجدید ملاقات ہوئی اُن میں شامل ہیں: مولانا عبداللہ بہاول پوری، مولانا عطاء اللہ حنیف، شیخ عبداللہ (کشمیری)، ارشاد الحق حقانی، احسان الٰہی ظہیر، عبدالاحد بلتستانی اور علماء سعودیہ میں سے شیخ محمد بن سُبیل، شیخ حُمید، شیخ عبدالعزیز بن صالح، شام کے محمد المبارک اور مصطفیٰ الزرقاء سے بھی ملاقات رہی۔ جو حضرات میری دعوت پر گھر تشریف لائے اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں: مفتی محمد شفیع، تقی عثمانی، شھابیہ سیالکوٹ کے محمد علی، مولانا غلام اللہ، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا عبیداللہ

[1] یہ مجلس مدرسہ علوم الشرعیہ میں ہوئی تھی۔ یہ مدرسہ مدینہ منورہ کی ایک ہندی نژاد بااثر شخصیت نے بنوایا تھا، اب یہ مدرسہ حرم مدنی کی توسیع میں آ چکا ہے۔ سہیل حسن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبارکپوری، مولانا مختار احمد ندوی، مفتی محمود، حکیم عبدالرحیم اشرف، ڈاکٹر اسرار احمد، چچا عبدالوکیل خطیب، مولانا ابوالحسن ندوی، مولانا منظور نعمانی، مولانا سمیع الحق۔

● سفر عمرہ اور حج

کل تیرہ حج کیے، ہر رمضان میں عمرہ کا شرف حاصل ہوتا تھا بلکہ سال میں دو دو دفعہ۔ پہلے حج میں بیٹے صہیب اور بہو کے علاوہ عبدالرزاق اسکندر (کلاس فیلو صہیب) اور اُن کی اہلیہ۔ حافظ محمد گوندلوی، اُن کی دونوں بیویاں اور بیٹا مسعود بھی تھا۔ احسان الٰہی ظہیر کی اہلیہ مسعود کی بہن تھیں۔

جب حج کے ایام میں حاجیوں کی دینی تربیت کے لیے توعیہ کا سلسلہ شروع کیا گیا تو مجھے بھی مدعو کیا جاتا رہا اور اس طرح مکہ، مدینہ، عرفات اور منیٰ میں تقاریر کا موقع ملا۔

● مدینہ کی میری رہائش گاہیں

میں نے سولہ سال میں کوئی تیرہ مکان بدلے ہوں گے، سوائے ایک مالک مکان کے سب کے ہاں وعدہ خلافی پائی اور یہ ایک مالک مکان بُخاری تھے، اوپر نیچے کا مکان تھا، غالباً گارے کی دیواریں تھیں۔ فرش میں اکثر بچھو دیکھے یہاں تک کہ مکان میں بلی کے بچے تھے جنہیں ان بچھوؤں نے کاٹ ڈالا۔ ایک دفعہ تعطیل گزار کر آئے۔ تو دیکھا کہ سب کتابوں کو دیمک لگ چکی ہے۔ میزان الاعتدال اور نصب الرایہ دونوں کو دیمک چاٹ گئی تھی۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا ''پوتے کی میراث'' کے موضوع پر ایک قلمی نسخہ تھا۔ شیخ عبدالکریم مراد نے مانگا بھی لیکن میں نے نہیں دیا۔ وہ معارف میں چھپنے کے لیے بھیجا لیکن انہوں نے نہیں شائع کیا اور یہاں وہ دیمک کی نذر ہو کر رہ گیا۔

اس مکان کو قبل از وقت خالی کر دیا تو مالک مکان نے باقی مدت کا کرایہ واپس کر دیا۔

[اضافہ از راقم: میں جامعہ سے فارغ ہونے سے قبل دو سال مدینہ منورہ میں والدین کے ساتھ رہا، جس گھر سے نیروبی (کینیا) کا رخت سفر باندھا تھا۔ وہ باب مجیدی سے کچھ فاصلے پر ایک آسیب زدہ خالی بلڈنگ کی دیوار کے ساتھ واقع تھا۔ ہم دوسری منزل کے فلیٹ میں رہتے تھے اور موسم گرما میں رات کو شب بسری کے لیے ہم دونوں میاں بیوی کھلی چھت پر چلے جایا کرتے تھے ایک شب آدھی رات کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب ایک ڈھیلا ہمارے فرشی بستر کے قریب آ کر گرا، ہم نے کچھ خیال نہ کیا، دوسری رات عین اسی وقت پر ڈھیلا گرنے کی آواز آئی تو بہت پریشان ہوئے، کیونکہ سوائے اس آسیب زدہ خالی بلڈنگ کے پڑوس میں اور کوئی مکان نہ تھا، چنانچہ بوریا بستر سمیٹ کے نیچے بھاگے، غالب گمان ہے کہ کسی جن کی کارروائی ہوگی۔

بعد میں والدہ سے بھی معلوم ہوا کہ سخت سردیوں میں جبکہ کمرے کا دروازہ اندر سے بند رہتا تھا، اُنہوں نے کمرے سے ایک بلّے کو نکلتے دیکھا تھا، جس سے مذکورہ گمان کی تائید ہوتی ہے: ص ح]

● متفرق واقعات

☆ ایک دفعہ دیکھا کہ حرم نبوی میں تونس کے صدر بورقیبہ اور اس کی خواتین آئیں۔ اُن کے فوٹو لیے جا رہے تھے، مجھے بہت کوفت ہوئی۔

☆ سقوطِ مشرقی پاکستان کا سانحہ پیش آیا۔ ہم لوگ ریڈیو سے کان لگائے اردو، عربی، انگریزی ہر طرح کی خبریں سُنا کرتے۔ ایک دوست عبدالمالک بنگلہ خبروں کا ترجمہ کر کے سناتے۔ مشرقی پاکستان کے لوگوں کے لیے دعا کرتا تھا۔ میری اس حرکت کی خبر بھارت کے سفارتخانہ تک پہنچائی گئی۔

تبلیغی جماعت کے عبدالملک جامعی باب عمر کے پاس تقریر کرتے تھے اور میں باب صدیق کے پاس، سقوطِ مشرقی پاکستان کی خبر سن کر بہت روئے۔ میں نے شہداء مشرقی پاکستان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تو شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد نے پوچھا کہ کیوں پڑھائی؟ اگلے دن قاری عبدالقوی نے پڑھا دی تو شیخ حذیفی نے پوچھا کہ کیوں پڑھائی؟

☆ سعودی عرب کے شہروں میں سے مکہ اور طائف کا جانا تو معمول رہا، طلبہ کے ساتھ ایک دفعہ ینبع کا سفر رہا جہاں تقریر کرنے کا موقع بھی ملا۔ ظہران، ریاض بھی جانا ہوا۔ عزیزم خبیب حسن جب اپنی پہلی تعیناتی کے موقع پر بدر سے قبل ایک گاؤں واسطہ میں تھے تو وہاں بھی جانا ہوا۔

[ہارون الرشید حساس کی روایت کے مطابق انہوں نے والد صاحب کے ساتھ بحری سفر بھی کیا جہاں وہ باجماعت نماز پڑھتے رہے اور طلبہ کو درس بھی دیتے رہے۔ ایک دفعہ جہاز ڈولنے کی وجہ سے طلبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سارے کے سارے ایک طرف سے دوسری طرف لڑھک گئے۔]

☆ پاکستانی ہندوستانی احباب کی خواہش پر جہاں جہاں تعطیلات میں جانا ہوا وہاں باقاعدہ درس کا التزام رکھا۔ مدینہ میں ڈاکٹر خیر الدین کے مکان پر، جدّہ میں علی الحق، ظہران میں ڈاکٹر ظفر الحق انصاری، مکہ میں عاصم الحداد اور طائف میں ڈاکٹر قیوم سعادت، ڈاکٹر نثار احمد اور ڈاکٹر نصیرا اپنے اپنے مکانات پر اس درس کا اہتمام کرواتے رہے۔

☆ میجر محمد اسلم جب فوج کو چھوڑ چھاڑ کر دینی علوم کی تحصیل کی نیت سے مدینہ منورہ پہنچے تو داخلہ میں ایک رکاوٹ پائی اور وہ یہ کہ اُن کی عمر داخلہ کی مقررہ عمر (پچیس سال) سے متجاوز تھی۔ میری معیت میں شیخ ابن باز سے ملاقات کی اور کہا کہ جب دین میں داخلے کی کوئی عمر مقرر نہیں ہے تو دین سیکھنے پر پابندی کیوں؟

● وفیّات

محی الدین سلفی

میرے انتہائی مخلص ساتھیوں میں سے تھے، جدّہ تشریف لے آئے تھے اور پاکستانی سفارت خانہ میں مترجم کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، میں عمرے کے لیے گیا ہوا تھا۔ عزیزم شعیب کو بھیجا کہ اُن کو بلا کر لائے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ تو رات کو انتقال کر چکے ہیں۔ گھر میں لوگ سوگوار بیٹھے تھے، پہلے جدّہ میں جنازہ ہوا اور پھر نعش کو مدینہ لایا گیا اور نماز جنازہ کے بعد بقیع کے قبرستان میں دفنایا گیا۔

قاری عبدالواحد

عبدالواحد جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں کچھ دیر رہ کر کلیۃ القرآن مدینہ میں داخل ہوا۔ میرے چھوٹے دونوں بچوں احمد اور حامد کو قرآن پڑھانے کے لیے گھر پر آیا کرتا تھا۔ ایک دوست کے ساتھ صبح سویرے تین چار بجے کار سے جدّہ روانہ ہوئے۔ فجر رابغ یا مستورہ میں پڑھی۔ پھر سخت نیند کے عالم میں اس کے ساتھی نے ڈرائیونگ جاری رکھی۔ ایک پولیس گاڑی سامنے سے آ رہی تھی اُس نے بھی نوٹ کیا کہ گاڑی ڈگمگا رہی ہے، وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے سے مُڑی اور واپس آئی لیکن اس وقت تک حادثہ ہو چکا تھا۔ عبدالواحد اپنے ساتھی کے نیچے دب گیا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ہم اس کی لاش لینے کے لیے گئے، شام تک اُس کے جسد خاکی کو ہمارے حوالہ کیا گیا۔ تیسرے دن دفنایا۔ ساتھی اس کا حوالات میں رہا جہاں زیادہ پہرہ نہ تھا اس لیے موقع دیکھ کر فرار ہو گیا اور شام تک مدینہ پہنچ گیا۔

نوراللہ مدراسی

مدراس کے تھے یا کیرالہ کے۔ اپنی مسجد کے لیے چندہ جمع کرنے کے لیے آئے تھے، ریاض جاتے ہوئے حادثہ کا شکار ہو گئے۔

خالد شریف

ہمارے مدینہ کے دوست شریف صاحب کے صاحبزادے تھے، کہ جن کی باب مجیدی کے سامنے عینکوں کی دکان تھی۔ جامعہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ علاج کے لیے مصر گئے ہوئے تھے، وہیں انتقال ہوا۔ شیخ ابن باز خود شریف صاحب کے گھر گئے اور انہیں اس سانحہ کی اطلاع دی۔

[اضافہ: خالد شریف میرے بہت گہرے دوست تھے۔ حافظ قرآن، قاری اور مدینہ یونیورسٹی کے کلیۃ الشریعۃ سے فارغ التحصیل۔ بعدازاں اسی کلیہ میں استاد مقرر ہوئے۔ ایم اے کے امتحان کے لیے اپنی زندگی کا پہلا سفر مصر کا کیا اور وہاں اپنڈکس کے آپریشن کے بعد انتقال ہو گیا۔ اللھم ارحمہ وعافہ واعف عنہ: سہیل حسن]

عبدالمالک

بھائی عبدالتواب کے بیٹے اور میری پھوپھی زاد بہن کے شوہر، مجھ سے پڑھتے رہے ہیں۔ مکہ میں کاروبار کر رہے تھے۔ بچے کراچی ہی میں رہے، تعطیلات میں کراچی گئے اور وہاں ایک رات ایسا سخت دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ [راقم: میں ان دنوں تعطیلات میں کراچی آیا ہوا تھا۔ جنازے میں شریک ہو سکا۔ ص ح]

نادرہ بیگم ڈاکٹر نثار احمد

طائف میں ہی رہائش تھی، جوانی ہی میں فوت ہوئیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری عبدالفتاح

ترکستان سے آئے ہوئے مہاجرین میں سے تھے، مدینہ میں قراءت کے فن کو زندہ رکھا۔ میرے قیام کے دوران ان کا انتقال ہوا۔ بیٹے عبدالعزیز نے بھی باپ کی روایات کو آگے بڑھایا۔

ایک بلتستانی طالب علم

بلتستان کے اہل حدیث طلبہ میں سے تھے، حسن راشد (حال برمنگھم) کے رشتے دار تھے، مدینہ ہی میں انتقال ہوا۔ ایک مولوی صاحب قبر پر تلقین کرنے لگے تو شیخ عمر فلاتہ نے ڈانٹا اور اس عمل سے منع کیا۔

مولانا بدر عالم میرٹھی

ترجمان السنہ کی تین جلدوں کے مصنف تھے، بہت کمزور ہو گئے تھے، مدینہ میں انتقال کیا۔ ان کے بیٹے آفتاب عالم ہیں لیکن اپنے باپ کی روایات کے امین ثابت نہ ہو سکے۔

عبدالمحسن

مدینہ کے مشہور مکتبہ سلفیہ کے مالک تھے، دو بیویاں عقد میں تھیں، مدینہ ہی میں فوت ہوئے۔

مکتبہ علمیہ کے نمنکانی (بخارا کے علاقہ نمنکان سے تعلق تھا) کی بھی وفات ہوئی۔

مولوی عبدالغفور مہاجر مدنی

مدینہ میں صوفیہ کے حلقہ کو آباد کیے ہوئے تھے، ان کے پڑوس میں عبدالسلام کیلانی جو اس وقت مدینہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، رہائش رکھتے تھے اور ان کی بدعات پر نکیر کرتے تھے۔ اس لیے ان کے بیٹوں نے ایک دفعہ ان کے گھر کو آگ لگانے کی بھی کوشش کی تھی۔ اپنے مریدوں کی زیارت کے لیے کراچی گئے جہاں بیمار پڑ گئے۔ بھاگم بھاگ واپس آئے اور مدینہ میں انتقال کیا۔ جنازہ مسجد میں نہیں لایا گیا کہ جسم میں پھوڑا تھا، جلدی دفن کر دیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[اضافہ: اباجان ایک دفعہ مسجد نبوی میں درس دے رہے تھے اس دوران مولوی عبدالغفور وہاں سے گزرے۔ اباجان کو پڑھاتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگے: (هذا للخلوص وذاك للفلوس) ''مسجد نبوی میں آپ کا پڑھانا خلوص یعنی خالص اللہ کے لیے ہے اور جامعہ اسلامیہ میں پڑھانا کمانے کے لیے یعنی پیسوں کے لیے ہے'': راغب حسن]

مولانا محمد علی لکھوی (والد مولانا معین الدین لکھوی)

مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے، دوسری شادی کر لی تھی جس سے دولڑکے ہوئے، لیکن باپ کی وراثت علمی نہ سنبھال سکے، میری اکثر ملاقات رہتی۔ کہا کرتے (سماكم مسلمين: اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، یہ تو نہیں کہا: سماكم سلفيين: تمہارا نام سلفی ہے)؟

میں ان کی وفات کے وقت طائف گیا ہوا تھا۔ واپسی پر تعزیت کے لیے گیا تو دیکھا کہ ان کے بیٹے نے ایصال ثواب کا انتظام کیا ہُوا ہے۔

[راقم: جب میں طلب علم کے لیے مدینہ پہنچا تھا تو اکثر انہیں جبل سلع سے پہلے واقع اپنے مکان میں دیکھا کرتا تھا۔ گھر کے آگے بکری بندھی ہوتی تھی، خود بھی انتہائی سادگی سے رہتے تھے: ص ح]

حسین علی جابر

میرے مالک مکان تھے، مدینہ میں وفات ہوئی۔

[نوٹ از راقم: والد محترم مدینہ کے قیام کے حالات تفصیل سے نہیں لکھا سکے، میں خود ان کے ساتھ اپنی تعلیم کے آخری دو سال گزارنے کے بعد سعودیہ کی طرف سے مبعوث کی حیثیت سے کینیا چلا گیا تھا (اوائل ۷۶ء) اور پھر ۸۰ء تک ہر سال مدینہ منورہ آ کر والدین سے ملتا رہا۔ ہر دفعہ انہیں ایک نئے مکان میں دیکھا کہ مدینہ میں عموماً سال بھر کا پیشگی کرایہ دے کر مکان دستیاب ہوتا ہے اور پھر یا تو تجدید عقد کرا لیا جاتا ہے اور یا دوسرے مکان کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ والدین نے زیادہ عرصہ باب مجیدی اور اسی کے نواح میں رہائش رکھی۔ صرف ایک دفعہ عوالی کی طرف منتقل ہوئے تھے جہاں برادرم خبیب حسن کا کلینک تھا اور وہ انہیں اپنے گھر سے بہت نزدیک پڑتا تھا۔ برادرم سہیل حسن کا ولیمہ جس مکان میں ہوا وہ بھی باب مجیدی سے کچھ فاصلہ پر تھا۔ میں خود جس مکان سے نیروبی روانہ ہوا تھا وہ بئر بضاعہ کے قریب تھا اور وہیں میری پہلی بچی خولہ کا عقیقہ ہوا تھا۔ نیروبی سے مدینہ سال میں جب بھی ایک دفعہ آنا ہوتا، مشائخ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ اور خاص طور پر شیخ ابن باز سے تجدید ملاقات ہو جاتی۔ شیخ شنقیطی میرے تفسیر کے استاد تھے، ایک دفعہ ان سے بھی ملاقات کی اور افریقہ کے حالات سنائے اور انہوں نے انتہائی دلچسپی سے سنے۔ شیخ تقی الدین الہلالی میرے مدینہ سے چلے جانے کے بعد بحیثیت استاد آئے تھے لیکن ان سالانہ زیارتوں میں ان سے بھی ملاقات کی سبیل پیدا ہوگئی۔ والد صاحب کے بعض دروس جدہ اور طائف کی محفلِ احباب میں بھی سنے، والد صاحب کی خواہش تھی کہ مدینہ منورہ میں مستقل اقامت کا کوئی سلسلہ ہو جائے اور اس خیال سے غالباً شیخ ابن باز کے توسط سے تحریک بھی ہوئی تھی، لیکن اللہ کو منظور نہ تھا۔ ریٹائر ہونے کے بعد دو سال کے لیے جامعہ ہی کی طرف سے فیصل آباد کے جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں مبعوث ہو کر گئے، وہیں اپنا مکان تعمیر کروایا۔ جس میں لائبریری کے لیے خصوصی انتظام کیا۔

۱۹۹۰ء تک جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ سے وابستہ رہے اور یہی وہ عرصہ ہے جس میں ابا جان اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ پھر اکثر بچوں کی تعلیم و تعلم کی خاطر اسلام آباد منتقل ہونے کی بنا پر خود بھی اسلام آباد منتقل ہو گئے اور فیصل آباد کا مکان فروخت کر کے اسلام آباد کے سیکٹر G-10/4 میں ایک مکان خرید کر رہائش اختیار کر لی، لیکن اس رہائش گاہ سے پہلے ایک دو جگہ کرائے پر بھی رہے۔ ۱۹۹۱ء سے وفات تک (جمعرات ۲۲ر مارچ ۲۰۰۷ء) یہ عرصہ اسلام آباد میں گزرا۔ ۸ فروری ۱۹۹۲ء کو رفیقۂ حیات، یعنی امی جان داغِ مفارقت دے گئیں۔

اس دوران درس و تدریس کا سلسلہ گھر سے جاری رہا۔ اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے متعدد طلبہ، غیر ملکی احباب اور اساتذہ گھر آ کر فیض حاصل کرتے رہے۔ ''عظمت حدیث'' کے نام سے کچھ اپنے مقالات اور کچھ اپنے والد اور دادا کے مقالات کا مجموعہ شائع کیا۔

اسلام آباد میں اپنے گھر سے متصل خالی زمین پر جو کہ ملحقہ پارک کا حصہ تھی، ایک تھڑا سا بنوا کر مسجد کی بنیاد ڈالی، یہ ایک مصلّی تھا جو آہستہ آہستہ مسجد توحید کی شکل اختیار کر گیا اور اب یہ دو منزلہ ایک پختہ عمارت ہے جس کی بالائی منزل میں والد مرحوم کی ساری کتب کو مکتبہ کی زینت بنایا گیا ہے۔ مسجد کے امور کی برادرم سہیل حسن نگرانی کرتے ہیں اور برادرم راغب حسن مکتبہ میں روزانہ کچھ وقت دیتے ہیں، برادرم ڈاکٹر ضیب حسن اور ان کے بچے مسجد کے پڑوسی ہونے کی بنا پر اُسے آباد کیے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کا تعلق مسجد سے قائم رکھے: ص ح]

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواں باب

اسلامی نظریاتی کونسل کے نو سال

پاکستان اسلامی نظریاتی کونسل کا میں تین مرتبہ رکن نامزد کیا گیا۔ پہلی مرتبہ جسٹس تنزیل الرحمٰن کے زمانہ صدارت میں: ۸۲ء تا ۸۴ء۔ پھر پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا کے صدارت کے زمانہ میں: ۸۵ تا ۸۷ء اور تیسری مرتبہ جسٹس محمد عبدالحلیم کے زیر صدارت: ۸۸ء تا ۹۰۔ پہلا دور نہایت شاندار تھا، اس دور میں جسٹس تنزیل الرحمٰن کی صدارت کی بنا پر مختلف مسائل کی تحقیق کا خوب موقع ملا۔ وہ خود بھی تحقیق کے رسیا تھے، کہا کرتے تھے: کانی خُلقتُ لهذا المجالس ، ایسا ہے جیسے میں اس کونسل ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔

ان کے زمانہ میں بحث چھڑی کہ حاکم یا امیر کے لیے مدت امارت متعین ہونی چاہیے یا نہیں یعنی الیکشن ہو یا نہ ہو۔ میں نے کہا کہ مدت متعین نہیں ہونی چاہیے۔ خلفاء راشدین اپنی وفات یا شہادت تک امیر رہے۔ کہنے لگے: کیا دلیل ہے، میں نے کہا: حدیث میں کہا گیا ہے کہ ان کی سمع واطاعت کرو ما أقاموا الصلاة جب تک وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ اُس پر خوش ہو کر کہنے لگے کہ حدیث تو آپ سے پڑھنی چاہیے۔

جسٹس صاحب جذباتی آدمی تھے، ایک دن زور زور سے کہنے لگے: ''میں دیوبندی ہوں، میں دیوبندی ہوں، میں دیوبندی ہوں'' باقی ارکان حیرت زدہ ہو کر دیکھنے لگے۔

● تینوں ادوار کی خاص خاص باتیں

۱۔ ایک دن تنزیل الرحمٰن نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ آپ کے خلاف بہت شکایات آرہی ہیں خاص طور پر اہل حدیث حلقوں سے کہ یہ تو اہل حدیث نہیں ہے، اسے اہل حدیث سیٹ پر کیوں نامزد کیا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ انہی سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے؟

ایک دن اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ سیاسی اور مذہبی تنظیمیں قائم کرنا شرعاً درست ہیں یا نہیں، میں نے اپنا نظریہ پیش کیا کہ ہر دو قسم کی تنظیمیں شرعاً ناجائز ہیں چونکہ اس سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت میں افتراق پیدا ہوتا ہے بلکہ ہو رہا ہے۔ جب میں نے یہ وضاحت کی تو جٹس صاحب بولے کہ اب میں سمجھ گیا کہ آپ کی مخالفت کیوں ہو رہی ہے؟

میرا اپنا طریق کار یہ رہا ہے کہ ہر مسئلہ پر قرآن و حدیث کی روشنی میں غور کرتا ہوں خواہ میری تحقیق کسی مسلک کے خلاف پڑے یا موافق۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ میری رائے سلفی مسلک کے خلاف ہو جاتی ہے اور کبھی حنفیہ کے خلاف۔

۲۔ ارکان مجلس کئی قسم کے تھے اور اب بھی ہیں: احناف میں دیوبندی اور بریلوی۔ اہل حدیث یا سلفی علماء۔ جدید تعلیم یافتہ پروفیسر اور جج صاحبان۔

جب مزارات سے متعلق گفتگو ہوئی تو میرا مقابلہ بریلوی علماء سے ہوتا اور دیوبندی میرا ساتھ دیتے۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات یا تو خاموش رہتے یا بریلویوں کا ساتھ دیتے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک خاتون نے چیئرمین کو لکھا کہ ہندوستان کے مزارات کی زیارت کرنے کے لیے صرف مردوں کو ویزا ملتا ہے، خواتین کو نہیں ملتا۔ حالانکہ خواتین کا بھی حق ہے کہ وہ بھی ان کی زیارت سے مشرف ہوں۔ اس پر میں نے حدیث (لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد: کجاوہ نہیں کسا جاتا مگر صرف تین مساجد کی زیارت کے لیے) سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ خواتین کیا مردوں کو بھی اجازت نہیں ملنی چاہیے۔

خوب گرما گرم بحث ہوئی۔ اس موقع پر دیوبندی علماء نے میرا ساتھ دیا اور جدید تعلیم یافتہ حضرات میں سے بھی بعض نے میرے ساتھ تعاون کیا۔ اس طرح جب انشورنس کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ پیش آیا تو ہر مکتب فکر کے علماء نے اس کی مخالفت کی اور اس کے ناجائز ہونے پر میرا ساتھ دیا لیکن جدید تعلیم یافتہ افراد کی اکثریت نے انشورنس کی حمایت کی۔ میں نے تفصیل سے بتایا کہ جو لوگ انشورنس میں حصہ لیتے ہیں وہ زیادہ تر مالدار ہیں اور پہلے سے خوشحال ہیں۔ ان کا انشورنس میں حصہ لینا یا نہ لینا برابر ہے۔ ضرورت تو غریبوں کو پڑتی ہے جن کے پاس اتنے فالتو پیسے نہیں کہ وہ انشورنس کی فیس ادا کرسکیں۔

اس طرح اس مسئلہ میں دونوں طبقہ کے افراد میں خوب بحث ہوئی۔

میرے زمانہ رکنیت میں شیعوں کے نمائندہ نے بحث میں زیادہ حصہ نہ لیا۔ عام طور پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاموش رہے۔

اور پھر کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سب علماء میری مخالفت کرتے مثلاً طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں، اس پر بھی خوب بحث ہوئی۔ دوسرا مسئلہ خواتین کی گواہی کا تھا کہ حدود و قصاص میں قبول ہوگی یا نہیں۔ میں ابن حزم کی رائے کے مطابق ان کی شہادت قبول کرنے کے حق میں تھا۔ علماء کا استدلال امام زہری کے اس قول سے تھا (من السُّنّة ألا تقبل شهادة النساء في القصاص والحدود: سنت میں سے ہے کہ قصاص اور حدود کے مسائل میں عورتوں کی گواہی قبول نہ کی جائے)۔

میں نے جواباً کہا کہ امام زُہری تابعین کے چھوٹے طبقہ سے ہیں لیکن اگر یہی الفاظ کسی صحابی سے منقول ہوتے تو پھر حدیث مرفوع کا درجہ رکھتے۔

طلاق ثلاثہ کے ضمن میں، میں نے کہا کہ امام داؤد ظاہری کا مسلک اُس حل سے بہتر ہے جو حنفی علماء حلالہ کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

عموماً فیصلہ اکثریت کی بنیاد پر ہوتا اور میں اختلافی نوٹ لکھوا دیا کرتا۔

۳۔ میں نے یہ بات واضح کر دی کہ اکثریت کی رائے کا اعتبار پارلیمنٹ میں چلتا ہے لیکن ہمارے ماحول میں دلائل چلتے ہیں۔ لہٰذا نظریاتی کونسل کو دلائل پر غور کرنا چاہیے ورنہ یہ کونسل بھی سیاسی اکھاڑہ بن کر رہ جائے گی۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس کونسل میں علماء اقلیت میں ہیں اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کے کل ارکان کی تعداد بیس رہی ہے:

دو جج حضرات (ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے) دو وکلاء، دو معاشیات کے ماہر، ایک خاتون، سیاسی مسائل پر عبور رکھنے والا ایک شخص، ایک جدید تعلیم کا نمائندہ، ایک معاشرتی مسائل کے ماہر۔

اور دینی حلقوں سے: اہل حدیث، ایک یا دو رُکن، دیوبندی: تین یا چار ارکان، بریلوی: تین یا چار ارکان، شیعہ: دو ارکان

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا مسئلہ اٹھایا گیا۔ سوائے ایک یا دو کے، علماء کی اکثریت اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالف تھی۔ ان دو حضرات کے ساتھ جدید تعلیم یافتہ حضرات بھی شامل ہو گئے تو ان کی اکثریت کی بنا پر اُن کی رائے کے مطابق فیصلہ ہو گیا۔

میری رائے میں ووٹوں کے ذریعے اکثریت حاصل کر لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اگر ایسا ہی کرنا تھا تو کونسل کی کیا ضرورت ہے، اسمبلی میں بحث کافی تھی۔

۴۔ بعض علماء حنفی مسلک کا شدّت سے دفاع کرتے اور کہتے کہ حنفیہ کی رائے ہی زیادہ معقول ہے۔ مثلاً ایک دفعہ یہ مسئلہ درپیش تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو زندگی ہی میں کچھ ہبہ کرنا چاہے تو آیا وہ برابری کی بنیاد پر ہو گا یا نہیں۔ یعنی عورتوں کو میراث کے مطابق دیا جائے گا یا مردوں کے برابر دیا جائے گا۔ میں نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ ہبہ کو قانونِ وراثت پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ دونوں الگ الگ مسائل ہیں۔ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ ہبہ کو وراثت پر قیاس کیا جانا چاہیے۔ امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ ہبہ کو وراثت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

میں نے ایک صحابی نعمان بن بشیر کی حدیث کا حوالہ دیا۔ بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک غلام ہبہ کیا تھا۔ پھر وہ آں حضور ﷺ کے پاس اس ہبہ کی توثیق کے لیے آئے تو آپ نے کہا تھا (اعدلوا بين اولادكم: اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو) یعنی ہبہ میں لڑکے اور لڑکیاں برابر ہیں۔ پھر کہا (انى لا أشهد على جور: میں ناانصافی پر گواہی نہیں دے سکتا) اس موقع پر خاتون ممبر اور جدید تعلیم یافتہ حضرات نے میرا ساتھ دیا اور علماء میری مخالفت کرتے رہے۔ ایک حنفی عالم نے کہا کہ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: أشهد غيرى (میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنا لو) یعنی اگر جائز نہ ہوتا تو آں حضور ﷺ یہ الفاظ کیوں کہتے! میں نے کہا: یہ الفاظ آپ ﷺ نے بطور تنبیہ ارشاد فرمائے تھے۔

۵۔ عام طور پر بحث میں تلخی پیدا نہیں ہوتی تھی لیکن بعض دفعہ کسی کو جوش بھی آ جاتا تھا مثلاً حدود میں عورت کی شہادت کا مسئلہ۔

میں نے کہا: آپ حضرات موجودہ حالات کو بھی دیکھیں کہ گرلز اسکول یا کالج کی طالبہ کا اغوا کیا جائے یا اُن کا زیور چرایا جائے تو وہاں شہادت کے لیے مرد کہاں سے لائیں گے سوائے چوکیدار کے اور وہ بھی باہر بیٹھتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موقع پر بحث میں شدّت آ گئی تھی اور بعض علماء نے بڑا سخت روّیہ اختیار کر لیا تھا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اس مسئلہ پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ لوگ نہ قرآن جانتے ہیں، نہ حدیث اور فقہ۔

میں نے کہا کہ بہت نامناسب الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، یہ الفاظ کہنے والے یا تو اپنے الفاظ واپس لیں وگرنہ میں کل سے نہیں آؤں گا۔ جسٹس حلیم بھی پریشان ہو گئے۔ بالآخر اُن صاحب نے اپنے الفاظ واپس لیے اور ماحول پرسکون ہو گیا۔

٦۔ جسٹس حلیم کے زمانہ میں زیادہ تر علماء یا دانشور سیاسی سفارشات کو سامنے رکھتے ہوئے نامزد کیے گئے اور پھر ارکان کا یہ حال تھا کہ دیوبندی اور بریلوی حضرات میں سے بعض تو پورے اجلاس میں خاموش بیٹھے رہتے تھے گویا کہ چُپ شاہ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہاتھ کھڑا کیا کرتے تھے، ایک دفعہ لاہور کے ایک مشہور وکیل نے طنزاً مجھ سے کہا کہ آپ تو غیر مقلّد ہیں، میں نے کہا: غلط بات ہے۔ میں مقلّد ہوں غیر مقلد نہیں ہوں اور وہ اس طرح سے کہ بقول شامی، امام ابوحنیفہ نے کہا ہے (إذا صح الحديث فهو مذهبي: حدیث اگر صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے) میں امام صاحب کے اس قول پر عمل کرتا ہوں اور آپ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں جس کا معنی یہ ہوا کہ آپ لوگ غیر مقلّد ہیں نہ کہ میں۔

میری رائے میں کونسل کے رکن کے لیے سفارش پر کسی کو نہ رکھا جائے، علماء ہوں یا دانشور، صرف ایسے افراد کو لیا جائے جو تحقیقی مزاج رکھتے ہوں اور کُھل کر اپنا مدّعا پیش کر سکتے ہوں۔

میرے نو سالہ دور میں کونسل کے پانچ یا چھ سیکرٹری حضرات حلقہ دانشوراں سے آئے تھے۔ ان میں سے ایک (جناب سمیع اللہ) متشرع تھے، دینی مزاج رکھتے تھے اور بڑی محنت سے کام کرتے تھے۔ وہ اپنی دیانت و امانت اور فرض شناسی کے لحاظ سے نمایاں طور پر فوقیت رکھتے تھے۔ سیکرٹری موصوف نے دینی لگن اور ولولے کے ساتھ اس ادارے کو تقویت بخشی اور بامِ عروج تک پہنچایا۔ اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ اس دینی ادارے کو ایسی ہی شخصیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت ہے جو فکری اور عملی طور پر دینی مزاج رکھتی ہو اور اخلاقی لحاظ سے بلند مقام پر فائز ہو۔ ان کی مخلصانہ جدوجہد کے نتیجہ میں کونسل کی شاندار عمارت تعمیر ہو سکی۔ میں نے زیر تعمیر عمارت میں منعقدہ ایک اجلاس میں شرکت کی تھی، یہ عمارت پارلیمنٹ کی عمارت کے قریب بنائی گئی ہے۔

۷۔ لاہور کی ایک خاتون ممبر نے تین سال میں مشکل سے ایک دفعہ بات کی۔ میری تجویز ہے کہ خواتین کی علیحدہ سے کونسل ہونی چاہیے۔ دوسری خاتون آپا نثار فاطمہ (مولانا اصلاحی کی سالی) خوب بولا کرتی تھیں۔ انہوں نے حلالہ کی بحث کے موقع پر "حتی تنکح زوجاً غیرہ: یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے" سے نکاح بمعنی عقد لیا تھا۔ بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ یہ بات انہوں نے اصلاحی صاحب کی تفسیر تدبر قرآن سے کہی تھی۔ گویا اصلاحی صاحب نے اس آیت کے ضمن میں آں حضور ﷺ کی اس حدیث کو بالکل ردّ کر دیا کہ (حَتّٰی یَذُوقَ عُسَیْلَتَهَا وَتَذُوقَ عُسَیْلَتَهُ: یہاں تک کو مرد اس عورت کی مٹھاس اور عورت اس مرد کی مٹھاس کو چکھ نہ لے، بمعنی جماع کا تعلق قائم نہ ہو جائے) اُن کے بعد کافی دیر تک کوئی خاتون ممبر نہیں رہیں۔

جن دنوں آپا نثار فاطمہ بیمار رہیں اور کونسل کے اجلاس میں نہ آسکیں، جماعت اسلامی کا ایک سہ رکنی وفد میرے پاس آیا جو شیخ الحدیث عبدالوکیل علوی کی اہلیہ کو نامزد کرنے کے لیے سفارش لے کر آئے تھے۔ میری رائے میں عمر رسیدہ خواتین کو لینا چاہیے۔ حنفیہ خود لکھتے ہیں "القواعد من النساء"، یعنی پچاس پچپن سے اوپر کی خواتین۔

۸۔ ایک مرتبہ آزاد کشمیر کی نظریاتی کونسل کی شراکت کے ساتھ اجلاس رکھا گیا تھا جس کی وجہ سے مظفر آباد جانا ہوا۔ سڑک کے راستے جانا ہوا۔ خوب بارش تھی اور ہر سُو سبزہ ہی سبزہ تھا۔

۹۔ یہ ادارہ اس لحاظ سے ایک معصوم ادارہ ہے کہ یہاں رشوت وغیرہ کا کوئی چلن نہیں لیکن بعض لوگ اپنی فطرت سے مجبور ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ فیصل آباد کے قیام کے دوران ایک صاحب ملاقات کے لیے آئے۔ مٹھائی لے کر آئے اور ایک قیمتی پین تحفے میں دیا۔ کہنے لگے بچوں کے لیے لایا ہوں اور کوئی بات نہیں کی، بعد میں معلوم ہوا کہ گھوڑوں کی ریس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرواتے ہیں اور کونسل میں گھڑ دوڑ کا مسئلہ ان دنوں در پیش تھا۔

جب مجھے یہ معلوم ہوا تو مٹھائی مہترانیوں میں تقسیم کر دی، قلم کی قیمت غرباء کو دیدی۔ ان صاحب کو دوبارہ آنے اور اپنا مدّعا پیش کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

۱۰۔ بحث میں حصہ لینے کے اعتبار سے کونسل کے ارکان کی تقسیم یوں کی جاسکتی ہے:

(ا) خوب تیاری کر کے آنے والے اور بلا جھجک بولنے والے، صرف دو یا تین سے زیادہ نہ تھے۔اس میں پیپلز پارٹی کے لوگ نمایاں ہیں۔

(ب) بغیر تیاری کے یعنی برجستہ تقریر کرنے والے

(ج) خاموش رہنے والے حضرات جن کی اکثریت تھی۔

اس اجلاس میں شراب کی حرمت کا مسئلہ پیش آیا۔حنفیہ کا انگوری شراب کے بارے میں مسلک معروف ہے۔ وہ انگور کے علاوہ کسی اور چیز سے بنی ہوئی شراب کو اس وقت تک جائز سمجھتے ہیں جب تک اس میں نشہ نہ پیدا ہو جائے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسواں باب

متفرق واقعات اور ملفوظات والد راقم الحروف کے قلم سے

۱۔ قاری عبدالخالق رحمانی راقم الحروف کے پاس لندن میں چند دن رہے، وہاں ابا جان سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے رہے۔ ابا جان سے اُن کا تذکرہ ہوا تو کہا انہوں نے چند اسباق مجھ سے پڑھے ہیں جبکہ ابا جان رحمانیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہاں تدریس کا آغاز کر چکے تھے۔ قاری عبدالخالق سنہ اولیٰ میں داخل ہوئے تھے لیکن چند دن کے بعد طبیعت اُچاٹ ہوگئی تھی اس لیے چلے گئے، بعد میں داخل ہوئے تھے۔

ان کے بارے میں بتایا کہ حنفیوں کے پیچھے نماز پڑھنے میں بڑے متشدد واقع ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ مدینہ میں اس بات پر بحث چھڑ گئی۔ اس سال ابا جان کے عم مکرم عبدالوکیل خطیب بھی تشریف لائے ہوئے تھے اور ذرا دور بیٹھے ساری بحث سن رہے تھے۔ کافی نوک جھونک ہوئی۔ ابا جان نے کہا کہ تم یہاں حنبلیوں کے پیچھے بھی تو نماز پڑھتے ہو جو مقلد ہیں تو کہنے لگے کہ وہ حنفیوں سے بہتر ہیں۔ ابا جان نے قاری صاحب کے تعویزات اور عملیات سے اشتغال پر بھی یہ تبصرہ کیا کہ ایک غیر منصوص چیز پر اتنا اصرار اور باقاعدہ اشتغال اور اس کے مقابلہ میں رفع یدین کے تارکین یعنی حنفی حضرات پر اتنی سخت نکیر!!

اس بحث کو عبدالواحد (مولانا خطیب کے بیٹے) بھی سن رہے تھے اور مسجد سے نکلتے وقت انہوں نے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ آج کا نوجوان مسجدوں سے بھاگتا ہے۔

۲۔ اہل حدیثوں کا رفع یدین کو معیار بنا کر کسی شخص کی اہل حدیثیت کے بارے میں فیصلہ دینا ایک معمول بن چکا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اسرار احمد کا تذکرہ آ گیا تو کہا کہ انہیں کورٹ روڈ (کراچی) کی مسجد اہل حدیث میں تین جمعے پڑھانے کا مسلسل موقع دیا گیا جو انہوں نے اہل حدیث طریقہ سے پڑھائے۔ ایک جمعہ وہاں کسی نے اعلان کر دیا کہ ڈاکٹر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کا درس بعد نماز عشاء آرام باغ روڈ کی مسجد میں ہوگا۔ کچھ اہل حدیث حضرات بھی وہاں پہنچ گئے اور ڈاکٹر صاحب کی نماز کو غور سے دیکھا اور حنفی طریق سے نماز پڑھتے پایا۔ چنانچہ اس کے بعد انہیں جمعہ پڑھانے کی دعوت نہیں دی گئی۔

۳۔ اہل حدیثوں میں شدوذ کی مثال دیتے ہوئے بتایا کہ رحمانیہ میں ہمارے استاذ مولانا عبداللہ جونا گڑھی رکوع کے بعد رفع یدین کرتے اور ہاتھوں کو اٹھائے رکھتے، دلیل یہ دی کہ حدیث میں رفع یدین کا تو ذکر ہے وضع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ ان کی دیکھا دیکھی کچھ طلبہ نے بھی یہ حرکت شروع کر دی تو پھر ابا جان نے ان طلبہ کو سمجھایا اور بتایا کہ فعل تعدد کا متقاضی ہے۔ اگر وضع نہ ہوگا تو پھر رفع کیسے ہوگا؟

ایسا شذوذ اُن لوگوں کا ہے جو رکوع کے بعد ہاتھ باندھ کر رکھتے ہیں۔

۴۔ اہلحدیثوں کی واعظانہ تقریروں سے دلچسپی اور علمی تقاریر سے تغافل کے بارے میں بتایا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب مدرسہ البنات کے ایک اجلاس میں تقریر کے لیے لے گئے۔ موضوع تھا ''حقوق نسواں'' تقریر علمی انداز میں تھی۔ ایک سامع نے اٹھ کر کہا کہ فلاں صاحب کو بلاؤ، چنانچہ والد صاحب نے تقریر ادھوری چھوڑ دی یہ کہہ کر کہ فلاں صاحب کی تقریر سن لی جائے۔

۵۔ اہل حدیثوں کے بارے میں کہا کہ یہ لوگ علماء کا ادب و احترام نہیں کرتے۔ فیصل آباد میں شوریٰ کا اجلاس تھا جس میں مولانا داؤد غزنوی کو حساب و کتاب کے سلسلہ میں لتاڑا گیا یہاں تک کہ انہیں دل کا دورہ پڑ گیا انہیں لتاڑنے والے ایک تاجر شخص تھے۔

داؤد غزنوی فیاض آدمی تھے۔ اپنے لیے کچھ نہیں بنایا۔ شیش محل روڈ کی عمارت میں گزر بسر کی۔ اُن کی اہلیہ کا حسرتناک واقعہ (نقوش عظمت رفتہ: ص۱۱۴) میں مذکور ہے جو جماعت اہل حدیث کی بے حسی پر دال ہے۔ کہا کہ دلّی کے اہل حدیث خرچ کرنے میں بہت مخیرّ تھے لیکن بے ادبی بھی کر دیا کرتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں بنارس کے اہل حدیث مخیرّ بھی تھے اور باادب بھی۔

۶۔ امارت شرعیہ کا ذکر آیا تو کہا کہ آج کل امارت شرعیہ پر کافی زور دیا جا رہا ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب سے حافظ یحییٰ میر محمدی متحدہ جمعیت اہل حدیث کے امیر بنے ہیں، جماعت الدعوۃ والے حضرات بھی اس موضوع کو بہت اُچھال رہے ہیں۔

کہا کہ اس مسئلہ کو سب سے پہلے مولانا عبدالوھاب ملتانی ثم دھلوی نے چھیڑا تھا اور اسی بنیاد پر غرباء اہل حدیث کے نام سے ایک علیحدہ تنظیم قائم کر لی تھی۔ پھر جماعت اہل حدیث میں بھی یہ موضوع زیر بحث رہا۔

۶۰ء میں تقویۃ الاسلام کی بلڈنگ میں اہل حدیث کے دونوں گروپ (مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا غزنوی) اکٹھے ہوئے۔ ہال میں مباحثہ تھا اور گیلری میں عوام سننے کے لیے جمع تھے۔

ابا جان کی خواہش تھی کہ کسی ایک گروپ کے ساتھ نہ بیٹھیں بلکہ درمیان میں بیٹھیں لیکن وہاں جگہ نہ ملی، جہاں جگہ ملی وہاں مولانا حنیف ندوی اور مولانا عطاء اللہ حنیف بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں طرف سے پرسکون ماحول میں دلائل پیش ہوتے رہے یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ محی الدین سلفی مرحوم نے ابا جان سے کہا کہ مذاکرات اتنے پرامن ماحول میں ہو رہے ہیں گویا کہ جماعت اسلامی کا اجلاس ہو رہا ہے، لیکن ظہر کے بعد جب بحث دوبارہ چھڑی تو محفل گرم ہوگئی۔ کسی نے مولانا لکھوی پر تنقید کر دی تو جواب آں غزل کے طور پر مولانا غزنوی پر حرف گیری کی گئی۔ دونوں طرف سے ہنگامہ شروع ہوگیا۔ مولانا محمد ابرہیم کمیر پوری کے خسر اللہ بخش نے زور زور سے کہنا شروع کر دیا:

"ساڈوں ہراساں کیتا جاندا اے" بار بار کہا۔

کسی نے پولیس کو فون کر دیا تو باہر گیٹ پر پولیس پہنچ گئی جسے مولانا داؤد غزنوی نے کہہ سن کر واپس بھیج دیا۔

ابا جان نے اپنی تقریر میں آنحضور ﷺ کا شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے بارے میں یہ قول ذکر کیا کہ "لو اجتمعتما علی شیء ما خالفتکما" اگر تم دونوں کسی چیز پر متفق ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ یہ قول مولانا عبداللہ روپڑی سے ذکر کیا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے (یہ قول مسند احمد میں مذکور ہے)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی تجویز رکھی کہ غزنوی گروپ بجائے صدر کے امیر کا لفظ مان لے اور روپڑی گروپ یہ مان لے کہ امیر شوریٰ کی رائے کا پابند ہوگا۔ گویا دونوں فریق ایک ایک بات مان لیں۔ غزنوی گروپ نے تو اس تجویز پر صاد کیا لیکن دوسری جانب سے کوئی مثبت پیش رفت نہ ہونے کی بنا پر یہ اجلاس بغیر کسی فیصلے کے برخاست ہو گیا۔

۷۔ جب ڈاکٹر اسرار احمد نے تنظیم اسلامی کے نام سے نئی جماعت بنالی تو ایک دفعہ والد صاحب نے مزاحاً کہا کہ چونکہ ایک امیر کے ہوتے ہوئے دوسرے امیر کو قتل کرنے کا حکم ہے اس لیے آپ واجب القتل ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ کیوں؟ تو ابا جان نے کہا کہ میاں طفیل محمد جماعت کے امیر ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے آپ ایک متوازی امیر بن چکے ہیں۔

کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمد کا اقبال کو بہت زیادہ بڑھانا ٹھیک نہیں ہے۔ حالی کی حد تک تو صحیح ہے۔ شیخ مجذوب نے مجھ سے کہا تھا کہ اقبال نے اجتہاد کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ محتاج نظر ہیں۔

[اضافہ از راقم: اور اس کا ایک مظاہرہ ان مباحثوں سے ہوتا ہے جو پاکستان کے ایک نجی ٹی وی پر اقبال کے فرزند ریٹائرڈ جسٹس جاوید اقبال اور ڈاکٹر اسرار احمد کے مابین ہوتا رہا ہے: ص ح]

۸۔ امارت کی بحث کرتے وقت جو چند دلائل سامنے آئے تھے ان میں ابن مردویہ کا یہ حوالہ بھی ہے کہ "القل يتبع الكثر : یعنی قلیل جماعت کثیر جماعت کی پیروی کرے۔" یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو انہوں نے اس کمیٹی کے بارے میں کہا تھا جسے نیا خلیفہ چننے کا اختیار دیا گیا تھا۔ ایسے ہی امیر کی بات کا قول فیصل ہونا اگر وہ دلیل پر مبنی ہو۔ جیسے مسئلہ سوادِ عراق میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ الحشر کی آیت سے استدلال کر کے اس قضیہ کو نمٹا دیا جس پر صحابہ میں کئی دن سے بحث جاری تھی۔

طبرانی کے حوالہ سے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ اس آیت ﴿فإذا عزمت فتوكل على الله﴾ میں "عزم" سے کیا مراد ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: أن تشاور أهل الحل والعقد ثم أتباعهم "کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرکردہ حضرات سے مشورہ کر کے پھر ان کی متابعت کرو۔"

۹۔ اپنی جماعت ہی کو واحد امارت شرعیہ سمجھنے پر مولانا مودودی کا ایک حوالہ جو کہ روئداد جماعت اسلامی (جلد اول) میں مذکور ہے: "گو ہماری جماعت خلفاء راشدین کی سی جماعت نہیں ہے لیکن اس سے بلا عذر نکلنے والا کالمرتد ہے۔" (او کما قال)

۱۰۔ امارت شرعیہ کا بھوت ایک دفعہ مولانا محی الدین لکھوی پر بھی سوار ہوا تھا اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ڈنڈے لیکر مقامی تھانہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ ان کے بھائی مولانا معین الدین لکھوی کو معلوم ہوا تو آ کر منت سماجت کی اور کہا کہ کیوں جماعت اہل حدیث کو مرواؤ گے اور اس طرح انہیں اس ارادے سے باز رکھا۔ کہا کہ بہت مخلص آدمی تھے۔

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ ایک دفعہ کسی مجلس میں ابا جان سے کسی کہنے والے کا یہ قول نقل کیا گیا کہ قرآن حجاز میں اترا، ترکی میں لکھا گیا، مصر میں پڑھا گیا اور ہندوستان میں سمجھا گیا۔ کسی نے پوچھا کہ عمل کا کیا ہوگا تو مزاحاً کہا: کہ عمل اس پر فرشتے کریں گے۔

بھائی عبدالرب نے تذکرہ کیا کہ ایسا قول میں نے قاری طیب سے سنا ہے مولانا ازھر قاسمی کے مدرسہ تعلیم القرآن کی تقریب تھی جہاں قاری طیب مدعو تھے۔

۱۲۔ محمد اسحٰق بھٹی صاحب کی "نقوش عظمت رفتہ" زیر مطالعہ تھی میں نے ابا جان سے اس کتاب کا ذکر کیا، تو کہا کہ محمد اسحاق اچھا لکھتے ہیں لیکن بعض باتوں میں بے احتیاطی کرتے ہیں اور پھر یہ واقعہ سنایا کہ آج سے دس سال قبل جب میرا آپریشن ہوا تھا (یعنی ۸۵ء کے لگ بھگ) تو مولانا صفی الرحمان مبارکپوری تشریف لائے تھے ان سے مذاکرہ رہا، وہ سوالات پوچھتے رہے اور نوٹ بھی لیتے رہے۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ انٹرویو لے رہے ہیں۔ انہوں نے سوال کیا کہ اہل حدیث کون ہیں۔ میں نے کہا غیر مقلد اور اہل حدیث میں فرق ہے۔ اہل حدیث عامل بالقرآن والسنہ کو کہا جاتا ہے، جبکہ غیر مقلد کا اہل حدیث ہونا ضروری نہیں جیسے مولانا حنیف ندوی، مولانا اصلاحی، مولانا مودودی اور ڈاکٹر اسرار احمد وغیرھم۔

چھ ماہ بعد مولانا صفی الرحمٰن نے یہ بات چیت محدث بنارس میں شائع کر دی۔ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت حنیف ندوی بیمار تھے۔ محمد اسحاق بھٹی اُن کے شاگرد رہے ہیں۔ وہ مضمون پڑھ کر رہ نہ سکے اور ''الاسلام'' میں بعنوان (ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں) مقالہ لکھا جس میں مجھے خوب مطعون کیا گیا تھا۔ یہاں تک لکھا کہ مجھے فلاں فلاں مدرسے سے نکالا گیا تھا جو کہ بالکل درست نہ تھا۔ www.KitaboSunnat.com

میں نے ان کی ان باتوں کا قطعاً کوئی جواب نہ دیا۔ مولانا بشیر سیالکوٹی نے انہیں توجہ دلائی اور بتایا کہ یہ بات چیت چھ ماہ قبل ہوئی اور اشاعت کی غرض سے نہ تھی۔ میں نے مولانا صفی الرحمان کو بھی لکھا کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے معذرت بھرا خط لکھا۔ 1

کہا کہ ''نقوش عظمت رفتہ'' میں میرا ذکر مولانا محمد گوندلوی کے شاگردوں میں اس تعریض کے ساتھ لکھا ہے کہ ''باقاعدہ شاگرد نہیں ہیں۔ حال اسلام آباد میں مقیم ہیں۔''

والد صاحب نے کہا: اگر مجھ سے پوچھ لیتے تو انہیں بتاتا کہ اُن سے میرا تلمذ کیسے رہا ہے؟ وہ جب مدینہ منورہ آئے تو کئی اساتذہ جیسے محمد ابراہیم شقرہ اور محمد المجذوب نے اُن سے بخاری پڑھنا شروع کی، ہفتہ میں ایک دن درس ہوتا تھا جس میں، میں بھی بیٹھ جایا کرتا تھا۔ جب میں بنارس گیا تو وہ مجھ سے قبل وہاں کچھ دیر پڑھا کر عمرآباد، مدراس جاچکے تھے۔

۱۳۔ قاضی اسلم سیف کا تذکرہ آیا تو کہا کہ انہوں نے بھی میرے خلاف مضمون لکھا تھا اور میری اہل حدیثیت پر حرف گیری کی تھی لیکن میں نے اُن کے مضمون کا جواب نہیں لکھا۔ میرا اس وقت پیٹ کا آپریشن ہوا تھا۔ حکیم عبدالرحیم اشرف نے اہلحدیث کا یہ شمارہ جس میں مضمون چھپا تھا مجھے نہ دکھایا تاکہ تکلیف نہ ہو، بعد میں دیکھا۔

[راقم نے لندن سے عتاب کا ایک خط لکھا تھا جو الاعتصام میں شائع ہوا۔ ص ح] 2

کہا کہ جواب نہ دینے کا یہ انداز میں نے وحید الدین خان سے لیا ہے، وہ بھی کسی ناقد کا جواب نہیں دیتے۔ میں نے ایک دفعہ انہیں خط لکھا تھا جس میں چند باتیں ان کی ذات سے متعلق تھیں اور ان کے بارے میں استفسار کیا تھا لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔

---

1 مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری سے کی گئی ملاقات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ضمیمہ (۶)

2 مکتوب کے لیے ملاحظہ ہو: ضمیمہ (۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا کہ اس کا فائدہ ہوتا ہے کہ خود بھی انسان سکون سے رہتا ہے اور پھر جواب در جواب کی نوبت نہیں آتی، میری کتاب ''عظمت حدیث'' کی اشاعت کے بعد ان حضرات کو میری اہل حدیثیت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ سلفیہ کے ایک سالانہ اجتماع میں قاضی اسلم سیف نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ میں دارالعلوم ماموں کانجن میں بخاری کی تقریب اختتام میں درس دوں۔ میں نے اس وقت معذرت کر دی تھی۔

اسی طرح میں نے یہ بھی سنا ہے کہ اسحاق بھٹی صاحب نے مولانا عبیداللہ مبارکپوری کی وفات پر کہا کہ ان کی زندگی کے بارے میں مجھ سے رجوع کیا جائے کہ میں اُن کے تلامذہ میں سے ہوں۔

کہا کہ جن لوگوں نے نظریاتی کونسل میں میری شمولیت پر اعتراض کرتے ہوئے تار دیئے تھے اُن میں یامین محمدی (کراچی) بھی شامل تھے۔ جب اُن سے پوچھا گیا تو اپنی بات کی تاویل یوں کر دی کہ مولانا تو بین الاقوامی شخصیت ہیں۔ ہم تو نظریاتی کونسل میں کسی مقامی شخصیت کو چاہتے ہیں۔

۱۴۔ کہا کہ نقوش عظمت رفتہ میں جہاں مولانا گوندلوی کے تلامذہ کا ذکر ہے وہاں مولانا محمد اسماعیل کے تلمیذ ہونے کا ذکر نہیں ہے کیونکہ دونوں میں سیاسی وابستگی کے بنا پر سخت اختلاف تھا۔ مولانا گوندلوی مسلم لیگ کے حامی تھے جبکہ مولانا اسماعیل سلفی کانگریسی تھے، مولانا گوندلوی نے ایک جلسہ کی صدارت کی جس میں بریلوی مولوی نعرہ حیدری اور نعرہ یارسول اللہ لگواتا رہا اور مولانا اسٹیج پر خاموش بیٹھے مسکراتے رہے۔ کانگریسی علماء نے مولانا پر تعریض بھی کی کہ اپنے مسلک کی مخالفت دیکھتے ہیں لیکن خاموش رہتے ہیں۔

۱۵۔ کہا کہ مولانا محمد یونس دہلوی سے بچوں کی مصاہرت کے بعد تعلقات گہرے ہو گئے۔ انہوں نے بتایا کہ بعض اہل حدیث حضرات نے انہیں خط لکھا تھا کہ مولانا عبدالغفار حسن جماعت اسلامی میں کیوں داخل ہو گئے تھے، کیا انہیں جماعت اہل حدیث میں پذیرائی نہ ملتی!! (یعنی تنخواہ کی خاطر جماعت اسلامی میں گئے تھے؟)

۱۶۔ خالی جگہ پر مسجد بنا لینے کے بارے میں کہا کہ سبل السلام میں اس موضوع پر سیر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل بحث کی گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ تینوں ائمہ کے نزدیک خالی جگہ کو اگر کوئی شخص آباد کر کے اپنا گھر بنالے تو جائز ہے، تو پھر اللہ کا گھر بنانے پر اعتراض کیوں؟

کہا کہ عزیز آباد (کراچی) کی مسجد کی ابتداء میں نے خود ۶۵ء میں کی تھی (یعنی دوران تعطیلات جامعہ)۔ فجر کی نماز پڑھایا کرتا تھا۔ فجر کے وقت بم گرنے کی آواز بہت زور سے آئی تو لوگ پریشان ہو گئے (یعنی ستمبر ۶۵ء کی جنگ کے موقع پر)۔

۱۷۔ تحقیقی ادارے کی تجویز ہمیشہ سر پر سوار رہتی تھی۔ میں نے پروفیسر ساجد میر کو اس بارے میں خط لکھا۔ انہوں نے حافظ عبدالرحمٰن مدنی کو بھیج دیا۔ بہر حال حافظ صاحب کے ہاں اجتماع ہوا۔ انہیں سیکرٹری اور مجھے اس کونسل کا صدر بنا دیا گیا۔ محمد امین صاحب نے کہا: یہ کیا؟ دونوں عہدے اہل حدیثوں کے پاس چلے گئے تو عبداللہ شاکر صاحب نے کہا: آپ اپنی جگہ باقی رہیں گے۔

۱۸۔ کہا کہ دونوں مرض ہیں: حب الدنیا: (یعنی مال کی محبت) اور حب الظهور: (یعنی چھپنے کی خواہش)۔

بتایا کہ ایک دفعہ احسان الٰہی ظہیر نے تقریر کی، فوٹو گرافر آ گئے۔ اہلحدیثوں کے کچھ معمر افراد نے اعتراض کیا تو انہوں نے کہا اگر اخبارات میں تصویریں نہیں آئیں گی تو کام کیسے چلے گا؟

۱۹۔ والدہ کی وفات کے بعد تعزیت کے لیے آنے والوں میں مولانا عبدالمالک اور فتح محمد تشریف لائے۔ مولانا عبدالمالک منصورہ میں قائم درسگاہ کے انچارج ہیں۔ اُن سے ابا جان نے پوچھا کہ آپ کی درسگاہ میں ارکان جماعت یا امراء جماعت کے کتنے بچے پڑھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ان میں سے کوئی نہیں پڑھتا ہے۔

بھائی عبدالرب نے ذکر کیا کہ انہوں نے ایک دفعہ مولانا داؤد غزنوی کے پوچھنے پر بتایا کہ میں نے لائن تبدیل کر لی ہے، کیونکہ میں دین کو ذریعہ معاش نہیں بنانا چاہتا۔ اس پر مولانا نے پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا اور یہ آیت پڑھی:

﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ...... ﴾ (۲٤/ النور: ۳۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائی عبدالرب نے یہ بھی بتایا کہ ایک دفعہ عاصم صاحب سے، کہ جن کے چھ بیٹے ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ کی اولاد میں سے کوئی دینی تعلیم کی طرف نہیں گیا۔ کیا آپ نے خود نہیں بھیجا یا انہوں نے انکار کیا تو کہنے لگے کہ میں نے خود نہیں بھیجا۔

ابا جان نے بتایا کہ اُن کی اولاد میں تین ڈاکٹر ہیں۔ سب سے بڑے سالم کاروبار کرتے ہیں۔ سب سے چھوٹے بلال کافی دینی ذہن رکھتے ہیں جو ان دنوں آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ (زید سے راقم الحروف کی ملاقات اس جنوری ۹۳ء میں اُن کے مکان پر ہوئی تھی اور اُن سے استاذ عاصم مرحوم کی دو کتب فقہ اور سیرت کے بارے میں ہدیۃً ملی تھیں۔)

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارہواں باب

غیر ملکی اسفار

والد محترم کا سفر مشرقی افریقہ

میں ۱۹۶۷ء کے اوائل میں نیروبی (کینیا) جا چکا تھا اور شدید خواہش رکھتا تھا کہ والدین ایک دفعہ اس سرزمین کو بھی دیکھ لیں۔ یہ خواہش جزوی طور پر ۱۹۷۲ء میں پوری ہوگئی۔ والدہ اپنی کمزور طبیعت کی بنا پر اس سفر کی متحمل نہیں ہو سکتی تھیں۔ والد مکرم ۲۶ جون ۱۹۷۳ء کو جدہ سے تشریف لائے تقریباً ایک ماہ ہمارے پاس قیام کیا۔ چند باتیں ذکر کرتا ہوں جو اُن کے قیام کے دوران اُن کی مصروفیات سے متعلق ہیں۔

قرآن فہمی کے موضوع پر درس قرآن دیا جس میں اُن کے تمام سابق شاگرد موجود تھے جو مشرقی افریقہ میں درس و تدریس کا کام سرانجام دے رہے تھے۔ برادرم مطیع الرسول نے کہا کہ دراصل یہ درس ہم لوگوں کے لیے تھا، عوام الناس کے لیے نہیں۔

انہی کی خواہش پر ایک دور افتادہ مقام ''گیریسہ'' کا سفر کیا جہاں وہ ینگ مسلم ایسوسی ایشن کے زیر انتظام ایک یتیم خانہ چلا رہے تھے، یہ سفر چار نشستوں والے ایک چھوٹے جہاز میں ہوا تھا اور زندگی میں پہلی مرتبہ اتنے چھوٹے جہاز میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ ایسے جہاز میں نیچی اُڑان کی بنا پر زمین آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتی۔ کینیا تو ویسے ہی اپنی خوبصورتی اور جنگلی جانوروں کی کثرت کی بنا پر مشہور ہے اس لیے زمین پر بھاگتے دوڑتے جانوروں کا خوب مشاہدہ رہا۔

گیریسہ میں یتیم خانہ کی عمارت زیر تعمیر تھی، وہاں کے بچوں اور عمائدین سے ملاقات ہوئی اور اُسی شام واپس چلے آئے۔ یہی سفر اگر سڑک سے کیا جائے تو بہت مشقت طلب ہے، اس لیے کہ اس وقت تک وہاں کے لیے پختہ سڑک نہ تھی، راستے میں ایسے ندی نالے آتے ہیں جن پر کوئی پل نہیں ہے۔ اگر بارش کی وجہ سے پانی کا بہاؤ تیز ہو تو ساری ٹریفک رُک جاتی ہے اور کئی کئی دن رستہ نہیں کھل پاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا سفر بسوئے ساحل ہوا۔ ''ممباسا'' جو تین سو میل کے فاصلہ پر ہے، جانا ہوا۔ پختہ سڑک ہے اس لیے اپنی گاڑی میں گئے۔ وہاں میرے طلب علم کے ساتھی اور اباجان کے شاگرد محمد ابراہیم خلیل نے آؤ بھگت کی۔ اپنا مدرسہ الفلاح دِکھایا اور قاضی شہر سے ملاقات کروائی۔ یہ سفر اس لحاظ سے قابلِ دید مناظر کا حامل ہے کہ آدھے راستہ کے بعد کینیا بلکہ افریقہ کا سب سے بڑا اسفاری پارک واقع ہے جس کے بیچ میں سے سڑک گزرتی ہے۔ اس پارک میں میرے اور میری فیملی کے ساتھ ایک حادثہ ہو چکا ہے جس کی داستان پھر کسی دوسرے موقع پر اٹھا رکھتا ہوں۔

تیسرا سفر اندرون کینیا کا تھا اور منزل تھی ''کمپالا''، یوگنڈا کا دارالحکومت جو کہ نیروبی سے چار سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ راستہ نشیب و فراز کے عجیب مناظر دکھاتا ہے۔ نیروبی سے نکلتے ہی افریقہ کی مشہور RIFT VELLEY آ جاتی ہے، جہاں ڈھلان سے اترنے کے بعد وادی کے اندر پہنچتے ہیں، جہاں LAKE NIVASHA کی شکل میں دنیا میں ''فلیمنگو'' پرندے کا سب سے بڑا اجتماع دکھائی دیا جاتا ہے۔ اور وادی کے اس پار دوبارہ پھر چڑھائی شروع ہو جاتی ہے جو سابقہ برطانوی قلمرو میں اُس سب سے اونچے مقام تک لیجاتی ہے جہاں ریل گاڑی کو پہنچا دیا گیا تھا۔ یعنی ایک طرف ''رفٹ ویلی'' میں گاڑی کا اُتارا جانا اور پھر بتدریج Eldorate کی بلندیوں تک لے جانا برطانوی انجینئروں کا کمال تھا۔ مذکورہ شہر کے قریب سڑک پر ایک بورڈ لگا کر خط استواء کی نشاندہی کی گئی ہے۔ دنیا کے بیچوں بیچ گزرنے والی یہ وہمی لائن دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ شمال اور جنوب کی دو دنیائیں، شمال میں اگر موسم سرما ہو تو انہی دنوں اہل جنوب گرما کا لطف اٹھا رہے ہوتے ہیں۔ عام طور پر خط استواء سخت گرمی کا علاقہ ہونا چاہیے کہ سورج کی سیدھی شعاعوں کی زد میں ہوتا ہے لیکن نیروبی پانچ ہزار فٹ کی بلندی اور وہاں سے یوگنڈا تک کے علاقے مزید بلند ہونے کی بنا پر موسم کو معتدل کیے رکھتے ہیں۔ نہ گرمی نہ سردی، دنیا کا بہترین موسم اس خطہ کے لیے مخصوص ہو چکا ہے۔ ہم پہلے جینجا JINJA سے گزرے جہاں منبع دریائے نیل واقع ہے، یہاں برادرم سید ابوالفاروق اور عبدالخالق طارق صاحب نے پذیرائی کی جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری طرح یوگنڈا میں دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے تھے، ابوالفاروق صاحب اس زمین پر لے گئے جہاں وہ ایک مدرسہ کی داغ بیل ڈال رہے تھے اور والد صاحب کے ہاتھوں عمارت کا سنگ بنیاد رکھوایا۔ طارق صاحب نے اپنے مرکز کی سیر کرائی جس کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا۔ برادرم عبدالسلام کیلانی بھی وہیں موجود تھے اور مقامی مدرسہ میں تعلیم کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ آگے چلے اور کمپالا پہنچے جہاں برادرم سراج الرحمان ندوی اپنے مقامی ساتھیوں کے ساتھ ایک ثانوی اسکول کو آباد کیے ہوئے تھے۔ ENTEBEE پہنچے جہاں لیک وکٹوریہ LAKE VICTORIA کی بغل میں دارالحکومت کا ائرپورٹ واقع ہے۔

یہاں کی مساجد کو دیکھا کہ فرض نماز کے بعد ایک اجتماعی دعاء کی جاتی ہے۔ پھر دوسری دعاء نفل پڑھنے کے بعد کی جاتی ہے اور پھر تیسری دعاء مسجد کے دروازہ پر کی جاتی ہے۔ یعنی ویسے تو پہلی دعاء بھی محل نظر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا التزام نہیں رکھا۔ یہاں تو اضافے کے اوپر بھی اضافہ دیکھا۔

کمپالا کا واپسی کا سفر اس حال میں ہوا کہ ''ایلڈوریٹ'' کے قریب اتنی شدید بارش تھی کہ گاڑی کو روکنا پڑا، یہاں تک کہ بارش کچھ تھمی تو ہم نے اپنا سفر دوبارہ شروع کیا۔ ایک جگہ زرافوں کی ڈار نے ہمیں رکنے پر مجبور کر دیا کہ وہ بڑے شان استغناء کے ساتھ سڑک پار کر رہے تھے، خیال رہے کہ ایک زرافے کا گاڑی سے خدانخواستہ ٹکرا جانا گاڑی کو الٹنے کے لیے کافی ہے اور ہم یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔

والد مکرم کو نیروبی کا سفاری پارک بھی دکھایا جس میں اپنی گاڑی سے جنگل میں گھومتے پھرتے، چرتے چراتے یا شکار کرتے جانوروں کو قریب سے دیکھا جا سکتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ بندر گاڑی کے ادھر اُدھر پھدک رہے تھے، ہم نے اندر سے کیلا دکھایا تو وہ ایکدم چھلانگ لگا گاڑی کے انجن، چھت اور شیشہ چڑھی ہوئی کھڑکیوں پر لٹکتے نظر آئے، عزیزم اُسامہ اہلیہ کی گود میں تھا اور یہ منظر دیکھ کر بہت خوفزدہ ہوا۔ یہ بھی دیکھا کہ ایک ہرن نے کسی پرندے کی طرح گاڑی کو پھلانگا۔ سیاحوں کے لیے سب سے بڑی پرکشش شیروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو دیکھنے میں ہوتی ہے اور اگر شیرنی شکار کرتی نظر آ جائے تو کیا کہنا۔

میں محلہ پنگانی میں مسجد کے عقب میں واقع مکان میں رہائش رکھتا تھا۔ مسجد کی انتظامیہ نے دیوبند سے ایک امام کو بلوا رکھا تھا۔ اُن سے قبل یمن کے حافظ طالب اس مسجد کے امام تھے جو شافعی مسلک رکھنے کی بنا پر ہر جمعہ کی صبح نماز میں سورہ سجدہ اور سورہ دھر کی تلاوت کیا کرتے تھے، ہمارے نئے امام قاری اظہار احمد نے بھی اس سنت کو باقی رکھا۔ (بعد میں وہ میری طرح لندن منتقل ہو گئے، کرائڈن کی مسجد کے امام و خطیب رہے۔ اب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں اور ان کے فرزند قاسم باپ کی میراث کے امین ہیں اور قدیم و جدید امتزاج کی ایک خوبصورت تصویر ہیں)۔

نیروبی کے احباب میں سے عبدالحلیم، عبدالرحمٰن بزمی، ڈاکٹر سعید، بشیر دیوان اور محمد لقمان صاحب نے خوب آؤ بھگت کی۔ یہ چاروں حضرات، اسلامک فاؤنڈیشن نیروبی کے بانی مبانی افراد میں سے تھے اور جماعت اسلامی کا ذہن رکھتے تھے، ابا جان کو ذرا تعجب ہوا جب کھانے کی دعوت پر بجائے پانی کے بوتلوں کا استعمال دیکھا۔ افسوس ہے کہ میں اس وقت باقاعدہ ڈائری لکھنے کا عادی نہیں تھا، اس لیے ابا جان کے اس قیام کے بارے میں مزید یادوں کو آواز نہیں دے پا رہا ہوں۔

والد مکرم کا سفر برطانیہ

۳۱ جولائی ۷۶ء کو میں نیروبی سے لندن منتقل ہو چکا تھا۔ دو سال بعد والد مکرم نے یہاں بھی شرف پذیرائی بخشا، لندن کے تاریخی مقامات اور ونڈسفر سفاری پارک کی سیر کروائی جہاں ہم سب نے پہلی مرتبہ ڈولفن مچھلی کے کرتب دیکھے۔

یہاں دینی سرگرمیوں کی کثرت والد صاحب کو مصروف کرنے کے لیے کافی تھی۔ بالہم مسجد میں ہمارے ساتھی اور ابا جان کے شاگرد حافظ نثار احمد نے درس کا اہتمام کیا۔ یو کے اسلامک مشن کے احباب نے اپنے مرکز میں درس کا انعقاد کروایا۔ ایک جمعہ ایسٹ لندن کی پرانی اور عارضی عمارت میں پڑھایا۔ جنوبی لندن کے ایک شناسا اپنے گھر لے گئے اور دعوت سے تواضع کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ہم سوئے شمال روانہ ہوئے۔ برمنگھم کی زیارت میں برادرم محمود احمد میر پوری مرحوم نے احباب کو جمع کر کے صورت ملاقات پیدا کی، برمنگھم سے تیس میل کے فاصلہ پر لیسٹر ہے جہاں پروفیسر خورشید احمد نے اسلامک فاؤنڈیشن کی شکل میں ایک علمی اور تحقیقی مجلس سجا رکھی ہے۔ چنانچہ فاؤنڈیشن کے پرانے مرکز کو دیکھا اور برادرم خرم جاہ مراد سے تجدید ملاقات ہوئی۔ خیال رہے کہ دونوں حضرات ابا جان کے دور جماعت کے ساتھیوں میں سے بھی ہیں اور تربیت گاہوں کے طفیل ان کے شاگردوں میں سے بھی۔

اور آگے گئے اور مانچسٹر کے نواح سے راشڈیل پہنچے جہاں ابا جان کے ایک اور جماعتی دور کے ساتھی نقی علی مرحوم نیلی مسجد کے در و دیوار کو آباد کئے ہوئے تھے، وہ عرصہ قبل لاہور سے کراچی منتقل ہو گئے تھے اور پھر اُن کا دانا پانی انہیں اس دور افتادہ مقام لے آیا تھا۔ ان کی وفات برطانیہ میں ہوئی۔ ایسٹ لندن مسجد کی پرانی عمارت میں نماز جنازہ ہوئی اور اس کے بعد نعش کو پاکستان لیجایا گیا تھا۔

بشیر دیوان جو کہ اسلامک فاؤنڈیشن نیروبی کے صدر تھے اور پھر میرے برطانیہ آنے سے پہلے یہاں آ کر آباد ہو چکے تھے، ابا جان کی موجودگی میں انتقال کر گئے۔ ان کا جنازہ ابا جان نے ہی پڑھایا۔ ٹوٹنم کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ان کی وفات کے ۲۹ سال بعد یعنی ۲۰۰۷ء میں ان کی اہلیہ کا انتقال ہوا اور ان کے صاحبزادگان کی خواہش پر میں نے جنازہ پڑھایا اور اسی قبرستان میں اُن کو بھی جگہ مل سکی۔ رب اغفرلھما وارحمھما

والد صاحب کا یہ سفر سیاحتی سے زیادہ دعوتی اور تبلیغی رہا۔ مجھے اس بات کی انتہائی خوشی ہے کہ انہوں نے دونوں جگہ (افریقہ اور پھر برطانیہ) آ کر میری دعوت کو شرف قبولیت بخشا۔

درس و تدریس، دعوت و تبلیغ میں مفید مشوروں سے نوازا اور پھر بعد کی ملاقاتوں میں برطانیہ کے حوالے سے ہمیشہ دینی و علمی رہنمائی کرتے رہے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی جنتك الفردوس، آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارہواں باب

کچھ مشہور طلبہ کے اسماء گرامی

۱۔ عبدالخالق رحمانی (دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں پڑھا)
۲۔ محمد عاصم الحداد (مالیر کوٹلہ کے شاگردوں میں سے)
۳۔ محی الدین سلفی
۴۔ حافظ عبدالوحید سلفی
۵۔ صہیب حسن (صاحبزادہ)
۶۔ محمد بشیر سیالکوٹی
۷۔ عبدالعزیز علوی
۸۔ عبیداللہ عفیف
۹۔ محمود احمد میرپوری
۱۰۔ محمد بنیامین طور
۱۱۔ محمد حسین کلیم
۱۲۔ کرم الدین سلفی
۱۳۔ محمد یوسف انور
۱۴۔ عبدالخالق قدوسی
۱۵۔ علی محمد حنیف السّلفی
۱۶۔ محمود احمد غضنفر
۱۷۔ عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی (دارالحدیث رحمانیہ کراچی میں پڑھا)

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے تلامذہ

۱۸۔ احسان الٰہی ظہیر
۱۹۔ ضیاء الرحمٰن اعظمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ عبدالرحمٰن عبدالخالق (کویت)

۲۱۔ محمد وائلی (سعودیہ)

۲۲۔ ربیع ہادی مدخلی (سعودیہ)

۲۳۔ عبدالمحسن کتبی (مدینہ منورہ)

۲۴۔ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی

۲۵۔ خالد شریف (مدینہ منورہ)

۲۶۔ نہاد عبدالحلیم عبید (لبنان)

۲۷۔ ابراہیم عبداللہ یوسف (حبشہ)

۲۸۔ عبدالعزیز ابوعمر

۲۹۔ محمد بن عبدالفتاح قادری (سوریا)

۳۰۔ یوسف محمد عبداللہ الدخیل (سعودیہ)

۳۱۔ احمد عبدالسلام (سوڈانی)

۳۲۔ محمد جبش جلال (سوڈانی)

۳۳۔ رجب عبدالحمد علی (مصر)

۳۴۔ ابوعبداللہ کہلان (عراق)

۳۵۔ عبدالرحمٰن بن مولانا عبیداللہ مبارکپوری

۳۶۔ حسن جان

۳۷۔ عبداللہ کاکاخیل

۳۸۔ عبدالرزاق اسکندر

۳۹۔ حبیب اللہ مختار

۴۰۔ عبدالحمید بستوی

۴۱۔ سہیل حسن (صاحبزادہ)

۴۲۔ حافظ عبدالسلام کیلانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۳۔ حافظ ثناء اللہ عیسیٰ خان کلسوی

۴۴۔ عبدالخالق طارق

۴۵۔ محمد لقمان سلفی (بہار، ہندوستان)

۴۶۔ ھلال احمد بن الشیخ نذیر احمد رحمانی

۴۷۔ محمد عطاء الرحمٰن بہاری

۴۸۔ محمد سلفی بن الشیخ عبدالستار دھلوی

۴۹۔ صلاح الدین مقبول احمد (گونڈہ، ہندوستان)

۵۰۔ وصی اللہ عباس

۵۱۔ عبدالرحمٰن عبدالجبار فریوائی

۵۲۔ حافظ فتح محمد فتحی

۵۳۔ حافظ عبدالحمید ازہر

۵۴۔ حافظ مسعود عالم

۵۵۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی

۵۶۔ راغب حسن (صاحبزادہ) [جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ کے دورِ ثانی میں]

تربیت گاہوں کے شاگرد

۵۷۔ پروفیسر خورشید احمد

۵۸۔ محمد میاں بن مولانا محمد یونس دہلوی

۵۹۔ خرم جاہ مراد

۶۰۔ ڈاکٹر انیس احمد

۶۱۔ ڈاکٹر عمر چھاپرا

۶۲۔ کوثر نیازی

۶۳۔ مصطفیٰ صادق

۶۴۔ قاضی حسین احمد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ طلبہ جنہوں نے حرم نبوی میں صحیح بخاری کے درس میں شرکت کی

۶۵۔ حیاۃ البکری (کیمرون)

۶۶۔ احمد عبداللہ العجمی (سوریا)

۶۷۔ حسنی محمد زیاد بن المصطفیٰ المغربی الجزائری

۶۸۔ حسین عمر عبداللہ العروس (حبشہ)

۶۹۔ محمد علی دیوا (کیمرون)

۷۰۔ عبداللہ عبدالحمید

۷۱۔ محمد ابراہیم محمد (گنی)

۷۲۔ فہد بن محمد بن ناصر بن تویم (ریاض)

۷۳۔ علی شوم یوسف محمد (اریتریا)

۷۴۔ بدر عبداللہ علی المطوع (کویت)

۷۵۔ یحییٰ بن سالم الزبیدی (یمن)

۷۶۔ عبدالقادر حمزہ عفر (حبشہ)

۷۷۔ عبدالجلیل سعید قاسم (یمن)

۷۸۔ محمد صبراک (انڈونیشیا)

۷۹۔ عبدالرحمٰن نصر (کیمرون)

۸۰۔ صلاح جانے (سیرالیون)

۸۱۔ موسیٰ بوقس

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیرھواں باب

تحقیقی و تصنیفی خدمات

والد محترم مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا، عمومی طور پر دیکھا جائے تو ان کی زندگی میں صرف دو ضخیم کتابیں ہی منصۂ شہود پر آسکیں، انتخاب حدیث اور عظمت حدیث۔ ان دو کے علاوہ مختلف پمفلٹ اور کتابچے ہیں جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے اور اصحاب خیر کی طرف سے مفت تقسیم کیے جاتے رہے۔ جس میں رمضان المبارک سے متعلق کتابچہ قابل ذکر ہے۔ ان مطبوعہ تصانیف کے علاوہ مضامین اور مقالات کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جو ہندو پاک کے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

ذیل میں والد محترم کے تمام مقالات کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔ ہفت روزہ المنیر اور المنبر کے شماروں کی فہرست حتمی نہیں ہے اس میں مزید اضافہ ممکن ہے۔ بہرحال کوشش یہ کی گئی ہے کہ اس فہرست کو حتی الامکان جامع بنایا جائے۔

(الف) تعارف کتب و کتابچے

۱۔ عظمت حدیث (صفحات: ۳۴۴) جون ۱۹۸۹ء، ناشر: دارالعلم اسلام آباد

عمر پوری علماء کی دفاع عن السنۃ اور حمایت حدیث کے سلسلے میں تحریر کی گئی علمی و تحقیقی کاوشیں اس کتاب میں یکجا کردی گئی ہیں۔ سرورق پر تعارف کتاب کچھ یوں درج ہے:

''حدیث اور علوم حدیث کے تعارف، تدوین و حفاظت اور اسلام میں اس کی حجیت و استنادی حیثیت، نیز اس بارے میں پیش کردہ شبہات اور مغالطوں کے ازالے پر گرانقدر علمی مقالات کا مجموعہ''

۲۔ انتخاب حدیث (صفحات: ۳۵۰) نومبر ۲۰۰۳ء، ناشر: اسلامک پبلی کیشنز لاہور

تعمیر اخلاق سے متعلق فرامین نبوی ﷺ کا بے مثال انتخاب، اس کے ساتھ ساتھ تدوین حدیث کے متعلق بیش قیمت معلومات کتاب کے مقدمے میں درج کی گئی ہیں۔ یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب پہلی مرتبہ دسمبر ۱۹۵۶ء میں مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان کی طرف سے طبع ہوئی۔اب تک اس کتاب کے اٹھائیس ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جس سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔اس کا جدید تخریج شدہ ایڈیشن زیر طبع ہے جس میں سے تمام ضعیف احادیث نکال دی گئی ہیں اور اُن کی جگہ صحیح احادیث کو شامل کیا گیا ہے۔اسی طرح اس کتاب کا انگریزی ترجمہ مع تخریج ''ڈاکٹر حافظ اسامہ حسن'' نے کیا ہے، جسے اسلامک فاؤنڈیشن (برطانیہ) نے شائع کیا ہے۔

۳۔ دین میں غلو (صفحات:۴۰) طبع سوم:۱۹۹۳ء ناشر: رباط العلوم الاسلامیہ کراچی

یہ مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر ہے جو رباط العلوم الاسلامیہ میں کی گئی بعدازاں اسی ادارہ کی طرف سے طباعت پذیر ہوئی۔اس کا عربی ترجمہ برادر راغب حسن کر چکے ہیں جو ابھی غیر مطبوع ہے۔

۴۔ سنت قرآن حکیم کی روشنی میں (صفحات:۴۰) ناشر: شعبہ نشر و اشاعت جامعہ تعلیمات اسلامیہ ۵- جناح کالونی لائل پور

یہ مقالہ ۱۹۵۵ء میں ترجمان القرآن لاہور اور مقام رسالت کراچی میں شائع ہوا تھا، بعدازاں ضروری حذف و اضافہ کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔یہی مقالہ ''ماہنامہ محدث لاہور'' میں مقام رسالت کے حوالے سے شائع ہوا۔

۵۔ اتحادِ ملت اور سنت (صفحات:۱۶) ناشر: شعبہ نشر و اشاعت جامعہ تعلیمات اسلامیہ ۵ -جناح کالونی لائل پور

یہ مقالہ بھی ایک تقریر ہے جو قبل ازیں ہفت روزہ المنبر (۹ نومبر ۱۹۶۰ء) میں ''سنت اتحادِ ملت کی بنیاد ہے'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔بعد میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے شعبہ نشر و اشاعت کی طرف سے اسے شائع کیا گیا۔

۶۔ اسلام میں سنت کا مقام (صفحات:۶۴) طبع:۱۹۹۰ء، ناشر: رباط العلوم الاسلامیہ کراچی

یہ کتاب دراصل مذکورہ بالا دونوں رسائل ''سنت قرآن حکیم کی روشنی میں'' اور ''سنت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اتحاد ملت'' کا مجموعہ ہے اور انتخابِ حدیث کا مقدمہ بھی اس میں شامل ہے۔ یہ مکمل رسالہ عظمت حدیث میں بھی مطبوع ہے۔

۷۔ حقیقت دعاء اور رمضان المبارک (صفحات:۴۰) ۲۰۰۷ء، مرکز الھدی النبوی ویلفیئر ٹرسٹ مسجد التوحید G-10/4 اسلام آباد

یہ دونوں مضامین الگ الگ بھی طبع ہو چکے ہیں اور ان کا یہ مجموعہ بھی بارہا شائع ہو چکا ہے۔ حال ہی میں اس کا جدید کمپیوٹر ایڈیشن شائع کیا گیا ہے۔

۸۔ معیاری خاتون (صفحات:۸۰) طبع سوم:۱۹۹۴ء، تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ راولپنڈی

معیاری خاتون کے عنوان سے مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کا مجموعہ ماہنامہ عفت لاہور کے ۱۹۵۵،۵۶ء کے شماروں میں بالاقساط شائع ہوتا رہا ہے۔ پہلی مرتبہ جنوری ۱۹۷۸ء میں یہ متفرق مضامین کتابی شکل میں رباط العلوم الاسلامیہ کے زیر اہتمام شائع ہوئے۔ اس رسالے کا جدید ایڈیشن (جولائی ۲۰۰۱ء) میں شائع ہوا۔

۹۔ مسلم خاتون (صفحات:۹۴) طبع پنجم:۱۹۹۸ء، ناشر: رباط العلوم الاسلامیہ کراچی

معیاری خاتون ہی میں ایک مقالے ''اسلام میں عورت کا مقام'' کا اضافہ، مسلم خاتون کے نام سے مطبوع ہے۔

۱۰۔ خطبہ نکاح اور مسلم معاشرے میں خواتین کا اعزاز واحترام (صفحات:۲۴) اپریل ۱۹۸۶ء، ناشر: حسن بک ڈپو۔ جناح کالونی فیصل آباد

یہ پمفلٹ الگ بھی مطبوع ہے اور ''معیاری خاتون'' میں بھی شامل ہے۔ لیکن ''مسلم خاتون'' سے ''خطبہ نکاح'' والی بحث حذف کر دی گئی ہے۔

۱۱۔ قرآن فہمی کے بنیادی اصول (صفحات:۴۲) طبع جدید:۱۹۹۴ء، ناشر: تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ راولپنڈی

یہ کتابچہ بھی مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر ہے جو ماہنامہ میثاق (نومبر ۱۹۸۰ء) میں شائع ہوئی، بعدازاں ۱۹۹۰ء میں ادارہ رباط العلوم الاسلامیہ کی طرف سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حک واضافہ کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کی گئی۔

۱۲۔ دینی جماعتیں اور انتخابی سیاست (صفحات:۱۶) ناشر: رباط العلوم الاسلامیہ کراچی

۱۳۔ نفاذِ شریعت کی برکات وثمرات (صفحات:۱۶) ۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء، ناشر: جمعیت شبان اہلِ حدیث راولپنڈی

۱۴۔ تاریخ رحمانیہ (صفحات:۲۱) شعبان ۱۳۵۲ھ، ناشر: جید برقی پریس دہلی

۱۵۔ تعمیر سیرت واخلاق احادیث کی روشنی میں (غیر مطبوع)

۱۶۔ مسائل طہارت ونماز (غیر مطبوع)

۱۷۔ اخلاقنا الاجتماعیة: مصطفیٰ حسن السباعی رحمۃ اللہ علیہ (ترجمہ)

یہ ترجمہ ہفت روزہ المنبر (۶۰-۱۹۵۹ء) میں سلسلہ وار شائع ہوتا رہا لیکن کتابی شکل میں طبع نہ ہو سکا۔ ذیل میں اس کے مضامین کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب کے تین مضامین کا ترجمہ نہ ہو سکا۔ مذکورہ فہرست میں مضامین کی ترتیب عربی کتاب کے مطابق ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست أخلاقنا الاجتماعية

(۱) قوموں کی ترقی میں افراد کا حصہ ہفت روزہ المنبر (۹/۲ فروری ۱۹۵۹ء)

(۲) خود پسندی اور احساس کمتری کے درمیان اعتدال کی راہ (۲۳/۱۶ فروری ۵۹ء)

یہی مضمون ''الفرقان لکھنؤ'' [مارچ ۱۹۵۹ء] میں ''زندگی کا قرینہ'' کے نام سے شائع ہوا۔

(۳) بخل اور اسراف کے درمیان اعتدال کی راہ

ہفت روزہ المنبر (۲۰/اپریل ۱۹۵۹ء)

(۴) تعمیر نو کی جدوجہد ہفت روزہ المنبر (۳/مئی ۱۹۵۹ء)

(۵) محبت اور نفرت میں بے اعتدالیاں ہفت روزہ المنبر (ا/جون ۱۹۵۹ء)

(۶) اجتماعی زندگی اور اسلامی عبادات ہفت روزہ المنبر (۱۰/جون ۱۹۵۹ء)

(۷) مخلصانہ نصیحت بیباکانہ حق گوئی ہفت روزہ المنبر (۱۰/۳ جولائی ۱۹۵۹ء)

(۸) تنقید و تحقیر ہفت روزہ المنبر (۲۰/جولائی ۱۹۵۹ء)

(۹) آزادی اور انارکی ہفت روزہ المنبر (۱۰/اگست ۱۹۵۹ء)

یہی مضمون ''المنبر استقلال پاکستان نمبر'' (۹/۲ نومبر ۱۹۷۲ء) میں بھی شائع ہوا۔

(۱۰) حزم و تدبر کی روشنی اور جبر و استبداد کی ظلمت

ہفت روزہ المنبر (۳۰/اگست ۱۹۵۹ء)، المنبر (۱۰/مارچ، ۷/اپریل ۲۰۰۸ء)

(۱۱) دروغ گوئی اور راست بازی ہفت روزہ المنبر (۳۰/ستمبر ۱۹۵۹ء)

الاتحاد اسلام آباد (مارچ ۱۹۹۳ء)

(۱۲) دینداری اور فرقہ پرستی ہفت روزہ المنبر (۳، ۱۰/اکتوبر ۱۹۵۹ء)

(۱۳) تعصب اور رواداری ہفت روزہ المنبر (۳، ۱۰/نومبر ۱۹۵۹ء)

(۱۴) امانت و خیانت ہفت روزہ المنبر (ا/جنوری ۱۹۶۰ء)

(۱۵) غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل ہفت روزہ المنبر (۱۶/اکتوبر ۱۹۶۴ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۶) باپ اور بیٹی ہفت روزہ المنبر (۴/ستمبر ۱۹۶۴ء)

(۱۷) اجتماعی زندگی اور تنقید و احتساب کی توہین

ہفت روزہ المنبر (۳۰/مارچ ۱۹۶۰ء)

(۱۸) خاندانی زندگی [۲/اقساط] ہفت روزہ المنبر (۲۸/جولائی،۴/اگست ۱۹۶۷ء)

(۱۹) اسلامی گھرانہ کیسا ہو؟ ہفت روزہ المنبر

(۲۰) اولاد کی تربیت کیسے ہو؟ ہفت روزہ المنبر (دسمبر ۱۹۶۴ء)

الاتحاد (نومبر/دسمبر ۱۹۹۳ء)

(۲۱) والدین کے حقوق ہفت روزہ المنبر (۱۱/ستمبر ۱۹۶۴ء)

(۲۲) دو نسلیں ہفت روزہ المنبر (۱۸/ستمبر ۱۹۶۴ء)

(۲۳) خوشامدی اہلکار ہفت روزہ المنبر (۲۷/نومبر ۱۹۶۴ء)

(۲۴) علمائے کرام کے نام پیغام ہفت روزہ المنبر (ستمبر ۱۹۶۴ء) المنبر (دسمبر ۸۱ء/ جنوری ۸۲ء) (۱۸/۵ مئی ۱۹۹۶ء)، ہفت روزہ اہلحدیث لاہور (دسمبر ۸۴ء/۸۵ء)

(ب) فہرست مقالات مطبوعہ و غیر مطبوعہ

(۱) قرآن و علوم القرآن

۱۔ تفسیری نکات و افادات از ابن قیم (ترجمہ) (صفحات: ۴۴۸) طبع: نومبر ۲۰۰۹ء

مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اوقات میں امام ابن قیم کی کتب سے تفسیری افادات کا ترجمہ کیا۔ بعض مضامین مختلف رسائل میں طبع ہوتے رہے لیکن اکثر غیر مطبوع تھے۔ ان تمام مضامین کا مجموعہ بنام ''تفسیری نکات و افادات'' مکتبہ اسلامیہ لاہور کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔ مضامین کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیری نکات و افادات: امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ

(۱) تفسیر سورۃ والشّمس

اہلحدیث امرتسر (۱۵ اپریل ۱۹۴۰ء)، الارشاد جدید کراچی (جنوری ۱۹۶۴ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) تفسیر سورۃ اللیل [۳ اقساط]
الحدیث امرتسر (۲۱،۲۸ جون ۱۹۴۰ء) المنیر [۲ اقساط] (۱۰،۱۷ / اکتوبر ۱۹۵۸ء)
(۳) قرآنی معارف وحقائق (آیت حج کے اسرار وحکم) المنیر (۲۴ مئی ۱۹۵۷ء)
(۴) چند قرآنی کلمات کی تاویل وتشریح المنیر (۲۲ نومبر/ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء)
(۵) قرآنی معارف وحقائق (سورۃ القیامۃ، سورۃ الفجر) [۳ اقساط]
المنیر (۶،۲۰ جون/ ۴ جولائی ۱۹۵۸ء)
(۶) تفسیر سورۃ البلد المنیر (۱۹ جولائی ۱۹۵۸ء)
(۷) تفسیر سورۃ العادیات المنیر (یکم اگست ۱۹۵۸ء)، محدث (جون ۲۰۰۱ء)
(۸) قرآنی کلمات کی حکیمانہ ترتیب میثاق (مارچ ۱۹۶۲ء)
(۹) تفسیر سورۃ العصر المنبر (۲۱ اگست ۱۹۶۴ء)
(۱۰) تفسیر سورۃ البروج المنبر (ستمبر ۱۹۶۴ء)
(۱۱) تفسیر سورۃ القیامۃ المنبر (اکتوبر ۱۹۶۴ء)
(۱۲) تفسیر سورۃ التکویر المنبر (دسمبر ۱۹۶۴ء)
(۱۳) سورہ فاتحہ کے بعض اہم تفسیری نکات
المنبر (اگست، ستمبر ۱۹۶۵ء)، محدث (مئی ۲۰۰۱ء)
(۱۴) افادات ابن قیم (دعا کے آداب واقسام) [۳ اقساط]
الاعتصام (۳۱ مئی / ۷،۱۴ جون ۱۹۸۵ء)
(۱۵) تفسیر النصف الآخر من سورۃ الفاتحہ [۲ اقساط] محدث (اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء)
(۱۶) تفسیر سورۃ الکافرون محدث (ستمبر ۲۰۰۱ء)

۲۔ اعجاز قرآن مجید [۳ اقساط] محدث دہلی (جلد ۱ شمارہ ۴، ۵، ۶-
۱۳۵۲ھ)

۳۔ نقشہ مضامین قرآن مجید غیر مطبوع

۴۔ فہم قرآن [۲ اقساط] المنبر (جنوری، فروری ۱۹۶۲ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔	قرآن فہمی کے بنیادی اصول	میثاق (نومبر ۱۹۸۰ء)، محدث لاہور (اپریل ۲۰۰۱ء)
۶۔	درس سورۃ التکاثر	میثاق (دسمبر ۱۹۷۹ء)
۷۔	سورۃ العصر (درس قرآن)	میثاق (فروری ۱۹۸۰ء)
۸۔	قرآن مجید کے حقوق اور تفسیر سورۃ العصر (درس قرآن)	میثاق (مارچ، اپریل ۱۹۸۰ء) محدث لاہور (جولائی ۲۰۰۱ء)
۹۔	قرآنی معارف وحقائق [سورۃ والضحیٰ] از محمد عبدہ مصری (ترجمہ)	محدث دہلی (مئی ۱۹۴۰ء)
۱۰۔	سورۃ الانشرح از محمد عبدہ مصری (ترجمہ)	غیر مطبوع
۱۱۔	سورۃ والتین از محمد عبدہ مصری (ترجمہ)	غیر مطبوع
۱۲۔	قرآنی معارف وحقائق [سورۃ العصر] از محمد عبدہ مصری (ترجمہ)	غیر مطبوع
۱۳۔	سورۃ النور (نامکمل)	مطبوع
۱۴۔	خطبہ جمعہ (تفسیر سورۃ العصر)	المنبر (۲۰ مئی ۱۹۶۰ء)
۱۵۔	تفسیری نکات	مطبوع
۱۶۔	تلخیص تفسیر بیضاوی (سورہ فاتحہ، سورۃ بقرۃ [۷۰ آیات])	غیر مطبوع
۱۷۔	قرآن مجید کی محبت	محدث دہلی رمضان (۱۳۵۲ھ)

والد محترم نے جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس کے ایام میں تفسیر بیضاوی پڑھائی۔ اُن کے ایک شاگرد جناب عبدالقدوس نے ان دروس کو مرتب کیا۔ اس کاپی پر (۲۵ فروری ۱۹۳۹ء) کی تاریخ درج ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار دروس قرآن کیسٹوں کی شکل میں محفوظ ہیں۔

(۲) حدیث وعلوم حدیث

(الف) دروسِ حدیث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ درس حدیث	المنیر (۲۰ جون ۱۹۵۸ء)
۲۔ درس حدیث	المنیر (۱۹ جولائی ۱۹۵۸ء)
۳۔ درس حدیث	المنیر (یکم اگست ۱۹۵۸ء)
۴۔ درس حدیث (سبعة يظلهم الله في ظله……)	الارشاد جدید کراچی (۱۶ اگست و یکم ستمبر ۱۹۶۳ء)
۵۔ درس حدیث	میثاق (اپریل ۱۹۷۱ء)
۶۔ اجتماعی نظم (درس حدیث)	میثاق (دسمبر ۱۹۷۵ء)
۷۔ صحیح بخاری کے آخری باب اور حدیث کی تشریح	الارشاد جدید کراچی (جنوری ۱۹۶۴ء) الاعتصام [۷ اقساط] (۱۷،۲۴ اپریل ۱،۸،۱۵،۲۲ مئی/۱۳ جون ۱۹۸۷ء)

اس کے علاوہ ''روز نامہ تسنیم لاہور'' (۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۲ء) کے مختلف شماروں میں درسِ حدیث کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

(ب) حجیت حدیث سے متعلق مضامین جو عظمت حدیث میں شامل نہیں ہیں اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ طبقات کتب حدیث	غیر مطبوع

یہ مقالہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیف حجۃ اللہ البالغۃ کی متعلقہ بحث کی تلخیص ہے۔

۲۔ وحی، نبوت، سنت اور حدیث [استفتاء]	ترجمان القرآن (اپریل ۱۹۵۵ء)
۳۔ ''تین بڑے بڑے منکرین حدیث'' امام ابوحنیفہ، شاہ ولی اللہ اور علامہ اقبال ادارہ طلوع اسلام کا ایک نادر انکشاف	المنیر (۱۰ جون ۱۹۵۵ء)
۴۔ سنت اور حدیث کے بارے میں طلوع اسلام کا مؤقف	المنیر (۱۰ اگست ۱۹۵۵ء)
۵۔ ادارہ طلوع اسلام کا مؤقف - چند سوالات	المنیر (۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦۔ حدیث کے متعلق چند بنیادی نظریے	المنیر (۳ ستمبر ۱۹۵۵ء)
٧۔ حدیث اور مطابقت قرآن	ماہنامہ رحیق لاہور [جلد ۳ شمارہ ۲،۱] (اگست و ستمبر ۱۹۵۸ء)
٨۔ سنت کا مقام قرآن کی روشنی میں [تقریر]	المنیر (۱۶ ستمبر ۱۹۶۰ء)
٩۔ انکار سنت کا انجام – ذہنی انتشار و تضاد	تنظیم اہل حدیث (۳۰ ستمبر ۱۹۶۰ء)
١٠۔ سیرت نبوی ﷺ کی تاریخی عظمت [تقریر]	المنیر (۳۰ دسمبر ۱۹۶۰ء)
١١۔ سیرت نبوی ﷺ – تحفظ کا عدیم النظیر اہتمام	وفاق (۲۲ اکتوبر ۱۹۶۱ء)
١٢۔ سنت نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین	میثاق (مارچ ۱۹۶۱ء)
١٣۔ حدیث کے ظنی ہونے کا مفہوم	میثاق [۴ اقساط] (جولائی، اگست – ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۲ء) محدث (اگست ۲۰۰۱ء) نقوش رسول نمبر جلد ۶ ص ۲۴۶
١٤۔ اسنادِ حدیث کا مقام علماء سلف کی نظر میں	غیر مطبوع
١٥۔ ضرورتِ حدیث	تنظیم اہلحدیث (۲۴ فروری ۱۹۶۱ء) ہفت روزہ اہلحدیث [۲ اقساط] (۴/ ۱۱ نومبر ۸۸ء) [جلد ۱۹ شمارہ ۴۵، ۴۶]
١٦۔ حمایت حدیث	غیر مطبوع
١٧۔ رجم کے بارے میں ایک شبہ اور اس کا جواب	الاعتصام (۱۶ اپریل ۱۹۹۰ء)
١٨۔ اصحاب تفسیر اور سنت نبوی ﷺ	غیر مطبوع
١٩۔ صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب پر اعتراض اور اس کا جواب	الاعتصام (۲۰ جنوری ۱۹۹۵ء) محدث (مارچ ۱۹۹۵ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظمت حدیث میں شائع ہونے والے مضامین

(۱) انکار حدیث کیوں؟[۱۹ اقساط] المنیر (۱۹ جولائی ۱۹۵۷ء تا ۲۸ فروری ۱۹۵۸ء)

(۲) سنت قرآن حکیم کی روشنی میں

ترجمان القرآن (اگست ۱۹۵۵ء) محدث [۲ اقساط] (اگست ر ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۸ء)

مقام رسالت کراچی (۱۹۵۵ء)

(۳) مثلہ معہٗ [۳ر اقساط] میثاق (مارچ، اپریل، جون ۱۹۶۲ء)

(۴) سنت اتحاد کی بنیاد ہے المنبر (۹ نومبر ۱۹۶۰ء)

(۵) اطاعت رسول ﷺ سے آزادی

المنبر (۱۶، ۲۳ر اگست ۱۹۶۱ء [آزادی نمبر]، ۲۹ ستمبر، ۵ر اکتوبر ۱۹۷۲ء)

(۶) حضرت ماعز رضی اللہ عنہ اور روایاتِ رجم

الاعتصام (۴، ۱۱، ۱۸ر اپریل ۱۹۸۶ء)، محدث لاہور (اپریل، مئی ر ۱۹۸۶ء)

(۷، ۸) تدوین سنت، سنت کا تحریری سرمایہ میثاق (جنوری، فروری ر ۱۹۶۱ء)

نقوش رسول نمبر [جلد ۶ ص: ۱۹۲ تا ۲۴۱] (دسمبر ۱۹۸۳ء) شمارہ: ۱۳۰

(۹) اسلام میں اسناد کی اہمیت [۱۲ اقساط] (نامکمل)

میثاق (نومبر ۱۹۶۸ء ر جنوری ۱۹۶۹ء) میثاق (۱ر اگست ۱۹۷۵ء)

(۱۰) اسلامی قانون میں حدیث کا مقام (حدیث نبوی اور سبیل المومنین)

المنبر (۱۹۵۷ء)، چراغ راہ کراچی [اسلامی قانون نمبر] (جون ۱۹۵۸ء)

اسلامی دستور و قانون میں حدیث کا مقام (المنبر ۳ جون ۱۹۶۰ء)

(۳) یادرفتگان—تاثرات و مشاہدات

۱۔ ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تعزیت، محاسن غیر مطبوع

۲۔ احسان الٰہی ظہیر [تعزیتی مکتوب] الاعتصام (۲۴ اپریل ۱۹۸۷ء)

اہلحدیث (۱۷ر اپریل ۱۹۸۷ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ بیاد حافظ احمد یار [تعزیتی مکتوب]	حکمت قرآن [جلد ۱۶ شمارہ ۷] (جولائی ۱۹۹۷ء)
۴۔ مولانا محمد حنیف ندوی کی یاد میں	الاعتصام [مولانا حنیف ندوی نمبر] (۲۳ دسمبر ۱۹۸۸ء)
۵۔ دینی جماعتیں سیاست میں کس طرح حصہ لیں؟ [بیاد مولانا محمد داؤد غزنوی]	الاعتصام (۱۲ نومبر ۱۹۹۳ء) اہلحدیث (۲۵ مئی ۱۹۹۰ء)
۶۔ بیاد مولانا محمد صدیق سرگودھوی مرحوم	الاعتصام (۳ جون ۱۹۸۸ء)
۷۔ عالم گیر ثانی رحمۃ اللہ علیہ	(ضیاء الحق شخصیت و کردار، تالیف: ممتاز لیاقت)
۸۔ مولانا ظفر احمد انصاری	نوائے وقت
۹۔ ہونہار و فا شعار شاگرد کی یاد میں [۲ اقساط]	الاعتصام (۹، ۱۶ جون ۱۹۸۹ء)
۱۰۔ پروفیسر عبدالحمید صدیقی مرحوم	غیر مطبوع
۱۱۔ ایک مخلص دوست کا سفر آخرت	الاعتصام (۲۵ اکتوبر ۱۹۹۶ء)
۱۲۔ مولانا عبدالوحید سلفی اور پروفیسر عبدالقیوم	الاعتصام (۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء)
۱۳۔ حکیم عبداللہ کی یاد میں	غیر مطبوع
۱۴۔ مولانا عطاء اللہ حنیف [تعزیتی مکتوب]	الاعتصام (۲۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء)
۱۵۔ التعلیقات السّلفیہ علی سنن النسائی [ایک علمی اور تحقیقی شاہکار]	الاعتصام [اشاعت خاص، بیاد مولانا عطاء اللہ حنیف] (مارچ ۲۰۰۵ء)
۱۶۔ فیصل شہید [چند تأثرات]	المنبر [فیصل شہید نمبر] (۷ ستمبر ۱۹۷۶ء)
۱۷۔ شاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	غیر مطبوع
۱۸۔ آہ! مولانا ماہر القادری	غیر مطبوع
۱۹۔ شیخ الشیوخ کی یاد میں	الاعتصام (۳ جنوری ۱۹۸۶ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ چند تأثرات ومشاہدات	چراغ راہ کراچی [مسعود عالم ندوی نمبر] (مارچ ۱۹۵۵ء)
۲۱۔ مولانا ازہری کی دعا	نوائے وقت
۲۲۔ مولانا محمد یوسف بنوری	المنبر (۱۷ جنوری ۱۹۷۸ء)
۲۳۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی [تعزیتی مکتوب]	غیر مطبوع
۲۴۔ مفتی سیاح الدین [تعزیتی مکتوب]	غیر مطبوع
۲۵۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری فاتح قادیان صبر وایثار اور اخلاق قربانی کا عظیم نمونہ	اہلحدیث (۸ جون: ۱۹۹۰ء)

(۴) ثقافت

۱۔ اسلامی ثقافت اور تہذیب	غیر مطبوع
۲۔ اسلامی ثقافت اور مغربی ثقافت	غیر مطبوع
۳۔ موسیقی اور بزرگان دین	ہفت روزہ وفاق (۱۵ اپریل ۱۹۶۰ء)
۴۔ قرآن وحدیث اور صحابہ کے طرزِ عمل سے موسیقی کا جواز پیدا کرنے کی افسوسناک کوشش!	المنبر (۱۶/ اپریل ۱۹۶۰ء)
۵۔ موسیقی اسلامی نقطہ نظر سے	المنبر (۱۶ جولائی ۱۹۶۰ء)
۶۔ موسیقی اور گانے بجانے کے آلات کا شرعی حکم [۳ اقساط]	میثاق (مئی، جون، جولائی ۱۹۶۰ء) میثاق (جنوری ۲۰۰۳ء)، صراط مستقیم برمنگھم، حکمت قرآن (اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۹۳ء)، پندرہ روزہ ترجمان دہلی [۲ اقساط] (۱۵ مارچ، یکم اپریل ۲۰۰۳ء)

اس مقالے کا عربی ترجمہ ”البعث الاسلامی لکھنؤ“ میں شائع ہو چکا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ مصوری بے حیائی اور فحاشی کا ذریعہ	المنبر (۵ جولائی ۱۹۶۱ء)

مذکورہ بالا مقالہ پہلے ''المنبر'' میں ''مسئلہ تصویر'' سے الگ شائع ہوا۔ بعد ازاں مسئلہ تصویر کے ساتھ شامل کر کے مکمل مضمون میثاق میں طبع ہوا۔

۸۔ مسئلہ تصویر [۳ اقساط]	میثاق (اپریل ۱۹۶۱ء / جنوری، فروری ۱۹۶۲ء) المنبر [۴ اقساط] (۲۳، ۳۰ نومبر / ۷، ۲۱ دسمبر ۱۹۶۱ء)
۹۔ وقت کی بربادی [کرکٹ]	غیر مطبوع

(۵) اصلاح معاشرہ

۱۔ اصلاح معاشرہ کی بنیادیں [۳ اقساط]	میثاق (فروری، جولائی، اکتوبر ۱۹۶۸ء)
۲۔ اصلاح معاشرہ کی ایک اہم بنیاد، ایمان بالآخرۃ	غیر مطبوع
۳۔ اصلاح معاشرہ کے لیے دس نکاتی پروگرام	غیر مطبوع
۴۔ شخصی ملکیت اور ہنگامی حالات	روزنامہ پاکستان
۵۔ ہنگامی قوانین کے اختیارات خصوصی (شہری آزادی)	روزنامہ پاکستان (۳۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء)، المنبر (یکم فروری ۱۹۷۴ء)
۶۔ وطن عزیز کا بڑا اہم مسئلہ اور اس کے حل کی تدابیر [استفتاء] ۲ اقساط	الاعتصام (۳۰ جنوری، ۶ فروری ۱۹۸۷ء)
۷۔ اسلام کو کارفرما قوت بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ [استفتاء]	المنبر (۲۰ جولائی ۱۹۵۹ء)
۸۔ موجودہ صحافت کی اصلاح کیسے ممکن ہے؟	روزنامہ وفاق سلور جوبلی نمبر (۱۹۸۴ء) الاعتصام (۱۵ ستمبر ۱۹۹۵ء)
۹۔ جدا ہو دین صحافت سے تو رہ جاتی ہے فحاشی	الاتحاد (جولائی ۱۹۹۳ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶) معیشت

۱۔ مزارعت پر تحقیقی نظر	ترجمان القرآن (دسمبر ۴۹ء، جنوری ۱۹۵۰ء)

یہی مضمون ہفت روزہ الاعتصام میں حک و اضافہ کے ساتھ ''رائج زمینداری نظام دلائل شرعیہ کی روشنی میں'' کے نام سے [۴ اقساط] (۲۸ ستمبر ۵، ۱۲، ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۰ء) میں طبع ہوا۔

۲۔ موجودہ مروجہ بیمہ کاری اور بنک کاری نظام	غیر مطبوع
۳۔ زکوٰۃ میں تملیک کی شرط یا رکنیت [۲ اقساط]	الاعتصام (۱۱، ۱۸ ستمبر ۱۹۹۲ء)
۴۔ تکافل اجتماعی، ایک خاکہ	غیر مطبوع
۵۔ ذخیرہ اندوزی شریعت کی نگاہ میں	الاعتصام فروری ۱۹۵۲ء، المنبر (۸ نومبر ۱۹۵۷ء)
۶۔ اسلام اور تجارتی سود [۲ اقساط]	المنبر (۳ مارچ ۲۰ اپریل ۱۹۵۹ء) المنبر (جنوری، فروری ۲۰۰۱ء) البرھان کراچی (اپریل ۲۰۰۱ء)
۷۔ زراعت اور باغبانی کی فضلیت	میثاق (اپریل، مئی ۱۹۷۰ء)
۸۔ انفرادی ملکیت (نامکمل)	میثاق (جون، جولائی ۱۹۷۰ء)
۹۔ اسلام کا معاشی نظام (مذاکرہ)	سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل ۸۴-۱۹۸۳ء

(۷) احکام خواتین

۱۔ اسلام اور تعلیم نسواں	محدث دہلی (جلد ۱ شمارہ ۷، رجب المرجب ۱۳۵۲ھ)
۲۔ عورتوں کی آزادی اور اسلام [استفتاء]	المنبر (۷، ۱۴ جنوری ۱۹۷۷ء)

یہی مضمون ماہنامہ محدث لاہور میں ''مساوات مرد و زن اور انتخابات'' کے نام سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائع ہوا۔

۳۔ خانگی پیچیدگیاں، اسباب وعلاج — غیر مطبوع

۴۔ چادر اور چار دیواری کی حفاظت — غیر مطبوع

۵۔ عورتیں اور عیدگاہ — غیر مطبوع

۶۔ عورت اور منصب قیادت وامامت — الاعتصام (۲۰ ستمبر ۱۹۸۵ء)

۷۔ اسلام میں عورت کا مقام [۳ اقساط] — الاعتصام (۸، ۱۵، ۲۲ مئی ۱۹۹۲ء)

یہی مقالہ ماہنامہ الاتحاد [جون ۱۹۹۲ء] میں ''خواتین کے حقوق وفرائض'' کے نام سے شائع ہوا۔

۸۔ خاندانی منصوبہ بندی [۲ اقساط] — الاتحاد (جنوری، فروری ۱۹۹۴ء)
الاعتصام (۷، ۱۴/ اکتوبر ۱۹۹۴ء)
حکمت قرآن (ستمبر ۱۹۹۷ء)

۹۔ عورت کی دیت — الاعتصام (۳۰ نومبر ۱۹۸۴ء)
المنبر (۲۳ نومبر ۱۹۸۴ء)

اس مضمون کی تلخیص روزنامہ جنگ (۳ دسمبر ۱۹۸۴ء) میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

۱۰۔ فطری نظام تخلیق اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی — سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد (اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۸۸ء) محدث بنارس (جولائی ۱۹۹۰ء) محدث لاہور (نومبر ۲۰۰۱ء) صراطِ مستقیم برمنگھم (اگست ۲۰۰۲ء)

۱۱۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت — الاعتصام (جنوری ۱۹۸۶ء)

۱۲۔ مسلم معاشرے میں خواتین کا اعزاز واحترام — الاعتصام (۲۸ فروری ۱۹۸۷ء)

۱۳۔ حدود وقصاص میں خواتین کی شہادت — سالانہ رپورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل (۹۲-۱۹۹۱ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ خطبہ نکاح کی تفہیم	المنیر (۲۲ نومبر ۱۹۵۷ء)، الاعتصام (۲۱ فروری ۱۹۸۶ء)
۱۵۔ زکوٰۃ کمیٹیوں میں خواتین کی شرکت	اختلافی نوٹ

(۸) سیاست، نفاذ شریعت

۱۔ نفاذِ شریعت برکات وثمرات	ترجمان الحدیث (اپریل ۱۹۹۱ء)
۲۔ شریعت بل (نامکمل)	غیر مطبوع
۳۔ دینی جماعتیں اور انتخابی سیاست	الاعتصام (۶ اگست ۱۹۹۳ء) المنبر (اگست ۱۹۹۳ء)
۴۔ زیرِ غور امور- جدید اجتماعیت کی ضرورت کیوں اور کیسے؟	غیر مطبوع
۵۔ ایک نئی جماعت کی ضرورت اور اس کی خصوصیات [تقریر]	میثاق (نومبر، دسمبر ۱۹۶۷ء) (اکتوبر ۱۹۷۴ء) (فروری ۱۹۹۱ء)
۶۔ اصول دین اور مصلحت دین [۳ اقساط]	المنیر (۲۳ اگست/ ۶، ۱۴ ستمبر ۱۹۵۷ء)
۷۔ بدگمانی یا غلط بیانی؟ [مکتوب بنام میاں طفیل محمد]	میثاق (نومبر ۱۹۹۶ء) المنبر (۲۱ مارچ ۱۹۹۶ء)
۸۔ تنقید یا تنقیص [مکتوب بنام میاں طفیل محمد]	المنبر (۱۵ اکتوبر ۱۹۹۷ء)
۹۔ موجودہ کشمکش اور اسلام	غیر مطبوع
۱۰۔ قیادت کا اسلامی معیار [۲ اقساط]	ترجمان القرآن (ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۹ء)
۱۱۔ قرآن حکیم میں صالح قیادت کے اوصاف [تقریر]	المنبر (۲۶ اپریل ۲ مئی ۱۹۸۰ء)
۱۲۔ ہر مرض کی دوا، انقلابِ قیادت [اداریہ]	المنیر (۶ جون ۱۹۵۸ء)

اس مضمون کا عربی ترجمہ "علاج کل داء: تغییر القیادۃ" کے نام سے الاتحاد (جولائی ۱۹۹۳ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ برادر راغب حسن نے کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ اسلام میں جمہوریت کی پیوندکاری کیوں؟	غیر مطبوع
۱۴۔ انتخابات کے بارے میں فوری توجہ طلب مطالبات	غیر مطبوع
۱۵۔ انتخابات کے ذریعے پاکستان میں سوشلزم کی کامیابی کے عوامل [تقریر]	المنبر (۱۰ ستمبر ۱۹۷۱ء)
۱۶۔ مسلک اہل حدیث، جماعت اہل حدیث اور تحریک جماعت اسلامی	غیر مطبوع
۱۷۔ اسلامی نظام اور جمہوری نظام کے درمیان موازنہ	غیر مطبوع
۱۸۔ اسلام کا شورائی نظام، پارلیمانی جمہوری نظام۔تقابلی مطالعہ	غیر مطبوع
۱۹۔ شوریٰ کی نوعیت، شوریٰ اور امیر کے اختیارات [استفتاء]	المنیر (۲۰ جون ۱۹۵۸ء)
۲۰۔ پاکستان میں ۲۳ سالہ دینی مساعی اور ان کے نتائج [تقریر]	المنبر (۱۲ اپریل ۱۹۷۱ء)
۲۱۔ اسلامی ریاست اور جماعت سازی [۲ اقساط]	الاعتصام (۲۶ اکتوبر، ۲ نومبر ۱۹۸۴ء)
۲۲۔ انصاری کمیشن رپورٹ پر تبصرہ	المنبر (فروری ۱۹۸۴ء) روزنامہ وفاق
۲۳۔ اسلامی نظام حکومت میں سیاسی پارٹیوں کا مقام	غیر مطبوع
۲۴۔ اسلامی حکومت کا خاکہ	غیر مطبوع
۲۵۔ یہ وہ جماعت تو نہیں جو مولانا مودودی کے دور میں ہوا کرتی تھی! (دورِ ماضی کے سبق آموز واقعات)	المنبر (۲ نومبر ۱۹۹۳ء) صراط مستقیم برمنگھم (ستمبر ۲۰۰۲ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹) تاریخ وسیرت

۱۔ ہندوستان کے دینی مدارس[۱۵اقساط]	الاعتصام (یکم، ۲۹ اپریل/۱۲، ۱۹ اگست ۲۸ اکتوبر/۴، ۱۱، ۱۸، ۲۵، نومبر/۲، ۹، ۲۳ دسمبر ۱۹۹۴ء/۶، ۱۳، ۲۷ جنوری ۱۹۹۵ء)
۲۔ تاسیس دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے دواعی ومحرکات	محدث دہلی (جلد ۸، عدد ۲، ۱۳۵۲ھ)

یہی مضمون تاریخ رحمانیہ کے نام سے کتاب کی شکل میں مطبوع ہے۔

۳۔ دارالحدیث رحمانیہ مرحوم مشاہدات و تأثرات[۱۵اقساط]	ترجمان الحدیث فیصل آباد (جنوری تامئی ۱۹۹۲ء)
۴۔ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی (تاریخی واقعات)	الارشاد جدید کراچی (۱۵ جنوری و یکم فروری ۱۹۶۸ء)
۵۔ حضرت امام المحدثین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر ایک اجمالی نظر[۲ اقساط]	محدث دہلی (محرم، صفر ۱۳۵۲ھ)
۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امیدواری خلافت [استفتاء]	غیر مطبوع

(۱۰) دینی مدارس

۱۔ ایک نئی درس گاہ کی ضرورت	غیر مطبوع
۲۔ دینی مدارس کے نصاب میں فحش لٹریچر	غیر مطبوع
۳۔ دینی مدارس کا نظام تعلیم	غیر مطبوع
۴۔ دینی مدارس کی خامیاں	غیر مطبوع
۵۔ سہ سالہ روداد [جامعہ تعلیمات اسلامیہ]	المنبر (۱۷ فروری ۱۹۶۰ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ دینی نظام تعلیم: عملی اقدامات	(دینی مدارس کا نظام تعلیم: سلیم منصور، مسلم سجاد)[طبع: ۱۹۸۷ء]I.P.S
۷۔ دینی مدارس کا امتحانی نظام [ایک قلمی مذاکرہ]	(نظام امتحانات: بحران، اسباب، حل) سلیم منصور، مسلم سجاد [۱۹۹۱ء] I.P.S
۸۔ عربی نصابِ تعلیم	غیر مطبوع

(۱۱) فقہ

۱۔ نابالغ اور مجنون کے مال میں زکوۃ کا حکم	غیر مطبوع
۲۔ جیل میں نماز جمعہ	الاعتصام (۴ دسمبر ۱۹۸۷ء) صراط مستقیم برمنگھم (اکتوبر ۲۰۰۲ء)
۳۔ رکوع کے بعد نمازی اپنے دونوں ہاتھ کہاں رکھے؟ از: شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ (ترجمہ)	غیر مطبوع
۴۔ ہر مسلمان کی اقتدار میں نماز کا جواز	غیر مطبوع
۵۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے لیے شراب کی قطعی ممانعت	غیر مطبوع
۶۔ ابوشحمہ سے منسوب واقعہ کی حقیقت	غیر مطبوع
۷۔ اراضی مغصوبہ برائے مساجد کا شرعی حکم	غیر مطبوع
۸۔ رؤیت ہلال کا مسئلہ [استفتاء]	المنبر (۱۲ دسمبر ۱۹۵۹ء)
۹۔ ذاتی املاک قومیانے پر انوکھی دلیل (قومی ملکیت ایجار بیوت مکہ)	غیر مطبوع
۱۰۔ وراثت حفید یتیم [استفتاء]	غیر مطبوع
۱۱۔ محجوب الارث (پوتے کی وراثت)	غیر مطبوع

یہ مضمون مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ صاحب تحفۃ الاحوذی کے ''پوتے کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وراثت'' سے متعلق لکھے گئے مقالے سے مستفاد ہے۔

۱۲۔ سرِ عام پھانسی (Public Hanging) اور کوڑوں کی سزا کے بارے میں اسلامی تعلیمات	اسلامی نظریاتی کونسل کی روئیدادوں میں مطبوع ہے۔
۱۳۔ غلافِ کعبہ کی شرعی حیثیت	المنبر (یکم جون ۱۹۶۳ء)
۱۴۔ نماز جنازہ میں تاخیر اور میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا شرعاً صحیح نہیں	الاعتصام (۱۵ دسمبر ۱۹۸۹ء)

مولانا محمد صدیق فیصل آبادی کے جنازے اور وصیت پر علمی تبصرہ!

۱۵۔ قربانی کی کھالوں کا مصرف	غیر مطبوع
۱۶۔ قربانی یا قربانی کی قیمت	المنبر (۳ جولائی ۱۹۵۹ء)
۱۷۔ اُردو میں نماز	المنیر (۱۷ مئی ۱۹۵۷ء)
۱۸۔ دعاء فضائل، آداب، قبولیت کے اوقات ومقامات اور شرائط	میثاق [۲ اقساط] (اپریل، مئی ۱۹۶۰ء) (نومبر ۱۹۷۲ء) الفرقان لکھنؤ (ستمبر ۱۹۷۳ء) المنبر [۴ اقساط] (۲۷ اگست / ۳، ۱۰، ۱۷ ستمبر ۱۹۷۶ء) (۱۷، ۲۴ جولائی ۱۹۸۰ء)
۱۹۔ رمضان المبارک اور اس کی خصوصیات	میثاق [۲ اقساط] (نومبر، دسمبر ۱۹۶۷ء اکتوبر ۱۹۷۲ء / ۱۹۷۳ء / ستمبر ۱۹۷۵ء) المنبر (۲۱ جون ۱۹۸۳ء، ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۳ء یکم نومبر ۲۰۰۱ء) حکمت قرآن (جنوری ۱۹۹۶ء) البرھان کراچی (اکتوبر، نومبر ۲۰۰۲ء) محدث بنارس (ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۷ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ قاذف کی شہادت توبہ کے بعد قبول ہے	ترجمان الحدیث (نومبر ۱۹۹۲ء)
۲۱۔ اشتراکیت قرآن حکیم کی روشنی میں	المنبر (۱۶ اگست ۱۹۷۱ء)
۲۲۔ مے خوری بطورِ علاج	ترجمان الحدیث فیصل آباد (دسمبر ۱۹۹۰ء، جنوری ۱۹۹۱ء)
۲۳۔ تمباکو نوشی کے بارے میں شرعی حکم	غیر مطبوع
۲۴۔ نوٹ: بسلسلہ جُرمِ زنا اور دیگر جرائم میں خواتین کی دادرسی کے لیے انتظامی اقدامات	اختلافی نوٹ
۲۵۔ معیار نصاب زکوٰۃ، چاندی مقرر کی جائے	اختلافی نوٹ
۲۶۔ رپورٹ اجلاس ہشتم پر تبصرہ	اختلافی نوٹ
۲۷۔ صاحب ھدایہ کی تصریحات اوران پر تبصرہ	اختلافی نوٹ
۲۸۔ قوانین حدود پر ناقدانہ نظر	اختلافی نوٹ
۲۹۔ غیر اسلامی جج اسلام کے بارے میں کیسے رائے دیں گے!	اختلافی نوٹ

(۱۲) تحقیق احادیث

۱۔ غربت اسلام [۲ اقساط] (نامکمل)	میثاق (ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۰ء)
۲۔ جہاد کی اعلیٰ قسم [۲ اقساط]	میثاق (ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۶۷ء)
۳۔ حدیث شدِّ رحال کی تشریح	الاعتصام (۲ اکتوبر ۱۹۸۷ء)، اہلحدیث (۴ ستمبر ۱۹۸۷ء)
۴۔ تحقیق حدیث کل مسکر خمر...... الخ	الاعتصام (۴ جون ۱۹۹۳ء)

(۱۳) دعوت

۱۔ دعوتِ محمدیہ از مصری محقق (ترجمہ) [۲ اقساط]	محدث دہلی (شوال، ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ)
۲۔ دین میں غلو [۳ اقساط]	الاعتصام (۱۴، ۲۸ ستمبر/ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ فرقہ وارانہ ذہنیت کے اسباب، شدت کی وجوہ — غیر مطبوع

۴۔ سوء ظن کے بجائے حسن ظن — غیر مطبوع

۵۔ عمل بالحدیث اور اتباعِ سنت کا اہم تقاضہ — غیر مطبوع

۶۔ فریضۂ تبلیغ اور ہماری ذمہ داریاں — غیر مطبوع

۷۔ کانفرنس اہلحدیث اور نوجوان علماء — ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر (۱۴ جولائی ۱۹۴۰ء)

۸۔ مذہبی رواداری کے چند نمونے — الاتحاد (اگست ۱۹۹۲ء)

۹۔ عملی خلاء کو پُر کرنے کا غلط طریق کار — المنیر (۳۰ اگست ۱۹۶۱ء)

۱۰۔ منافق کون ہے؟ اور انکارِ منکر کی نوعیت — غیر مطبوع

۱۱۔ نفاق کی حقیقت ایک غلط فہمی کا ازالہ — غیر مطبوع

۱۲۔ عید -اعتدال و توازن کی نمایاں مثال! — المنبر (۳۰ مارچ ۱۹۶۰ء)

۱۳۔ اپنی زندگیوں کو نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کیجیے [نمازِ جمعہ میں مولانا عبدالغفار حسن کی تقریر] — المنبر (۱۶/ اپریل ۱۹۶۰ء)

۱۴۔ علماء کے لیے لائحہ عمل (ضابطہ اخلاق) — غیر مطبوع

۱۵۔ ایک اہم تجویز برائے غور اسلامی نظریاتی کونسل

۱۶۔ دو اہم تجاویز

۱۷۔ سندھ کے علمائے توحید کی توجہ کے لیے — اہلحدیث (۱۷ نومبر ۱۹۸۹ء)

(۱۴) مشاہدات

۱۔ خود ساختہ مہدی اور توہین مسجد الحرام کے چھپے ہوئے مؤیدین کی حقیقت — المنبر (۲۱ دسمبر ۱۹۷۹ء) روزنامہ جسارت (دسمبر ۱۹۷۹ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مسجد حرام کا افسوسناک واقعہ اور مہدی کے بارے میں ارشاداتِ نبوی: ابن باز — (ترجمہ) غیر مطبوع

۳۔ بنیادی انسانی حقوق کی پامالی — غیر مطبوع

۴۔ مشرقی پاکستان کا دورہ، تأثرات — غیر مطبوع

۵۔ مشرقی پاکستان کے حالات — غیر مطبوع

۶۔ ۹۵ھ کے لیے حج کی نئی پالیسی (ترجمہ) — غیر مطبوع

۷۔ مکہ مکرمہ سے منیٰ وعرفات تک، مشاہدات وتأثرات — روزنامہ وفاق (۲۲ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۱۵) تبصرہ کتب

۱۔ تبصرہ بر کتاب جادو کی حقیقت از ڈاکٹر الٰہی علوی — غیر مطبوع

۲۔ ناموس ملت معروف بہ پردہ اور اسلام از منشی خادم علی خان — ترجمان القرآن (جون ۱۹۵۰ء)

۳۔ منشور اقوام متحدہ از احمد عبداللہ السّد وسی — ترجمان القرآن (جولائی، ستمبر ۱۹۵۰ء)

۴۔ اسلام اور اشتراکیت از محمد بہاء الحق قاسمی — ترجمان القرآن (جولائی، ستمبر ۱۹۵۰ء)

۵۔ امتیاز راہ: اسرار احمد سہاروی — ترجمان القرآن (جولائی، ستمبر ۱۹۵۰ء)

۶۔ قانونِ مکافات: ضیاء الہدیٰ — ترجمان القرآن (جولائی، ستمبر ۱۹۵۰ء)

۷۔ ماہنامہ رحیل زیر ادارت: آبادشاہ پوری و عاصی ضیائی رام پوری — ترجمان القرآن (جولائی، ستمبر ۱۹۵۰ء)

۸۔ عزم: مرتبین محمد انور مسلم سرحدی، بشیر احمد ارشد، ظفر اللہ خان — ترجمان القرآن (جولائی، ستمبر ۱۹۵۰ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ دروس القرآن (تین حصے) صوفی نذر محمد سیال	ترجمان القرآن (جولائی، ستمبر ۱۹۵۰ء)
۱۰۔ نقد و تبصرہ (عورت کا عائلی مقام) ممتاز جہاں بیگم صدیقی (نامکمل)	المنبر (۲ نومبر ۱۹۶۱ء)
۱۱۔ احسن البیان (تفسیر) حافظ صلاح الدین یوسف (نظر ثانی)	غیر مطبوع
۱۲۔ الکتاب (حاشیہ قرآن مجید) ڈاکٹر محمد عثمان (نظر ثانی)	مطبوع (القرآن سوسائٹی لاہور)
۱۳۔ مودودی صاحب کے ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ، از: ڈاکٹر محمد عثمان (نظر ثانی)	ماہنامہ بینات کراچی [۱۰ اقساط] (جنوری تا اکتوبر ۱۹۹۷ء)
۱۴۔ دیباچہ "ارشادات رسول" از مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف	مطبوع (مکتبہ المنبر لائل پور)
۱۵۔ خاتم النبیین (قاطع قادیانیت) از مصباح الدین	غیر مطبوع
۱۶۔ تبصرہ و تصحیح بر کتاب "احکام اسلام"	از اسلامی نظریاتی کونسل
۱۷۔ دیباچہ سیرت النبیؐ سے متعلق فہرست کتب: از حافظ خبیب احمد	(مکتبہ سید احمد شہید لاہور)

(۱۶) فتاویٰ

۱۔ بالغ خادم سے پردہ	غیر مطبوع
۲۔ نجویٰ...... کتاب و سنت کی روشنی میں	المنیر (۱۲ اگست ۱۹۵۷ء)
۳۔ سونے کا نصاب	ترجمان القرآن (جون ۱۹۵۰ء)
۴۔ زکوٰۃ کے چند مسائل	ترجمان القرآن (جون ۱۹۵۰ء)
۵۔ ہمیشہ سفر میں رہنے والوں کے لیے حکمِ قصر	ترجمان القرآن (نومبر ۱۹۵۰ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔	ورکنگ پیپر کے سوالات کا جواب (زکوٰۃ سے متعلقہ بعض مسائل)	غیر مطبوع
۷۔	اموالِ ظاہرہ اور اموالِ باطنہ میں زکوٰۃ کی نوعیت	روئیداد کونسل

ان کے علاوہ بے شمار سوالوں کے جواب بذریعہ خط سائلین کو دیتے رہے۔ بعض کے جواب قلمی شکل میں موجود ہیں اور اکثر صرف استفسارات موجود ہیں۔ ان کے جوابات دستیاب نہیں ہو سکے۔ اسی طرح والد محترم کی بعض قلمی تحریروں سے معلوم ہوا ہے کہ اُن کے بعض مقالات وفتاویٰ جماعت اسلامی کے ترجمان ''ماہنامہ کوثر'' میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں لیکن ہماری اُن تک رسائی نہ ہو سکی۔

(۱۷) مکاتیب

۱۔	مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مراسلت	محدث لاہور (جولائی ۲۰۰۲ء)
۲۔	مولانا عبیداللہ رحمانی کا مکتوب گرامی بنام مولانا عبدالغفار حسن	محدث لاہور (جنوری ۱۹۹۹ء)
۳۔	مولانا عبیداللہ رحمانی کا مکتوب بنام مولانا عبدالغفار حسن	محدث لاہور (فروری ۱۹۹۹ء)
۴۔	مکتوب بنام مولانا محمد امین اُثری	مکاتیب رحمانی ص ۹۷
۵۔	مکاتیب مولانا عبدالغفار حسن بنام مولانا عطاءاللہ حنیف	الاعتصام (اشاعت خاص مولانا عطاءاللہ حنیف) مارچ ۲۰۰۵ء
۶۔	مکتوب بنام میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان	الاعتصام (۲ مئی ۱۹۹۷ء) المنبر (۷ جولائی ۱۹۹۶ء)
۷۔	روزنامہ نوائے وقت کی خدمت میں دو مشورے	الاعتصام (۱۵ اپریل ۱۹۹۵ء)
۸۔	وزیر مذہبی امور کے نام ایک خط	المنبر (۵ ستمبر ۱۹۹۷ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ مولانا عبدالغفار حسن کا مکتوب گرامی (بنام حافظ صلاح الدین یوسف) — الاعتصام (۱۰ جولائی ۱۹۹۲ء)

۱۰۔ مولانا عبدالغفار حسن کا مکتوب گرامی (بنام حافظ صلاح الدین یوسف) — الاعتصام (۲۳ اگست ۱۹۹۱ء)

۱۱۔ مولانا مودودی مرحوم کا قائم کردہ تعلیمی ادارہ چند وضاحتیں [مکتوب بنام ڈاکٹر اسرار احمد] — حکمت قرآن (اکتوبر ۱۹۹۸ء)

۱۲۔ بیعت ایک اشکال اور اس کا جواب — میثاق (نومبر ۱۹۹۶ء)

۱۳۔ مکتوب بنام ڈاکٹر اسرار احمد (بر علالت مولانا امین احسن اصلاحی) — میثاق (دسمبر ۱۹۷۱ء)

۱۴۔ مکتوب (اسرار احمد صاحب کی علالت پر) — میثاق (اکتوبر ۱۹۸۷ء)

۱۵۔ مکتوب بسلسلہ "تاریخ تصوف اسلامی" — میثاق (اپریل ۱۹۷۰ء)

۱۶۔ مکتوب مفتوح مدیر تکبیر [فحش اشتہار کیوں؟] — الاعتصام (۱۱ اپریل ۱۹۹۷ء)

۱۷۔ تنظیمی اختلافات کا علاج ...... غیر ذمہ دارانہ تشخیص و تعارف — محدث (مارچ ۱۹۹۵ء)

۱۸۔ مکتوب بنام ابوفیصل محمد سلیم — الاعتصام (۳/ اگست ۲۰۰۱)

ان مذکورہ بالا مکاتیب کے علاوہ مختلف شخصیات کے مکاتیب محفوظ ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا محمد صدیق سرگودھوی، مولانا عبداللہ محدث روپڑی، مولانا محمد امین الاثری، غازی عزیز مبارکپوری، مولانا امین احسن اصلاحی، میاں طفیل محمد، ڈاکٹر اسرار احمد، ڈاکٹر نذیر مسلم، حکیم سلطان احمد، ڈاکٹر محمد عثمان، صدر ضیاء الحق شہید، حافظ صلاح الدین یوسف، محمد صلاح الدین شہید (مدیر تکبیر)، محمد عاصم الحداد وغیرہ۔

۱۹۔ مکتوب بسلسلہ تحریک جماعت اسلامی — میثاق (ستمبر ۱۹۶۶ء)

(۱۸) عربی میں تحریر کیے گئے مضامین و مقالات

۱۔ أحادیث الرجم — (جمع و تخریج)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حدیث "اختلاف امتی رحمة" (تخریج وتحقیق)

۳۔ حدیث "لا تجتمع امتی علی ضلالة" (تخریج وتحقیق)

۴۔ أحادیث فی الخمر (جمع وتخریج)

۵۔ الاسلام معناه وحقیقته ووجه تسمیته

۶۔ الشهادة

۷۔ مذکرات کتب الحدیث

۸۔ تطبیق الشریعة فی باکستان — الهدی النبوی (الدار السلفیه فی مانشستر، بریطانیه) رجب ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۸ء

۹۔ أهمیة اللغة العربیة — الاتحاد (نومبر، دسمبر ۱۹۹۳ء) [جلد ۳ شمارہ ۱۱، ۱۲]

۱۰۔ من أضالیل القادیانیة [۱۲ اقساط] — مجله الجامعة الاسلامیة بالمدینة المنورة (العددان: ۲۹، ۳۰) ۱۳۹۵ھ الموافق ۱۹۷۵ء

مذکورہ بالا مضمون کا اُردو ترجمہ برادر احمد حسن کر چکے ہیں جو ابھی غیر مطبوع ہے۔

۱۱۔ کیف یمکن تطبیق الشریعة الاسلامیة فی باکستان بل فی العالم الاسلامی کله؟ — الاتحاد (۱۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء) العدد (۳۴)

(۱۹) انٹرویوز

۱۔ ملاقات (مولانا صفی الرحمن مبارکپوری) — (الاعتصام ۲ مئی ۱۹۸۶ء) پاک سرزمین پر (مضمون نگار: مولانا صفی الرحمن مبارکپوری)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ملاقات (شفیق الرحمٰن شاہین)	مجلہ الجامعہ السلفیہ اسلام آباد ۱۹۹۲ء [سالنامہ]
۳۔ ملاقات (محمد عامر نجیب)	صراط مستقیم کراچی (جنوری ۱۹۹۵ء)
۴۔ ملاقات (ڈاکٹر زاہد اشرف)	غیر مطبوع

یہ انٹرویو المنبر کے ''مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف نمبر'' کے لیے لیا گیا ہے۔

۵۔ ملاقات (احمد حسن) عربی	الاتحاد العدد [۲۲] ربیع الأول ۱۴۱۲ھ) الموافق (۱۹۹۱/۹/۵ء) (اگست ۱۹۹۷ء میں)
۶۔ ملاقات (خالد سیال)	شہادت (دسمبر ۱۹۹۶ء، جون ۲۰۰۷ء)
۷۔ لقاء مع فضيلة الشيخ عبدالغفار حسن (عربی) ترجمہ: راغب حسن	الموقظة (ذوالحجة ۱۴۱۵ھ) العدد الثامن والتاسع عشر- السنة الثانية
۸۔ الشيخ عبدالغفار حسن الرحمانی (ابوعبداللہ کہلان)	الهدى النبوى (الدار السّلفیہ: بریطانیہ) رمضان ۱۴۱۸ھ- ۱۹۹۸ء

مذکورہ بالا انٹرویو کا ترجمہ ''صراطِ مستقیم برمنگھم'' (دسمبر ۱۹۹۸ء / جنوری ۱۹۹۹ء) میں دو اقساط میں مولانا محمود الرحمٰن شرقپوری کے قلم سے شائع ہوا۔ ترجمہ کی تکمیل برادرم احمد حسن نے کی۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چودھواں باب

امی جان

میری امی کا خاندان بنت (مظفر نگر) سے ہجرت کر کے چند پشتوں قبل ریاست مالیر کوٹلہ میں آباد ہو چکا تھا۔ خاندان کے بزرگ افراد ریاست کے کلیدی عہدوں پر کام کر رہے تھے۔

امی جان نے تونگری اور تنگ دستی ہر حال میں انتہائی ثابت قدمی کے ساتھ ابا جان کا ساتھ دیا اور بچوں کی خبر گیری ایسے کی کہ ابا جان کے لاتعداد سفروں اور ختم نبوت کی تحریک کے موقع پر گیارہ ماہ سنت یوسفی ادا کرنے کے دوران انہیں غریب الوطنی اور اپنوں سے دوری اور والد کی عارضی جدائی کا احساس نہ ہونے دیا۔

ابا جان پچھلی یادیں کریدتے ہوئے بتاتے ہیں کہ بنارس کے ہندوؤں کے محلے میں قیام تھا، جامعہ سلفیہ بنارس میں سارا دن تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تو امی گھر میں تنہا ہوتیں۔ دو ننھے بچے (آپا جان اور برادر شعیب) تنہائی کے ساتھی تھے۔ اس محلے میں بندروں کی بہتات تھی اور ہندوانہ عقائد کے مطابق ان سے چھیڑ خانی کرنا گناہ سے کم نہ تھا۔ یہ بندر بعض دفعہ باورچی خانے میں سے کھانے پینے کی چیزیں اُچک لیتے۔ ایک دن ابا جان تاک میں بیٹھ گئے۔ دو موٹے تازے بندر باورچی خانے میں گھسے تو جھٹ باہر سے دروازے کی کنڈی لگا دی۔ ایک بندر تو بھاگ نکلا لیکن اس کا گرانڈیل ساتھی قید ہو کر رہ گیا۔ ابا جان تو کنڈی لگا کر نماز پڑھنے چلے گئے، بندروں نے چھت کے اوپر آہ و فغان کی ایسی محفل برپا کی کہ پاس پڑوس کے تمام ہندو اپنے دیوتاؤں کو یوں پریشان دیکھ کر مرنے مارنے پر تل گئے۔ امی نے بہر صورت ہمت سے کام لیا۔ ابا جان کو پیغام بھجوایا اور ساتھ ہی ہنومان جی کو قید و بند کی کلفتوں سے آزاد کر دیا تو ہندوؤں کا غصہ کچھ کم ہوا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

بنارس کے ایام میں ایک دفعہ ہندو مسلم فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ مسلم محلّہ ہندوؤں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستے میں پڑتا تھا کہ وہاں سے گزرے بغیر شہر کی دوسری طرف جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ سڑک کے اس طرف جوشیلے مسلمان نوجوانوں کے نعرے اور دور فاصلے پر ہندوؤں کی للکار گھر تک سنائی دے رہی تھی۔ مکان کی بالائی منزل سے نیچے کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ ایک تیز طرار سکھ نوجوان، اس خیال سے کہ وہ سائیکل پر سوار ہو کر زقند لگاتا ہوا سڑک کے اس پار گزر جائے گا، تیزی سے سڑک پر آیا لیکن ایک مسلمان نے آڑے ہاتھوں لیا، سکھ نوجوان سڑک پر گر پڑا، پگڑی کھل گئی اور چوٹ لگنے سے خون بہنے لگا۔ امی نے یہ سارا ماجرا دیکھا لیکن اس منظر کی تاب نہ لا سکیں، زندگی میں پہلے کبھی ایسا حادثہ نہ دیکھا تھا، فوراً ہی اختلاجِ قلب میں مبتلا ہو گئیں۔ بہر صورت اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور کچھ دیر بعد افاقہ ہوا۔ سکھ نوجوان بھی اپنی جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

اگلے دن ایک ہندو مسلمانوں کو للکارتا آ رہا تھا جسے ایک پولیس گاڑی نے دھکا دیکر مار گرایا۔ پولیس مسلمانوں کو بھی مارنے کی فکر میں تھی لیکن مسلمان قابو میں نہ آئے۔

مالیر کوٹلہ کے قیام کے دوران اس چھوٹے سے خاندان میں نئی ہستیوں کی آمد سے مزید اضافہ ہوا۔ راقم الحروف اور چھوٹے بھائی خبیب حسن کی پیدائش مالیر کوٹلہ ہی کی ہے۔ تقسیم کے وقت پاس پڑوس کے علاقوں اور روتے بلکتے بچوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مالیر کوٹلہ ایک مسلمان ریاست ہونے کی بنا پر ایک جزیرے کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں جماعت اسلامی اور جمعیت اہل حدیث کے افراد نے مل کر نواب آف مالیر کوٹلہ کے قائم کردہ کیمپوں میں بہت تندہی اور جانفشانی سے کام کیا۔ گھر کی خواتین بھی کسی سے کم نہ تھیں۔ میرے اپنے نہاں خانہ دماغ کے کسی گوشے میں چند ایسے نحیف و نزار لڑکوں اور عورتوں کے ہیولے جھانکتے نظر آتے ہیں جو ہمارے گھر کے آنگن میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ انہی بدحال افراد میں سے ایک خاتون کے بارے میں ابا جان نے بتایا کہ وہ ایک سکھ کی زیادتیوں کا شکار ہوتی رہی۔ جائے فرار مسدود تھی۔ ایک رات جبکہ سکھ نوجوان گہری نیند میں تھا، اس خاتون نے بڑی ہمت سے کام لیا اور سوتے ہوئے سکھ کے گلے پر چھری چلا دی۔ پھر وہ کنڈی کھول کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ جب وہ ہمارے ہاں آئی تو حمل کا آخری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحلہ تھا۔امی نے اس کے آرام کا خیال رکھا۔ ہمارے مختصر گھر کی ایک کوٹھری میں اس نے بچے کو جنم دیا۔ جب تک وہ ہمارے ہاں رہی۔امی اس کی تیمارداری کرتی رہیں۔ یہ خاتون عرصہ دراز بعد ہمارا پتہ تلاش کر کے فیصل آباد میں ملنے آئی تھی۔

امیر جماعت کے حکم پر ابا جان نے پانچ چھ سال سیالکوٹ گزارے۔ یہیں ۵۱ء میں پہلی مرتبہ جماعت نے صوبائی الیکشن میں حصہ لیا۔ جماعت نے اپنا نعرہ دھن، دھونس، دھاندلی کے خلاف جہاد کو قرار دیا تھا۔ الیکشن کے ایام میں امی نے بہت بھاگ دوڑ کی اور حلقہ خواتین کے ساتھ پوری تندہی سے کام کیا لیکن جماعت کی اصول پسندی مخالفین کے داؤ پیچ کا مقابلہ نہ کر پائی۔

امی جی کے صبر وتحمل اور راضی برضائے الٰہی کی انتہا وہ گیارہ ماہ کی مدت تھی جب ابا جان ختم نبوت کی تحریک کے سلسلہ میں پہلے سیالکوٹ جیل اور پھر ملتان جیل میں قید و بند کی اذیتیں سہتے رہے۔ ''قادیانی مسئلہ'' کی تصنیف کی بنا پر جہاں مولانا مودودی حکومت وقت کے عتاب کا شکار ہوئے وہاں جماعت کی مرکزی شوریٰ کے صوبہ پنجاب سے تعلق رکھنے والے سارے ارکان بھی دھر لیے گئے تھے۔

یہ میرے بچپن (عمر دس سال) کا واقعہ ہے۔ امی جی ہم بچوں کی انگلیاں پکڑے سیالکوٹ اسٹیشن پہنچیں۔ وہاں ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتار شدگان کی ملتان روانگی کے وقت ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ان کے اعزہ واقارب کا جم غفیر تھا۔ ڈبے کی سلاخ دار کھڑکی سے قیدیوں کی ہتھکڑیوں سے آراستہ ہاتھوں کی ایک جھلک ہم بہن بھائیوں کے ذہن میں محفوظ ہے۔ ابا جان اپنے ہم سفروں کے ساتھ ملتان میں سرکاری مہمان ہوئے۔ ان کی غیر حاضری میں مقامی جماعت نے ہمارے گھرانے کا پورا خیال رکھا۔ اس اسیری کے دور میں والدہ نے سب سے چھوٹے بچے کے ساتھ ملتان کا سفر کیا۔ ملتان کی جماعت کے ایک سرکردہ رکن عبدالمالک صاحب کو اطلاع دے دی گئی تھی۔ رات دو بجے گاڑی ملتان پہنچی۔ اتفاق یہ کہ عبدالمالک بروقت نہ پہنچ سکے۔ امی اسٹیشن پر ننھے بچے کے ہمراہ اللہ کے حضور طالب دعا رہیں۔ اتنے میں اللہ کی مدد آ پہنچی۔ عبدالمالک اور ان کی اہلیہ نے بڑی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاطر کی اور امی، ابا جان سے مختصر ملاقات کے بعد واپس سیالکوٹ لوٹ آئیں۔

گیارہ ماہ کا یہ عرصہ امی نے کن تفکرات اور آزمائشوں میں گزارا، یہ داستان انہی کے ساتھ جا چکی ہے۔ ہمیں صرف اتنا یاد ہے کہ ہماری تعلیم اور کھانے پینے میں کوئی کمی نہیں آئی۔ ہاں اسی دوران، سکھر تک کا ایک طویل سفر لوح دماغ پر نقش ہے، چچا عبیدی (ابا جان کے پرانے دوست جن کا ۱۰ اراپریل ۹۳ء کو انتقال ہوا) کی صاحبزادی کی شادی میں شرکت مقصود تھی۔

سیالکوٹ کے ایام میں میرا چنچل پن ایک حادثے کا سبب بن گیا۔ سیالکوٹ کے مشہور سیاسی اکھاڑے رام تلائی کے میدان میں جلسہ عام تھا جس میں ابا جان تقریر کے لیے مدعو تھے۔ خواتین کے لیے قریب ہی ایک اسکول کی چھت پر نشست کا انتظام کیا گیا تھا۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ میں اور میرا ایک دوست ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے تھے۔ چھت کی منڈیر حفاظتی دیوار سے ناآشنا تھی۔ دوڑتے دوڑتے رات کے اندھیرے میں، میں نے وہ منڈیر پھلانگ دی اور اگلے ہی لمحے میں ادھر ادھر کی دیواروں سے ٹکراتا گلی کے فرش پر پڑا کراہ رہا تھا۔ چوٹ تازہ تھی اس لیے اتنی ہمت کی کہ اٹھ کر اوپر جاؤں اور ماں کی آغوشِ رحمت میں اپنا سر رکھ دوں۔ گھر کیسے پہنچے اور علاج کے لیے کس کس کو دوڑایا گیا بے ہوشی کی وجہ سے کچھ پتہ نہیں۔ مجھے بس محلہ کشمیری کمہاراں کے مکان کی بالائی منزل کا وہ تاریک کمرہ یاد ہے جہاں خاص طور مجھے حکیم کی ہدایت پر لٹایا گیا تھا اور جہاں ایک دردمند ماں شب و روز اس ناخلف کی ٹانگوں اور جسم کی مالش کیا کرتی تھی۔ میں کبھی وہ شفیق چہرہ نہیں بھول سکتا جو میرے درد کا مداوا بن گیا۔

یہ تو ایک بڑا حادثہ تھا ورنہ اسکول کے دنوں میں ہاکی کھیلتے ہوئے میری ٹھوڑی پر ایک کاری زخم کا لگنا، بچپن میں پختہ سیڑھیوں سے لڑھک کر ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں تڑوانا، پنڈلی میں پھوڑا نکل آنے پر نشتر لگوانا، کمزور طبیعت کی بنا پر ہر قسم کے بخار میں مبتلا ہونا، ان سب آزمائشوں میں ماں کو تڑپانا اور بے آرام کرنا اور پھر یہ دست شفقت میرے ساتھ خاص نہیں بلکہ آٹھوں بہن بھائیوں کے لیے یکساں تھا۔ اس پر کمسنی میں دو بچوں کی علالت اور وفات کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدمہ اٹھانا بھی ماں کی تقدیر میں لکھا تھا۔

عمر کے اٹھارویں سال میں مجھے گھر سے جدا ہونا پڑا۔ عربی فاضل کر لینے کے بعد غازی عبدالجبار مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ میں عربی ٹیچر کی حیثیت سے راولپنڈی جانا ہوا۔ چھ ماہ قیام رہا، گہوارہ الفت و محبت ماں باپ اور بہن بھائیوں سے جدائی بے چین کیے رہی۔ پنڈی سے خطوط لکھ کر دل بہلاتا۔ گو پنڈی چھوٹے ماموں اور پھوپھی صاحبہ کی موجودگی اور وقفے وقفے سے ان کے ہاں قیام، دوری کی کلفت کو کچھ کم کیے رکھتا لیکن خاص طور پر گھر سے دوری بڑی شاق گزرتی۔ چھ ماہ کے بعد ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ گھر واپس آنا پڑا، لیکن دو سال بعد ہی پھر ایک طویل جدائی کا مرحلہ منتظر تھا۔ ۶۲ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے لیے پاکستانی طلبہ کا پہلا گروپ جو اٹھارہ نوجوانوں پر مشتمل تھا، سفینہ حجاج سے عازم جدہ ہوا۔ کراچی کے ساحل سے جوں جوں جہاز ہٹتا گیا، جدائی کا احساس بڑھتا گیا۔ مدینہ منورہ میں یہ پہلا تعلیمی سال تھا۔ ان دنوں ڈائریکٹ فون کی سہولت میسر تھی نہ فضائی سفر اتنا عام ہوا تھا۔ ہم طلبہ جماعت سے فارغ ہو کر مسجد نبوی کا رخ کرتے۔ ایک ساتھی کی ڈیوٹی لگتی کہ وہ پوسٹ بکس چیک کرے اور ہر شخص کو اس کی ڈاک پہنچائے اور پھر جس کا خط آجاتا اس کی عید ہو جاتی۔ سال تمام ہوا تو ہم سارے ہی ساتھی ایک دفعہ پھر سفینہ حجاج کے ذریعے وطن واپس آئے اور پھر یہ سفر زندگی کا مقدر بن گیا۔ تعطیلات کے بعد برٹش اسٹیم کمپنی کے جہاز سے براہ بحرین اور الخبر سعودی عرب واپسی اور دوسرے سال کے اختتام پر پھر سفینہ حجاج کی طویل راہداریوں کے چکر، ہر بار مشفق ماں کو اپنی آمد کے بے قراری سے منتظر پاتا۔

طالب علمی کے دوران ہم دونوں بڑے بھائی (میں اور شعیب) رشتہ ازدواج میں ایک ہی دن منسلک ہوئے۔ میرے لیے یہ واقعہ والدین کے سایہ عاطفت کا قرب مہیا کر گیا۔ وہ اس طرح کہ ولیمہ کے روز مدینہ منورہ سے میرے حدیث کے استاد شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد اساتذہ کی تلاش میں پاکستان وارد ہوئے۔ ان کی نگاہ انتخاب نے دو فاضل ہستیوں کو چن لیا۔ ایک ابا جان اور دوسرے حافظ محمد گوندلوی مرحوم۔ میں واپسی کے لیے بحری جہاز کی بکنگ براہ مسقط، بحرین کرا چکا تھا لیکن ابا جان کی تعیناتی کی وجہ سے اب ہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں (نو بیاہتا جوڑا) ابا جان کی معیت میں سعودیہ کے ہوائی جہاز سے مدینہ پہنچے۔ پہلے دو سال ہاسٹل میں قیام رہا تھا، اب ابا جان کے ساتھ مدینہ شہر میں رہائش کی سعادت نصیب ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد والدہ چھوٹے بھائیوں کے ساتھ آملیں۔ بہن اور دو بھائیوں کے لیے وہ مرحلہ فراق اب شروع ہوا جس کا تجربہ میں پچھلے دو سال سے کر رہا تھا۔

۶۶ء میں جامعہ سے فراغت ہوئی اور اسی سال سعودی عرب نے دنیا کے مختلف ممالک میں مبلغین اور مدرسین بھیجنے کی اسکیم کا آغاز کیا۔ ابتدا افریقہ سے ہوئی اور نیروبی (کینیا) کے ایک ابتدائی دینی مدرسے میں تعلیم دینے کے لیے قرعہ فال میرے نام نکلا۔ ۶۷ء کے آغاز میں، میں نے ملک سے دوری کو عارضی طور پر قبول کیا تھا اس پر ایک ربع صدی بیت رہی تھی۔ نیروبی میں نو سالہ قیام اور افریقہ کے طول و عرض کی سیاحت اور پھر ۷۶ء سے لندن کا ورود!! لیکن بھلا ہو ہمارے آفس کا کہ ہر سال وطن جانے کی سہولت میسر رہی اور ان پچیس برسوں میں کوئی سال ایسا نہیں گزرا کہ میں چھٹی کے ایام میں والدین کے پاس مدینہ منورہ میں اور پھر پاکستان نہ گیا ہوں۔ یہ اللہ کی عجیب حکمت ہے کہ متاہل زندگی، محبتوں کو بانٹ لیتی ہے۔ ماں کا التفات اپنے غیر شادی شدہ بچوں کی طرف زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہونا قدرتی ہے لیکن سعید ہیں وہ روحیں جو متاہل زندگی کے تقاضوں کے باوجود ماں باپ کی خدمت کا حق ادا کرتی رہتی ہیں اور خوش بخت ہیں وہ ماں باپ جن کی اولاد آخر دم تک ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنی رہتی ہے۔

وفات والدہ مکرمہ

۸ فروری ۹۲ء کی صبح جب کہ میں ابھی بستر پر ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور مجھے خبر دی گئی کہ والدہ فجر سے چند گھنٹے قبل عالم خواب سے عالم اَبد کو سدھار چکی ہیں، فوراً پہلی فلائٹ سے جانے کا اہتمام کیا، پی آئی اے کی فلائٹ شام کے پانچ بجے لندن سے روانہ ہوئی اور پاکستانی وقت کے مطابق اگلے دن صبح سات بجے اسلام آباد پہنچی جہاں میرے بیٹے محمد (اس وقت کیڈٹ پاکستان ائرفورس تھے) اور چھوٹے بھائی حامد نے ائرپورٹ پر استقبال کیا۔ اور پھر گھر پہنچ کر والد، بہن اور بھائیوں کے ساتھ غم و حسرت کی تصویر بنے راضی بتقدیر الٰہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دامن میں پناہ لی۔ ابا جان کی والدہ کے ساتھ اٹھاون سالہ رفاقت تمام ہوئی۔

انہوں نے بتایا کہ طبیعت دو دن سے خراب چلی آ رہی تھی۔ دستوں کی وجہ شدید کمزوری لاحق تھی۔ ڈاکٹر اظہر جاوید کو بلایا گیا۔ اُدھر برادرم ڈاکٹر خبیب حسن نے فیصل آباد سے فون کر کے گلوکوز چڑھانے کی ہدایت بھی دی تھی۔ ڈاکٹر جاوید نے کہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ایک نسخہ تجویز کر دیا۔ میں نے پوچھا کہ کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے تو اُس نے نفی میں جواب دیا۔ ڈاکٹر صاحب مرض کی سنگینی کا احساس نہیں کر پائے، لیکن یہ تو تقدیری امر تھا۔ ان ربك فعال لما یرید۔

ڈاکٹر نے طاقت کے لیے انجکشن دیا جس کے بعد وہ سو گئیں۔ صبح سات بجے کے قریب ناشتے کے لیے اٹھایا تو معلوم ہوا کہ نبض نہیں ہے۔ فوراً ہی ایک لیڈی ڈاکٹر کو بلایا جس نے بتایا کہ وفات پر چھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پاس ہی نواسی سارہ صبا تیمارداری کے لیے سویا کرتی تھی۔ اس رات ساڑھے بارہ بجے اس کی آنکھ لگ گئی اور یوں اُسے بھی صبح ہی اس حادثے کا علم ہوا۔

نماز جنازہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے صدر جناب ڈاکٹر حسین حامد حسان نے پڑھائی اور تدفین اسی دن یعنی ہفتہ کی شام سات بجے بعد مغرب عمل میں آئی۔ پلاٹ نمبر ۴۵ کی قبر نمبر ۴۰ میں جگہ پائی۔

ابا جان کہتے ہیں کہ امی کے بارے میں دو خواب دیکھے تھے۔ ایک یہ کہ پیر کی ایک جوتی گم ہو گئی ہے اور دوسرے یہ کہ گھر کی چابی نہیں مل رہی ہے۔ زوجین چونکہ بمنزلہ نعلین ہیں یعنی ایک دوسرے کے ساتھی، تو یہ خواب اور گھر کی چابی گم ہونے کا خواب امی کی وفات کی شکل میں پورے ہوئے۔

موجودہ گھر جہاں وفات ہوئی، اس سے قبل ایک چھوٹے گھر میں رہائش تھی وہاں ابا جان نے گھر بدلنے کے سلسلہ میں استخارہ کیا تو یہ خواب دیکھا کہ وہ گھر بہت زور سے ہلا جیسا کہ زلزلہ آ گیا ہو اور پھر بھاگ کر موجودہ مکان کے علاقہ میں چلا آیا۔

بروز منگل یعنی وفات کے چوتھے روز ایوانِ صدر کے سیکرٹری کا فون آیا اور ابا جان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بات ہوئی۔ غالباً اس سے ایک روز قبل نوائے وقت میں امی کی وفات کی خبر شائع ہوئی تھی۔ رات کو صدر پاکستان غلام اسحٰق خان کی طرف سے بھی تعزیت کا تار آیا جو انگریزی میں تھا۔

حکیم عبدالتواب کے مرثیہ اشعار

امی کے چچازاد بھائی حکیم عبدالتواب نے والدہ کی وفات پر یہ اشعار کہے:

آج رخصت ہوئی بزم سے ام کلثوم
صالحہ عابدہ صابرہ روح حیات
اے بہن خدا تعالیٰ تجھے بخشے
نیک دل، نیک ذات، نیک صفات

اور

تم سب کو بوقت رخصت ام کلثوم کہتی ہے:

یاد کر کے مجھے آنسو نہ بہانا ہرگز مجھے بھولے سے دعا میں نہ بھلانا ہرگز
ختم ہوئیں سب گھر اور خوشی کی باتیں اب دکھائے گا میری شکل نہ زمانہ ہرگز
یاد کر کے مجھے روتوں کو نہ رلانا ہرگز اب مجھے امی کہہ کر نہ بلانا ہرگز
اے فلک اس سے زیادہ نہ رلانا ہرگز
خوش رہو اہل وطن میں تو سفر کرتی ہوں در و بام پہ اک آخر کی نظر کرتی ہوں
خدا کی تجھ پر رحمت ہو محمد ﷺ کی شفاعت ہو دعا میری صدا یہ ہے تجھے جنت کی راحت ہو

اور

یہ شعر مرقد کے لیے:

کون کہتا ہے کہ دو پھول چڑھاتے جانا
کون کہتا ہے کہ یہاں شمع تو جلاتے جانا
اُو ناز سے نخرے سے گزرنے والے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو ہاتھ برائے فاتحہ اُٹھاتے جانا

چند دوسرے شعراء کے اشعار جو حکیم صاحب نے اپنے خط میں تحریر کیے:

ہے بہار باغ دنیا چند روز
دیکھ لو اس کا تماشا چند روز

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائیں گے

عجب سرائے ہے یہ دنیا کہ جس میں شام و سحر
کسی کا کوچ کسی کا قیام ہوتا ہے

☆ ابا جان نے امی جی کے صبر و استقلال کے بارے میں بتایا: کہ غالباً فرحت کی پیدائش کے موقع پر وہ میو ہسپتال میں زیر علاج تھیں، خون کافی بہہ رہا تھا۔ پاس کوئی رشتہ دار خاتون نہ تھیں، صرف جماعت سے تعلق رکھنے والی چند خواتین تھیں، تو خود ہی ایک خاتون کو اشارہ کیا کہ میرا سرا ونچا کر دو تا کہ ادرار خون میں کمی واقع ہو تا کہ ادرارِ خون میں آسانی ہو اور سر کی طرف خون نہ چڑھے۔

☆ صبح ۵ فروری (بروز ہفتہ) اپنا خواب ذکر کیا کہ امی جی کو خواب میں دیکھا ہے، شاید کچھ اشارہ کر رہی ہیں۔ یہ خواب رات میں دیکھا، صبح فجر بعد دیکھا کہ کپڑوں کا ایک بنڈل پارسل بنا کر اُن کے لیے بھیجا جا رہا ہے۔ پتہ لکھا گیا ہے جواب یاد نہیں ہے۔ صرف ''المختار'' یاد ہے۔

مجھے احساس ہے کہ میں بُعد مکانی اور مشغولیات زمانی کی بنا پر ماں کی خدمت نہ کر سکا جس کی سعادت میرے چھوٹے بھائیوں کے حصے میں آئی، لیکن اے ماں! میں تیرے خیال سے ذرہ برابر غافل نہیں رہا۔ میں تیرے لیے دعا گو رہوں گا، شاید کہیں میں اس قابل بن جاؤں کہ میری دعا یا میرا حقیر عمل تیری روح کو تسکین پہنچا سکے۔

کئی سال ہوئے لندن کی ایک یخ بستہ رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا تھا جسے آج پہلی دفعہ لکھنے کی ہمت کر رہا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں دروازے پر کھڑا ہوں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماں مجھے الوداع کہہ رہی ہیں۔ میں ایک محل نما حویلی دیکھ رہا ہوں جس کی خوبصورتی اور چکا چوند آج بھی میری آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔ ایسا خوبصورت محل کہیں میری نظر سے نہیں گزرا تھا۔ یہ خواب مجھے صبح اٹھنے پر اچھی طرح یاد تھا۔ ذہن بار بار اس طرف جاتا تھا کہ یہ جنت کا محل ہے اور میں وہاں ماں سے سبقت لے جاؤں گا لیکن یہ خواب زبان پر لانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ان دنوں علامہ خالد محمود، لندن میں موجود تھے، میں نے ان سے تعبیر پوچھی، غالباً وہ اشارہ خوب سمجھتے ہوں گے لیکن یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ خواب اچھا ہے۔

ماں! اب جبکہ آپ اس جنت کو سدھار چکی ہیں تو آپ کا اشارہ یقیناً ہم سب کو الوداع کہنے کا تھا۔ ماں! ان شاء اللہ اب ہم اس جنت میں ایک دفعہ پھر ملیں گے!

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پندرھواں باب

ابا جان

میں نومبر ۱۹۴۲ء میں اپنے والدین کی آغوش میں ان کے چمنستان حیات کے تیسرے کھلے ہوئے پھول کی حیثیت سے نمودار ہوا۔ مجھے مالیر کوٹلہ کے ایام میں سے اتنا ہی یاد ہے کہ میں ایک چھوٹی سی مسجد کے صحن میں تختی لکھا کرتا تھا اور حرف ''ج'' کو صحیح لکھنے پر مستحق تبریک ٹھہرا تھا۔ پھر دوسری جھلک اس مال گاڑی کی خانہ دماغ میں کوندتی نظر آئی جو ہمیں اٹاری سے واہگہ لے کر آئی تھی۔ دروازے جس کے کھلے تھے اور جس کے ڈبوں میں ہماری طرح بے شمار مہاجرین اپنے سامان کے ساتھ امیدوں کے چراغ جلائے اپنی امنگوں کی سرزمین کی راہ تک رہے تھے۔

کھنہ بلڈنگ لاہور کی وہ نامکمل چھت یاد ہے جہاں انسانی فضلے کے انبار لگے نظر آتے تھے کہ لاہور میں ہر طرف افراتفری کا دور دورہ تھا۔ صفائی اب نہیں تو اس وقت صفائی کی چڑیا کہاں سے برآمد ہوتی۔

میری پیدائش کی تاریخ سے لے کر ۱۹۵۷ء میں میٹرک کے امتحان دینے تک کا عرصہ میرا بچپنہ ہے، لڑکپن ہے اور عہد طفولیت اور یہ سارا زمانہ ابا جان کی جماعت اسلامی سے وابستگی کا زمانہ ہے، اس لیے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے جماعت اسلامی کی گود میں پرورش پائی۔ گھر میں جماعت کے رسائل، جماعت کی کتب اور جماعت کی ہستیوں کے تذکرے میرے دماغ پر مرتسم ہوتے رہے۔

شاہ جمال اچھرہ کے گھر سے کبھی والد اور کبھی والدہ کی انگلی پکڑے جھاڑیوں میں سے ہوتے ہوئے ذیلدار پارک کی اس کوٹھی میں بارہا جانا ہوتا رہا جہاں ایک عہد ساز شخصیت، کتابوں کی الماریوں سے مزین ایک بڑے سے کمرے میں قلم کا جادو جگا رہی ہوتی تھی اور جسے زمانہ ابوالاعلیٰ مودودی کے نام سے جانتا ہے۔ ان کے کمرے کے عقب میں زنان خانہ تھا جہاں دور لڑکپن میں جانا یاد ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اور مجھ سے بڑے بھائی شعیب پڑھ رہے تھے لیکن صرف گھر میں، ہماری دوستیاں، ہماری شرارتیں صرف گھر کی چار دیواری تک محدود تھیں کہ اس کے باہر ہم اپنے بھولپن، سادگی اور مولویانہ اٹھان کی بنا پر کسی ''کلبلے کلب'' کی رونق بننے کے قابل نہ تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم دونوں اچھرہ کی اس کوٹھی میں ابا جان کے ہمراہ پہنچے جہاں مولانا کے صاحبزادگان جن میں بعض دوسرے اکابرین کے فرزند بھی شامل تھے، گرمیوں کی سہ پہر کہ جب اکثر لوگ قیلولہ کے مزے لوٹتے ہیں، اپنی معصوم شرارتوں سے درجہ حرارت کی تمازت کو بڑھا رہے تھے، ہمیں نہ معلوم تھا کہ آج ہم ان کا ہدف بنیں گے۔ایک نے کہا کہ کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ ہم تمہاری تصویر کھینچ رہے ہیں۔فوراً تعمیل کی۔ایک گتے کا ڈبہ جس کے سامنے سوراخ تھا، ہماری نظروں کے سامنے بار بار گھمایا گیا، گویا ہر زاویہ سے تصویر بنائی گئی اور پھر وہ سب کھلکھلا کر بھاگے کہ کیسا بے وقوف بنایا۔

مولانا کے صاحبزادگان میں سے احمد فاروق سے کم اور حسین فاروق سے زیادہ واسطہ رہا۔مولانا اصلاحی کے چھوٹے صاحبزادے ابوسعید اسکول میں ہم سے ایک سال آگے تھے اس لیے ہم پر رعب جمانا ان کا حق تھا۔

لاہور کے ابتدائی قیام کی تفصیل ابا جان کی سرگزشت حیات میں آچکی ہے، یہ دور بڑا مختصر تھا پھر چند ماہ راولپنڈی میں بھی رہے۔جس گھر میں رہائش تھی اس کی نچلی منزل کی ایک کوٹھری کی بند الماریاں جس کے شیشوں سے بے شمار کتابیں جھانک رہی تھیں، جو اس کا ہندو مالک تقسیم کے وقت چھوڑ کر جا چکا تھا۔جی للچاتا رہا کہ کسی طرح ان الماریوں کے تالے توڑ کر اپنی حسرت بھری نظروں کی آبیاری کروں لیکن ابا جان کی سخت ہدایت تھی کہ یہ کتب ہماری نہیں اور انہیں ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہیں۔

میرے بچپن کی اصل یادیں سیالکوٹ شہر سے وابستہ ہیں جہاں ابا جان امیر جماعت کی حیثیت سے پانچ سال رہے جہاں پہلی مرتبہ، ابا جان کی انگلی پکڑے پل ''نالہ ایک'' سے پار پاکستان ماڈرن اسکول جانا ہوا جہاں ابا جان نے ہم دونوں بھائیوں کو ماسٹر محمد حسین کے سپرد کیا اور ہمیں پرائمری کے چھٹے سال میں جگہ دی گئی۔لڑکوں کے ہجوم میں اپنے آپ کو تنہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھ کر میں آنکھوں سے جاری آنسوؤں پر قابو نہ پاسکا۔ ہم دونوں اردو میں بات چیت کرنے کی بنا پر بھیا کے لقب سے سرفراز ہوئے جو اسکول کی تین سالہ زندگی میں ہم دونوں کے ناموں پر غالب رہا۔ یہاں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ اس دوران ختم نبوت کی تحریک میں ابا جان کا سنت یوسفی ادا کرنا، انہیں سیالکوٹ اسٹیشن پر ہتھکڑی لگے دیکھنا اور پھر گھر کی بالائی کھڑکیوں سے نیچے گلی میں شہدائے ختم نبوت کے جنازوں کو کھلی چارپائیوں پر نعرہ تکبیر کے جلو میں گزرتے دیکھنا لوح دماغ پر مرتسم ہو چکا ہے۔ ایک دن گھر میں شدید سوگواری کی کیفیت تھی، یہ وہ دن تھا جب مصر کے عبدالقادر عودہ اور ان کے رفقاء کو پھانسی پر چڑھا دیا گیا تھا۔ عالم اسلام کے غم کو اپنے غم میں ڈھلتے دیکھا، نعیم صدیقی کی مشہور نظم ''وہ کون تھا کس کا خون بہا'' اس خونچکاں واقع کی تصویر کشی تھی۔ جماعت کی حسنات میں سے شمار کروں گا کہ ایک نوخیز ذہن میں عالم اسلام کی غربت اور نکبت کا احساس زور پکڑتا چلا جا رہا تھا۔

اس اسکول میں سوائے ایک لڑکے کے کسی کو اپنا دوست بنانا یاد نہیں۔ شائد وہی تھا جس نے دوستی کا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔ اقبال نامی اس لڑکے کو میں نے ہمیشہ یاد رکھا، لیکن پھر زندگی میں دوبارہ اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔

کھیل کود کو مس کرنا یاد ہے، آگے بڑھ کر تھام لینا نصیب میں نہیں رہا۔ اسکول میں دو آنہ کرکٹ کلب بنی، روپیہ چالاک لڑکوں نے وصول کر لیا۔ مجھے وکٹوں پر کھڑا کرنے کے بعد ایک ہٹ لگوا کر دوڑنے کے لیے کہا گیا اور پھر رن آوٹ کا مژدہ سنا کر کونے میں کھڑا کر دیا گیا۔ البتہ ہاکی کا نیا نیا عروج تھا۔ لڑکے درختوں کی خمدار ٹہنیاں بطور ہاکی استعمال کرتے تھے۔ ہمارے گروپ میں صرف ایک ایسا طرحدار لڑکا تھا جو اپنی ہاکی گھر سے لے کر آتا تھا ہاکی کا یہ شغل دل و دماغ پر چھانے لگا۔ ایک ہاکی کا مالک بننا بھی نصیب ہوا اور پھر ایک دن ایک دوسرے کھلاڑی کے الٹے طرف آجانے پر اس کی ہاکی کے ایک وار سے ٹھوڑی داغدار بلکہ رنگدار ہوگئی اور یہ ہماری ہاکی سے عشق کا آخری وار ثابت ہوا۔

ابا جان صرف ایک کھیل سے مانوس تھے اور وہ تھا والی بال، اس لیے گھر کے صحن میں نیٹ لگا کر دو چار داؤ اُس کے بھی سیکھ لیے، فٹ بال سمیت ان تمام کھیلوں میں ابھی تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلچسپی ہے، ہاکی کا میچ بڑے شوق سے دیکھتا ہوں بلکہ زندگی میں صرف ایک دفعہ گراؤنڈ میں جا کر پاکستانی ٹیم کو کھیلتے ہوئے دیکھنے کی خواہش بھی پوری کی اور وہ ایسے کہ نیروبی کے قیام کے دوران پاکستانی ہاکی ٹیم وہاں چند میچ کھیلنے آئی تھی۔ میں اس وقت باقاعدہ ''مولویانہ شان'' رکھتا تھا۔ اس لیے طبیعت اِبا کرتی رہی لیکن ایک دوست کے ہمت دلانے پر آغا خان ہسپتال کے عقب میں واقع ہاکی گراؤنڈ پہنچے جہاں پاکستانی ٹیم اپنے شباب کے میچ کھیل رہی تھی لیکن میرا مزہ اس وقت کرکرا ہو گیا جب ایک پگڑی بردار سکھ نے مجھے وہاں کھڑے دیکھ کر اپنے سکھ ہمراہی سے طنزیہ انداز میں یہ فقرہ کسا کہ لو دیکھ لو، اب مولوی بھی میچ دیکھنے چلے آ رہے ہیں۔

ہاکی، کرکٹ اور فٹ بال کا شوق ہم محلے کی سڑکوں اور دھول زدہ میدانوں میں پورا کرتے رہے اور ہم پر یہ مثال صادق آتی ہے۔

Jack of all trades and master of none

ابا جان کی خواہش تھی کہ ہم گھر سے سکول اور سکول سے گھر اور صرف کام سے کام رکھیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ سکول سے گھر آ رہے تھے، راستہ کچی گلیوں سے گزرتا ''نالہ ایک'' کے اس مقام پر کھلتا جہاں پانی کم ہونے کی بنا پر اُسے پار کرنا آسان تھا۔ یہی نالہ برسات کے موسم میں ایک دریا کا روپ دھار لیتا اور نہانے تیرنے والوں کی عید ہو جاتی، اس دن ایک عدد فٹ بال میرے ہاتھ میں تھا جسے ایک دیہاتی لڑکے کو میرے ہاتھ میں اُسے چمٹے رہنا نہیں بھایا اور پھر اس نے لپک کر ہاتھ مارا اور یہ جا وہ جا، میرا اُس کے پیچھے بھاگنا، اس کے گھر میں گھسنا، پھر کچے زینے سے چھت پر جانا اور بھوسے کے ڈھیر سے اس گیند کو برآمد کرنا، اپنے عہدِ طفولیت کی معرکہ آرائیوں کا ایک دھندلا سا نشان نظر آتا ہے۔

اسی ''نالہ ایک'' کو پار کر کے ایک دن لوگوں کا ہجوم دیکھا اور پھر عورتوں کو بین کرتے سنا، معلوم ہوا کہ دو معصوم بچیوں کو کسی نے گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا ہے اور یہ ہجوم ان کی لاشوں کا دیدار کر رہا تھا۔ ان معصوم بچیوں کی ایک جھلک موت کی بھیانک حقیقت کا ایک عکس دکھا گئی۔ ایسے ہی ایک دفعہ مسجد کے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ ایک لاوارث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاش بڑے بڑے پتوں میں لپٹی ہوئی چارپائی پر رکھی ہوئی ہے اور لوگ جنازے کی صف بندی کر رہے ہیں۔

سیالکوٹ چھاؤنی سے قبل جناح باغ کھیلوں کے انعقاد کے لیے مشہور تھا۔ معلوم ہوا کہ ایک رات وہاں بڑی سی سکرین پر چلتی پھرتی مورتیاں دکھائی جائیں گی۔ چونکہ ہمارے گھرانے میں سینما یا فلم بینی ایک شجر ممنوعہ کی حیثیت رکھتی تھی اس لیے دونوں بھائیوں نے والدہ سے اس تماشے کو دیکھنے کی اجازت لے ہی لی اور ہم سرِ شام سکرین کے سامنے لڑکوں بالوں کے ہجوم میں وہ پتلیاں دیکھتے رہے جو سکرین پر نمودار ہو کر مختلف روپ دھار رہی تھیں۔ تماشہ ختم ہوا اور ہم دونوں واپس ہوئے۔ دیکھا راستے میں ابا جان ہمارے منتظر ہیں۔ مجھے ابا جان کا وہ تادیبی چانٹا یاد ہے جو اس تماش بینی کے جذبہ کو پنگھوڑے میں دفن کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ دوسرا چانٹا ہمارے ڈپٹی ہیڈ ماسٹر کا تھا۔ ہوا یہ کہ سکول کے وقفہ درس میں ایک لڑکا مجھے تنگ کر رہا تھا۔ میں نے شدید غصے میں اُسے اس حیوان کے نام سے پکارا جس کا لمس ہی ایک مومن کو پلید کر دیتا ہے، عین اس وقت ماسٹر صاحب کاریڈور سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے میرے ساتھی کی شرارت تو نہیں دیکھی لیکن میرا گالی دینا اُن کے کانوں میں زہر گھول گیا اور یوں دوسرے طمانچے سے سرفراز ہونے کی نوبت آئی۔

قارئین میرے مضمون ''امی جان'' پر ایک نظر ڈال لیں جس میں رام تلائی کے میدان میں رات کے وقت ابا جان کا تقریر کرنا، میرا ایک دوست کے ساتھ ملحقہ عمارت میں کہ جہاں خواتین تقریر سن رہی تھیں، چھت پر جانا اور پھر اُس کا میرے پیچھے بھاگنا اور منڈیر نہ ہونے کی بنا پر میرا چھت سے گرنا اور پھر ایک اندھیری کوٹھڑی میں علالت کے ایام پورا کرنا، تفصیلاً بیان ہوا ہے۔ میرا بھولپن اپنی جگہ سہی، لیکن شرارتی ہونا بھی کچھ بعید نہیں!

میٹرک کے دو سال پھر لاہور میں گزرے جہاں ابا جان کے شاگرد عزیز مولانا عاصم الحداد سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا۔ عربی زبان سیکھنے کا گویا آغاز ہو گیا۔ اسکول میں بھی جہاں بھائی شعیب نے سائنس کے مضامین اختیار کیے، وہاں مجھے اردو اور عربی کے مضامین رکھنے کی ہدایت کی گئی۔ بے تحاشا کہانیاں پڑھنے، بچوں کے رسالے چاٹنے بلکہ ہضم کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عادت تو پہلے ہی پڑ چکی تھی، اردو ادب کے شہ پاروں سے بھی متعارف ہونے کا موقع مل گیا۔ ابا جان مجھے عربی کی طرف راغب کرنا چاہتے تھے، اس لیے مصر کے ایک باتصویر رسالے ''سندباد'' کی دو جلدیں لے آئے۔ کہانیوں اور کارٹون پر مشتمل یہ رسالے میرے لیے ایک ایسا دسترخوان بنے جو ہر وقت کھلا رہتا تھا، میں اس کی کہانیاں پڑھ پڑھ کر بہن بھائیوں کو سناتا، کہیں رشتے داروں کے ہاں جانا ہوتا تو سند باد کی جلد بغل میں رکھ لیتا اور اپنے ہم عمر لڑکوں کو یہ باتصویر کہانیاں دکھا دکھا کر اُنھیں خوب مرعوب کرتا۔

مولانا اصلاحی کے چھوٹے صاحبزادے ابوسعید اسکول میں ہم سے ایک سال آگے تھے اور اُن سے معمولی سی راہ و رسم تھی کہ وہ ہماری نظروں میں ایک عالی دماغ شخص کے پہنچے ہوئے فرزند تھے، مولانا مودودی کے صاحبزادگان میں سوائے چھنن میاں (حسین فاروق) کے باقی سب ہماری پہنچ سے بہت دُور تھے۔

جن دو لڑکوں کے ساتھ زقندیں لگائیں، کھیل کود کی بازیاں جیتیں وہ مرحوم احمد یار خان کے صاحبزادے نعم العبد اور ذوالقرنین تھے۔ تعطیلات میں وہ اپنے آبائی شہر جھنگ چلے جاتے اور ابا جان کو اپنے مکان کی چابی دے جاتے۔ ان کی بیٹھک کی الماری میں پہلی دفعہ نیشنل جیوگرافک کے پرچے دیکھے، انگریزی اُس وقت کیا خاک آتی تھی۔ تصویروں سے دل بہلا لیا کرتے تھے، سن بلوغت کی حدوں کو چھو رہا تھا، نیشنل جیوگرافک کی بعض بھڑکیلی تصویریں ہمیں بلوغت کا احساس دلانے لگیں۔

۵۷ء ہم دونوں بھائیوں کے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کا سال ہے اور ابا جان کے لیے بحرانِ عظیم کا، جس کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔ مجھے گھر میں شدید کھنچاؤ، کشمکش اور ایک ہیجانی کیفیت کا احساس ہو رہا تھا۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ ابا جان ایک شدید اضطراب میں ہیں لیکن پورے معاملے کی سنگینی میری سمجھ سے اس وقت باہر تھی۔

ایک صبح ابا جان مجھے لیکر لاریوں کے اڈے پر پہنچے، ہماری بس لائل پور جا رہی تھی۔ جناح کالونی کی ایک بلڈنگ جس پر ''اشرف میڈیکل لیبارٹریز'' کا بورڈ آویزاں تھا، ہماری عارضی رہائش گاہ ٹھہری۔ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام سے عربی اور دینی علوم کی تدریس کے لیے ایک کمرے سے درسگاہ کا آغاز کر دیا تھا جس کا میں پہلا طالب علم تھا۔

بلڈنگ کی نچلی منزل میں دواخانہ تھا اور اوپر کی منزل حکیم صاحب کے رسالہ ''المنیر'' کا دفتر تھی، جہاں کی میزیں اور الماریاں کتابوں اور رسالوں سے اٹی ہوئی تھیں۔ میرے ہاتھ میں تو گویا ایک خزانہ لگ گیا۔ مجید لاہوری کا ''نمکدان''، شورش کا ''چٹان''، جماعت کا ''تسنیم''، پاکستان بھر کے روزنامے، دیوبند کا تجلی، گویا ایک دبستانِ ادب تھا جو میرے سامنے کھول دیا گیا تھا۔ جماعت سے نکلنے والوں میں حکیم عبدالرحیم اشرف کی عالمانہ تحریریں، گیلانی برادران کی تیکھی داستانیں، شورش کاشمیری کی اُبلتی تقریریں، نوائے وقت کے حمید نظامی کے تجزیے مجھے ایک دوسری دنیا سے روشناس کرا رہے تھے، علم کی دنیا، صحافت کی دنیا، پُراسرار وادیوں کے گمنام مسافر۔

۵۷ء میں ہندوستان کی جنگ آزادی (جسے انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا) کا سو سالہ جشن منایا گیا۔ حکیم صاحب کے دفتر سے قریب ہی لائل پور کا مشہور میدان دھوبی گھاٹ تھا جہاں ایک شام جلسہ منعقد ہوا۔ حکیم صاحب کی تقریر بڑی ولولہ خیز تھی۔ اخبارات نے لکھا کہ ایک چھوٹے سے آدمی نے بڑی بات کہہ دی۔ اشارہ تھا کہ حکیم صاحب عام قد و قامت سے کچھ کم تھے۔

المنیر میں اصلاحی صاحب کی تفسیر شائع ہونا شروع ہوئی، جلی خط میں بسم اللہ اور سورۃ فاتحہ کی تفسیر چھپی۔ ''المنیر'' کب ''المنبر'' بنا، مجھے تعین کے ساتھ یاد نہیں۔ البتہ یہ یاد ہے کہ ابا جان نے حسن البناء کی ''مذکرات الدعوۃ والداعیۃ'' ہاتھ میں تھما دی اور کہا کہ اس کا ترجمہ شروع کر دو۔ میں والدہ اور سب بہن بھائیوں کے لائل پور منتقل ہونے کے بعد گورنمنٹ کالج کے سال اول میں داخل ہو چکا تھا۔ وہاں بھی عربی کو ایک اختیاری مضمون کی حیثیت سے پڑھا۔ ایم ڈی چوہدری (محمد دین) ہمارے عربی کے استاد تھے، کالج کی لائبریری سے بھی عربی کی حکایتوں پر مشتمل مصری کتب لے کر آتا اور بڑے شوق سے پڑھتا۔

۵۸ء میں مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات کی خبر میں نے کالج کی لائبریری میں اسٹینڈ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر رکھے اخبار میں پڑھی تھی۔ کالج میں ہر سال تقریری مقابلہ (DEBATE) ہوا کرتا تھا۔ میرے سامنے جو محفل برپا ہوئی اس میں اقبال کے اس شعر کو موضوع بحث بنایا گیا تھا۔ ع

اُٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احسان
سفالِ ''پاک'' سے مینا و جام پیدا کر

میں نے اس مباحثے کا خوب لطف اٹھایا اور دل میں کسک محسوس ہوتی رہی کہ میں بھی اس طرح کے مباحثہ میں شریک ہوتا اور اسٹیج پر کھڑا ہو کر ہاتھ ہلا ہلا کر تقریر کرتا، لیکن شاید ابا جان اُس ''جماعتی دور'' میں اپنے مسلسل دوروں، جیل یاترا، جلسوں اور اجتماعات کی بنا پر ہم بچوں پر پوری توجہ نہ دے سکے تھے۔ مجھے آج بھی اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اگر مجھے حفظِ قرآن پر لگا دیا ہوتا تو مجھے ایک امام، ایک مدرس اور ایک خطیب کی حیثیت سے اپنے فرائض ادا کرنے میں زیادہ آسانی ہوتی۔

ہمارے قرآن ناظرہ کا آغاز گھر سے ہوا اور والدہ کے ساتھ گھر ہی میں جاری رہا۔ آخری پارہ خود ہی حفظ کیا اور پھر باقی زندگی میں آہستہ آہستہ اپنے ذخیرہ حفظ میں اضافہ کرتا رہا جو کمیت کے اعتبار سے نصف قرآن کے لگ بھگ بنتا ہے۔ کالج کا ایک سال تمام ہوا۔ ابا جان مجھے اپنی وراثت علمی کا امین بنانا چاہتے تھے، اس لیے ایک دن کہا کہ آج سے کالج کے تعلیم ختم! آئندہ مجھ سے عربی پڑھو گے اور عربی بورڈ کے امتحانات دو گے۔ چنانچہ پہلے عالم عربی اور پھر فاضل عربی کی کتب مہیا کی گئیں اور میں اکثر خود اور کچھ ابا جان کی رہنمائی میں پڑھتا۔ اس دوران جب ابا جان نے جامعہ سلفیہ اور پھر دار القرآن والحدیث میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے تو دونوں درسگاہوں میں وہاں کے اساتذہ سے بھی فیضیاب ہوا۔ جن میں شیخ عبداللہ ویروالوی، غلام احمد حریری وغیرہ شامل ہیں۔ عراق کے صالح سامرائی زراعتی کالج میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، اُن کے پاس باقاعدہ جاتا اور اُن سے لبنان کا الشہاب اور اخوان کے دوسرے جرائد لے کر پڑھتا اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کرتا۔

''حسن البناء کی ڈائری'' کے عنوان سے اس کتاب کا ترجمہ بالاقساط المنیر میں شائع ہونا شروع ہوا لیکن حکایت ناتمام رہی۔ نہ معلوم میرا یہ مسودہ کیسے غائب ہوا کہ چند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسطیں ہی شائع ہوسکیں۔ یہی کتاب بعد میں مولانا خلیل حامدی کے ترجمے کے ساتھ جماعت کے ایک جریدہ میں اشاعت پذیر ہوئی۔ پھر "البھی الخولی" کی کتاب "تذكرة الدعاة" کا ترجمہ شروع کیا اور ساری کتاب ترجمہ کرڈالی۔ یہ زمانہ وہ ہے جب ابا جان جماعت سے علیحدہ ہو چکے تھے اور تعلیم و تعلم سے باقاعدہ سلسلہ جڑ گیا تھا۔ "جمعية أحياء اللغة القرآن الكريم" کے نام سے انہوں نے ایک انجمن بنائی جس کا ابا جان کی سرپرستی میں ماہانہ اجلاس ہوتا۔ عربی مدارس کے طلبہ کو بلایا جاتا اور عربی میں تقاریر ہوتیں۔ اُن دنوں ایک عراقی نوجوان صالح مہدی السامرائی، زرعی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے، اخوان کے سرگرم کارکن، اکثر شریک محفل رہتے، ان کی موجودگی کی بنا پر ہمارا عربی اجلاس خوب پررونق ہو جاتا۔ انہی کی زبان سے سب سے پہلے عربی کی یہ مثل سنی: "أكلت يوم أكل الثور الأبيض" (میں تو اسی دن کھایا گیا تھا جس دن سفید بیل کھایا گیا تھا۔)

ابا جان اپنے بیٹے کو رحمانیہ (دہلی) کے اُس دور سے روشناس کرانا چاہ رہے تھے کہ جس میں خود انہوں نے عربی کو اوڑھنا بچھونا بنایا تھا۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر تقریر کی ابتداء اسی انجمن کی وجہ سے ہوئی اور پھر جب مولانا ابوالحسن ندوی، جامعہ تعلیمات اسلامیہ والی کوٹھی میں تشریف لائے تو مجھے ہی عربی میں کلمہ استقبالیہ پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ مولانا ابوالحسن ندوی ایک پیر طریقت عبدالقادر رائے پوری کی مجلس میں شریک رہتے تھے، وہیں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ انہوں نے عربی میں ایک مضمون قلمبند کرنے کو کہا۔ وہ بولتے جاتے تھے اور میں لکھتا جاتا۔ اسی مضمون میں، میں نے یہ شعر ان کی زبان سے سنا:

وجبالُ لبنان وكيف بقطعها
شتاءٌ هن صيفٌ و صيفهن شتاء

۵۹ء میں عالم عربی اور ۶۰ء میں فاضل عربی کا امتحان میں نے امتیازی حیثیت کے ساتھ پاس کرلیا۔ اب مجھے اجازت تھی کہ میں پرائیویٹ طور پر ایف اے اور پھر بی اے (انگریزی) کی تیاری کرلوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ ۶۱ء میں ایف اے اور پھر منٹگمری (حال ساہیوال) کے قیام کے دوران بی اے انگریزی کے امتحانات پاس کیے اور وہ بھی بغیر کسی استاد کے، لائل پور میں چند دنوں کے لیے ایک ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر کے ہاں انگریزی کی ایک کتاب پڑھنے کے لیے جانا ہوا۔ وہ شام کے اوقات میں طلبہ کی کلاس لیا کرتے تھے۔

ابا جان نماز کے سلسلہ میں کسی رُو رعایت کے قائل نہ تھے، فجر کے لیے اٹھانا معمول تھا اور پھر نماز کے بعد سیر کے لیے جانا بھی معمول میں داخل تھا اور اس طرح مجھے بھی سحر خیزی اور صبح کی سیر کی عادت پڑ گئی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ میں دورانِ طلب علمی، فجر کی نماز کے بعد میں شارع ابوذر پر ہلکی دوڑ (jogging) لگا رہا تھا کہ ایک شرطی (پولیس مین) نے روک کر پوچھا کہ آیا میں پولیس سے تعلق رکھتا ہوں، میں نے کہا کہ کیوں؟ کہنے لگا کہ تم سپاہیوں کی طرح دوڑ رہے تھے۔

فجر کی اس صبح خرامی کا یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ ہر نئی جگہ کا حدود اربعہ نظروں میں آ جاتا ہے، نئی نئی بلڈنگیں، آبادیاں، پارک اور لوگ نظر آتے ہیں اور یوں جغرافیہ کی کتاب پڑھے بغیر علاقے کا جغرافیہ ازبر ہو جاتا ہے۔

تیسری عادت جو ڈلوائی وہ گھر آ کر قرآن ناظرہ پڑھنا تھا اور اس طرح عبدالغفار کے اس گھرانے سے صبح کے وقت اللہ کے کلام کی خوشبو ہر سو پھیل جاتی۔

ابا جان ہومیو پیتھک دواؤں سے خوب اشتغال رکھتے تھے۔ میں نے اس علم میں جو کچھ واقفیت حاصل کی۔ وہ تو لندن آنے کے بعد تھی لیکن اُن دنوں مجھے بھی بائیوکیمک کی بارہ دواؤں کے نام اور خصوصیات حفظ تھیں اور کئی ہومیو پیتھک دواؤں کا حدود اربعہ بھی جانتا تھا۔ شروع جوانی میں جنسی احساسات، گھر کے پاکیزہ ماحول اور اُدھر دماغ کے پراگندہ خیالات میں ایک کشمکش برپا کیے ہوئے تھے جس کا اثر جوانی کے بعض عوارض کی شکل میں ظاہر ہونے لگا۔ اور یوں ہومیو پیتھک میٹریا میڈیکا کا مطالعہ معمول بن گیا اور پھر کچھ اپنے مطالعہ اور کچھ ابا جان کی رہنمائی میں بعض دواؤں سے یارانہ قائم کر لیا جو روز و شب کے گزران کے ساتھ گہرا ہوتا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم فاضل کی عربی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو مصروف کار رکھنے کے لیے نسخہ تدریس آزمانا چاہا۔ لائل پور کے ایک ثانوی مدرسہ میں عربی مدرس کی آسامی کا اشتہار دیکھا تو ابا جان کے مشورہ سے درخواست دے ڈالی۔ انٹرویو ہوا لیکن مجھے آج تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ آسامی پہلے ہی پُر کی جا چکی تھی یا میں اُس پوسٹ کے قابل نہ تھا۔ انہی دنوں ابا جان کے جماعتی دور کے رفیق اور رشتے میں ہمارے عزیز جناب عبدالجبار غازی نے سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں عصری بنیادوں پر ایک ثانوی اسکول کی داغ بیل ڈالی تھی۔ مجھے ابا جان کے توسط سے وہاں عربی ٹیچر کی حیثیت سے قبول کر لیا گیا۔ میں کچھ عرصہ ماموں اسلم، پھر پھوپھا حکیم محمد یحییٰ خان شفا اور بالآخر پنڈی کے سب سے پُرانے، تنگ تنگ گلیوں سے معمور محلے کے ایک مکان کی بیٹھک میں بحیثیت کرایہ دار مقیم رہا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ طلبہ نے کہاں تک مجھ سے استفادہ کیا لیکن مجھے یہ احساس ستاتا رہا کہ میدان تدریس میں بغیر ٹریننگ کے کود جانا زیادہ سودمند نہیں۔ میں نے غالباً چھ ماہ کا عرصہ جیسے تیسے پورا کیا۔ اس وقت میری زندگی کا محور والدین کی ذات تھی۔ اللہ جانے وہ کہاں تک میری گھر بدری پر راضی تھے، میں خود اُن کی جدائی کو شدت سے محسوس کرتا، چنانچہ ایک دن غازی صاحب سے پروانۂ رخصت وصول کرتا ہوا گھر کی راہ لی۔ اس سال (۱۹۶۱ء) میں نے ایف اے انگریزی کا امتحان دیا۔

۶۲ء کی ابتدا میں ابا جان کے جماعت سے وابستگی رکھنے والے ایک دوسرے نوجوان رفیق ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریک پر منٹگمری (ساہیوال) جانا ہوا جہاں انہوں نے قرآن ہوسٹل کی شکل میں ایک نئے تعلیمی تجربہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس دارالاقامہ میں ایسے طلبہ کی شمولیت مقصود تھی جو مقامی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر اسرار احمد کی صحبت میں درس قرآن اور میری معیت میں عربی زبان کا ادراک حاصل کر سکیں۔

میں نے اس دارالاقامہ کے ایک کمرہ میں اپنا بستر سجایا۔ میرے ہم عمر یا ایک دو سال کم سن کے تین نوجوان اس ہاسٹل کا کل اثاثہ تھے جن میں ایک تو خود ڈاکٹر اسرار احمد کے برادر خورد ابصار احمد تھے، دوسرے دو نوجوان صلاح الدین اور عبدالغنی تھے۔ مجھ سمیت یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چہار درویش کی بستی تھی جس میں ابصار احمد کے بڑے بھائی وقار اور منٹگمری میں مقیم ایک خوش بیان اور خوش اطوار نوجوان اقبال سہیل کے آ جانے سے مزید رونق ہو جاتی تھی۔

میرا فریضہ تدریس چونکہ ان تینوں نوجوانوں کے کالج سے چلے آنے کے بعد شروع ہوتا تھا اس لیے دن کے اوقات میں منٹگمری کے ایک شہرت یافتہ مدرسے "جامعہ رشیدیہ" میں اصول فقہ اور علم کلام کے دو اسباق میں حاضری دینا شروع کی۔

بی اے (انگریزی) کی امتحانی کتب کو حرز جان بنایا۔ ڈکشنری کی مدد سے انگریزی کے مشکل الفاظ کو حل کرتا۔ چند دن اقبال سہیل کی والدہ سے شیکسپئر کے ڈرامہ Macbeth کے چند صفحات پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ ان کی والدہ کا تعلق اسپین سے تھا لیکن انگریزی ادب سے خاصی مانوس تھیں۔ اقبال سہیل کے ساتھ نشست ہوتی تو وہ ہمیں اپنے قیام لندن کی یادوں میں اس طرح شریک کرتے گویا ہم ان کے ساتھ پکاڈلی اور دریائے ٹیمز کی سیر کر رہے ہوں۔

ان دنوں اخبارات میں پاکستان کی خواتین کی ہاکی ٹیم کا منٹگمری میں میچ کھیلنے کا پروگرام نشر ہوا۔ اقبال سہیل کی قیادت میں اس غیر شرعی کام کو ناکام بنانے کا منصوبہ بنایا گیا، محترم نے "غیرت کا جنازہ" نام سے ایک پوسٹر تیار کیا جس میں لڑکیوں کے سرعام اچھلنے کودنے کی اس نمائش پر خوب خوب نکیر کی گئی۔ پھر ہم نے ان کی معیت میں شہر کے کئی اماموں اور خطیب حضرات کے گھروں پر دستک دی تا کہ وہ خطبہ جمعہ میں اس منکر پر روشنی ڈال سکیں۔ اس میں جامعہ رشیدیہ کے دیوبندی علماء اور شہر کے شیعہ خطیب بھی شامل تھے۔ الحمدللہ کہ یہ مہم کامیاب رہی اور غیرت کا جنازہ نکلتے نکلتے رہ گیا۔

ایک دن برادرم وقار نے کراچی منتقل ہونے کی خبر سنائی جو ہم چاروں کو اداس کر گئی کہ یارانِ بزم میں بجائے اضافے کے، کمی ہو رہی تھی۔

اور پھر ایک دن یہ مژدہ سنا کہ ابا جان لائل پور مستقل چھوڑ کر منٹگمری منتقل ہو رہے ہیں، میں لائل پور واپس پہنچا اور پھر اُس ٹرک پر سوار ہو کر دوبارہ منٹگمری آیا کہ جس میں ہمارے گھر کا سامان لدا ہوا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابا جان کے آنے کے بعد میرا کام ہلکا ہو گیا اور میں بی اے کی تیاری میں پوری طرح جت گیا۔ ابا جان اور حکیم عبدالرحیم اشرف کے تعلقات میں نشیب و فراز کی یہ پہلی قسط تھی جو انہیں لائل پور چھوڑ کر ڈاکٹر اسرار احمد کی سجائی ہوئی محفل میں لے آئی۔

۶۲ء کا موسم گرما میرے لیے ایک نوید جانفزا لے کر آیا۔ ایک سال قبل مدینہ منورہ میں جامعہ اسلامیہ کی داغ بیل ڈالی جا چکی تھی۔ سعودی حکومت کی طرف سے پاکستان کے اہل علم اور مدارس کو پیغام بھیجا گیا کہ وہ ان طلبہ کا نام تجویز کریں جو اس چشمہ صافی سے فیضیاب ہونے کے لیے بے تاب ہوں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے صدر مولانا داؤد غزنوی تھے۔ ابا جان نے اُن سے میرا نام ذکر کیا اور یوں میں ان اٹھارہ طلبہ میں جگہ بنا سکا جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے لیے پاکستان کا ہراول دستہ ثابت ہوئے۔

ایک شام ابا جان اور بھائی منٹگمری ریلوے اسٹیشن پر مجھے کراچی جانے کے لیے رخصت کرنے آئے۔ اس وقت تو یہی احساس تھا کہ اب ایک طویل عرصہ کے لیے جدائی ہو گی لیکن اللہ تعالیٰ نے جلد ہی ملاقات کی سبیل پیدا کر دی۔ ہوا یوں کہ کراچی میں ہمشیرہ کے مکان پر عارضی پڑاؤ ڈالا کہ مقصود سعودی عرب جانا تھا لیکن پاسپورٹ، ویزا اور دوسری ضروریات سفر کی فراہمی میں غالباً دو ماہ لگ گئے اور میری روانگی سے قبل ابا جان منٹگمری کو بھی خیر آباد کہہ کر مدرسہ رحمانیہ (سولجر بازار) کی زینت بڑھانے کے لیے کراچی آ چکے تھے۔ سبب اس کا یہ بھی بنا کہ ڈاکٹر اسرار احمد اپنی طبی مصروفیات ترک کر کے ایک نئے کاروباری تجربے کے لیے کراچی منتقل ہو چکے تھے۔

ساحل عجم سے ساحل عرب تک

جولائی ۱۹۶۲ء

کراچی کی جیٹی پر سفینۂ حجاج اپنے ہمالائی وجود کے ساتھ سمندر کے سینہ پر جدہ جانے کے لیے تیار ہے، امسال حج ہو چکا ہے، حاجیوں کی ایک بھاری بھر کم تعداد اس جہاز کے پہلے پھیرے میں واپس آ چکی ہے اور اب اس جہاز کی خالی نشستیں ہم اٹھارہ طلبہ کے لیے دیدہ و دل فراش کیے ہوئے ہیں جو مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی کے لیے پاکستانی طلبہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہراول دستے کے طور پر منتخب کیے گیے ہیں۔

عرشہ جہاز پر کھڑے ہوئے اپنے عزیزوں کو جن میں بھائی بھی ہیں اور والد محترم بھی، ہاتھ ہلا ہلا کر الوداع کر رہا ہوں۔ ایک بیس سالہ نوجوان اپنے خاندان میں پہلی بار سمندری سفر پر روانہ ہو رہا ہے لیکن ارضِ حجاز پہنچنے کی کشش اس وقت تمام جذبات پر غالب ہے، ماں کا سراپا شفقت، باپ کی پُرنم آنکھیں، ہمشیرہ اور بھائیوں کی الوداعی ملاقات کا منظر جہاز کے سرکنے کے ساتھ ساتھ میری آنکھوں کے سامنے ایک ہالہ بنائے ہوئے ہے، عربی زبان چونکہ اوڑھنا بچھونا رہی اس لیے عربی کا یہ شعر بھی لوحِ دماغ پر کودرہا ہے:

سافر تجد عوضا عمن تفارقه

أهلًا بأهل وجيرانًا بجيران

”سفر کرو تو جنھیں چھوڑ کر آرہے ہو ان کی جگہ گھر والے مل جائیں گے اور پڑوسیوں کے بدلے پڑوسی بھی۔“

سفر ہے شرط مہمان نواز بہتیرے!!

ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

سمندر کے پانی نے کئی رنگ دکھائے اور بالآخر کراچی کی عمارتیں نظر سے غائب ہوتے ہی گہرا نیلا سمندر اپنی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ ہی ہمارا ہمسفر بن گیا۔

یاد نہیں کہ اس جہاز کی پانچ منزلیں تھیں یا سات، لیکن یہ اس وقت کا سب سے بڑا مسافر جہاز تھا جس میں پانچ ہزار شخص سما سکتے تھے۔ ہمیں سعودی سفیر نے بجائے ہوائی جہاز کا ٹکٹ دینے کے بحری جہاز کے سفر کا لطف اُٹھانے کا موقع یوں فراہم کر دیا کہ طلب علم کے لیے رحلت (یعنی سفر) کا مفہوم ہم بخوبی سمجھ سکیں۔ ہمارے بستر ایک بڑے اپارٹمنٹ میں فرش پر بچھا دیے گئے تھے، رفقاءِ سفر سے آہستہ آہستہ تعارف کا آغاز ہو گیا۔ کراچی سے محمد سلفی، عبدالرزاق اسکندر، بلوچستان سے غلام قادر، محمد قاسم، یوسف کاظم، بشیر احمد، عبدالرحمٰن ناصر، صلاح الدین اور صوفی احمد دین، پشاور سے عبداللہ کاخیل، حسن جان، ملتان سے محمد ابراہیم خلیل، مشرقی پاکستان کے دو طلبہ اور موزمبیق کے ابوبکر جو جامعہ عربیہ نیو ٹاؤن،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کراچی سے منتخب کیے گئے تھے۔ (خیال رہے کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا عبدالسلام کیلانی، حافظ ثناء اللہ مدنی اور حافظ عبدالرحمٰن مدنی ہم سے ایک سال بعد جامعہ میں داخل ہوئے تھے۔)

یہ سب کے سب طلب علم کے لیے اپنے گھروں سے نکلے تھے، میں ان میں سب سے کم عمر تھا، ابھی اپنے بیسویں یوم پیدائش تک پہنچنے کے لیے بھی مجھے چار ماہ درکار تھے، آسمان علم و ادب، دعوت و تبلیغ، منبر و محراب یا کوچۂ سیاست کے یہ ستارے کہاں کہاں جگمگائیں گے، ابھی پردۂ غیب میں اوجھل تھا۔

ہم باجماعت نماز ادا کرتے تھے، جہاز کی سیڑھیوں پر چھلانگتے، پھلانگتے، جہاز کی قلعہ نما عمارت کے کونوں کھدروں کی چھان بین کرتے، عرشہ پر کھڑے ہو کر سطح آب پر تیرتی ہوئی جہاز کی نوک کو موجوں سے ٹکراتے اور پھر آگے بڑھتے دیکھتے۔ ماہِ جولائی میں بحر عرب اپنے پورے جوبن پر ہوتا ہے۔ موجوں کی طغیانی اس دیوہیکل عمارت کو کاغذ کے کھلونوں کی طرح اُچھالتی اور پٹختی ہے، کھایا پیا صاف ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مسلسل پانی کو دیکھتے دیکھتے اب نگاہیں کسی ساحل کی تلاش میں تھیں۔ انسان کتنا بے صبرا ہے جس زمین پر ساری عمر گزار دی اس سے چند دنوں کی جدائی برداشت نہیں۔ جہاز میں عملہ تھا، ہم تھے یا ایک انڈونیشی نوجوان، ہمارے لیے وہ واحد غیر ملکی تھا کہ جس سے گفت و شنید کے بہانے ہم سب تلاش کرتے رہتے تھے۔ نہ وہ ہماری زبان سمجھے، نہ ہم اُن کی، گویا:

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

البتہ وہ عربی کے کچھ الفاظ کہہ کر اپنا مافی الضمیر بیان کر دیا کرتا تھا۔

پوچھا کہ انڈونیشیا کیسا ملک ہے؟ کہنے لگا: فی مسلم کثیر الحمدللہ، فی مساجد کثیر الحمدللہ اور فی سینما کثیر الحمدللہ!!!

پانچ دن گزرنے کے بعد جہاز باب المندب سے بحر احمر میں داخل ہو کر بندرگاہ عدن میں لنگر انداز ہوا۔ ہمیں تعجب ہوا کہ ہمارا انڈونیشی ہم سفر ایک بنچ کے ساتھ پابند سلاسل کیا جا چکا ہے۔ اب یہ عقدہ کھلا کہ سعودیہ کا ویزہ نہ ہونے کی بنا پر اسے پچھلے سفر میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدّہ اُترنے نہیں دیا گیا اور اب کارپردازانِ جہاز پر لازم تھا کہ اسے واپس لے جائیں چنانچہ اگلی منزل کا تعین ہونے تک اسے اسی جہاز کے مزے لوٹنے تھے اور اس خیال سے کہ وہ کسی بحری اڈہ کو دیکھ کر اپنا راستہ نہ ناپ لے اسے بندرگاہ آتے ہی حبس بے جا میں ڈال دیا جاتا۔ ہمیں اجازت دی گئی کہ چند گھنٹوں کے لیے عدن کی سڑکوں پر مٹرگشت کر سکتے ہیں۔ زندگی میں پہلی مرتبہ ایک عرب ملک کی سرزمین پر قدم رکھنے کا شوق عجیب کیفیت سے سرشار کر رہا تھا۔ ایک ننھی سی کشتی میں سوار ہو کر ہمارا قافلہ ساحل عدن کو پیروں تلے روندنے لگا۔ عدن اس وقت تک برطانوی انتداب کے ماتحت تھا اور مملکت یمن کی عملداری سے خارج تھا۔

بس میں سوار ہو کر اُونچی نیچی پہاڑیوں سے ہوتے ہوتے ہم وسط شہر پہنچے، ہر چیز ہمارے لیے نئی اور قابل دید تھی۔ ہمیں اپنی عربی دانی کو قابل استعمال ہوتے دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی تھی۔ خود اہلِ عدن کے لیے بھی ہم عجمی نوجوانوں کا ہجوم باعث دید تھا۔ ہم دو گروپس کی شکل میں وِنڈو شاپنگ (دکانوں کے شوکیس کا مفت نظارہ) کے مزے لے رہے تھے۔ پیاس لگی تو سب مشروبات کی ایک دکان میں داخل ہو گئے، کسی نے کوک اٹھایا، کسی نے پیپسی، ایک ساتھی کے ذمہ پیسوں کی ادائیگی تھی۔ اب پتہ نہیں کہاں سے دو تماش بین ہمارے حلقہ میں شامل ہو کر مشروبات پر ہاتھ صاف کرتے، بڑی صفائی سے رفو چکر ہو گئے، ہم تو دکان سے نکل آئے، ہمارا ساتھی پیسے بے باق کر رہا تھا، دکاندار مصر تھا کہ تمہاری تعداد اتنی تھی اور ہمارا ساتھی اصرار کر رہا تھا کہ نہیں تمہارا اندازہ غلط ہے، تم دو کا خواہ مخواہ اضافہ کرتے ہو۔ اب صورتحال یہ ہوئی کہ ہم نوجوان آگے آگے اور دکاندار پیچھے پیچھے، بارے یہ قضیہ نامرضیہ طے ہوا اور ہم ایک نئی جگہ یوں بے حرمت ہوتے، کانوں کو ہاتھ لگاتے، بس کی طرف لپکے اور خیر سے اپنے ہنڈولے کو سدھارے۔

دو دن مزید سفر کے بعد ساحلِ عرب کے آثار دکھائی دیئے، ہمیں جدہ سے قبل مقام یلملم کے سامنے گزرنے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھنے کی ہدایت ہو چکی تھی۔ عدن ہی کی طرح جہاز جدہ کے سامنے ساحل سے دور لنگرانداز ہوا اور ہم کشتیوں میں سوار ہو کر اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نئے مستقر تک پہنچے۔ جدہ اس وقت ایک چھوٹا سا شہر تھا، نہ اونچی اونچی عمارتیں نہ کشادہ سڑکیں، لیکن ہر طرف عربی مرحبت وسلامت کی آوازیں سن سن کر جی باغ باغ ہو رہا تھا۔

جامعہ کے مندوب سید النجاری ہمیں اپنے گھر لے گئے، ایک عرب کی ضیافت اُڑانے کا پہلا موقع ہاتھ آیا۔ سید النجاری ارباب جامعہ کو ہماری آمد کی خبر دینے کے لیے بار بار فون کر رہے تھے اور ہمارے لیے یہ فون ہی اچنبھے کا باعث تھا کہ وہ بار بار ہینڈل گھماتے، ہالو ہالو کہتے، کبھی (سنٹرال) سے رابطہ ہو جاتا تو مدینہ کا نمبر مل جاتا، ورنہ ہینڈل گھمائی کا سلسلہ بدستور جاری رہتا اور پھر زندگی میں پہلی دفعہ بیت اللہ کی دید اور عمرے کی سعادت نصیب ہوئی، بیت اللہ کے چہار اطراف ان چند چیزوں کو دیکھا جو اب قصہ پارینہ بن چکی ہیں، مطاف کی حدود سے باہر ایک دو منزلہ عمارت موجود تھی جو چشمۂ زمزم کا احاطہ کیے ہوئے تھی، اندر جا کر چند سیڑھیاں چڑھ کر کنویں میں جھانکا جا سکتا تھا، اگلے چند قدم پر ایک چھوٹا سا حجرہ تھا جس کی جالیوں سے مقامِ ابراہیم علیہ السلام دیکھا جا سکتا تھا۔ پھر مطاف کی توسیع کے لیے یہ دونوں عمارتیں گرا دی گئیں، چشمۂ زمزم کو مطاف سے کچھ فاصلے پر زیر زمین منتقل کر دیا گیا اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے گرد حجرہ کی دیواروں کو گرا کر ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم کے حامل پتھر کو شیشے کے احاطہ سے ڈھانپ دیا گیا۔ اب مطاف کی مزید توسیع کی خاطر ماء زمزم کی زیریں منزل بھی بند کی جا چکی ہے لیکن صفا و مروہ کی حرم سے متصل دیواران بیشمار ٹونٹیوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جو دن رات زائرین کو زمزم کے پانی سے سیراب کرتی رہتی ہیں۔

ان دنوں مطاف کو چھوڑ کر کعبہ کے چاروں طرف فرشی قطعات ''رملہ'' کہلاتے تھے یعنی کنکریوں سے اٹی ہوئی زمین جس میں پیر دھنستا چلا جائے، شام کے اوقات میں رملہ، ایک نرم نرم فرش میں تبدیل ہو جاتا تھا جس پر بیٹھنا ایسا تھا جیسے گدی پر آرام کر رہے ہوں۔ رمضان میں بوقتِ افطار پانی سے بھری مٹی کی صراحیاں قطار در قطار رکھ دی جاتی تھیں۔ لوگ افطار کے لیے کھجوریں لاتے اور آبِ زمزم سے روزہ کھولتے۔ اب یہ ساری زمین مرمریں فرش کا قالب اوڑھ چکی ہے۔ مٹی کی صراحیاں مٹی میں دفن ہو چکی ہیں، فلاسک اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھرمس نے ان کی جگہ لے لی ہے۔

باب عبدالعزیز سے باہر نکلتے ہی مکہ کی پتلی پتلی گلیاں زائرین کو سڑک یا سوقِ صغیر تک لے جاتیں جو رمضان اور حج کے زمانہ میں تنگ دامانی کا شکوہ کرتیں نظر آتیں۔اب یہ ساری گلیاں کھلے کھلے میدانوں کا روپ دھار چکی ہیں۔اگر ماضی میں جھانکنا مقصود ہو تو پھر بیت المقدس جایئے اور پھر شہر کے قدیم حصے میں داخل ہوتے ہی مکہ کی گلیوں کا وہ منظر سامنے آجائے گا جو چالیس سال قبل میرے مشاہدے میں آیا تھا۔گاڑیاں، ٹیکسیاں، بسیں سب باب عبدالعزیز تک رسائی رکھتی تھیں اور اب بھی رکھتی ہیں لیکن ان زیرِ زمین راستوں تک جو حرم کے سامنے میدان کے نیچے سے گزرتے ہیں۔

صفا و مروہ سے نکلتے ہی بازار کی حدود شروع ہو جاتی تھیں۔اب وہاں بھی مرمریں فرشی میدان ہے جس کے ایک کنارہ پر ''مکتبہ حرم'' کا بورڈ نظر آتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں تاجدارِ عالم کی ولادت باسعادت ہوئی تھی اور دوسرے کنارے ہر ایک چھتا ہوا بازار ہے جو اپنی بقا کے آخری دن گن رہا ہے۔

الحمد للہ کہ جولائی ۶۲ء کے جس مبارک دن بیت اللہ سے رشتہ جڑا تھا اور جہاں بار بار آنے کی دعا کی تھی وہ اللہ کے بے پایاں فضل و کرم سے ابھی تک باقی ہے۔بیت اللہ کا آخری دفعہ دیدار پچھلے حج (جنوری ۲۰۰۷ء) کے موقع پر نصیب ہوا تھا اور اللہ سے امید ہے کہ جب تک جسم میں جان اور ٹانگوں میں سکت باقی ہے، اس گھر کا طواف نصیب ہوتا رہے گا۔

مکہ مکرمہ سے جدا ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔یہ وہی سڑک ہے جو رابغ بلکہ مستورہ تک سمندر کے ساتھ ساتھ جاتی ہے اور پھر بدر سے قبل حجاز کے پہاڑی سلسلہ میں اپنا راستہ بناتی، موڑ کاٹتی، بدوؤں کی بستیوں سے گزرتی، مدینہ میں داخل ہوتی ہے جہاں عثمانی سلطنت کے ایام کا ریلوے اسٹیشن بھوتوں کی آماجگاہ جیسا نظر آتا ہے۔اسٹیشن سے کافی پہلے مسجد نبوی کے گنبد نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں زبانوں پر جاری ہو گئیں۔یہ احساس کہ اس شہر میں داخلے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے جس کے ذرے ذرے کو انسانیت کے گل سرسبد، سردارِ انبیاء، افضل الخلائق، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معیت حاصل رہی ہے، ایک عجب کیف عطا کر گیا۔ مکہ کی طرح پتلی پتلی گلیوں سے گزرتے باب السلام سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے، ہر منظر نیا اور ہر شے دلگداز اور حیرت انگیز تھی۔ مسجد کے بڑے بڑے عالی شان دروازے، فرش قالینوں سے مزین، دیوارِ قبلہ خطِ نسخ میں آیاتِ قرآن کی خطاطی سے بھرپور، فضا خاموش اور پُرسکون، مسجد کے میناروں سے باری باری مؤذن کی آواز کا بلند ہونا اور ہر نماز کے بعد لوگوں کا عالم بے قراری میں حجرہ نبویہ کی طرف سلام کے لیے بڑھنا، مواجھہ پر شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) اور پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عقیدت پیش کرنا، گویا ایک منظر کے بعد دوسرا منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔

اس وقت بیس سالہ نوجوان کے یقیناً وہ جذبات نہیں ہوں گے جو شعور اور سنِ رُشد کی پختگی کے ساتھ بعد کی زیارتوں کا حاصل رہے اور پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سنت کے مطابق ہر سفر سے واپسی پر مسجد نبوی کی نماز کے ساتھ ساتھ سلام پیش کرنے کی سعادت ہمیشہ حاصل رہی۔

یہاں میرے پہلے سفر کا اختتام ہوتا ہے۔ قیامِ مدینہ کے روز و شب کی حکایت پھر کسی دوسرے موقع پر۔

جون ۱۹۶۳ء

تعلیمی سال کا اختتام ہوا، ۶۳ء کی گرمیاں شروع ہو چکی تھیں اور ہمارے گروپ کے اکثر طلبہ نے واپسی کا پروگرام بنا لیا۔ سفینہ حجاج حسبِ سابق حاجیوں کو بعد از حج کراچی لے جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

ہم طلبہ جدہ پہنچے، روانگی میں ایک دن باقی تھا اور سوار ہونے سے قبل ایک رات گزارنے کا مسئلہ تھا۔ اب ایسی حرکت طالب علمی کے زمانہ میں ہی ہو سکتی ہے جو ہم نے کی، جدہ کی ایک ساحلی سڑک جس کے ایک کونے پر پاکستانی قونصلیٹ ہوا کرتا تھا، ایک دو منزلہ چھوٹی سی مسجد کا مینار بھی دکھا رہی تھی۔ ہم عشاء کی نماز کے بعد اپنے سفری بیگ (بریف کیس کا نام تو بہت بعد میں سنا) اُٹھائے، مسجد کا زینہ پھلانگتے چھت پر آ گئے اور پھر گپ شپ کرتے عالمِ خواب کو سُدھارے۔ صبح کی اذان نے بیدار کیا تو اپنے ایک ساتھی کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پریشان پایا۔ رات کوئی شخص اس کے سرہانے رکھے بیگ کو چرا کر لے گیا تھا جس میں پیسوں کے علاوہ پاسپورٹ اور ٹکٹ بھی تھا، ہم لوگ ہڑبڑا کر اٹھے، زینہ کی طرف بھاگے، اللہ کا شکر ادا کیا کہ چور نے پاسپورٹ نکال پھینکا تھا جو ہمیں ایک سیڑھی پر پڑا مل گیا۔ البتہ باقی مالی مسالہ اس کی تحویل میں جا چکا تھا۔ اب نہ ہمارے پاس اتنا وقت تھا کہ معاملے کو شرطہ تک پہنچاتے اور نہ ہی مسجد میں بلا اجازت مہمان بننے کی جسارت کا بیان کرنا ہمارے لیے کوئی باعث افتخار تھا۔ اس لیے چپ چپاتے ٹریول ایجنٹ کے جلو میں جہاز کا راستہ ناپا۔

اس سفر میں کوئی قابل ذکر بات یاد نہیں۔ ہاں یہ نظارہ بھی دیکھ لیا کہ اگر کسی حاجی کی دورانِ سفر وفات ہوگئی تو اسے نہلا کفنا کر رسوں کی مدد سے سطح سمندر تک اتارا جاتا اور پھر لہروں کے حوالے کر دیا جاتا۔

غالباً ۶۳ء کے ستمبر کی بات ہے کہ گرما کے تین ماہ گزار کر واپسی کا قصد تھا، جن ساتھیوں کے ساتھ آنا ہوا تھا ان میں سے کسی ایک سے بھی رابطہ نہ رہا تھا، اس لیے تن تنہا ایک اور بحری سفر کی ٹھان لی۔ ان دنوں کراچی سے B.I (برٹش انڈیا) کمپنی کے جہاز بمبئی سے خلیج فارس کی آخری بندرگاہ بصرہ تک جایا کرتے تھے۔ اسی جہاز کا عرشہ کا ٹکٹ لیا اور ایک شام گھر سے رخصت ہو کر دوبارہ سمندر کی راہ لی۔ اس دفعہ میری منزل بحرین تھی۔ جہاز اپنے پانچ دن کے سفر میں کئی جگہ لنگر انداز ہوا۔ غالباً پہلا پڑاؤ، گوادر تھا اور پھر مسقط، فجیرہ، رأس الخیمہ، شارقہ، دبئی اور قطر ہوتا ہوا بحرین پہنچا۔

میرا بستر جہاز کی نوک سے متصل عرشہ پر تھا۔ رات کو بستر بچھ جاتا اور صبح ہوتے ہی اسے لپیٹ لپاٹ کر رکھ دیا جاتا لیکن جونہی ہم مسقط (عُمان) پہنچے تو خلاصیوں نے عرشے کے مسافروں کو للکارا کہ اپنے بستر اٹھاؤ اور جگہ خالی کر دو۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ نظر آیا کہ جس جگہ ہم آرام فرما تھے وہ نچلی منزل کے لیے بمنزل چھت تھی کہ جہاں گودام واقع تھا۔ اس چھت کو ہر پڑاؤ پر کھولا جاتا اور پھر ساحل پر لگی بڑی بڑی کرینیں پہلے جہاز سے سامان کو اُتارتیں اور پھر مزید سامان لاد دیتیں اور جب گودام کا پیٹ بھر جاتا تو چھت کے دو پٹ دوبارہ برابر کر دیئے جاتے تاکہ مسافر اپنی کمر دوبارہ سیدھی کر سکیں، گویا ایک پنتھ دو کاج۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم مدینہ کے یک سالہ قیام میں سعودی اور یمنی لہجے سے خوب واقف ہو چکے تھے کہ اس زمانہ میں اکثر چھابڑی فروش، مزدور اور سبزی فروش یمن سے تعلق رکھتے تھے۔ اس سفر میں مسقط کے عمانیوں اور عمارات کے خلیجیوں کا لہجہ بھی کانوں سے مانوس ہو گیا۔ یہ سفر اس لحاظ سے زیادہ خوشگوار رہا کہ یہاں بحر عرب کی طغیانی کا وہ عالم نہ تھا جو پچھلے دو سفروں میں مشاہدہ کر چکے تھے، البتہ چھوٹا جہاز ہونے کی بنا پر بارہا ایسا ہوا کہ جونہی جہاز کی نوک پانی کو چیرتی ہوئی غوطہ زن ہوتی تو عرشہ پر پانی کا ایسا چھڑکاؤ ہوتا جیسے رم جھم برسات کی جھڑی لگ گئی ہو، دوسرے ہر روز ایک نیا پڑاؤ زمین کے قریب ہونے کے احساس کو دوبالا کر جاتا۔ ویسے بھی خلیج فارس (جسے اہل عرب خلیج عرب کا نام دیتے ہیں) میں سفر کرتے وقت ساحل عرب آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ پانچویں دن جہاز بحرین آ لگا، منامہ اور محرق دو جزیروں پر مشتمل یہ ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ ایک شہر بہت ہی مختصر اور سادہ سادہ، نہ بلند عمارتیں، نہ ظاہری شان و شوکت، رات کے قیام کے لیے جدہ کی مسجد کا تجربہ خارج از بحث تھا۔ اس لیے ایک چھوٹی سی عمارت پر فندق کا نام دیکھ کر ایک چارپائی کا کرایہ دے کر اسے بک کروا لیا۔ ان دنوں دو یا تین بستروں کے کمرے میں چند اجنبی چہروں کے ساتھ رات گزارنے میں کوئی اچنبھا نہ تھا۔ ہمیں جو نئی چیز یہاں نظر آئی، جو کہ کراچی میں بھی میسر نہ تھی، وہ ایک بلیک اینڈ وہائٹ ٹیلی ویژن سیٹ تھا جو مسافروں کی تفریح طبع کے لیے برآمدے میں رکھا گیا تھا۔ خلیجی ممالک میں اس وقت کیا، اب بھی ہندوستانی کلچر کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے۔ اس مستطیل ڈبے کے ساتھ یہ ہمارا پہلا تعارف تھا لیکن ہمارے اپنے آنگن میں جھانکنے کے لیے اسے مزید تیرہ سال درکار ہوئے اور جواب تک قوسِ قزح کی رنگینیوں کے ساتھ کمبل کی طرح ساتھ نہ چھوڑنے پر مصر ہے کہ

میں اسے دیکھنا چاہوں یا نہ چاہوں، اسلام چینل کے طفیل میرا سراپا اس میں ضرور جھانکتا نظر آئے گا۔

ہمارے ایک دوست کے بارے میں جنہوں نے ہمارے بعد اسی راستے سے سفر کیا تھا، بتایا جاتا ہے کہ وہ سارا وقت ٹی وی کی طرف پشت کیے بیٹھے رہے۔ میں ان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استقامت کی داد دیتا ہوں، نہیں معلوم کہ ان کی بعد از فراغت سرزمین افریقہ کی دشت نوردی اس استقامت کا ساتھ دیتی رہی یا نہیں، بہر حال عین جوانی کے عالم میں بلا کسی رقیب ان کا اس آلہ لہو ولعب کو پیٹھ دکھانا یقیناً ایک جرأت مندانہ عمل تھا۔

بحرین کی چھوٹی سی گودی سے سعودی عرب کے ساحلی شہر الخبر کے لیے لانچ چلا کرتی جو ہمیں بخیریت الخبر پہنچا گئی۔ الخبر سے متصل ہی آرامکو کا میزبانی شہر الظہران ہے جہاں ایک پاکستانی کرفرما جناب عبدالغنی سے ملاقات ہوگئی، آرامکو کے وسیع احاطہ میں ان کے فلیٹ کی سج دھج، گیس سے جلنے والا چولہا، مکھن اور پنیر کے جہازی سائز ڈبوں سے لدا ریفریجریٹر، زندگی کی آسائشوں کا ایک نیا روپ دکھا گیا۔ اب یہ سہولتیں تو گھر گھر موجود ہیں لیکن اس وقت ان کا مشاہدہ آنکھوں کو خیرہ کر گیا۔

سعودی عرب میں ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کے لیے ایسی ٹیکسیاں چلتی ہیں جو چار یا پانچ سواریاں پوری ہوتے ہی رخت سفر باندھ لیتی ہیں۔ ان دنوں امریکن گاڑیوں کی بہتات تھی، نہایت فراخ اور آرام دہ، ریاض کا سفر چند گھنٹوں میں طے ہوگیا۔ راستے میں ''الدھناء'' کے صحرا کی ریت کو ہواؤں کے جھکڑ کے ساتھ اُڑتے، بیٹھتے اور سڑک کو ڈھانپتے دیکھا۔ بدوا پنے سر کے رومال (غطرۃ) کو اسی لیے ڈھاٹا باندھ کر رکھتے ہیں کہ ہر وقت ریت کے ذروں کے ساتھ آنکھ مچولی جاری رہتی ہے۔

گو ریاض شہر نے ابھرنا شروع کر دیا تھا جہاں امراء کے قصور اور محلات کے علاوہ مناسب سہولتوں والے ہوٹل بھی دستیاب تھے لیکن ایسے قہوہ خانے بھی موجود تھے جہاں بان کی بنی چارپائیاں شب بسری کے لیے مہیا تھیں لیکن ہمیں اس تکلف کی زحمت کرنا نہ پڑی کہ شام ڈھلنے سے پہلے مدینہ منورہ جانے والے اڈے پر ایک ٹرک ڈرائیور مدینہ مدینہ کی پکار لگا رہا تھا۔ جی ہاں! ایک ہزار کیلومیٹر کے سفر کے لیے ہم بجائے لاری کا انتظار کرنے کے ایک ٹرک میں سوار ہوگئے۔ ٹرک کا عقبی حصہ سامان تجارت کے بڑے کارٹنوں سے بھرا ہوا تھا اور مسافر انہی کارٹنوں پر پیر لٹکائے ٹرک کے بالائی ڈنڈوں کو ہاتھ سے پکڑے، کھلے آسمان تلے، اوپن ائر سفر کا لطف اٹھا رہے تھے۔ مجھے ٹرک کے اگلے حصہ میں جگہ ملی کہ جہاں سامنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نشیب وفراز دیکھتے بھالتے ٹرک کے ڈنڈوں پر گرفت اور مضبوط ہو جاتی۔

یہ ایک چاندنی رات تھی، اس لیے ڈرائیور اور اس کے ہم نشین کی حدی خوانی ہمارے لیے لوریوں کا پیغام لاتی، لیکن کمر سیدھی کرنے کی جگہ تھی اور نہ موقع۔

ریاض سے عفیف تک پختہ سڑک تھی، یہاں سے مکہ کا راستہ براہِ طائف جدا ہو جاتا تھا، گویا اب تک ہم شاہراہ مکہ کے مسافر تھے جو اپنی پختگی کے ساتھ ساتھ مکہ کی طرف مڑ گئی، ہم کچے راستے پر اتر آئے جو مدینہ تک ہمارا ساتھ دینے والا تھا۔

اگلے دن سورج کی تمازت کے ساتھ سفر جاری رکھنا مشکل تھا۔ اس لیے ٹرک ایک قہوہ خانے کے سامنے رک گیا اور عصر تک ہمیں پیٹ کی آگ بجھانے اور کھردری چارپائی پر محو خرام ہونے کا موقع مل گیا۔

عصر کے لگ بھگ دوبارہ سفر شروع ہوا۔ زیادہ تر ہموار زمین، کہیں کہیں روئدگی، لیکن عرف عام میں اسے بھی صحرا سے تعبیر کیا جائے گا۔ ہمارا ٹرک کسی موڑ پر بھٹک گیا اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اندھیرا ہونے سے قبل ٹرک ڈرائیور بدوؤں سے پوچھتا پاچھتا شاہراہ مدینہ تک دوبارہ لوٹ آیا۔ ساری رات ہم کھلے آسمان تلے سفر کرتے رہے۔ صبح کے اجالے کے ساتھ ہی چھوٹی بڑی پہاڑیاں ہمارا استقبال کر رہی تھیں۔ ہمسفروں نے بتایا کہ ہم جبلِ احد کے عقب میں پہنچ چکے ہیں اور اب کچھ لمحوں کی بات ہے کہ ہم شارع مدینہ میں داخل ہو چکے ہوں گے۔

جبل احد کے عقب سے ہوتی ہوئی، بالآخر ہماری سواری اس پختہ سڑک پر پہنچ گئی جو مدینہ کے ائیر پورٹ کو شہر سے ملاتی ہے۔ دس دن کے بحری، بری، صحرائی، پہاڑی سفر کی صعوبتوں کو مسجد نبوی کے میناروں کے سحر انگیز نظارے پر ختم ہوتے دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ لبوں پر ایک دفعہ پھر ﷺ کا ورد جاری ہو گیا۔ اور یوں دو رات اور ایک دن میں ریاض سے مدینہ کا سفر پورا ہوا جو بعد میں ہم نے پکی سڑک بننے کے بعد صرف بارہ گھنٹے میں طے کیا۔

حدیث کی کتابوں میں (الرحلة في طلب العلم، یعنی طلب علم کے لیے سفر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا باب دیکھنے کو ملتا ہے جس میں محدثین کے مشقت آمیز اسفار، اونٹوں کی سواری یا پاپیادہ زمین کی طنابیں کاٹنے کے حالات پڑھنے کو ملتے ہیں۔ میرے پلے میں اگران اسفار کا ہلکا سا عکس بھی نظر آجائے تو میں اسے غنیمت سمجھوں گا۔

گھر سے جدائی کا یہ تیسرا دور تھا جو اپنی طوالت کے باوجود وصل وفصل کے کئی مراحل اپنے دامن میں سمیٹے ہوا تھا۔

۱۹۶۴ء کی گرمیاں میرے لیے یہ نوید مسرت لے کر آئیں کہ اب تجرد کا زمانہ ختم، ایک سے دو ہونے کا وقت آچکا ہے۔ میں نے اپنے سوٹ کیس کو رنگ برنگے اَن سلے زنانہ ملبوسات اور تحائف سے بھرا، تعطیلات شروع ہوتے ہی جدہ کا رخ کیا اور اب پھر وہی سمندر تھا اور حاجیوں سے لبالب بھرا سفینۂ حجاج۔

ہم طلبہ کو عرشہ پر سامان رکھنے کی بھی جگہ نصیب نہیں ہوئی۔ ناچار جہاز کے بیرونی رُخ ایک کاریڈور میں سارا سامان دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا۔ ہم دن بھر جہاز کی راہداریوں کو ناپتے، عرشہ پر کھڑے ہو کر بپھری موجوں کے ساتھ چھوٹی بڑی مچھلیوں کا ٹکراؤ دیکھتے اپنا وقت گزارتے، رات کو عرشہ پر بستر بچھا کر کمر سیدھی کرتے۔ رات کے پرسکون سناٹے کو جہاز کے غڑاپ غڑاپ غوطہ لگاتے آگے بڑھنے کی آواز بھی سنائی دے سکتی تھی۔ ایک رات ایسی ہی ایک آواز خوابیدہ مسافر کی نیند میں خلل انداز ہوئی لیکن یہ گمان نہ تھا کہ یہ بجلی اپنے ہی آشیاں پر گرنے والی ہے۔

صبح کی روشنی میں جب کاریڈور میں دھرے اپنے سامان پر نظر ڈالنے کے لیے پہنچے تو اپنا سوٹ کیس غائب پایا۔ اس جہاز میں نرے حاجی سوار تھے، لیکن نہ معلوم یہ کوئی حاجی چور تھا یا جہاز کا کوئی خلاصی جس نے یقیناً سوٹ کیس کا کلیجہ چیر کر سامان کسی تھیلے یا گٹھری میں باندھ لیا ہوگا تاکہ بانس رہے نہ بانسری۔ جہاز کے کیپٹن سے چوری کی شکایت لاحاصل رہی کہ پانچ ہزار حاجیوں کے جم غفیر میں ایک ایسے بستے کی تلاش جس کی کتابیں بکھر چکی ہوں، اندھیرے کمرے میں سوئی کی تلاش کے مترادف تھا۔ اس لیے ساتھیوں کی تسلیوں اور چند واقف حال حاجیوں کے ہمدردانہ کلمات کو حرزِ جان بنایا اور باقی سفر صبر وتحمل کے ساتھ کاٹا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اللّٰھم أجرني في مصیبتي واخلف لي خیراً منه" (یعنی اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور جو جا چکا ہے اس سے بہتر عطا فرما) کا ورد جاری رکھا۔ زندگی میں یہ پہلا بڑا دھچکا تھا لیکن جب بھی کچھ گنوایا، اللہ کی طرف سے بہت کچھ پایا۔

۲۴ ستمبر ۱۹۶۴ء کو مسجد الفلاح کراچی میں جس خاتون کے ساتھ میرا عقد نکاح ہوا، وہ میرے لیے بڑی بھاگوان ثابت ہوئی۔ وہ اس طرح کہ میں نے ''جتنی چادر اتنے پاؤں پھیلاؤ'' کا اصول مدنظر رکھتے ہوئے B.I بحری جہاز کے دو ٹکٹ خرید لیے تھے اور پچھلے سال کے ایڈونچر کو بہتر طریق سے دہرانے کا عزم کر رکھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ولیمہ کے دن مدینہ سے شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد پاکستان کے دورہ پر کراچی پہنچے، وہ مدینہ کی جامعہ اسلامیہ کے لیے حدیث کے استاد کی تلاش میں آئے تھے اور پھر ابا جان کی جامعہ اسلامیہ مدینہ میں تعیناتی عمل میں آ گئی کہ جس کا تذکرہ پچھلے ابواب میں آ چکا ہے اور پھر ان کی معیت میں ہوائی جہاز کا پہلا سفر نصیب ہوا اور یوں اگلے ڈھائی سال ان کی رفاقت کا پیغام لائے۔

جامعہ کے ہوسٹل میں تنہا رہنے کی کلفت سے نجات ملی اور ابا جان کی معیت میں مدینہ شہر کی سکونت کا اعزاز حاصل ہوا۔

۶۵ء کی تعطیلات گرما گزارنے کے لیے کراچی گئے۔ جنگ ستمبر کی گھن گرج کراچی میں بھی جیٹ طیاروں کی وجہ سے سنائی دے رہی تھی۔ جنگ ختم ہوتے ہی جونہی بیرونی راستے کھلے والد اور میں تو مدینہ آ گئے پھر والدہ اور چھوٹے بھائی بھی، میرے ہاں میری روانگی کے بعد جڑواں بچوں کی پیدائش اور وفات کے حادثے پیش آئے۔

رمضان کا مہینہ ہم نے مکہ مکرمہ میں گزارا۔ اسی دوران اہلیہ کراچی سے آئیں۔ ان کے ساتھ ہمارے طالب علم رفقاء میں سے احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ بھی پہلی مرتبہ تشریف لا رہی تھیں۔ احسان صاحب کو اطلاع نہ تھی اس لیے وہ استقبال کے لیے موجود نہ تھے چنانچہ وہ بھی ہمارے ساتھ مکہ چلی آئیں۔ احسان کو فون پر اطلاع دی گئی تو وہ دوسرے دن مکہ پہنچ گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹے بھائیوں (سہیل، راغب، احمد، حامد) نے مدینہ ہی کے تعلیمی اداروں سے اپنی ابتدائی یا ثانوی تعلیم کا آغاز کیا۔ زندگی کے یہ آخری دو اڑھائی سال تھے جس میں والدین اور خاص طور پر ابا جان کی صحبت میں مسلسل رہنے اور مقدور بھر خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

میرے سال فراغت (۶۶ء) کے نومبر میں میری بچی خولہ کی پیدائش ہوئی۔ عقیقہ میں طلبہ کی کثیر تعداد اور جامعہ کے چند اساتذہ بھی شریک ہوئے، پھر دیارِ غربت میں میرے قیام کی طوالت کسی تقریب دل آویز میں ان کی شرکت کے اعزاز سے محروم رہی۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد سعودی عرب کے ادارہ دارالافتاء نے تبلیغ وتدریس کی غرض سے بیرون ملک کام کا آغاز کیا اور اس مقصد کے لئے سب سے پہلے افریقہ کے چند ملکوں کا انتخاب کیا گیا، میں اُن پانچ اوائل مبعوثین میں شامل تھا جنہیں کینیا، یوگنڈا اور روڈیشیا (موجودہ زمبابوے) بھیجا گیا۔ اس لیے قربت کے لمحے فاصلوں میں بدلتے گئے۔

۶۷ء سے ۷۶ء تک میرا قیام نو سال نیروبی (کینیا) میں رہا۔ ۷۶ء کے اوائل میں کچھ ایسی صورتحال پیدا ہوگئی کہ میرا دل وہاں کے قیام سے اُچاٹ ہوگیا، ان حالات کے پیدا کرنے میں اہل بدعت بلکہ مخاصمت کا زیادہ دخل تھا۔ چنانچہ میں نے ریاض میں شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور کینیا سے نقل مکانی کا مطالبہ کیا۔ شیخ نے قطعاً کسی ہچکچاہٹ کا اظہار نہ کیا بلکہ مجھے اختیار دیا کہ میں پاکستان، برطانیہ یا امریکا کا انتخاب کرلوں۔ میں نے برطانیہ کا انتخاب کیا اور وہ بھی اپنی اس خواہش کی بنا پر کہ میں برطانیہ کے قیام کے دوران برطانیہ کی کسی یونیورسٹی میں جز وقتی طالب علم کی حیثیت سے ریسرچ ورک کرسکوں گا۔ میں اپنے لئے باعث افتخار سمجھتا ہوں کہ دارالافتاء کی جانب سے افریقہ بھیجے جانے والوں میں سے میں سرفہرست احباب میں شامل تھا اور یورپ میں بھی میں پہلا فرد تھا جسے دارالافتاء کی جانب سے بھیجا گیا۔

برطانیہ میں ایسے بے شمار ادارے ہیں جن کے قیام میں شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا تعاون حاصل رہا ہے۔ جن تین اداروں کی تاسیس میں راقم الحروف شامل رہا ہے، شیخ کے تعاون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مرہون منت رہے ہیں۔ میری مراد ہے القرآن سوسائٹی سے جس کا قیام ۱۹۷۷ء میں عمل میں لایا گیا، اسلامی شریعہ کونسل جس کی بنیاد ۱۹۸۲ء میں ڈالی گئی۔ اس کی تاسیس کے بعد انتظامی اخراجات کے لئے شیخ کا تعاون حاصل رہا اور مسجد و مدرسہ توحید کہ جس کا آغاز ۱۹۸۴ء میں کیا گیا۔ مسجد اور مدرسہ کا آغاز ایک مکان میں کیا گیا تھا جس کی قیمت اُن دنوں چوبیس ہزار پاؤنڈ تھی۔ تیرہ سال بعد ۱۹۹۷ء میں یہ مسجد ایک عظیم الشان نئی عمارت میں منتقل ہوگئی۔

لندن کے قیام کی مصروفیات دراز ہوتی ہوئیں اب ۳۰ سال سے متجاوز ہو چکیں ہیں۔ ان چالیس سالوں میں میری کوشش رہی کہ ہر سال رسمی تعطیلات والدین کے پاس گزریں۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گلہائے یادداشت اور متفرق واقعات

سیالکوٹ کے قیام کا ایک واقعہ

ابا جان ایک داعی الی اللہ کی حیثیت سے جانتے تھے کہ ان کی زندگی لوگوں کی نظروں میں رہتی ہے اور ان کی ایک بھی لغزش انہیں کٹہرہ تنقید میں لا کھڑا کر سکتی ہے لیکن اس واقعہ میں جو کچھ اُن کے ساتھ ہوا وہ تنقید سے زیادہ باعثِ تشہیر تھا۔

جماعت سے ہمدردی رکھنے والوں میں سیالکوٹ کی ایک مشہور ادیب خاتون نے جماعت ہی کے زیرنگرانی شائع ہونے والے خواتین کے میگزین ''بتول'' میں اس عنوان سے ایک مضمون شائع کیا۔ ''یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟''

جس میں نام لیے بغیر ابا جان کو نشانہ استہزاء بنایا گیا، بات صرف اتنی تھی کہ جسے افسانہ بنا دیا گیا تھا کہ ایک دفعہ ایک بزاز کھلا کپڑا بیچتا ہوا دروازے پر آیا۔ تھان کچھ سستے دکھائی دیئے اس لیے والدہ نے خریدنا چاہے۔ گھر میں پوری رقم نہ تھی۔ قریب ہی جماعت کے بیت المال کے امین حفیظ اللہ صاحب کا گھر تھا۔ انہیں رقعہ لکھا گیا کہ پانچ سو روپے بطور قرض دیئے جائیں۔ بعد میں دیکھا کہ کپڑا عیب دار تھا اور ہمارے ساتھ سخت دھوکا ہوا۔ یہ پیسے پندرہ دن تک واپس کر دیئے گئے۔

یہ خاتون اگر حکمت سے کام لیتیں۔ سوچتیں کہ ایک شخص صرف جماعت کی دعوت کی خاطر ایک قلیل مشاہرے پر اپنے دن رات جماعت کی دعوت کو آگے بڑھانے کے لیے کوشاں ہے۔ وہ شخص جس نے اس دوران نہ کوئی اپنی جائیداد بنائی، نہ کوئی بزنس کھڑا کیا، اس کی ذات کو اگر ہدف بنانا ہی ہے تو کم از کم قلم اُٹھانے سے پہلے اس سے حقیقت حال دریافت کر لی جائے، لیکن انہوں نے خیالات کا تانا بانا بُن کر ایک افسانہ ترتیب دے دیا جو بتول کے اگلے شمارے کی زینت بن گیا۔ اس کا ایک ایک لفظ بتا رہا تھا کہ کس ذات شریف کو کٹہرے میں کھڑا کیا جا رہا ہے۔ ابا جان کو بہت صدمہ ہوا۔ انہوں نے حلقہ خواتین کی امیرہ حمیدہ بیگم سے بھی بات کی لیکن انہوں نے بھی یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ صرف ایک مضمون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی تو ہے، کون سا اس میں آپ کا نام لیا گیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ پھر ابا جان نے ادیبہ مذکورہ کو گھر پر بلایا۔ پردے کے پیچھے سے بات کی اور ان کی غلطی ان پر واضح کی۔ انہوں نے ندامت کا اظہار کیا اور اپنے کئے پر معذرت خواہ ہوئیں۔

یہ واقعہ جب بھی میرے دریچۂ ذہن کے پردے پر نمودار ہوتا ہے، کوفت کا باعث ہوتا ہے اور یہ خیال بار بار ستاتا ہے کہ کیا اس دنیا میں کسی بھلے مانس کے لیے کوئی گوشہ عافیت نہیں؟

جائزہ کمیٹی

جائزہ کمیٹی سے ماچھی گوٹھ تک کے سفر میں بھی جس طرح ابا جان اور اُن کے رفقاء کو طنز واستہزاء کا نشانہ بنایا گیا وہ ابا جان کی زندگی میں ایک تلخی گھول گیا۔ جس جماعت کی دہلیز پر انہوں نے اپنی جوانی کے سولہ سال بھینٹ چڑھائے تھے، اس کی طرف سے یہ تمغہ اُنہیں زندگی بھر تڑپاتا رہا۔ جماعت کے بارے میں ان کے بعض ریمارکس اس تلخی کے غماز ہیں۔

میں جب لندن منتقل ہوا اور جمعیت اہل حدیث برطانیہ کی تنظیمی ہیئت کا ایک پُرزہ بن رہا تھا تو انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ جہاں رہو، دین کا کام کرتے رہو لیکن کسی جماعت سازی میں شریک نہ ہو۔ اس مشورے کے پیچھے ان کے سالہا سال کے تجربات تھے جو انہوں نے میرے گوش گزار کر دیئے تھے لیکن میں نے اپنی صوابدید کے مطابق نظم جمعیت میں ذمہ دارانہ کردار ادا کرنا قبول کر لیا اور پھر میں بھی اسی نتیجہ پر پہنچا جس پر والد صاحب برسوں قبل پہنچ چکے تھے۔

مسلک اہل حدیث کی خوبصورتی، حقانیت اور سچائی سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن اس سے وابستہ حضرات برادری عصبیت، علاقائی وابستگی اور لسانی جذباتیت کے ویسے ہی شکار ہیں جیسے کوئی بھی سیاسی جماعت اور اس لیے اس کی صفوں میں محراب ومنبر کی حد تک تو اہل علم کو خوب پذیرائی ملتی ہے لیکن جماعت کے کلیدی عہدوں پر سیاست کی بازیگری اپنا کھیل کھیلتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں مسلک کی یکسانیت کے باوجود اس مسلک کے نام پر کئی تنظیمیں وجود میں آ چکی ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے پر بھی آمادہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ خود برطانیہ میں سلفیت کے خود ساختہ معیار کھڑے کر کے نوجوانوں کا ایک گروہ جماعت اہل حدیث کے سرکردہ علماء کو آئے دن نشانہ بنائے رکھتا ہے۔

کیا ایسی مسموم فضا میں ایک داعی کے لیے یہ بہتر نہیں کہ اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے مقدور بھر دین کا کام کرتا رہے کہ وہ قیامت کے دن اکیلا اُٹھایا جائے گا اور اکیلا ہی اپنی زندگی کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعتی حیثیت میں بہتر نتائج اور شاندار کام انجام دیئے جا سکتے ہیں لیکن یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ جب بقول کلام الٰہی: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ﴾ (٤/ النسـاء: ٥٨) ہر امانت کو اہل افراد کے سپرد کیا جائے۔

عادات وخصائل

مدینہ منورہ کے ڈھائی سال زیادہ تر والد کی معیت میں گزرے کہ والدہ ایک سال گزرنے کے بعد تشریف لاسکی تھیں اور پھر جب میں دیارِ غربت کا باسی بن گیا تو ہر سال والدین کی زیارت کے لیے جاتا۔ جب تک والدین مدینہ میں رہے تو سوئے مدینہ اور جب ۱۹۸۲ء میں ابا جان ملازمت کی قانونی مدت گزر جانے پر پاکستان منتقل ہو گئے تو فیصل آباد اور پھر اسلام آباد کا رُخ رہتا۔ گو اس لحاظ سے ہماری باہمی ملاقات کا دورانیہ چھوٹے بھائیوں کی نسبت مختصر رہا لیکن خط وکتابت کے تسلسل نے حالات سے آگاہ رکھا۔

یہاں مناسب ہوگا کہ ابا جان کی عادات وخصائل کا کچھ تذکرہ ہو جائے۔

مدینہ میں جس مکان میں بھی رہے، ایک کمرے میں اُن کی فرشی مسند جمی رہتی، لکھنے لکھانے کے لیے ایک چھوٹا سا ڈیسک کہ جس کے ڈھکنے کے نیچے ضروری کاغذات اور خطوط کا انبار لگا رہتا تھا۔ کمرے کی دیواروں کے ساتھ کتابوں کی الماریاں لگا دی جاتیں۔ میز اور کرسی کا استعمال تو بہت بعد میں شروع ہوا۔

ہر صاحب علم کی طرح اُن کی لائبریری میں کتابوں کا اضافہ ہوتا رہتا اور پھر سال کے اختتام پر گھر بدلنے کی نوبت آتی، کتابوں کو گتے کے ڈبوں میں بند کیا جاتا جو اپنے نئے مستقر کی طرف روانہ کیے جاتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابا جان نے اپنے نام کے پیڈ چھپوار کھے تھے، خطوط کے جوابات تحریر کرتے تو کاغذ کا کوئی کونہ ضائع نہ ہونے دیتے۔ دائیں بائیں، اوپر نیچے جہاں جگہ خالی ہوتی، کاغذ اپنے دامن میں حروف کو سمیٹتا چلا جاتا۔ اُردو اخبارات کو مضمون بھجواتے تو میری نقل نویسی کام آتی۔

کسی کھڑکی پر ایک چھوٹا سا ٹرانسسٹر اپنی باری کا منتظر رہتا۔ ابا جان پاکستان کی خبریں سننے کے لیے خاص طور پر اُسے آن کرتے اور خبریں سننے کے بعد اُس کا کان مروڑ دیا جاتا۔ میں نے انہیں اُردو کا کوئی پروگرام سنتے نہیں دیکھا۔

ان کی زندگی صبر و تحمل کا آئینہ تھی۔ ابا جان کو غالباً لڑکپن سے کان بہنے کا عارضہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ ساری عمر پرہیزی کھانا کھاتے رہے ایسا کھانا جس میں مرچ کا شائبہ تک نہ ہو۔ گھر میں اُن کے لیے علیحدہ سے ہنڈیا پکتی، کہیں دعوت پر جاتے تو ہدایت کر دی جاتی کہ اُن کے لیے بے مرچ کا ایک سالن پکا لیا جائے۔ سعودی عرب میں اس لحاظ سے سکون میں رہے کہ وہاں عربوں کے کھانے میں سرخ مرچ کی کوئی سبیل نہیں۔ اس لیے وہاں خصوصی ہدایت دینے کی نوبت نہ آتی۔

ایک موقع ایسا بھی آیا کہ روزانہ بلاناغہ انجکشن لگوانا ضروری ٹھہرا۔ اس لیے میں نے ابا جان کے ایک دوست ڈاکٹر کی رہنمائی میں بازو کو انجکشن کی سوئی سے داغدار کرنے کا فن سیکھا اور پھر کچھ عرصہ تک اس جسارتِ ناروا کا مرتکب ہوتا رہا۔ ہوسکتا ہے میرا اناڑی پن انہیں گھائل کرتا رہا ہو لیکن انہوں نے کبھی اُف تک نہ کی۔

رمضان ہو یا حج، پاکستان ہندوستان سے پُرانے احباب کی آمد رہتی تو ہر شخص کی حسب مراتب ضیافت کی جاتی۔ گھر میں متعدد ایسے اہل علم اور طلبہ کو دیکھا کہ جن کی ابا جان سے رفاقت، دوستی یا شناسائی تھی۔ حج کے دنوں میں یہ رونق دوبالا ہو جاتی۔

جامعہ کے اساتذہ میں شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد، قاری عبدالقوی، شیخ محمد المجذوب، شیخ سعد نداء، شیخ عمر فلاتہ، شیخ حماد الانصاری، شیخ عبدالکریم مراد اور متعدد چند اساتذہ کو زیارت کے لیے آتے دیکھا اور ابا جان کی معیت میں شیخ ابن باز کے دستر خواں کا بار بار لطف اٹھایا۔

رمضان میں عمرے کے لیے خصوصی سفر ہوتا۔ مکہ میں ایک کمرہ کرایہ پر لیا جاتا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رمضان کے آخری دس دن حرم مکی کی معطر انگیز شاموں کا حظ اُٹھاتے گزر جاتے کہ افطار سے پہلے کعبہ کے چہار اطراف روزے داروں کی یوں صف بندی ہو جاتی اور سامنے ٹھنڈے پانی کی صراحیاں، گرم گرم چائے کے تھرماس اور کھجور سے بھری تھالیاں نظر نواز رہتیں، ائمہ حرم میں سے شیخ محمد سبیل سے ملاقات رہتی، ابا جان جب بھی مکہ مکرمہ جاتے تو چند حضرات سے خصوصی ملاقات کا موقع نکالا لیتے جن میں حکیم معراج اور بعد ازاں اُن کے اپنے شاگرد رشید محمد عاصم الحداد شامل تھے۔

حج کے اسفار کا کچھ تذکرہ پچھلے ابواب میں ہو چکا ہے۔

ایک دو دفعہ ابا جان کے ساتھ طائف جانے کا بھی موقع ملا، جہاں اس زمانے میں ڈاکٹر قیوم سعادت اور ڈاکٹر عبدالحق ابا جان سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔

میرے مدینہ سے رخصت ہو جانے کے بعد ابا جان نے جدہ کے کئی دعوتی اسفار کیے، وہاں میرے بڑے بھائی شعیب سعودی ائر لائنز میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے مقیم تھے۔ رہائش اُن کے ہاں رہتی اور پھر مختلف احباب کے ہاں درس قرآن کی محفل جمتی۔

ایک دفعہ پاکستانی اسکول کے احاطہ میں اس درس کا ہونا یاد ہے۔ جدہ کے احباب میں محی الدین سلفی (مرحوم) سے خصوصی تعلق تھا۔ ڈاکٹر عمر چھاپرا جمعیت طلبہ کے زمانہ سے ابا جان کے شاگرد رہے ہیں اور اُن دنوں سعودی مانیٹری ایجنسی کے روحِ رواں تھے، چند ملاقاتیں اُن سے بھی رہیں۔

الحمد للہ کہ ابا جان کے نقش قدم پر میں جہاں بھی رہا، درس قرآن کا اہتمام کرتا رہا۔ مسجد توحید لندن میں میرا ہفتہ وار درس پندرہ سال سے جاری ہے اور اس سال ان شاء اللہ اختتام پذیر ہو رہا ہے۔

ابا جان تعطیلات میں کراچی یا فیصل آباد جاتے تو وہاں کے احباب بھی اس بزم کو سجاتے۔ کراچی کی ایک منارہ مسجد اس درس کی میزبان رہی ہے۔

وفات سے چند سال قبل جامعہ ابوبکر کراچی کی ایک تقریب میں خطاب کرنے کے لیے جامعہ کی دوسری یا تیسری منزل تک تمام سیڑھیاں طے کرتے ہوئے خود گئے اور وفات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دو سال قبل اسلام آباد کی اسلامی یونیورسٹی میں حدیث کے موضوع پر ایک سمینار منعقد ہوا جس کی ایک نشست کی صدارت بھی کی اور مختصر خطاب سے بھی نوازا۔

ابا جان کے قریبی رشتہ داروں کا حلقہ چچا زاد اور ماموں زاد بھائیوں اور بہنوں کی حد تک تھا۔ انہوں نے اس حلقے میں رشتے ناطے بھی کیے، ان کی خوشی اور غم میں شریک بھی رہے اور مدینہ سے پاکستان آتے جاتے ان سب سے ملاقات کی سبیل بھی نکالی۔ میرے ننھیالی رشتہ داروں سے بھی خوب رشتہ نبھایا۔ ضرورت کے وقت اُن کے کام بھی آتے رہے۔ الحمدللہ کہ مدینہ کے قیام کے بعد وہ یہ حیثیت رکھتے تھے کہ دامے درمے حاجتمندوں کی مدد کر سکیں۔

میں مدح خود کی تہمت سے بچ سکوں تو کہوں کہ میں نے ابا جان کی اس خصلت کو اپنانے کی پوری کوشش کی ہے۔ جب بھی پاکستان جانا ہوتا ہے، اُن تمام عزیزوں سے ملاقات کی سبیل نکالتا ہوں۔ جنہیں اپنے گھر آتے جاتے دیکھا تھا۔ مجھے اس بات کا بخوبی احساس ہے کہ ان تمام اعزّہ میں سے دوبارہ وہی مجھ سے رابطہ رکھتے ہیں جو یا تو دینی مزاج رکھتے ہیں یا صلہ رحمی کی برکتوں سے واقف ہیں۔

صبح کی سیر کی طرح ابا جان علی الصبح اخبار پابندی سے پڑھا کرتے تھے۔ ہمیں جب اخبار پڑھنے کو ملتا تو دیکھتے کے عورتوں کی تمام تصاویر پر سیاہی پھری ہوئی ہے۔ ٹی وی کا گھر میں گزر نہ ہونے دیا۔ جیسا کہ پہلے تذکرہ آچکا ہے، خبریں سننے کے لیے صرف ریڈیو کا سہارا لیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ لندن کے قیام کے بعد مجھے اس خصلت کو اپنانے کی توفیق نہ ہوئی۔ ٹی وی کے تعلیمی وتفریحی پہلو نے اُسے باعث کشش بنائے رکھا۔ گو میری تدریسی اور دعوتی مصروفیات اس آلہ دلنواز کے لیے مشکل سے وقت نکال پاتی ہیں لیکن اس کی قربت کو خالی از مکروہات نہ پایا۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتا رہتا ہوں کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی شیطان کے پھندے کا شکار ہو جاتا ہے۔

ہمارے گھر میں غنا و موسیقی کا کوئی چلن نہ تھا۔ بازار سے گزرتے گانوں کی آواز کان میں پڑ جایا کرتی تھی، عید ہو یا شادی بیاہ، عورتوں کو بھی کبھی دف بجاتے، گاتے دیکھا، خود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب اپنے بچوں کی شادی بیاہ کا موقع آیا تو بچیوں کو دف بجاتے دیکھ کر عہد نبوی کے اس رواج کو بنظر استحسان دیکھا۔

ایسے ہی اپنے گھرانے میں پردے کا سخت اہتمام دیکھا جو ابھی تک ہمارے خانوادے کی پہچان رہا ہے۔ گو اب زبان و مکان کی گردش کے ساتھ کہیں کہیں نقاب سے مروجہ حجاب کی سرحدوں کو چھوتا نظر آ رہا ہے۔ معاشرے میں پھیلی ہوئی منکرات سے اکثر بیزاری کا اظہار کرتے۔

مدینہ کے ایام میں بھی بارہا ایسا ہوا کہ جب کبھی کوئی غیر اخلاقی، غیر شرعی چیز دیکھی تو شیخ ابن باز کو توجہ دلاتے، نجی ملاقات کرتے یا تحریری طور پر لکھ کر دیتے۔

جب پاکستان واپس منتقل ہوئے تو نوے کی دھائی میں ایک اور جماعتی نظم کے داغ بیل ڈالنے والوں میں سرفہرست تھے جن میں اُن کے پُرانے اور نئے احباب شامل تھے۔ اس مقصد کے لیے دو چار اجلاس بھی ہوئے جن کی کارروائی کا رجسٹر میری نظروں سے گزرا ہے۔ جہاں مختلف تجاویز آئیں وہاں ابا جان کی طرف سے یہ خصوصی تجویز بھی دیکھی کہ اخبار و رسائل میں عریانی اور فحش اشتہارات کے سدباب کے لیے کوئی اقدام کیا جائے کہ جس میں ارباب حکومت سے مراسلت بھی شامل تھی۔ غالباً یہ نظم چل نہ سکا کہ اس میں شامل اکثر احباب ایسے تھے جو عمر کے اس مرحلے میں پہنچ چکے تھے جبکہ حرکت سے زیادہ آرام کی طرف طبیعت مائل رہتی ہے۔

ابا جان کی بذلہ سنجی، ظرافت اور حس مزاح کی فراوانی کے سب ہی معترف ہیں۔ فہمائش کرتے وقت بھی لطیف پیرائے میں بات کرنا کم لوگوں ہی کے مقدر میں ہوتا ہے، کسی اجنبی سے ساتھ بھی مسکرا کر ملنا ایک نیکی ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ابا جان کی یہ نیکی بھی ان کے نامۂ اعمال کا حصہ بنے گی۔

برادرم سہیل نے ابا جان کے قیام مدینہ کے دوران کے چند واقعات سنائے:

ابا جان اپنے دور کے تمام غیر اسلامی نظریات کی شدید مخالفت کرتے رہے، متحدہ ہندوستان کے وقت سے انگریز دشمنی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، پاکستان میں ایوبی دور کی غیر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی اصلاحات کے شدید ناقد رہے، بھٹو کے سوشلزم کو کبھی پسند نہیں کیا۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں پاکستانی طلبہ کا اجتماع تھا جس میں نواب زادہ نصر اللہ خان بھی شریک تھے، ابا جان نے عصر حاضر کی جمہوریت کو خوب تنقید کا نشانہ بنایا تو نواب زادہ نے برا منایا اور کہا کہ بدترین جمہوریت بھی بہترین آمریت سے بہتر ہے، ابا جان کا کہنا تھا کہ ہندوستان ہو یا پاکستان وہاں ہمیشہ منفی سیاست چلتی رہی ہے۔

ایک لطیفہ سنایا کہ ٹرین کے سفر میں دو آمیوں کی ملاقات ہوئی، ایک نے دوسرے کا نام پوچھا تو کہا کہ میرا نام کلب علی (علی کا کتا) ہے۔ پھر اس نے مخاطب کا نام پوچھا تو وہ بولا کہ میرا نام خنزیر اللہ ہے (یعنی اللہ کا سوٗر) پہلے نے برا مناتے ہوئے پوچھا کہ یہ کیا نام ہوا تو اس نے کہا کہ اگر علی کا کتا ہوسکتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کا خنزیر نہیں ہوسکتا۔

مولانا محمد حنیف ندوی کے حوالے سے بتایا کہ اُن سے پوچھا گیا کہ اہل حدیث کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: کہ وہ جو جب بھی نماز پڑھے تو رفع یدین ضرور کرے۔

ابا جان کے بارے میں بتایا کہ نماز میں بڑا انہماک تھا مسجد نبوی میں فجر کی نماز کا التزام رکھتے اور بعض دفعہ قراءت کا اتنا اثر لیتے کہ رقت طاری ہو جاتی۔

۱۹۷۱ء کی پاک ہند جنگ کی خبریں اہتمام کے ساتھ سنتے، جیسے جیسے مشرقی پاکستان کے حالات دگرگوں ہوتے گئے تو رات کو اُٹھ کر دعائیں کرتے اور دعا کرتے کرتے گریہ طاری ہو جاتا۔

بھٹو کے خلاف تحریک میں جو لوگ شہید ہوئے اُن کی غائبانہ نماز جنازہ مسجد نبوی کے باہر جو مظلّات (چھتری نما سائبان) بنے ہوئے تھے وہاں پڑھائی۔ جہاد افغانستان کی خبریں آنا شروع ہوئیں تو اُن کا جوش دیدنی تھا۔

احسان الٰہی ظہیر کے ساتھ مراسم میں اتار چڑھاؤ رہا۔ ایک مرتبہ احسان نے مسجد نبوی میں ابا جان کی اس بات کی بنا پر چند نازیبا باتیں کیں کہ انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری سے یہ بات منسوب کی ہے کہ انہوں نے مرزا غلام احمد کو کافر نہیں کہا۔ بعد میں احسان الٰہی اپنی بیگم کو لیکر گھر آئے اور اپنے رویے پر شرمندگی کا اظہار کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احسان ایک مرتبہ پاکستان سے تشریف لائے تھے اور غالباً پاکستان ہاؤس میں ٹھہرے ہوئے تھے، ابا جان نے ضیافت پر مدعو کیا انہیں لانے کے لیے میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر خبیب گئے لیکن جانے میں تاخیر ہوگئی، دیکھا کہ احسان کافی ناخوش ہیں، کہا کہ میں نے انتظار کرتے کرتے بالآخر کھانا کھالیا ہے اور پھر کسی صورت آنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

ابا جان کہتے ہیں کہ احسان کا مجھ پر ایک احسان بھی ہے اور وہ یوں کہ جب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب بحیثیت صدر ہندوستان، سعودی عرب تشریف لائے اور مدینہ منورہ میں شیخ ابن باز کی طرف سے اُنہیں استقبالیہ دیا گیا تو شیخ نے ابا جان کو استقبالیہ کلمات کہنے کی ہدایت کی۔ احسان نے مداخلت کی اور شیخ کو سمجھایا کہ ابا جان کا تعلق چونکہ پاکستان سے ہے، اس لیے ان کا صدر ہندوستان کے لیے استقبالیہ کلمات کہنا نامناسب ہوگا۔ شیخ نے اس بات کو بنظر تحسین دیکھتے ہوئے قبول کیا۔

عربوں کے حسن اخلاق کے ضمن میں بتایا کہ جب ابا جان حارۃ الجنان کے ایک مکان میں مقیم تھے جس کا مالک ایک نانبائی تھا۔ ایک دفعہ ابا جان اس کی دکان پر گئے تو مالک مکان نے آکر ابا جان کی پیشانی کو چوما اور کہا: انت شیخ مبارك۔

اس طرح ایک سفر میں ٹیکسی ڈرائیور کو بوقت نماز رُکنے کے لیے کہا تاکہ نماز ادا کی جاسکے تو ڈرائیور نے کہا: محلّ ما تقول (یعنی جہاں کہو روک دوں گا)۔

جو حضرات مدینہ منورہ میں ابا جان کی قیام گاہ پر ملاقات کے لیے آئے یا جن کی ضیافت کی، اُن میں مولانا ابوالحسن ندوی، مولانا منظور نعمانی، مفتی محمود اور کوثر نیازی شامل ہیں۔

مدینہ منورہ کے سولہ سالہ قیام کے بعد جب رخصتی عمل میں آئی تو آبدیدہ ہوئے، گو شاعری نہیں کرتے تھے لیکن اس موقع پر زبان پر اشعار کا ورود ہوتا گیا۔

علالت قبل از وفات

میں نے اُنہیں ہسپتال کے بستر پر دو مرتبہ دیکھا۔ ایک جبکہ وہ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد فیصل آباد میں دوبارہ اقامت گزیں ہوئے۔ وہاں ایک مرتبہ سخت بیمار پڑے کہ ہسپتال میں داخلے کی نوبت آئی۔ مجھے اطلاع ملی تو ہم میاں بیوی بھاگے بھاگے لندن سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصل آباد پہنچے اور انہیں سخت تکلیف کے عالم میں صابر وشاکر پایا۔

دوسرے وفات سے ایک سال قبل جب حمام میں پھسل جانے کی بنا پر کمر میں چوٹ آئی اور پھر مسلسل بے آرامی محسوس کرتے رہے۔ میں موسم بہار کے موقع پر اُن کی زیارت کے لیے حاضر تھا۔ آپریشن تجویز ہوا جس کی غرض سے انہیں اسلام آباد کے الشفاء ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ جہاں مجھ سے چھوٹے بھائی ڈاکٹر خبیب حسن بطور معالج کام بھی کر رہے تھے۔ اس وقت کمزوری اپنی آخری حدوں کو چُھو رہی تھی۔ لٹا کر بٹھانا اور بٹھا کر لٹانا پڑتا تھا لیکن انہیں اللہ کی تقدیر پر راضی اور مطمئن پایا۔

اکثر وقت بے وقت نماز کی نیت کر لیتے کہ وقت کا ادراک نہ رہا تھا۔ جمعہ کا دن نہ بھی ہوتا تو جمعہ کی تیاری کے لیے بے چین نظر آتے۔

ہسپتال سے گھر آنے کے بعد مستقل بستر سے لگ چکے تھے، جسم کو حرکت دلانے کے لیے وہیل چیئر پر بٹھا کر باہر لاتے اور مسجد کے ساتھ والی گلی سے ہوتے ہوئے پارک کے کنارے تک لیجاتے، آنکھیں بتا رہی ہوتیں کہ وہ اس اُٹھک بیٹھک سے بیزار ہیں۔

ایک خادم خاص اُن کے کمرے میں موجود رہتا جو اُن کی ضروریات کا خیال رکھتا۔ خوراک دلیے شوربے، دودھ اور چائے تک محدود ہو چکی تھی کہ جو برادرم خبیب اور برادرم راغب کے گھر سے آجاتی کہ دونوں ابا جان کے پڑوسی بلکہ اُسی ایک گھر کے مکین تھے۔ ۲۰۰۶ء کی اس ملاقات کے بعد اندازہ ہو چلا تھا کہ چراغ سحری ہیں لیکن دل میں یہ تمنا پھر بھی انگڑائی لیتی رہی کہ ایک دفعہ پھر ملاقات ہو گی۔

برادرم خبیب بتاتے ہیں کہ جب ۲۰۰۲ء میں برادرم سہیل کے ساتھ عمرے پر گئے اور وہاں پہلی مرتبہ حمام میں پھسلنے کا واقعہ پیش آیا تو کمر سیدھی کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ واپسی اس عالم میں ہوئی کہ اسٹریچر پر لایا گیا۔ خبیب کہتے ہیں کہ میں بغرض استقبال ائرپورٹ پر موجود تھا۔ سخت درد کے عالم میں تھے لیکن چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

جامعہ سلفیہ کے احباب میں سے حافظ مسعود عالم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ زیارت کے لیے آئے۔ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ ہمیں اندازہ نہ تھا کہ انہیں کمر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شدید تکلیف ہے لیکن ظاہر نہ ہونے دیا۔ ایک دفعہ سہیل کو اشارہ کیا کہ ذرا میری کمر سیدھی کردو!

روزِ وفات (جمعرات ۳ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ/۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء)

عُزیر (ابن برادرم خبیب) نے بتایا کہ صبح آٹھ بجے ابا جان کو انیما دیا چونکہ بہت کراہ رہے تھے۔ پیٹ پتھر کی طرح سخت تھا کچھ آرام آیا۔ خادم خاص حبیب اللہ کو ہدایت کی کہ پمپر صاف کردے۔

حبیب اللہ نے بتایا: وفات سے چند دن پہلے سے بولنا چالنا موقوف تھا۔ ایک دن دو مرتبہ میرا نام (صہیب) لیتے سنا۔ زیادہ تر کراہتے ہوئے دیکھا۔

اکثر نماز کے لیے ہاتھ باندھ لیتے۔ وفات کے دن پیٹ کے درد کی شکایت قبض کی بنا پر تھی۔ کوئی ساڑھے دس بجے کا عالم تھا کہ میں نے آنکھوں کا رنگ بدلتے دیکھا گویا نور باقی نہ رہا تھا۔ میں نے ٹانگوں کو ہاتھ لگایا جو عام طور پر بڑی سخت محسوس ہوتی تھیں لیکن اب بالکل نرم پائیں۔ میں نے اہل خانہ کو متوجہ کرنے کے لیے گھنٹی بجائی تو عزیر نیچے آئے۔ انہوں نے نبض دیکھی، سینے کی دھڑکن سننے کی کوشش کی۔ سانس دلوانے کا عمل بجالائے لیکن سانس اکھڑ چکا تھا، دوبارہ سانس نہ آیا۔ میں نے آنکھیں بند کردیں۔

خبیب کو اطلاع دی گئی وہ گیارہ سوا گیارہ تک ایمبولینس لے کر آئے لیکن اب وہ اس سواری سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ ایک گھنٹہ کے اندر سہیل، احمد، حامد، راغب بھی پہنچ گئے اور ظہر تک بڑے بھائی شعیب بھی آگئے۔

مجھے فون پر اطلاع دی گئی۔ میں نے التجا کی کہ میں پہلی فلائٹ سے آنے کی کوشش کروں گا، اگر جنازہ میرے آنے تک روک لیا جائے تو ممنون ہوں گا۔ رات گئے برٹش ائرویز کی ایک پرواز اسلام آباد جانے کے لیے تیار تھی، بھاگم بھاگ ائرپورٹ پہنچے۔ جہاز کی اکانومی کلاس پُر ہو چکی تھی، اس لیے جہاز کی بالائی نشستوں ہی میں جگہ مل سکی، عزیزم اُسامہ نے کریڈیٹ کارڈ سے ٹکٹ کی ادائیگی کرکے ہمیں روانہ کیا۔ صبح آٹھ بجے اسلام آباد ائرپورٹ پر تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابا جان کے جسد خاکی کو اس حالت میں دیکھا کہ گھر کی بیٹھک کو برف کی سلیں رکھ کر ٹھنڈا رکھا گیا تھا کہ جہاں وہ چارپائی پر ابدی نیند کے مزے لے رہے تھے۔ پیشانی کو چوم کر حسرت زدہ کھڑا رہا اور آہیں بھرتا رہا۔

دس بجے گھر سے ذرا فاصلے پر ایک پارک ہے جہاں جنازے کو لے کر گئے، صف بندی کی جا چکی تھی۔ جمعہ ۲۳ مارچ کا سورج کب کا طلوع ہو چکا تھا۔ ۲۳ مارچ کو یوم پاکستان منایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے سلامی دینے والے جہازوں کی گڑگڑاہٹ سے فضا گونج رہی تھی۔ ذرا شور کم ہوا تو میں نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر قبرستان کا رُخ کیا۔ قبر کھودی جا چکی تھی۔ میرے بھانجے محمد سالم اور پھر میں، قبر میں اُترے اور اللہ کی امانت کو اللہ کے سپرد کیا۔ قبر کی مٹی برابر ہوئی تو برادرم سہیل نے دعا کی:

اللهم اغفرله وارحمه، اللهم اكرم نزله ووسع مدخله، اللهم نقه من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس، اللهم اغسله بالماء والثلج والبرد، اللهم ادخله جنتك الفردوس۔ آمین!

اسلام آباد کے قبرستان میں جہاں جگہ ملی وہاں پلاٹ نمبر ۶۰ میں قبر نمبر ۱۳۶ ہے۔ ذرا فاصلے پر پلاٹ نمبر ۴۵ میں قبر نمبر ۴۰ میں والدہ کا مرقد ہے۔

اللہ ان دونوں قبروں کو نور سے بھر دے اور ان کے مکینوں کو حشر کی گھڑی تک سکون و آرام سے رکھے، ہاں! اب ملاقات ہوگی اور اللہ سے اُمید ہے کہ جنت الخلد میں ہوگی، اِن شاء اللہ!

تأثرات احباب پسِ وفات والد

ابا جان سے استفادہ کرنے والوں میں ایک نوجوان حفیظ الرحمٰن ہیں جو محمدی مسجد G-9/2 اسلام آباد میں وزارتِ اوقاف کی طرف سے متعین ہیں۔ سندھ سے تعلق ہے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں پڑھتے رہے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ۹۸ء میں اسلام آباد منتقل ہوا۔ فوائد مسند السراج پر تحقیقی کام کرنا چاہتا تھا لیکن کوئی کتب دینے پر آمادہ نہ تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُن کے اُستاد ڈاکٹر اکرم حسین علی مرحوم (جو کہ ابا جان کے مدینہ یونیورسٹی کے تلامذہ میں سے ہیں) نے کہا کہ اسلام آباد جاؤ اور میرے شیخ مولانا عبدالغفار حسن سے ملاقات کرو۔ چنانچہ اس طرح وہ والد صاحب سے مل پائے۔ ابا جان نے بہت مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ میری لائبریری میں آجایا کرو اور یہاں بیٹھ کر اپنا کام کرتے رہو۔

چنانچہ وہ صبح آٹھ بجے پہنچ جاتے اور لائبریری کا دروازہ اندر سے بند کر لیتے اور چار بجے تک مسلسل مطالعہ میں مصروف رہتے۔

یہ بھی کہا کہ جب تم اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ تو میں چاہتا ہوں کہ مشکوٰۃ کی اُن احادیث پر بھی تحقیق کرو جن پر شیخ البانی نے اپنے حاشیہ میں سکوت فرمایا ہے۔ بار بار کہا کہ مزید پڑھائی جاری رکھو۔

حفیظ الرحمٰن نے کہا کہ جب مسجد ہی کی ملازمت کرنا ہے مزید پڑھنے سے کیا حاصل؟ کہا کہ نہیں پڑھائی جاری رکھو۔ حفیظ الرحمٰن نے اس نصیحت کو پلے باندھ رکھا، ایم اے (عربی و اسلامیات) کے امتحانات دیئے۔ اوپن یونیورسٹی سے ایم فل کا امتحان بھی پاس کیا۔ اور آجکل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے لیے پی ایچ ڈی کا تھیسز لکھ رہے ہیں۔

انہوں نے مجھے بتایا کہ اُس وقت گھر سے ملحق مسجد کا ایک تھڑے کی شکل میں آغاز کیا جا چکا تھا۔ لوگ آتے تو نماز ہو جاتی۔ کہنے لگے ایک دفعہ اُن کی زیارت کے لیے آیا۔ گھر میں عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر کہا کہ سجدہ سہو کرو کہ میں نے شاید زیادہ رکعت پڑھا دی ہیں۔ میں نے کہا نہیں! مجھے یقین ہے کہ آپ نے چار رکعت پڑھائی ہیں۔ پھر وہ لائبریری میں چلے گئے، تھوڑی دیر بعد باہر آئے اور کہا کہ میں نے گیارہ رکعت پڑھائی ہیں۔ میں نے کہا میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ نے چار ہی پڑھائی ہیں۔ اگر آپ کو شک ہے تو آپ سجدہ سہو کر لیں لیکن میں نہیں کروں گا، کہنے لگے کہ پھر میں بھی نہیں کروں گا۔

ایک دفعہ لائبریری میں آئے، رو رو کر کہنے لگے کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو، میں نے کہا کہ کیا دعا کریں، تو کہا کہ میرے سارے ساتھی اللہ کے پاس جا چکے ہیں۔ شیخ ابن باز، شیخ البانی، شیخ عمر فلاتہ، تو میں کیوں جی رہا ہوں۔ دعا کرو کہ اللہ مجھے بھی اپنے پاس بلا لے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے کہا ہم یہ دعا نہیں کریں گے۔ایک دفعہ کہنے لگے کہ میں بوجھ بن گیا ہوں۔ میرے بیٹے میرے لیے دواوغیرہ لے کر آتے ہیں۔گو وہ محسوس ہونے نہیں دیتے لیکن مجھے تو احساس ہے۔

حفیظ الرحمٰن کہتے ہیں: جب عمرہ پر جانے لگے تو میں نے کہا کہ مجھے آپ کی متعدد کتب مستعار چاہئیں۔ کہنے لگے کہ علماء کتابوں کی چوری کو جائز سمجھتے ہیں، اس لیے بڑا احتاط رہنا پڑتا ہے۔میں نے کہا کہ وعدہ کرتا ہوں کہ ساری کتب لوٹا دوں گا۔

چنانچہ سہیل سے کہا کہ جو جو کتب یہ لیجانا چاہتے ہیں اُن کی فہرست تیار کرلو، میں نے کئی بڑی بڑی کتب جیسے مسند أبي یعلی، تهذیب التهذیب، تقریب التهذیب، سیر اعلام النبلاء، مؤطا وغیرہ اُٹھالیں۔کہا کہ مزید لینا چاہو تو لے سکتے ہو!

جب ارض حرمین سے واپس آئے تو کتابوں کے بارے میں پوچھا۔میں نے کہا کہ میں فلاں تاریخ کو ساری کتابیں لوٹا چکا ہوں۔اُس دن آپ واپس آنے والے تھے لیکن آپ کی آمد میں تاخیر ہوگئی۔

پھر میں نے حدیث کا اجازۃ طلب کیا تو کہا کہ کل تین بجے آنا۔میں وقت پر پہنچ گیا تو کہا کہ ابھی مصروف ہوں، فلاں نماز میں ملنا۔میں بروقت پہنچ گیا لیکن کہا کہ ابھی نہیں، فلاں وقت آنا، میں سمجھ گیا کہ میرا امتحان لے رہے ہیں۔غالباً چھ مرتبہ وقت دیا، بالآخر اجازۃ دے دیا۔میرے ایک ساتھی فیصل آباد سے ملاقات کے لیے آئے کہنے لگے کہ شیخ سے ملتے ہیں اور اُن سے اجازۃ لیتے ہیں۔میں نے اُنہیں بتایا کہ اتنی آسانی سے نہیں ملے گا۔

جب ابا جان سے ملے تو پوچھا کہ آپ اصلاً کس کام کے لیے آئے تھے؟ کہنے لگے کہ اپنے دوست سے ملنے کے لیے۔کہا کہ جب فیصل آباد سے اسی کام کے لیے آؤ گے تو دوں گا۔حفیظ الرحمٰن کہتے ہیں کہ اب تین سال آنے کو ہو رہے ہیں اور وہ نہیں آئے۔ ابا جان کو یاد تھا، کبھی کبھی پوچھ لیتے کہ وہ تمہارا دوست کہاں گیا؟

حفیظ الرحمٰن یہ بھی بتاتے ہیں کہ میں ابا جان کی وفات کے بعد اُنہیں غسل دینے کے لیے آرہا تھا، مقصود احمد ملے جو غالباً کہیں اور جانا چاہ رہے تھے۔میں نے اُنہیں بتایا کہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مقصد سے جا رہا ہوں۔ کہنے لگے: ان شیوخ کا جسم تو بالکل صاف ہوتا ہے، نہ کوئی براز نہ کوئی دوسری چیز! اور پھر میں نے ایسا ہی پایا، کوئی نجاست نہ تھی۔

برادرم عبداللہ کہلان ایک عراقی نوجوان ہیں، تعلیم کے اعتبار سے سول انجینئر ہیں، اسلام آباد میں ایک رفاہی ادارہ کے ساتھ کام کر رہے تھے، دینی تعلیم سے عشق انہیں ابا جان کے پاس کھینچ لایا۔ ۹۱ء سے ۹۴ء تک ابا جان کے پاس مستقل آتے رہے۔

بتاتے ہیں کہ جمال الدین قاسمی کی کتاب ''قواعد التحدیث'' سبقاً سبقاً پڑھی۔ صحیح البخاری کا درس چند دوسرے دوستوں کے ساتھ لیا۔ باب (إنما جعل الامام ليؤتم به) تک پڑھا تھا، ساتھیوں میں لیبیا کے ابوصفیہ اور چند الجزائری شامل تھے۔

بتاتے ہیں کہ ابا جان کے پاس باقاعدہ استفادہ کرنے والوں میں حبشہ کے تاج الدین عروسی، ڈاکٹر محمد ادریس اور ان کی بیگم ڈاکٹر فرحت ہاشمی، یونیورسٹی کے چند ازہری اساتذہ اور ایک پاکستانی استاد شامل تھے۔

عبداللہ کہلان پھر مانچسٹر (انگلینڈ) منتقل ہو گئے جہاں انہوں نے اپنے شعبہ میں تعلیم مکمل کی اور اب مکی مسجد اور بخاری سنٹر (مانچسٹر) میں کئی عربی کتب کا باقاعدہ درس دے رہے ہیں۔

دیگر اولاد و احفاد کے تاثرات خود اُن کے قلم سے اس کتاب کے دوسرے حصہ کی زینت بن رہے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سولھواں باب

اولاد و احفاد

اللہ تعالیٰ نے والد محترم کو کثرت اولاد سے نوازا۔ بیٹے اور بیٹیاں ملا کر گیارہ بچے آپ کی اولاد ہیں، جن میں سے تین بچے ایام طفولیت میں انتقال کر گئے۔ جبکہ آٹھ بچے جن میں سات بیٹے اور ایک بیٹی بقید حیات ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہیں:

۱۔ صابرہ خاتون، (دُرِّ نظر) ولادت (۱۹۳۶ء): ان کی شادی ابا جان کے پھوپھا مولانا عبداللہ سلفی عمر پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے حافظ عبدالرب سے ہوئی۔ اولاد میں ایک بیٹا محمد سالم اور پانچ بیٹیاں ہیں اور دامادوں میں مولانا محمود الحسن جمیری (سابق مدرس جامعہ الدراسات الاسلامیہ کراچی) شامل ہیں۔ آج کل متحدہ عرب امارات میں بسلسلہ ملازمت مقیم ہیں۔

۲۔ شاکرہ خاتون، ولادت (۱۹۳۸ء): بچپن میں انتقال کر گئیں۔

۳۔ شعیب حسن، ولادت (۱۹۴۰ء): پیشے کے لحاظ سے انجینئر ہیں۔ سب سے پہلے آئل ریفائنری کراچی میں کچھ عرصہ کام کیا، اس کے بعد پی آئی اے میں خدمت انجام دیتے رہے۔ وہاں سے سعودی عرب میں چلے گئے اور سعودی ایئر لائن میں کافی عرصہ گزارا۔ حرمین کے قریب رہنے کا موقع ملا اور اس طرح مدینہ منورہ میں والدین سے ملاقات بھی ہوتی رہتی تھی۔ جدہ میں رہتے ہوئے ان کے اہتمام وانصرام سے والد محترم کے دروس منعقد ہوتے تھے۔ ان کی شادی شیخ الحدیث مولانا محمد یونس دہلوی قریشی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اب کینیڈا میں مقیم ہیں، ان کی اولاد میں صرف ایک بیٹی ہے۔

۴۔ صہیب حسن، ولادت (۱۹۴۲ء): جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد نو سال بغرض دعوت و تبلیغ نیروبی (کینیا) میں مقیم رہے۔ ۱۹۷۶ء سے لندن میں دعوتی، تدریسی اور تصنیفی خدمات میں مصروف ہیں۔ ان کی اولاد میں چار بیٹے: وہیب، محمد عابد، اُسامہ اور مجاہد ہیں اور دو بیٹیاں ہیں۔

۵۔ خبیب حسن، ولادت (۱۹۴۶ء): پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں، کچھ عرصہ وزارت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحت سعودی عرب کے زیر اہتمام ہسپتال مدینہ منورہ میں کام کرتے رہے۔ آج کل الشفاء انٹرنیشنل ہسپتال میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ان کی اولاد میں پانچ بیٹے: عمیر، نمیر، نضیر، عزیر اور اُسید ہیں اور تین بیٹیاں ہیں۔

۶۔ عمیر حسن، ولادت (۱۹۴۹ء): بچپن میں انتقال کر گئے۔

۷۔ فرحت خاتون، ولادت (۱۹۵۰ء): ان کا انتقال بھی بچپن میں ہو گیا۔

۸۔ سہیل حسن، ولادت (۱۹۵۱ء): جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد والد محترم کے ساتھ جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں کام کیا، اسی دوران اسلام آباد منتقل ہو گیا۔ ۱۹۸۴ء سے اب تک بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی سے وابستہ ہوں۔ اولاد میں تین بیٹے: یاسر، عامر، اور عمار ہیں اور چھ بیٹیاں ہیں۔

۹۔ راغب حسن، ولادت (۱۹۵۶ء): جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد سے اپنی تعلیم مکمل کی۔ آج کل رابطہ عالم اسلامی کے اسلام آباد کے دفتر میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اولاد سے ہنوز محروم ہیں۔

۱۰۔ احمد حسن، ولادت (۱۹۶۱ء): کراچی، فیصل آباد اور اسلام آباد میں تعلیم مکمل کی، آج کل سعودی عرب کی ایک غیر سرکاری رفاہی تنظیم کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ان کی اولاد میں دو بیٹے: غفران اور عمران اور ایک بیٹی ہے۔

۱۱۔ حامد حسن، ولادت (۱۹۶۴ء): کراچی، فیصل آباد اور اسلام آباد میں تعلیم مکمل کی، مختلف تعلیمی اداروں میں ملازمت کے بعد اب بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں کام کر رہے ہیں۔ ان کی شادی خانپور (ہزارہ) کے معروف قاضی خاندان کے ایک بزرگ حکیم محمد یحییٰ خان شفا کی بیٹی سے انجام پائی۔ اولاد میں دو بچے ہیں: ایک بیٹا ہشام اور ایک بیٹی ہے۔

اس طرح والد محترم کے احفاد میں ۱۶ لڑکے اور ۱۹ لڑکیاں ہیں، اور ان کے ذریعے ان کی نسل اور خاندانِ عمر پور کا سلسلہ جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ والد محترم کی اولاد میں سے مرحومین کو ان کے لیے ذریعہ شفاعت بنائے اور موجودین کو اپنی اطاعت میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دین اور دنیا کی کامیابیاں عطا فرمائے۔ (تحریر از: سہیل حسن)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ دوم

اَبا جان کی شخصیت کے چند پہلو	:	خبیب حسن
میرے مشفق اَبا جان	:	سہیل حسن
علم وعمل کا بحرِ بیکراں	:	راغب حسن
اَبا جان ایک دلآویز شخصیت	:	احمد حسن
اَبا جان ایک مثالی شخصیت	:	حامد حسن
نسلوں کے مربی	:	نمیر حسن
سنت نبوی کے نگہبان	:	عامر حسن
قرآن میں غوطہ زن	:	حافظ نضیر حسن
صبر وثبات کے پیکر دادا ابا	:	عُزیر حسن
دادا اَبا کی چند یادیں	:	اُسید حسن
اَبا جان کی شفقت ومحبت	:	اُمّ عمیر
شجرِ سایہ دار	:	اُمّ یاسر
إن ابراھیم کان أمة	:	رملہ حسن
نفسِ مطمئنہ	:	رفیدہ حسن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابا جان کی شخصیت کے چند پہلو

خبیب حسن احتشام

میری پیدائش مالیر کوٹلہ (انڈیا) میں ۱۹۴۶ء میں ہوئی۔ پاکستان ہجرت کے وقت میری عمر دو سال کے قریب تھی۔ اس طرح اپنے خاندان کا میں آخری فرد تھا جو انڈیا میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم والدہ صاحبہ سے حاصل کی۔ اسکول کی تعلیم کی ابتداء لاہور میں جماعت اسلامی کے قائم کردہ اسکول ''نیا مدرسہ'' سے کی اور پھر والد صاحب کے لائل پور (حالیہ فیصل آباد) منتقل ہونے پر وہاں جماعت ہی کے قائم کردہ اسکول ''اسلامی مدرسہ'' سے مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ میٹرک صابریہ سراجیہ ہائی اسکول سے کیا۔ اسکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ والد صاحب نے عربی ذوق پیدا کرنے کے لیے ''جامعہ تعلیمات اسلامیہ'' میں عربی کلاس میں داخل کرا دیا۔ اس کلاس میں عربی زبان سیکھنے کی ابتدائی کتاب ''طریقہ جدیدہ فی تعلیم اللغۃ العربیۃ'' پڑھی۔ اس کلاس کے استاد زرعی کالج کے عراقی طالب علم صالح مہدی السامرائی تھے۔ یہ سلسلہ مختصر عرصے ہی جاری رہا۔

والد صاحب کی ساہیوال منتقلی پر وہاں گورنمنٹ کالج میں انٹر میں داخلہ لیا۔ میٹرک میں میری پوزیشن اچھی آئی تھی، اُس وقت پنجاب میں صرف لاہور میں انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری بورڈ تھا اور میں بورڈ میں پہلے دس طلبا میں شامل تھا اور اسی بنا پر ٹیلنٹ اسکالرشپ کا مستحق ٹھہرا۔ والدہ صاحبہ کی شدید خواہش تھی کہ میں ڈاکٹر بنوں اس لیے انٹر میں پری میڈیکل گروپ میں شمولیت اختیار کی۔ ساہیوال کے قیام کے دوران والد صاحب اور ڈاکٹر اسرار صاحب کے قائم کردہ ''حلقہ مطالعہ قرآن'' میں والد صاحب سے ''ریاض الصالحین'' کے چند ابواب پڑھے۔ عربی گرامر کے بھی چند اسباق پڑھنے کا موقع ملا۔ اس وقت حلقہ مطالعہ قرآن کے طلبہ میں میرے علاوہ ڈاکٹر اسرار کے چھوٹے بھائی ابصار احمد انہی کے ایک کزن مظفر احمد اور اقتدار احمد مرحوم کے برادر نسبتی صلاح الدین ایوبی تھے۔

گورنمنٹ کالج ساہیوال سے انٹر کرنے کے بعد نشتر میڈیکل کالج ملتان سے ۱۹۷۰ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں ایم بی بی ایس کیا۔

میڈیکل کالج میں داخلے کے وقت ہی والد صاحب سعودی عرب منتقل ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر بننے کے بعد نشتر ہسپتال میں چھ مہینے کا ہاؤس جاب کیا۔ ابھی ہاؤس جاب ختم ہوا ہی تھا کہ ۱۹۷۱ء کی جنگ شروع ہو گئی۔ پاکستان آرمی نے لازمی خدمت کے تحت طلب کر لیا۔ جنگ کے دوران لاہور محاذ پر خدمات انجام دیں۔ جنگ کے بعد ایک سال کراچی میں پاکستان نیوی میں طبی خدمات انجام دیں۔ ہندوستان سے جنگی قیدیوں کی واپسی کے بعد ۱۹۷۴ء میں فوج سے رخصت لی۔ تقریباً ایک سال بعد ۱۹۷۵ء میں سعودی عرب میں وزارتِ صحت میں ملازمت اختیار کی۔ یہیں مدینہ منورہ میں والد صاحب کی معیت میں عملی زندگی کا نیا سفر شروع کیا۔ مدینہ منورہ میں والد صاحب نے وہاں کی پاکستانی کمیونٹی کے لیے ہفتہ وار درس کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا جس میں، میں نے باقاعدگی سے شرکت کی اور وہ دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے ریکارڈ کیے۔ ان دروس میں جہاں مختلف دینی موضوعات پر سیر حاصل معلومات حاصل ہوئیں وہاں تفسیر قرآن کے ذریعے قرآن فہمی کا شعور بھی پیدا ہوا۔

والد صاحب ۱۹۸۴ء میں فیصل آباد آ گئے اور یہیں رہائش اختیار کی۔ ۱۹۸۶ء میں، میں بھی سعودی عرب سے واپس آ گیا اور والد صاحب کے ساتھ ہی رہنے لگا۔ فیصل آباد ہی میں، میں نے صبح کی ملازمت کے ساتھ شام کو پریکٹس شروع کی۔ یہاں بھی والد صاحب نے ہفتہ وار درس کا سلسلہ شروع کیا اور مجھے اس میں شرکت کی سعادت حاصل رہی۔ والد صاحب جب اسلام آباد منتقل ہوئے تو ایک سال بعد ہی میں بچوں کے ساتھ یہاں منتقل ہوا لیکن رہائش والد صاحب سے الگ میسر آئی۔ ۲۰۰۰ء میں والد صاحب کے ساتھ رہائش پذیر ہوا۔ لیکن مجھے اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ہری پور رہنا پڑتا تھا، ہفتہ وار چھٹی کے دن ہی اسلام آباد کا چکر لگتا تھا۔ اس عرصے میں والد صاحب سے قدرے دُوری رہی کہ صرف ہفتے میں ایک دن حاضری کا موقع ملتا تھا۔ ۲۰۰۳ء میں شفاء انٹرنیشنل ہسپتال میں ملازمت اختیار کی تو زیادہ وقت کے لیے والد صاحب کی خدمت کی سعادت حاصل رہی۔ یہ سلسلہ ان کے انتقال تک جاری رہا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابا جان کی علمی شخصیت کے حوالے سے میرے بڑے بھائی ڈاکٹر صہیب حسن نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ میں نے جہاں اپنے بھائیوں اور بہن کی طرح بچپن اور لڑکپن اُن کے زیرِ سایہ گزارا وہاں مجھے یہ شرف بھی حاصل ہے کہ میری عملی زندگی کا کافی حصہ اُنھی کے ساتھ گزرا، خاص طور پر اُن کی زندگی کے آخری آٹھ (۸) سال میں اُن کے بہت قریب رہا۔

① بچوں پر شفقت

ابا جان انتہائی شفیق باپ تھے۔ بچپن میں ہم سے شرارتیں سرزد ہوتی تھیں اور غلطیاں بھی لیکن اُنہوں نے کبھی مار پیٹ سے کام نہیں لیا۔ مجھے کوئی ایک بھی ایسا واقعہ یاد نہیں ہے کہ انہوں نے میرے بڑے بھائیوں، مجھے یا چھوٹے بھائیوں کو مارا ہو۔ صرف ڈانٹ ڈپٹ ہی پر اکتفاء کیا یا والدہ صاحبہ کو کہہ دیا کہ فلاں بچے کو سمجھا دو کہ پھر ایسا نہ کرے۔

مجھے اور چھوٹے بھائی سہیل کو اپنے اپنے بچوں کے ہمراہ ابا جان کی معیت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا ہے۔ چھوٹے بچوں پر بہت زیادہ شفقت فرماتے، گود میں لیکر خوب پیار کرتے۔ پیار کرتے ہوئے بچے کو مخاطب کر کے ''اکھیاں پپولے، نکیا ٹٹولے، کلّا کاٹے اور کچیمیں دے لے'' کہتے ہوئے بھینچ لیتے۔ کبھی بچے کو گود میں لے کر کہتے: "أضحك الله سنّك" (اللہ تجھے ہنساتا رہے)۔ ابا جان کی عمر کے آخری سالوں میں میرے بچے بڑے ہو گئے اور اپنی اپنی مصروفیات میں مشغول ہو گئے۔ ابا جان کے پاس اُن کی حاضری کئی کئی دنوں کے بعد ہوتی، اس دوران ہر ایک کے متعلق پوچھتے کہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ میرا چھوٹا بیٹا اُسید ان کی خدمت میں پیش پیش رہتا۔ جب بھی اُسے دیکھتے تو کہتے میرا ''ننّا شیر'' (اُسید کا لفظی مطلب) آ گیا۔ جب تک چلنے کی ہمت تھی، نماز کے لیے قریبی مسجد (جس کی بنیاد بھی ابا جان نے خود ہی رکھی تھی) میں جاتے۔ اُسید انہیں چپل پہناتا اور ہاتھ پکڑ کر مسجد لیجاتا تو کہتے کہ یہ میرا پروٹوکول افسر ہے۔

ہمارے، ہمارے بچوں اور پھر پوتے پوتیوں کے نام ابا جان نے ہی تجویز کیے۔ نام تجویز کرتے ہوئے ایسا نام تلاش کرتے جس سے تاریخ پیدائش معلوم ہو جائے۔ جیسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا نام ''خبیب احتشام'' میرے بڑے بیٹے کا نام ''عمیر غازی''۔ میرے بچوں کے بعد میرے اور دیگر بھائیوں کے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے سر پر بھی ان کی محبت سایہ فگن رہی۔

ابا جان کے انتقال کے وقت ہم چھ بھائی اسلام آباد میں موجود تھے، صہیب بھائی اگلے دن صبح لندن سے پہنچ گئے۔ ہمشیرہ صاحبہ اور بہنوئی، میری بڑی بیٹی و داماد کراچی سے اُسی رات پہنچے۔ جنازے میں سبھی موجود تھے۔ میرا بڑا بیٹا عمیر اپنی ملازمت کے سلسلے میں سوڈان میں تھا، تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد گھر آیا تو اندر داخل ہوتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اپنے دادا کی شفقت و محبت سے محرومی نے ہی اُسے اس طرح رونے پر مجبور کیا۔

ابا جان اپنے اعزّہ و اقارب کا بہت خیال رکھتے۔ جب کبھی لاہور یا کراچی جانا ہوا تو ہر ایک سے فرداً فرداً ملنے کی کوشش کرتے۔ جب کوئی اُن سے ملنے آتا تو سب گھر والوں کے متعلق دریافت فرماتے۔ زندگی کے آخری چند سالوں میں یادداشت کافی متاثر ہو چکی تھی لیکن کوئی عزیز ملنے آتا تو اسے پہچان لیتے اور خیریت پوچھتے۔

② شگفتہ مزاجی

دینی علماء کے متعلق عموماً کہا جاتا ہے کہ اُن کی طبیعت میں سختی اور لہجے میں کرختگی پائی جاتی ہے۔ لیکن ابا جان اس کے برعکس بڑے شگفتہ مزاج تھے، عام گفتگو میں بھی مزاح کا عنصر شامل رہتا تھا۔ ہمارے بڑے ماموں (عبدالشکور مرحوم) جب آتے تو خوب مزاحیہ جملوں کا تبادلہ ہوتا۔ گھر میں عموماً دوپہر یا رات کے کھانے کے بعد ہم سب گھر والوں کے ساتھ نشست ہوتی جس میں اپنی زندگی کے دلچسپ واقعات و مشاہدات بیان فرماتے۔ اسی ضمن میں لطائف بھی بیان کرتے۔ ان میں سے چند ایک جو میری یادداشت میں محفوظ ہیں وہ نقل کرتا ہوں۔

(۱) نمازیوں کی اقسام یوں بیان کیں:

آٹھ کے (یعنی صرف جمعہ جمعہ کی نماز پڑھنے والا)، کاٹھ کے (یعنی صرف نمازِ جنازہ پڑھنے والا)، تین سو ساٹھ کے (صرف عیدین کی نماز پڑھنے والا)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک قسم اس طرح بیان کی:

آبونی (پانی میسر آیا تو نماز پڑھ لی)، صابونی (جب کبھی صابن میسر آیا تو نہا دھو کر نماز پڑھ لی)، دابونی (دباؤ کے تحت نماز پڑھنے والا)۔

(۲) مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کا بیان کردہ ایک لطیفہ اکثر سناتے تھے:

کسی جلسے میں تقریر کرتے ہوئے شاہ صاحب نے ختم نبوت کے سلسلے میں یہ لطیفہ بیان کیا۔ حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ غلام احمد قادیانی اور میرے نام اور القابات وخطابات پر رَندہ چلاؤ۔ حضرت غلام قادیانی پر رندہ چلا تو حضرت غلام اور قادیانی ختم ہو گئے، صرف ''احمد'' رہ گیا۔ میرے نام سے امیرِ شریعت مولانا سید عطاء شاہ بخاری سب رندے کی نظر ہو گئے، باقی رہ گیا ''اللہ''۔ کیونکہ ''اللہ'' اور ''احمد'' پر رندہ نہیں چل سکتا۔ پھر مولانا نے اُونچی آواز میں فرمایا کہ میں نے اسے کب بھیجا ہے۔ حاضرین یہ نکتہ سنتے ہی لوٹ پوٹ ہو گئے۔

(۳) ایک فلسفی کا لطیفہ سنایا کہ وہ باہر سے گھر آئے تو اس قدر سوچ وبچار میں غرق تھے کہ کمرے میں داخل ہو کر اپنی لاٹھی کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور خود دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔ گھر کے افراد میں سے کوئی اندر داخل ہوا تو اُسے اشارے سے چپ رہنے کا کہا اور اپنا نام لیکر اسے بتایا کہ وہ بستر پر سو رہے ہیں لہٰذا خاموش رہو۔

(۴) چھوٹے بچوں کو یہ لطیفہ سناتے کہ ایک بڑے افسر کے ملازم نے مرغی کا سالن پکا کر صاحب کو پیش کیا اور سالن میں مرغی کی صرف ایک ٹانگ پیش کی۔ افسر نے پوچھا کہ دوسری ٹانگ کہاں گئی۔ ملازم بولا: سر! مرغی ایک ٹانگ والی تھی۔ افسر نے کہا کہ مرغی ایک ٹانگ والی بھی ہوتی ہے۔ نوکر بولا کہ سر! میں آپ کو کسی دن دکھاؤں گا۔ ایک مرتبہ صاحب اور نوکر بازار سے گزر رہے تھے کہ راستے میں چند مرغیاں نظر آئیں جن میں سے ایک نے اپنی ایک ٹانگ پروں میں چھپائی ہوئی تھی اور ایک ٹانگ پر کھڑی تھی۔ نوکر نے فوراً صاحب کو دکھایا کہ یہ دیکھیں ایک ٹانگ والی مرغی۔ صاحب نے ہُش کہا تو مرغی نے اپنی ٹانگ پروں سے نکالی اور دونوں ٹانگوں پر دوڑ پڑی۔ صاحب نے غصے سے نوکر کی طرف دیکھا۔ نوکر فوراً بولا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ اُس دن سالن کی پلیٹ میں بھی ہش کر دیتے تو دوسری ٹانگ بھی نکل آتی۔

③ کھیلوں سے دلچسپی

درس و تدریس اور تعلیمی و دعوتی سرگرمیوں کی وجہ سے کافی مصروف رہتے تھے۔ فجر کے بعد سیر اور ہلکی پھلکی ورزش ان کا معمول تھا۔ اس کے علاوہ خود کسی کھیل میں شریک ہونے کی فرصت نہ تھی لیکن ہم سے ہاکی، کرکٹ کے میچز کے بارے میں کبھی کبھار پوچھتے تھے اور پاکستانی ٹیم کی کارکردگی پر بھی تبصرہ فرماتے تھے۔ کرکٹ سے دلچسپی معمولی تھی اور وقت کا ضیاع کہتے تھے۔ ہاکی اور فٹ بال کو پسند کرتے تھے کہ مختصر وقت میں فیصلہ بھی ہو جاتا ہے اور اچھی خاصی ورزش بھی ہو جاتی ہے۔ جیل میں قید کے دوران اپنے قیدی ساتھیوں کے ساتھ والی بال کھیلتے رہے۔ جوانی میں تعلیم کے دوران جب وقت ملا تو شام کے اوقات میں والی بال ہی کھیلا۔ ہم سب بھائی کھیلوں کے شوقین تھے اور شام کے وقت گھر سے کھیلنے کے لیے نکلتے لیکن والد صاحب نے کبھی منع نہیں کیا۔ البتہ زیادہ وقت اس میں صرف کرنے پر تنبیہ ضرور کی۔

④ شعری ذوق

ابا جان اپنی تقاریر اور تحریر میں شعروں کا بھی استعمال کرتے تھے۔ علامہ اقبال اور الطاف حسین حالی کے بہت مداح تھے۔ غالب کے اشعار بھی کبھی موقع کی مناسبت سے استعمال کر لیتے تھے۔ عربی اشعار سے زیادہ لگاؤ تھا اور اپنی تحریر و تقریر میں استعمال کرتے تھے اور عربی اشعار گنگنایا بھی کرتے تھے۔ ایک شعر میرے حافظے میں محفوظ ہے جو وہ کبھی کبھار گنگناتے تھے۔ ع

ألا ليت الشباب يعود يوما فأخبره بما فعل المشيب

⑤ حکمت وطبابت

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ابا جان ایک سند یافتہ حکیم تھے لیکن انہوں نے پریکٹس نہیں کی۔ الٰہ آباد بورڈ سے حکمت کا امتحان پاس کیا۔ حکمت کی چند کتابیں اُن کے کتب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خانے میں کافی عرصہ رہیں۔ ھومیو پیتھک طریقہ علاج کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ گھر میں چھوٹے بچوں کا علاج ھومیو پیتھک دواؤں سے ہی کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ میرے ڈاکٹر بننے کے بعد بھی میرے چھوٹے بچوں کا معمولی امراض میں علاج انہی دواؤں سے اُن کے مشورے سے ہوتا رہا۔ ھومیو پیتھک طریقہ علاج سے والدہ صاحبہ کو بھی کافی دلچسپی تھی اور چھوٹی موٹی بیماریوں کا علاج خود ہی کر لیتی تھیں۔ اس طریقۂ علاج میں دلچسپی میرے بڑے بھائیوں کو بھی ہے۔ سب سے بڑے بھائی شعیب صاحب کو الیکٹرو ھومیو پیتھی میں کافی دسترس حاصل ہے۔ صہیب بھائی بھی ھومیو پیتھک طریقۂ علاج کا مطالعہ رکھتے ہیں لیکن دینی و تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے اس طرف توجہ نہ دے سکے۔

⑥ منکرات سے نفرت

گھر میں روزانہ اخبار کے لیے کوشش کی کہ ایسا اخبار لگوایا جائے جس میں تصاویر نہ ہوں یا کم سے کم ہوں۔ عام ملکی حالات جاننے کے لیے روزانہ ''نوائے وقت'' کو ترجیح دی۔ اس کے اتوار ایڈیشن میں خواتین کی نیم عریاں تصاویر ہوتی تھیں جو صبح اخبار وصول کرتے ہی پھاڑ دیتے تھے۔ اخبار میں بھی جہاں عورت کی تصویر دیکھی اس پر لکیر پھیر کر کوئی نہ کوئی ریمارکس لکھ دیتے، مثلاً ''لعنت، بے شرم، بے حیا'' وغیرہ۔ ہفت روزہ رسالوں میں ''تکبیر'' کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اُس میں بھی جب خواتین کی تصاویر شائع ہونا شروع ہو گئیں تو تکبیر کے ایڈیٹر ممتاز صحافی صلاح الدین کو اس طرف توجہ دلائی۔ نوائے وقت کے ایڈیٹر کو بھی متعدد بار خطوط لکھے لیکن انہوں نے اپنے کاروباری مصالح کی وجہ سے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔

اپنی تصویر کھنچوانے سے پوری طرح احتراز کیا۔ غالباً پہلی تصویر سیالکوٹ میں گرفتاری کے دوران جیل حکام نے کھنچوائی۔ پھر سعودی عرب جانے کے لیے پاسپورٹ کے لیے تصویر بنوائی۔ جلسوں اور دیگر اجلاسوں میں حتی المقدور فوٹو سے بچنے کی کوشش کی۔

منکرات پر غم وغصہ کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے کہ کراچی میں اپنے کسی عزیز کے جنازے میں تشریف لے گئے، میں ساتھ تھا۔ قبرستان پہنچے تو میت دفنائی جا رہی تھی اور کچھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ ایک طرف بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اُنہیں سخت الفاظ میں ڈانٹا کہ یہ جگہ اپنی موت کو یاد کرنے کا مقام ہے، خوش گپیوں کا نہیں۔

رؤیت ھلال کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے مختلف صوبائی حکومتوں میں جانا ہوتا۔ کراچی میں کمیٹی کا اجلاس حبیب بنک بلڈنگ میں ہوتا اور اجلاس کے بعد بنک کی طرف سے کھانے کا انتظام ہوتا لیکن والد صاحب بنک کے سودی معاملات کی وجہ سے معذرت کر کے چلے آتے۔

⑦ روزمرہ کے امور میں باقاعدگی

صبح کی سیر انتہائی پابندی سے کرتے تھے اور جب تک ہمت و طاقت نے ساتھ دیا اُن کا یہ معمول تھا۔ کبھی موسم کی بنا پر سیر کو نہ جا سکتے تو گھر ہی میں ہلکی ورزش کر لیتے تھے۔ رات کے کھانے کے بعد ٹہلنا معمول تھا۔

ہم نے جب سے ہوش سنبھالا انہیں بغیر مرچ والا سالن ہی کھاتے دیکھا۔ ان کے لیے والدہ صاحبہ الگ سے ہنڈیا پکاتی تھیں۔ چھوٹے بچے ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے سالن سے کھانا زیادہ پسند کرتے تھے۔ شادیوں اور دعوتوں میں عموماً چاول، دہی وغیرہ پر اکتفا کرتے۔ اعزہ و اقارب یا بے تکلف دوستوں کے ہاں دعوت کا بلاوا ہوتا تو انہیں پرہیزی کھانے کی ہدایات دے دی جاتیں۔

صبح ناشتے کے بعد گرم پانی سے کلّی کرنا معمول تھا۔ جب گیزر گھروں میں نہ تھے تو پانی گرم کرنے کے لیے چولھا استعمال ہوتا تھا۔ جب تک دانت موجود تھے ان کی صفائی کا اہتمام کرتے۔ مسواک، دانتوں کے منجن یا پھر ٹوتھ پیسٹ سے دانت صاف کرتے۔ روزانہ ڈائری پابندی سے لکھتے تھے، اہم واقعات درج کرتے۔ انہی ڈائریوں سے بڑے بھائی ڈاکٹر صہیب حسن نے اباجان کی سوانح حیات لکھنے میں بڑی مدد لی ہے۔ ان کی ڈائریوں میں ایک عہد کی تاریخ رقم ہے۔

⑧ صبر و برداشت

اباجان تین چار سال کے تھے کہ ۱۹۱۶ء میں انتہائی شفیق دادا پھر والد والدہ اور چھوٹا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائی فوت ہو گئے۔ دادی نے پرورش کی، لڑکپن کے زمانے میں وہ بھی ساتھ چھوڑ گئیں۔ انتہائی نامساعد حالات میں یہ عرصہ گزارا۔ لیکن اس کے باوجود کبھی اُن کی زبان پر اپنی محرومیوں کا تذکرہ اور نہ ہی کبھی حالات کا شکوہ آیا۔

ہم نے جب ہوش سنبھالا تو اُن کا کوئی سگا عزیز حیات نہ تھا۔ پھوپھی زاد یا ماموں زاد بہن بھائی موجود تھے۔ شاید اسی صلہ میں اللہ تعالیٰ نے کثرتِ اولاد سے نوازا۔ ہم سات بھائی اور ایک بہن بقید حیات ہیں۔ ابا جان کے انتقال کے وقت ان کے پوتوں پوتیوں، نواسوں نواسیوں کی تعداد ۳۵ کے قریب تھی۔ پڑپوتوں پڑپوتیوں اور پڑنواسوں، پڑنواسیوں کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔

لڑکپن سے جوانی اور جوانی سے ادھیڑ عمر تک ابا جان کی زندگی محنت و مشقت سے عبارت ہے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیمی صلاحیت بڑھانے کے لیے مختلف امتحانات کی تیاری بھی جاری رہی۔ اس کے علاوہ گھر کی ذمہ داری بھی ساتھ تھی۔ جماعت اسلامی کے دور میں مختلف شہروں کے دوروں پر جانا ہوتا تھا۔ انہی سفروں کے دوران ہمارے تین بہن بھائی فوت ہوئے یعنی کہ ابا جان گھر پر موجود نہ تھے۔ مواصلاتی وسائل بھی آج کی طرح اتنے ترقی یافتہ نہ تھے کہ فوری اطلاع پہنچائی جائے اور ابا جان جنازے کے وقت تک پہنچ جائیں۔ والدہ صاحبہ کے صبر و ہمت کی اعلیٰ مثال ہے جنہوں نے ہر لمحے، ہر موڑ پر ابا جان کا ساتھ دیا۔ یقیناً ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک خاتون کا ہاتھ ہے۔

عمر کے آخری سالوں میں مختلف بیماریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ۱۹۸۶ء کا آخر یا ۸۷ء کا اوائل تھا۔ فیصل آباد میں رہتے ہوئے پیٹ کی جھلّیوں کی سوزش میں مبتلا ہو گئے۔ پیٹ میں پانی بھر گیا، ڈاکٹر نے آپریشن تجویز کیا۔ میری چند ماہ پہلے ہی سعودی عرب سے واپسی ہوئی تھی۔ بیماری اور آپریشن کے تمام مراحل میرے سامنے ہی ہوئے تھے۔ تمام تر تکلیف اور اذیت کے باوجود کبھی مایوسی اور افسوس کا اظہار نہیں کیا۔ ہسپتال ہی میں قیام کے دوران میرے بڑے ماموں ابا جان کی عیادت کے لیے آئے۔ ماموں کی موجودگی کے دوران ہی ڈسپنسر ڈریسنگ بدلنے کے لیے آ گیا۔ اس نے پرانی پٹی اُتاری ہی تھی کہ ماموں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپریشن کا بڑا زخم دیکھ کر قریب پڑی کرسی پر چکرا کر گر پڑے لیکن ابا جان نے پٹی بدلنے کے دوران اُف تک نہ کی۔ اس بیماری سے صحت یاب ہونے کے کچھ ہی عرصے بعد ایک آنکھ میں تکلیف شروع ہوگئی۔ آنکھوں کے ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد بتایا کہ سفید اور کالا موتیا دونوں کا حملہ ہوا ہے اور آپریشن کے بعد ہی پتہ چلے گا کہ نظر کتنی بچی ہے۔ لیکن آپریشن کے بعد انکشاف ہوا کہ ایک آنکھ ضائع ہوگئی ہے۔ صبح و شام مطالعہ اور درس و تدریس میں مشغول رہنے والا شخص پھر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر گزار تھا کہ ایک آنکھ کی بینائی تو موجود ہے۔ ڈاکٹروں کے مسلسل منع کرنے کے باوجود کتب بینی سے پرہیز نہ کیا۔ عمر کے آخری دنوں میں اس آنکھ کی بینائی بھی انتہائی کم ہوگئی تھی۔ لیکن کسی پریشانی یا افسوس کا اظہار تب بھی نہ کیا۔

عمر کے آخری سالوں میں عمرے کے لیے سعودی عرب گئے، چھوٹے بھائی سہیل ساتھ تھے۔ مکہ مکرمہ میں ہوٹل کے باتھ روم میں پھسل گئے، کمر میں شدید چوٹ آئی۔ ایکسرے وغیرہ سے تشخیص ہوئی کہ ایک مہرے کا (Compressed) Frectured ہوگیا ہے۔ چلنا پھرنا محال تھا۔ بڑی بھاگ دوڑ اور وہاں پر موجود احباب کی معاونت سے اسٹریچر پر اسلام آباد واپسی ہوئی۔ میں ایمبولینس کے ساتھ ائرپورٹ پر موجود تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس تکلیف دہ سفر کے اثرات چہرے پر ہوں گے۔ لیکن ائرپورٹ بلڈنگ سے باہر لائے گئے تو ہمیشہ کی طرح خوش و خرم تھے۔ نہ ہی کمر کی تکلیف کے آثار چہرے پر اور نہ سفر کی صعوبت کا اظہار زبان پر۔

فیصل آباد کے قیام کے دوران ہی دونوں ہاتھوں میں رعشہ شروع ہوگیا تھا جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا۔ روزمرہ کے معمولات میں دشواری پیش آتی تھی لیکن کبھی ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔ اس Parkinsomsm نے پورے جسم کو لپیٹ میں لے لیا۔ پٹھے سخت ہوگئے، چلنے میں دشواری ہوتی تھی۔ کپڑے خود تبدیل نہیں کر پاتے تھے۔ اُٹھنے بیٹھنے میں بھی کافی دقت محسوس کرتے تھے۔ اپنی چارپائی سے اٹھتے وقت جھٹکے سے اٹھتے تھے جس میں آگے گرنے کا احتمال رہتا تھا۔

رعشہ تو عمر کے آخری چند سالوں میں بہت کم رہ گیا تھا لیکن دیگر تکالیف بدستور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود رہیں۔ انتقال سے ایک سال قبل اپنے کمرے میں گر پڑے جس سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اسلام آباد کے ایک معروف پرائیویٹ ہسپتال میں آپریشن کروایا گیا۔ میں ہسپتال میں موجود تھا۔ آپریشن تھیٹر سے جب باہر لائے گئے تو Spinal anaes thesia کی وجہ سے ہوش وحواس میں تھے، جسم کا نچلا دھڑسُن کیا گیا تھا اور چہرے پر کسی دکھ یا تکلیف کے کوئی آثار نہ تھے۔ اس آپریشن کے بعد اپنی ٹانگوں پر دوبارہ نہ کھڑے ہو سکے۔ کھانے پینے کے لیے سہارے سے بٹھاتے اور انہیں چمچے سے کھانا کھلاتے۔ بول و براز کا سلسلہ بھی بستر پر ہی ہوتا تھا۔ صفائی کے دوران یا بعد کبھی ناگواری کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی کوئی شکایت زبان پر لائے۔

میری رہائش گھر کی بالائی منزل میں تھی اور ابا جان کا کمرہ نچلی منزل میں چھوٹے بھائی راغب کے کمرے کے ساتھ تھا۔ کھانے میں کبھی تاخیر ہو جاتی اور میں یا میری بیوی یا بچوں میں سے کوئی کھانا لیکر اُن کے پاس جاتا تو صرف اتنا ہی کہتے کہ میں من وسلویٰ کے نازل ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ ہماری کوتاہیوں پر کبھی سرزنش نہ کی۔ صبر واستقامت کا ایک کوہِ گراں ثابت ہوئے۔

ابا جان کی زندگی کا ہر پہلو شاندار اور مثالی ہے اور ہم سب کے لیے رہبری و رہنمائی کا سرچشمہ۔ اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو نور سے بھر دے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے مشفق ابا جان

سہیل حسن

بیسویں صدی کے عین وسط میں، میں نے عمر پوری خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے اس دنیائے فانی میں قدم رکھا۔ اس وقت ابا جان لاہور میں جماعت اسلامی کے شعبہ تربیت کے سربراہ تھے اور اُن کے اکثر اوقات تربیت گاہوں اور اجتماعات میں صرف ہوتے تھے۔ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد جماعت کے قائم کردہ سکول ''نیا مدرسہ'' میں ابتدائی تعلیم شروع کی اور اس وقت یہ ادارہ شعبہ تربیت کے زیرِ نگرانی تھا اس لیے مجھے خصوصی حیثیت حاصل تھی۔ اس وقت مدرسہ کے سربراہ سیّد نقی علی مرحوم تھے اور مجھے بچپن کی یادوں میں یہ یاد آتا ہے کہ والدہ مرحومہ کے ساتھ نقی علی صاحب کے گھر جانا ہوا کرتا تھا جہاں ان کی اہلیہ اور والدہ بہت محبت سے پیش آتی تھیں۔ اسی زمانے کا وہ واقعہ بھی یاد آتا ہے کہ جب امی کی الماری سے ان کی اجازت کے بغیر چند روپے اُٹھانے کی وجہ سے جوان کے ہاتھوں پٹائی ہوئی اور اس بروقت سزا نے یہ سبق پڑھا دیا کہ مال ودولت سے محبت آخرت کے خسارے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کے بعد کسی کی دولت یا حیثیت کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے یا تمنا کرنے کا خیال بھی دل میں نہ آیا۔

۱۹۵۷ء میں ابا جان نے اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی اور لائل پور (حال فیصل آباد) منتقل ہو گئے، جہاں حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کے ساتھ مل کر جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ جس کا شعار تھا (الجمع بين القديم الصالح والجديد النافع) اور میری تعلیم اسلامی مدرسہ میں شروع ہوگئی جو کہ جماعت اسلامی کا قائم کردہ سکول تھا۔ میں اور میرے بڑے بھائی ڈاکٹر خبیب حسن جناح کالونی سے محمد پورہ تک روزانہ پیدل جایا کرتے تھے۔ خبیب بھائی تو کچھ عرصہ کے بعد صابریہ سراجیہ ہائی سکول منتقل ہو گئے لیکن میں نے ابتدائی تعلیم وہیں مکمل کی اور اس کے ساتھ ساتھ قرآنی تعلیم کے لیے جناح کالونی میں دارالقرآن والحدیث میں مولوی علم دین کے سامنے زانوئے تلمذ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طے کیے۔

ابا جان نے جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی ابتداء ۵- جناح کالونی والی بلڈنگ میں کی، جس میں ہماری رہائش بھی تھی۔ بیرونی کمرے میں شام کے وقت عربی کی کلاسیں ہوا کرتی تھیں اور دن میں خواتین کی قرآن کی کلاس ہوتی تھی جس میں والدہ مرحومہ بھی شریک ہوا کرتی تھیں۔

وہیں پر ابا جان نے جمعية احياء اللغة العربية کی داغ بیل ڈالی تا کہ نوجوانوں میں عربی زبان کا ذوق اور بولنے کی مشق کرائی جائے، جس میں گورنمنٹ کالج، زرعی کالج، جامعہ سلفیہ اور بعض اداروں کے نوجوان شریک ہوتے تھے۔ اس جمعیہ میں صہیب بھائی، زاہد اشرف اور دیگر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ انہی دنوں زرعی کالج میں ایک عراقی طالب علم صالح مہدی السامرائی زیرِ تعلیم تھے وہ بھی ان اجتماعات میں شریک ہوتے تھے۔ شرکاء کو عربی بولنے کا ایک نادر موقع مل جاتا تھا۔ دن میں جبکہ ابا جان کی کوئی مصروفیت نہیں تھی تو جامعہ سلفیہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا جہاں سائیکل یا کبھی بس پر تشریف لے جاتے تھے۔

لائل پور کے واقعات میں یہ بھی یاد آتا ہے کہ کچھ عرصہ شعیب بھائی نے ایک فیکٹری میں بھی کام کیا لیکن کام کی سختی اور قلیل معاوضہ کی وجہ سے جلد ہی ترک کر دیا۔ خصوصاً والدہ مرحومہ کو یہ کام بہت گراں گزرتا تھا۔ تقریباً پانچ سال وہاں گزارنے کے بعد جب جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں ترقی کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو ابا جان ڈاکٹر اسرار احمد کی خواہش پر منٹگمری (حال ساہیوال) تشریف لے آئے۔ جہاں حلقہ مطالعہ قرآن کے نام سے ایک ہوسٹل قائم کیا جہاں کالج میں زیرِ تعلیم طلبہ کی دینی علوم کی تعلیم اور تربیت کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس کلاس میں صلاح الدین، ابصار احمد اور خبیب بھائی شریک ہوتے تھے۔ صہیب بھائی مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کی غرض سے کراچی جا چکے تھے اور شعیب بھائی اس وقت لاہور میں زیرِ تعلیم تھے۔

ساہیوال میں ایک سال گزارنے کے بعد جب یہ منصوبہ بھی نہ چل سکا تو ابا جان دارالحدیث رحمانیہ کے احباب کی خواہش پر کراچی تشریف لے گئے۔ میری رائے میں اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح اللہ تعالیٰ ان کو اس سفر کے لیے تیار کر رہا تھا جس کی خواہش ابا جان کے دل میں اُمنڈتی لیکن اس کے لیے اسباب نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ابا جان کی زیارتِ حرمین کی خواہش اس انداز میں قبول فرمائی کہ انہیں مدینہ یونیورسٹی میں تدریس کے لیے بُلا لیا جبکہ دو مرتبہ ان کی حج کے لیے دی گئی درخواست ردّ ہو چکی تھی۔

۱۹۶۴ء کا وہ دن مجھے یاد ہے جب دونوں بڑے بھائیوں (شعیب، صہیب) کا ولیمہ تھا اور مدینہ یونیورسٹی کے اُستاد شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد ہمارے گھر پہنچے۔ ابا جان سے ملاقات ہوئی تو شیخ نے جامعہ اسلامیہ میں تدریس کے لیے خواہش کا اظہار کیا۔ ابا جان اپنی اتنی دیرینہ خواہش پوری ہوتے دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر دارالحدیث رحمانیہ کی انتظامیہ مجھے اجازت دیدے تو میں مدینہ جا سکتا ہوں۔ الحمدللہ ان حضرات نے بھی بخوشی ابا جان کو اجازت دیدی۔ اس طرح ابا جان ۱۹۶۴ء میں صہیب بھائی اور ان کی اہلیہ کے ہمراہ مدینہ تشریف لے گئے۔ میں اس وقت گورنمنٹ ہائی سکول جہانگیر روڈ میں نویں جماعت کا طالب علم تھا اور عزیز آباد سے وہاں تک بذریعہ بس سفر کرتا تھا۔ اس دوران وہ حادثہ بھی ہوا جس کا نشان میرے سر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ثبت ہو گیا۔

۷ ستمبر ۱۹۶۵ء کا وہ دن یادگار ہے جب میں والدہ مرحومہ اور اپنے تینوں چھوٹے بھائیوں (راغب، احمد، حامد) کے ساتھ سعودی عرب روانہ ہوا۔ ان دنوں PIA کی پروازیں صرف ظہران جایا کرتی تھیں۔ ظہران کی پرواز سے ہم لوگ جب وہاں پہنچے تو برادرم صہیب ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے۔ وہاں سے بذریعہ ٹیکسی ریاض پہنچے، ریاض ایئر پورٹ سے بذریعہ طیارہ مدینہ کا سفر کیا۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت کے ریاض ایئر پورٹ کی یہ حالت تھی جو ہمارے ہاں کے کسی خستہ حال ریلوے اسٹیشن کی ہوتی ہے۔ بہرحال مدینہ منورہ پہنچ کر شارع ابوذر پر محلّہ بخاریہ میں ہمارا پہلا پڑاؤ تھا۔ اس وقت شاید اتنا احساس نہ ہو لیکن اب یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا کرم ہے کہ اس نے مجھ ناچیز پر یہ انعام کیا کہ کم عمری میں ہی مدینہ منورہ میں پندرہ سال رہنے کی سعادت بخش دی جبکہ میری عمر بھی اس وقت پندرہ سال تھی۔ تیس سال کی عمر میں ایم اے کی ڈگری کے ساتھ واپسی ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ میں میری تعلیم کے بارے میں ایک رائے یہ تھی کہ پرائیویٹ میٹرک کی تیاری کی جائے اور جدہ میں قائم پاکستانی سکول میں امتحان دیا جائے اور برادر صہیب حسن تدریس کی ذمہ داری لیں۔ اس رائے کے مطابق کام شروع بھی ہوا لیکن اسی سال صہیب بھائی اپنی تعلیم مکمل کر کے عازم نیروبی ہوئے اور میں اسی طرح لٹکا رہ گیا۔ ابا جان نے دارالحدیث میں داخلہ لینے کا حکم دیا اس طرح میری دینی تعلیم کا آغاز ہوا اور عصری تعلیم کا دورانیہ ختم ہو گیا۔ دارالحدیث میں ایک سال پڑھنے کے بعد مدینہ یونیورسٹی میں قائم المعہد المتوسط کے تیسرے سال میں داخلہ مل گیا۔ اس کے بعد المعہد الثانوی میں تین سال گزارے اور اس طرح وہاں کی ثانوی تعلیم کے بارہ سال کا نصاب مکمل کر لیا۔ اس تعلیم کا مجھے یہ فائدہ ہوا کہ عربی زبان میں مہارت، بولنے میں روانی، عقائد میں پختگی اور دینی علوم کی مضبوط بنیاد فراہم ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ اگلے مراحل میں مجھے عربی زبان کے حوالے سے کوئی دقت یا پریشانی نہیں ہوئی جو اکثر پاکستانی طلبہ کو پیش آتی تھی۔ اس کے علاوہ حفظ قرآن کا بھی سنہری موقع مل گیا۔

المعہد الثانوی کے بعد کلیۃ الدعوۃ واصول الدین میں داخلہ مل گیا جس میں چار سال دینی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں اس وقت کے بہترین علمائے کرام سے پڑھنے کا موقع ملا، جن میں شیخ حماد الانصاری، شیخ محمد المجذوب، شیخ صالح، شیخ عبدالعزیز الشبل اور مصری اساتذہ میں سے شیخ محمود عبدالوہاب فاید، شیخ عبدالعزیز الجہنی، شیخ یوسف النجار جیسے علماء سے استفادے کا موقعہ ملا۔

ان دنوں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ جامعہ کے نائب صدر تھے۔ اکثر شیخ کے دروس اور تقاریر سننے کا موقعہ ملا۔ ان دنوں ابا جان سے استفادے کا موقعہ نہیں مل سکا اس لیے کہ وہ اس وقت کلیۃ الشریعۃ میں استاد تھے اور بعد میں کلیۃ الحدیث میں منتقل ہو گئے تھے۔ انہی دنوں شاہ فیصل یونیورسٹی تشریف لائے تھے اور ان کے اعزاز میں ایک شاندار جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں شیخ مجذوب نے ایک قصیدہ بھی پیش کیا تھا۔

شاہ فیصل مرحوم کے حوالے سے یہ بھی یاد آیا کہ ایک سال یونیورسٹی کی طرف سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کردہ حج کیمپ میں شرکت کا مجھے موقعہ ملا۔ وہاں یہ طے پایا کہ یونیورسٹی کے طلبہ کا ایک وفد شاہ مرحوم کو سلام کرنے کی غرض سے ان کے دفتر جائے گا۔ مجھے یہ شرف حاصل ہوا کہ پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے میں نے شاہ فیصل سے ملاقات کی اور یہ ملاقات بغیر کسی کرّ وفر کے انتہائی سادہ ماحول میں ہوئی تھی۔

مدینہ منورہ میں رہائش کے دوران کئی عالمی شخصیات سے ملنے یا صرف دیکھنے کا موقعہ ملا، ان میں مولانا منظور نعمانی، مولانا سیّد ابوالحسن ندوی، مولانا مودودی، میاں طفیل محمد، مفتی محمود صاحب، اخوان المسلمون کے مشہور لیڈر سعید رمضان، شام کے مشہور محدّث علامہ ناصرالدین الالبانی رحمهم الله جميعاً۔

شیخ البانی سے میرا تلمذ کا رشتہ بھی ہے اور وہ ایسے کہ میں ایم اے کے پہلے سال میں لائبریری میں مخطوطات کی فہرست مرتب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں شیخ البانی داخل ہوئے اور مجھے دیکھ کر پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے جواب دیا تو فرمانے لگے: آؤ! میں تمھیں بتاؤں کہ فہرست کس طرح بناتے ہیں اور میرے سامنے رکھے ہوئے کارڈوں کو مرتب کرتے ہوئے طریقہ بتایا جس سے ترتیب دینے میں آسانی ہوگئی۔

شیخ البانی نے غالباً ایک سال تدریسی ذمہ داری انجام دی، اس عرصہ میں برادر صہیب حسن کو ان سے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ شیخ کے جانے کے بعد ہی ابا جان کا تقرر ہوا تھا۔ ابا جان نے وہاں حدیث اور علومِ حدیث کے اسباق پڑھائے اور اس کے ساتھ ساتھ بعض کلاسوں میں عقیدہ پڑھانے پر بھی مامور کیا گیا جو کہ عموماً صرف سعودی اساتذہ ہی کو دیا جاتا ہے۔

شیخ ابن باز کی یہ عادت تھی کہ وہ سال میں ایک یا دو دفعہ تمام کلاسوں میں بذاتِ خود جا کر اسباق سنتے تھے اور اساتذہ سے سوال کرتے تھے جس سے انہیں ان اساتذہ کی علمیت جاننے کا موقعہ ملتا تھا۔ ایسے موقعوں پر بعض تنگ نظر طلبہ سوالات کے ذریعے اساتذہ کو زِچ کرنے کی پالیسی کے ذریعے انہیں نیچا دکھانے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی طرح کی ایک حرکت ابا جان کے ساتھ ایک ہندوستانی طالب علم نے کی لیکن شیخ کی نظر میں اُن کا وقار مزید بلند ہوگیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ منورہ میں رہائش کے دوران ہم نے کئی مکان بدلے، کہیں مکان مناسب نہ تھا اور کہیں مالک مکان کا رویہ ناقابل برداشت۔ لیکن اکثر رہائش حرم نبوی کے قرب و جوار میں ہی رہی تاکہ نمازیں باجماعت حرم میں ادا ہوسکیں۔ آخر میں حي النصر میں مکان لینا پڑا جو کہ حرم سے کافی فاصلہ پر تھا اور گاڑی سے آنا جانا ہوتا تھا۔ اس وقت خبیب بھائی بھی مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔ www.KitaboSunnat.com

۱۴۰۰ھ (بمطابق ۱۹۸۱ء) میں ایم اے کا مقالہ مکمل کرنے کے بعد ابا جان کی خواہش پر پاکستان واپسی ہوئی جبکہ ۱۹۷۵ء میں میری شادی ہوچکی تھی۔ میری اہلیہ کو بھی وہاں کچھ عرصہ رہنے کا موقعہ ملا اور دو بچوں کے ساتھ عازمِ فیصل آباد ہوئے۔ فیصل آباد میں میری تعیناتی جامعہ اسلامیہ مدینہ کی طرف سے جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں عمل میں آئی۔ وہاں پہلے تو ابا جان کے ساتھ جناح کالونی میں کرائے کے مکان میں رہائش رہی اور کچھ عرصہ کے بعد ابا جان نے سول لائنز میں پلاٹ خرید کر اس پر اپنے مکان کی تعمیر شروع کروائی۔ برادر احمد حسن اور میں نے مل کر اس تعمیر کی نگرانی کی۔ وہاں منتقل ہونے کے بعد پہلی مرتبہ اپنے گھر میں رہنے کا موقعہ ملا۔ اس سے پہلے کراچی میں بھی ایک مکان خریدا گیا لیکن سعودی عرب میں سکونت کی وجہ سے اس میں افرادِ خانہ کو رہائش کا کم ہی اتفاق ہوا۔ فیصل آباد والے گھر میں بطورِ خاص ابا جان کی کتابوں کے لیے الگ کمرہ تعمیر کیا گیا اور اس میں ان کی تمام کتب منتقل کردی گئیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ابا جان کو کتابیں خریدنے کا بہت شوق تھا۔ مدینہ منورہ کی رہائش کے دوران انہوں نے اپنے تخصص کے حوالے سے گراں قدر کتابیں خریدیں، ان میں سے اکثر کتابوں پر ابا جان کے قلم سے علمی نکات اور ملاحظات دیکھے جاسکتے ہیں۔ حافظ ابن قیم کی کتابوں سے انہیں خاص لگاؤ اور شغف تھا، ان کی کتابوں سے تفسیری نکات جمع کر کے مضامین لکھتے رہے جو مختلف علمی رسائل میں شائع ہوتے رہے، اب ان تمام مقالات کو جمع کر کے کتابی شکل میں طبع کرنے کا ارادہ ہے۔

۱۹۸۴ء میں مدینہ یونیورسٹی سے میرا تعاقد ختم ہوگیا اور سعودی وزارتِ مذہبی اُمور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جانب سے اسلامی یونیورسٹی میں تعیناتی کر دی گئی۔ اسلام آباد ایک سال اکیلے رہائش اختیار کی اور ۱۹۸۵ء میں بچوں کو بھی یہاں لے آیا جبکہ برادر خبیب حسن مدینہ سے فیصل آباد منتقل ہو چکے تھے۔ اسی دوران تینوں چھوٹے بھائی راغب اور حامد بغرضِ تعلیم اور احمد بغرضِ ملازمت اسلام آباد منتقل ہو گئے اور ان سب کی محبت والدین کو بھی یہاں کھینچ لائی۔ فیصل آباد میں خبیب بھائی اکیلے رہ گئے، آخر وہاں کا گھر بیچ کر اسلام آباد میں گھر خریدا گیا اور وہ بھی اسلام آباد آ گئے۔ اس طرح وہ گھونسلہ جو تنکا تنکا جمع کر کے ہم نے بنایا تھا وہ چھوڑ کر یہاں اس سے کم رقبہ پر تعمیر شدہ مکان میں آ گئے۔

میں اسلام آباد میں کرائے کے مکان میں ہی زندگی گزار رہا ہوں، باوجود کوشش کے اپنا مکان نہ بنا سکا۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ خواہش بھی پوری کریں گے۔ کچھ عرصہ یونیورسٹی کے زیرِ نگرانی سفارتی علاقے میں قائم مسجد سے ملحق رہائش میں رہنے کا موقعہ ملا، لیکن یونیورسٹی سے دُوری اور رہائشی علاقہ نہ ہونے کی وجہ پریشانیاں بھی تھیں۔ ۱۹۹۰ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ قرآن و حدیث میں تقرری ہوئی اور تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیقی کام بھی جاری رہا۔ ۱۹۹۳ء میں ریاض جانے کا موقعہ ملا تو بچوں کو والد صاحب کے قریب ایک گھر میں منتقل کرنا پڑا۔ میری یہاں رہائش کے دوران جب بھی ابا جان فیصل آباد سے تشریف لاتے تو میرے پاس ہی رہا کرتے تھے۔ اس طرح مجھے اور میرے بچوں کو ان کی خدمت اور ان سے استفادے کا موقعہ مل جاتا تھا۔

۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۷ء میں ریاض میں جامعہ امام محمد بن سعود میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول میں مصروف رہا۔ اس دوران ابا جان ۱۹۹۳ء میں ریاض تشریف لائے، شیخ ابن باز سے آخری ملاقات ہوئی۔ شعبان میں عمرہ ادا کیا اور پھر مدینہ سے واپسی پر رمضان کے عمرے کی بھی سعادت مل گئی۔

۱۹۹۹ء میں دوبارہ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے اور اس کا سبب ایک سعودی طالب علم بنا، جس نے پہلے یہاں ایک کتاب کی قراءت کر کے اجازہ حدیث حاصل کیا اور پھر صحیح مسلم کی قراءت کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ آپ میرے خرچ پر عمرہ کر لیں اور رمضان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخری عشرہ میں وہ بھی ریاض سے مکہ مکرمہ آ کر یہ قراءت مکمل کرے گا۔ اسی دوران غسل خانہ جاتے ہوئے گر پڑے، جس کی وجہ سے کمر میں سخت چوٹ آئی۔ واپسی اسٹریچر پر ہوئی اور کافی عرصہ تک صاحب فراش رہے۔ بیماری کے دوران بھی اپنے علمی مشاغل سے دُور نہیں رہے۔ اخبارات ورسائل کا مطالعہ اور علمی مسائل پر گفتگو جاری، کوئی چیز لکھوانی ہوتی تو اپنے پوتوں یا پوتیوں میں سے کسی سے لکھوالیا کرتے تھے۔ اسلام آباد میں مجھے یہ سعادت بھی حاصل رہی کہ ہر سال رمضان میں تراویح میں گھر میں قرآن سُناتا رہا جس میں ابا جان خود شریک ہوتے تھے اور درمیانی وقفہ میں خلاصہ بیان کرتے تھے۔ آخر عمر میں اپنی کمزوری کی وجہ سے یہ ذمہ داری بھی مجھے سونپ دی جواب تک تراویح میں جاری ہے۔

اسلام آباد کے گھر کے ساتھ ایک خالی پلاٹ جو کہ پارک کا حصہ تھا وہاں ابا جان نے چبوترا بنا کر نماز پڑھنے کے لیے جگہ بنائی۔ اہل محلّہ نے تعاون کیا الحمد للہ اب یہ جگہ ایک شاندار مسجد میں تبدیل ہو چکی ہے جو کہ ابا جان کی یاد دلاتی رہتی ہے۔ اس مسجد کی بالائی سطح پر ایک علمی لائبریری قائم کی گئی ہے جہاں ان کی کتابیں صدقہ جاریہ کی صورت میں تشنگانِ علم کی پیاس بجھانے کے لیے کافی ہیں۔ ہم بھائیوں نے مرکز الہدیٰ النبوی کے نام سے ایک ٹرسٹ قائم کیا ہے، جس کے زیرِ اہتمام ابا جان کی تمام علمی کاوشوں کو زیورِ طبع سے آراستہ کرنے کا پروگرام ہے۔ اس طرح "علم ينتفع به، صدقة جارية اور ولد صالح يدعو له" کی تمام شکلیں ان کے آخرت میں درجات بلند کرنے کا سامان پیدا کر رہی ہیں۔

ابا جان کی وفات کے بعد میں ذاتی طور پر ایک خلا محسوس کرتا ہوں، اس لیے کہ جب بھی کوئی علمی مسئلہ یا مشکل پیش آتی تو ان کی رہنمائی میرے لیے بلسم شافی ثابت ہوتی، اب ان کی رحلت کے بعد دائیں بائیں دیکھتا ہوں تو کوئی قابل ذِکر شخصیت نظر نہیں آتی۔

اسلامی یونیورسٹی میں میری ملازمت مختلف نشیب وفراز کا شکار ہوئی۔ شروع میں کلیۃ الشریعۃ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، اسی دوران شعبہ خواتین کی ذمہ داری بھی نبھانی پڑی۔ جب ڈاکٹر فرحت ہاشمی برطانیہ سے پی ایچ ڈی کر کے واپس آئیں تو میں نے اس وقت کے رئیس الجامعہ ڈاکٹر احمد العسال سے درخواست کی کہ مجھے اس ذمہ داری سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبک دوش کر دیا جائے، انہوں نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اسی دوران شریعہ اکیڈمی کے ایک کورس کے شرکاء کے ساتھ مصر اور سعودی عرب کا سفر کرنے کا موقعہ ملا۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں رہتے ہوئے معجم اصطلاحاتِ حدیث ترتیب دی جس کی حال ہی میں دوسری اشاعت ظہور پذیر ہوئی ہے۔ برصغیر میں مطالعہ حدیث کے نام سے ایک مذاکرہ منعقد کرایا جس میں پاکستان کے اہلِ علم نے شرکت کی اور میری خوش قسمتی ہے کہ اس پروگرام میں والد محترم نے باوجود اپنی پیرانہ سالی کے شرکت فرمائی۔ انہی دنوں صہیب بھائی بھی لندن سے آئے ہوئے تھے، انہوں نے ایک نشست کی صدارت کی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایسوسی ایٹ پروفیسر کے عہدہ پر ترقی ہوگئی۔ اسی دوران ڈاکٹر حسن الشافعی نے مجھے کلیہ اصول الدین میں منتقل کرایا اور اس کے ساتھ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی ذمہ داری بھی برقرار رہی۔ اس زمانہ میں ڈاکٹر فضل الٰہی صدر شعبہ حدیث تھے، ان کی سربراہی میں کام کرنے اور ان سے سیکھنے کا بھی موقعہ ملا۔

۲۰۰۶ء میں قیادت کی تبدیلی کی وجہ سے یونیورسٹی میں تبدیلیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا، جس میں سرفہرست جامعہ سے مربی اور قابل اساتذہ کا اخراج تھا اور اس کا پہلا شکار ڈاکٹر فضل الٰہی ہوئے۔ ان کے بعد شعبہ حدیث کی سربراہی میرے پاس آگئی۔ تاآنکہ مجھے بھی ناکردہ جرائم کی پاداش میں دوبارہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی منتقل کر دیا گیا۔

اب جبکہ ریٹائرمنٹ میں دو سال باقی رہ گئے ہیں، ادارہ میں تحقیقی کام سرانجام دے رہا ہوں۔ اب نہ وہ پہلے جیسی لگن رہی ہے نہ تڑپ ایک ذمہ داری ہے جو ادا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے اور اپنی ذمہ داریوں کو انجام دینے کی توفیق عطا کرے اور والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین!

ذیل کی سطور میں ابا جان کی زندگی کے مفید گوشوں کو ان کی خصوصیات کے حوالے سے رقم کر رہا ہوں جو ان کی زندگی میں نمایاں رہے اور وہ ہمیشہ ان پر کاربند رہے۔

① اعتدال اور توازن۔

ابا جان کی سب سے نمایاں خصوصیت ان کا ہر معاملہ میں معتدل اور متوازن ہونا تھا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عموماً مذہبی گھرانے کے افراد افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ابا جان نے خود بھی اعتدال کو مدنظر رکھا اور ہم سب کی تربیت بھی اس نظریہ کے تحت کی، جس کا سب سے بڑا مظہر اولاد کی تعلیم ہے۔ انہوں نے اپنی تمام اولاد کو خود دینی تعلیم دی اور اس کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم کے دروازے بھی ان پر بند نہیں کیے بلکہ ان کی اولاد در اولاد میں انجینئر، ڈاکٹر اور معاشیات کے متعلم بھی پائے گئے۔ دینی تعلیم کے حامل ہم بھائیوں کو بھی ہمیشہ متوازن رہنے کی تاکید کی۔

اعتدال کا اہم پہلو ان کی اس عادت میں بھی نظر آتا ہے کہ وہ جس تعلیمی ادارے میں تشریف لے گئے اس کے نظامِ تعلیم کو از سر نو مرتب کرنے کی کوشش کی تاکہ اس میں جدید و قدیم کا امتزاج نظر آئے۔ اس سے فارغ ہونے والے طلبہ صرف مسجد کے مُلا نظر نہ آئیں بلکہ دنیوی علوم سے بھی بہرہ ور ہوں، تاکہ عصرِ حاضر کے فتنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ یہی فکر ان کو بے چین کیے رکھتا تھا اور اسی کے پیش نظر جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا جہاں پر انہوں نے اپنے نظریات کے مطابق یہ ادارہ قائم کیا، جس میں قدیم وجدید کا امتزاج، نئے افکار سے آگہی اور انگریزی، عربی زبان میں مہارت کے حامل افراد نظر آئیں۔ اس نظریہ کے پیش نظر مذہبی اختلافات کی خلیج کو کم سے کم کرتے ہوئے اتحادِ اُمت کی دعوت دیتے تھے اور کبھی بھی فرقہ وارانہ چپقلش، مناظرانہ اندازِ تخاطب اور مسلکی امتیازی مسائل کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی بلکہ اصل دینی منہج اور قرآن وحدیث کے فکر کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ فیصل آباد کے قیام کے دوران جبکہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی تھے، مختلف دینی مدارس کے اہل علم کو دعوت دیا کرتے تھے اور ان علمی مجالس میں کونسل میں زیر بحث مسائل پر گفتگو ہوتی تھی۔ تعصب سے پاک اور طنز و تشنیع سے دور صرف دلیل کی بنیاد پر بات ہوتی تھی۔ اسی طرح اسلام آباد کے قیام کے دوران بھی ایسی علمی مجلس کا اہتمام کیا گیا اور اس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کو دعوت دی جاتی تھی۔ لیکن یہ سلسلہ ان کی خرابی صحت کی بنا پر زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔

② درس وتدریس سے گہرا شغف

ابا جان نے اپنی ساری عمر درس وتدریس میں گزاری، جہاں لازمی طور پر تدریس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریضہ انجام دیتے وہاں رضا کارانہ طور پر بھی یہ سلسلہ جاری رکھتے۔ سعودی عرب کے قیام کے دوران مدینہ یونیورسٹی میں تو آپ کی لازمی مصروفیات اپنی جگہ تھیں لیکن اس کے ساتھ جدہ میں ماہانہ درس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ برادر مکرم شعیب حسن کی رہائش پر یا جناب علی الحق صدیقی مرحوم کی رہائش گاہ پر یہ درس ہوا کرتے تھے جس میں جدہ میں مقیم پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے خواتین و حضرات تشریف لاتے تھے۔

پاکستان میں بھی جہاں بھی مقیم رہے اس قسم کے عمومی دروس کا سلسلہ جاری رہا، آخری ایام میں یہ کام خود نہیں کر سکتے تھے تو اپنی اولاد سے یہی توقع رکھتے تھے۔ میں جب بھی شام کو ان سے ملنے آتا تو یہ ضرور پوچھتے: آج درس ہوا تھا؟ عموماً میری تدریسی اور تحقیقی سرگرمیوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔

ابا جان کی تدریس کی بھی الگ شان تھی، ان کا طریقہ یہ تھا کہ یونیورسٹی کا لیکچر ہو یا عمومی درس یا خطبہ جمعہ اس کے لیے لازمی طور پر تیاری کر کے جاتے تھے، باقاعدہ تدریس کے لیے ہر قسم کی معلومات جمع کرتے تھے۔ الشیخ محمد الامین الشنقیطی کے صاحبزادے نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ ''درس کی تیاری جس بھرپور انداز سے شیخ (ابا جان) کرتے ہیں، وہ میں نے کسی اور کے ہاں نہیں دیکھی۔'' حدیث کی تدریس میں رجالِ اسناد، مشکل الفاظ، اقوال اہل علم، اعلام اور اماکن کی وضاحت اور اختلافِ فقہا، ان تمام اُمور میں بھرپور تیاری کے بعد ہی لیکچر دیتے تھے۔

ابا جان نے جہاں تدریسی ذمہ داریاں ادا کیں، وہاں طلبہ کی تربیت اور اپنے تجربات سے انہیں روشناس کرنے کا فریضہ بھی بدرجہ اتم ادا کیا۔ قیامِ مدینہ کے دوران وہاں پر اخوانی اساتذہ کثرت سے موجود تھے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اخوانی فِکر طلبہ میں فروغ پا رہا تھا۔ جہاں سلفی فِکر عقائد تک پورے زور و شور سے پڑھایا جاتا تھا وہاں اخوانی منہج بھی ذہنوں میں راسخ ہو رہا تھا۔ شیخ ربیع ھادی مدخلی نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ''شیخ (ابا جان) نے ہمیں پہلی مرتبہ صحیح سلفی منہج سے روشناس کرایا۔'' اور یہ حقیقت ہے کہ سلفیت صرف عقائد یا فروع میں اتباعِ سنت کا نام نہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں کتاب و سنت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق عمل کرنا سلفیت ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب صہیب بھائی نے اپنے نام کے ساتھ سلفی لکھنا شروع کیا تو ابا جان نے کہا تھا کہ صرف نام سے بات نہیں بنے گی عملی طور پر سلفی بن کر دکھاؤ۔ (أو کما قال)

افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج صرف چند فروعی مسائل پر عمل کرنے یا کسی اہل حدیث جماعت سے وابستگی کو اہل حدیثیت سمجھا جاتا ہے، جبکہ وہ شخص اپنی عملی زندگی میں کتاب وسنت سے کوسوں دور ہو۔

اسلامی نظریاتی کونسل میں مختلف مسائل پر گفتگو کرنے کے لیے بھی بھرپور تیاری کر کے جاتے تھے، ان کے تحریر کردہ نوٹس اور تفصیلی مقالات اس بات پر گواہ ہیں۔ حکومت کی طرف سے جو چیزیں آتی تھیں وہی زیرِ بحث ہوتی تھیں، اپنی طرف سے کچھ نہیں بیان کر سکتے تھے۔ جن قوانین و مسائل کا سلسلہ چلا آرہا تھا انہی پر بحث ہوتی اور اس میں قرآن و سنت کی روشنی میں اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے تھے۔ جب انہیں نظریاتی کونسل میں تعینات کیا گیا تو یہ صدر ضیاءالحق کا دور تھا۔ بعض لوگوں کے تحفظات تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ابا جان وہاں تعینات ہوں، باتیں بھی ہوتیں۔ ظاہر ہے ان کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے کونسل میں لایا گیا تھا۔ اَبا جان فرماتے تھے کہ میں وہاں قرآن وسنت کی بات کرتا ہوں، کسی مسلک یا فرقے کی بات نہیں کرتا، ان کو دکھ تھا کہ بعض لوگ خواہ مخواہ کی باتیں کرتے ہیں۔ ابا جان فرقہ واریت کو مانتے ہی نہ تھے نہ پسند کرتے تھے۔ انہوں نے نظریاتی کونسل میں ہمیشہ کتاب وسنت کی بات کی۔ ابا جان کہا کرتے تھے کہ کونسل میں ایک طرف وہ لوگ ہیں جو جمود وتقلید کے شکار تھے ان سے بھی نبرد آزما ہونا پڑا، دوسرا جدید ذہن کا مقابلہ بھی کرنا پڑا، تیسری طرف وہ لوگ ہیں جو دین میں بدعت کے فروغ کی بات کرتے ہیں، ان کا مقابلہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ ابا جان کہتے کہ مجھے چومکھی لڑائی لڑنا پڑتی ہے۔

③ حق گوئی

ابا جان نے حق بیان کرنے میں کبھی کوئی تعامل نہیں کیا۔ خطبہ جمعہ ہو یا کوئی تحریر ہو، ہر ایک میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا۔ جہاں حکامِ وقت کو مخاطب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے وہاں دیگر افراد کو بھی نصیحت کرتے تھے، صدر ضیاء الحق شہید اور نواز شریف کے نام خطوط اس بات پر شاہد ہیں۔ خواتین کی تصاویر پر مبنی اشتہارات شائع کرنے پر مدیر تکبیر صلاح الدین مرحوم اور اُردو ڈائجسٹ کے مدیر الطاف حسن قریشی صاحب کو خطوط کے ذریعے تنبیہ کرتے رہتے تھے۔ اس حوالے سے یہ واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں اساتذہ جامعہ کی مشاورت کے دوران ابا جان نے شیخ کی توجہ مصری اساتذہ کے اس عمل کی طرف کروائی کہ وہ اپنے وطن کی طرف سفر کرنے سے پہلے سنت نبوی صاف کر دیتے ہیں۔ جس پر شیخ نے اپنے انداز میں نصیحت کی لیکن مصری اساتذہ کی پیشانیاں اس بات کی گواہ تھیں کہ انہیں یہ حق گوئی پسند نہیں آئی۔ شیخ ابن باز کی خاص توجہ کے باعث اکثر انہیں وہاں موجود مختلف منکرات کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے اور جب شیخ سے ملاقات ہوتی کسی نہ کسی حوالے سے ان منکرات کے ازالے کے بارے میں یاددہانی کرواتے رہتے تھے۔

④ حسِ ظرافت

ابا جان کے مزاج میں حسِ ظرافت اور مزاحیہ طرزِ خطاب بھی شامل تھا، بعض حالات میں ان کا ارشاد کردہ جملہ بہت مزہ دے جاتا تھا۔ ابا جان کی عادت تھی کہ مختلف مواقع پر قرآنی آیات سے بھی استدلال کیا کرتے تھے، عموماً اپنی ثقلِ سماعت کی وجہ سے کچھ سن نہ پاتے تو فرماتے: ﴿ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ﴾، (۳۵/ فاطر: ١٤) کوئی دسترخوان پر پھل یا گوشت چھری سے کاٹ رہا ہوتا تو فرماتے: ﴿ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴾، (۲/ البقرة: ٧١) بھڑ کیلے لباس پہننے پر فرماتے: ﴿ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ﴾ (۲/ البقرة: ٦٩)

⑤ زہد و قناعت

ابا جان کی زندگی میں یہ اوصاف بدرجہ اتم نظر آتے ہیں باجماعت نماز کی پابندی، بچوں کو اس کی تلقین، مدینہ میں رہائش کے دوران گھر چاہے کتنی دُور ہی کیوں نہ ہو پیدل چل کر مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ میں نے انہیں تہجد ادا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے دیکھا، ایک اہم واقعہ ۱۹۷۱ء میں سقوط مشرقی پاکستان کا ہے۔ ان دنوں میں اور ابا جان مدینہ میں تھے، باقی اہل خانہ پاکستان گئے ہوئے تھے۔ ان دنوں خبروں کا سننا، نوٹ کرنا، مسجد نبوی میں احباب کو بتانا اور پھر رات کو تہجد میں رو رو کر دعائیں کرنا، یہ وہ عجیب حالت تھی جو میں نے اس وقت دیکھی۔ سقوط پر ابا جان کی کیفیت نا قابلِ بیان تھی۔ جس دن یہ سانحہ پیش آیا اس دن ان کے رنج وغم کی کیفیت انتہا پر تھی۔

دوسرا اہم واقعہ ۱۹۷۷ء میں تحریک نفاذِ شریعت کے دوران ابا جان کی کیفیت کے حوالے سے ہے۔ ان دنوں بھی خبریں باقاعدگی سے سنتے، پاکستان سے ہفتہ پرانے اخبار آتے تھے ان کے تراشے اور خبریں نوٹ کر کے مسجد نبوی لے جاتے تھے اور وہاں احباب سے گفت وشنید ہوتی تھی۔ انہی دنوں ابا جان نے اس تحریک میں جاں بحق ہونے والوں کی نمازِ جنازہ بھی ادا کی جس پر امام مسجد نبوی کی طرف سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔

اپنی ساری زندگی میں سادگی کو اپنائے رکھا، لباس اور دیگر استعمال کی چیزوں میں کسی قسم کی فضول خرچی پسند نہیں کرتے تھے۔ سعودی عرب میں علمائے کرام اپنے لباس پر ایک مخصوص عبا پہنتے ہیں جس کے کنارے پر سنہرا گوٹہ لگا ہوا ہوتا ہے، ابا جان کو بھی مشورہ دیا گیا کہ دورانِ تدریس یہ عبا پہنا کریں تو انہوں نے مجھے تاکید کی کہ ایسا عبا تلاش کرو جس کے کناروں پر سنہرا کام نہ ہو۔

اسی طرح ان کی زندگی میں قناعت کا پہلو غالب تھا، دینی مدارس میں پڑھاتے ہوئے جو بھی میسر ہوا اس پر قناعت کر کے زندگی گزار دی۔ مدینہ منورہ جانے سے پہلے حالات بہت حد تک ناگفتہ بہ تھے۔ وہاں جا کر اللہ تعالیٰ نے فراخی عطا کی تو بھی حد سے زیادہ اخراجات نہیں کیے اور نہ ہی ہمیں اجازت دی اور اس سے الحمدللہ تمام قرضوں کی ادائیگی، فیصل آباد میں گھر کی تعمیر اور ایک گاڑی خریدنے کے اسباب پیدا ہو گئے۔

ابا جان نے کوشش کی کہ سعودی عرب کہ شہریت مل جائے، وہاں رہنے کی خواہش تھی لیکن نہ ملی تب بھی مطمئن ہو گئے، معاہدہ ختم ہوا تو واپس تشریف لے آئے۔ افسوس کرتے کہ مدینہ سے خود نہیں نکلا بلکہ معاہدہ ختم ہوا تو واپس آنا پڑا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُن کی خودداری اور عزتِ نفس کے حوالے سے ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ ایک دفعہ مدینہ یونیورسٹی کے اربابِ اختیار نے فیصلہ کیا کہ یونیورسٹی میں وہی اساتذہ پڑھا سکیں گے جو آجکل کے نظام کے مطابق یونیورسٹی ڈگریوں کے حامل ہوں گے۔ دینی مدارس یا علماء کرام سے تعلیم یافتہ اساتذہ کو دارالحدیث (یونیورسٹی کے زیر اہتمام دینی مدرسہ) میں منتقل کر دیا جائے گا۔ ابا جان کو یہ معلوم ہوا تو بہت افسوس کا اظہار کیا اور فیصلہ کیا کہ اس صورت میں وہ پاکستان جانا پسند کریں گے جبکہ دیکھا گیا ہے کہ صرف ریال کی خواہش میں کتنے ہی افراد اپنی حیثیت سے کمتر کام کرنے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ بہر حال اس وقت کے نائب رئیس جامعہ شیخ عبدالمحسن العباد نے فیصلہ کیا کہ ہم ہر صورت میں آپ کو یونیورسٹی میں ہی رکھیں گے۔

یہ چند واقعات ہیں جو ابا جان کی شخصیت کے حوالے سے پیش خدمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم وعمل کا بحر بیکراں

راغب حسن

میری پیدائش ۱۹۵۶ء کے اواخر میں ہوئی اور یہ ابا جان کا جماعت اسلامی کی زندگی کا آخری سال تھا۔ ابا جان کی رہائش (میری معلومات کے مطابق) اس وقت کے جماعت اسلامی کے مرکز اچھرہ، لاہور میں تھی۔ میں نے جب ہوش سنبھالا تو ابا جان جماعت اسلامی سے نکل چکے تھے اس لیے جمعیت، جماعت سے واسطہ نہ پڑا۔ بچپن کی یادداشتوں میں اچھرہ کا گھر تو حافظہ میں موجود نہیں لیکن میرے ماموں عبدالشکور اور میری خالہ جنھیں ہم سب منجھلی خالہ کہتے ہیں، کے لاہور میں واقع گھر کا موہوم سا نقشہ دماغ میں محفوظ ہے۔

جماعت اسلامی سے نکلنے کے بعد ابا جان نے چند سال حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کے کہنے پر فیصل آباد میں قیام کیا۔ بعدازاں ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریک پر منٹگمری (حال ساہیوال) منتقل ہو گئے۔ ساہیوال ہی میں گھر کے قریب ہی ایک مسجد میں ابتدائی قرآنی قاعدہ سے میری باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ ساہیوال میں تقریباً ایک ڈیڑھ سال کا عرصہ ہی شاید گزرا کیونکہ ڈاکٹر اسرار صاحب کراچی کی طرف رخت سفر باندھ چکے تھے۔ ان کے اس عمل سے ابا جان کو بہت دُکھ پہنچا کہ انہوں نے حکیم صاحب کی ناراضگی مول لے کر فیصل آباد کو چھوڑا تھا۔

بہر حال ابا جان بھی دارالحدیث رحمانیہ سولجر بازار کی انتظامیہ کے کہنے پر کراچی منتقل ہو گئے۔ کراچی میں مجھے اپنی ہمشیرہ (آپا جان) کا گھر یاد ہے وہ وہاں کے علاقہ گولیمار میں رہائش پذیر تھیں۔ وہاں کچھ ابتدائی عصری تعلیم اپنی ہمشیرہ سے اور قریبی مسجد میں قرآنی قاعدہ وغیرہ کی تعلیم جاری رکھی۔ ابا جان نے دارالحدیث رحمانیہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ رہائش کے لیے مدرسہ کے قریب ہی ایک فلیٹ نما گھر لیا۔ دارالحدیث رحمانیہ میں بھی میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور عصری تعلیم بڑے بھائیوں سے گھر ہی میں جاری رہی۔ بعدازاں کراچی کے علاقے عزیز آباد میں رہائش کی غرض سے منتقل ہو گئے جہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری سکول کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ایک پرائیویٹ سکول میں کچی اور پہلی کی تعلیم حاصل کی۔

اسی گھر میں میرے بڑے بھائیوں (شعیب،صہیب) کی شادی ہوئی اور وہیں جامعہ اسلامیہ کے استاد عبدالقادر شیبۃ الحمد کی آمد ہوئی۔اس واقعے کا تفصیلی تذکرہ صہیب بھائی کر چکے ہیں۔ابا جان کے مدینہ جانے کے ایک سال بعد میں، سہیل بھائی، احمد،حامد والدہ کے ساتھ مدینہ پہنچے۔

مدینہ منورہ میں پرائمری سے لیکر بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ پرائمری کے چار سال مدرسہ سلفیہ میں اور دو سال مدرسہ فہدیہ میں پڑھا۔اس کے بعد جامعہ اسلامیہ کے ذیلی معاھد متوسطہ اور ثانویہ میں تین تین سال پڑھا۔پھر کلیۃ الحدیث کے دو سال پڑھے۔پھر ابا جان جامعہ سے رخصت لیکر پاکستان آگئے اور میں بھی اُن کے ساتھ ہی واپس آ گیا۔

مدینہ منورہ کے ۱۴، ۱۵ سال بہت سی انمول یادوں اور سنہری واقعات سے بھرپور ہیں۔مغرب سے عشاء کا وقت زیادہ تر مسجد نبوی میں گزرتا۔مدینہ کی رہائش میں تقریباً ۱۲، ۱۳ گھر بدلے۔سعودی معاشرے کی خوبیوں اور خامیوں کو بہت قریب سے دیکھا ابا جان مسجد نبوی میں مغرب سے عشاء حدیث اور علومِ حدیث کے درس دیتے، آپ کے حلقہ تلامذہ میں پاکستانی،ھندوستانی،عرب اور دیگر ممالک کے طلبہ شامل تھے۔

مدینہ منورہ میں رہائش کے دوران بہت سے علماء سے ملاقات ہوئی۔جن میں حکیم عبدالرحیم اشرف،ڈاکٹر اسرار احمد،احسان الٰہی ظہیر،مولانا ابوالحسن علی ندوی،شیخ ابن باز،شیخ حماد الانصاری،شیخ عطیہ سالم،شیخ عبدالمحسن العباد،شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد جیسی بلند پایہ شخصیات شامل ہیں۔عشاء کے بعد ساعہ عربیہ (عربی گھڑیال) کے پاس ایک علمی اور تحقیقی محفل جمتی جس میں پاکستانی،ھندوستانی طلبہ اور دیگر احباب و زائرین شامل ہوتے اس مجلس میں سیاسی حالات پر بھی سیر حاصل تبصرہ ہوتا۔

سعودی عرب میں قیام کے دوران ابا جان کے ساتھ مختلف شہروں مثلاً جدہ،طائف، ریاض،ظہران،دمام اور سعودی عرب کی مغربی بندرگاہ (ینبع) جانا ہوا۔بندرگاہ کے سفر میں جامعہ اسلامیہ کے اساتذہ،طلبہ بھی ساتھ تھے۔اس سفر میں ابا جان کے علمی رسوخ،حسِ

www.KitaboSunnat.com

مزاح، اخلاق و کردار اور دینی حمیت و غیرت کا خوب مشاہدہ کیا۔ مدینہ میں ابا جان نے تبلیغی سلسلہ بھی جاری رکھا اس سلسلے میں مختلف شہروں میں احباب پاکستانی کمیونٹی کے لیے ابا جان کے دروس کا انعقاد کرتے۔

مدینہ منورہ میں اپنی زندگی کا ایک خوبصورت سنہری دور گزارنے کے بعد ابا جان اپنے پرانے مستقر جامعہ تعلیمات اسلامیہ واپس لوٹے۔ یہاں انہوں نے کچھ انتظامی امور کی ذمہ داری نبھائی ساتھ ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ مَیں مدینہ منورہ سے فیصل آباد اور پھر اسلام آباد میں ابا جان کا قلمی معاون رہا۔ ابا جان اکثر اپنے خطوط، مضامین وغیرہ مجھ سے املاء کرواتے، اس لیے وہ مجھے اپنی لاٹھی کہا کرتے تھے۔

فیصل آباد منتقل ہونے کے بعد ابا جان کے حکم پر جامعہ تعلیمات میں ساتویں سال میں داخلہ لیا۔ فارغ ہونے کے بعد جامعہ کے مکتبہ اور دفتر کی ذمہ داری کچھ عرصہ ادا کرتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ جامعہ کی ابتدائی ثانوی کلاسوں میں تدریس کا سلسلہ بھی رہا۔ چند سال بعد اسلام آباد منتقل ہو گیا جہاں جامعہ اسلامیہ میں ایم اے میں داخلہ لیا۔ اس عرصہ ہوسٹل میں مقیم رہا۔ چھٹیوں ہی میں والدین کے پاس فیصل آباد جانا ہوتا۔ ایم اے مکمل کرنے کے بعد دو سال پی ایچ ڈی کی کلاسیں بھی پڑھیں لیکن امتحان نہیں دیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ایک سعودی ادارے میں چند سال پڑھایا پھر مولانا بشیر سیالکوٹی کے ادارے معہد اللغۃ العربیۃ میں پڑھاتا رہا۔ وہاں تدریس کے ساتھ مختلف تحقیقی کام جاری رہے۔ اسلام آباد ہی میں شادی ہوئی۔ سعودی عرب کے رفاہی ادارے ''رابطہ عالم اسلامی'' کے ساتھ گزشتہ دس سال سے منسلک ہوں اور وہاں کمپوزنگ، ترجمہ اور دیگر علمی کام انجام دے رہا ہوں اور شام کو کچھ وقت ابا جان کے کتب خانہ میں گزرتا ہے۔

ذیل میں ابا جان کی زندگی کے چند گوشوں کے بارے میں اپنے مشاہدات ذکر کر رہا ہوں۔

① عادات و خصائل

ان میں سب سے اہم نماز کی پابندی ہے۔ زندگی کے آخری سالوں میں انتہائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعف و کمزوری کے باوجود اباجان اسلام کے اس اہم فریضہ کو ادا کرتے رہے اور اپنی اولاد واحفاد کو بھی اس بارے میں تلقین کرتے رہے۔ اباجان کی زندگی بہت بھرپور رہی، وہ سادگی، قناعت، مستقل مزاجی اور وقت کی پابندی کے ساتھ اپنی زندگی کے سارے معمولات عمدہ طریقے سے ادا کرتے رہے اور اپنی اولاد کی بھی اسی نہج پر تربیت کی۔ اسی تربیت کا اثر تھا کہ ان میں موجود اخلاق حسنہ واوصاف عالیہ بھرپور طریقے سے ان کی آئندہ نسلوں میں منتقل ہوئے۔

اباجان گھر کی خواتین کو پردے کی بہت زیادہ تلقین کرتے اور گھر کے اندر بھی موٹے دوپٹے یا اوڑھنی سے اپنا آپ ڈھانپ کر رکھنے کی نصیحت کرتے رہتے تھے۔ اباجان کو جو قرآن کا کچھ حصہ یاد تھا اس کی اکثر تلاوت کرتے اور بعض اوقات کسی سے بات چیت کرتے ہوئے قرآن یا حدیث کے الفاظ کو موقع مناسبت کے لحاظ سے استعمال کرتے۔ مثلاً اگر گھر میں کوئی ایسا مہمان آجاتا جس سے پہلے آپ کا تعارف نہ ہوتا تو اپنے بچوں سے حدیث کے ان الفاظ میں پوچھتے:"من هؤلاء يا جبريل" ،اسی طرح گھر کی اوپر والی منزل سے کوئی کھانے کی چیز آجاتی تو یہ آیت پڑھتے: ﴿اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ،(٥/ المائدہ: ١١٤) مجھے اکثر ان قرآنی الفاظ سے پکارتے: ﴿اَرَاغِبٌ اَنۡتَ عَنۡ اٰلِهَتِىۡ يٰۤـاِبۡرٰهِيۡمُۚ﴾ (١٩/ مریم: ٤٦) یا ﴿وَاِلٰى رَبِّكَ فَارۡغَبۡ﴾ (٩٤/ الانشراح: ٨) یا ﴿يَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا﴾ (٢١/ الانبیاء: ٩٠) یا ﴿اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ﴾ (٩/ التوبۃ: ٥٩)

② گناہوں سے نفرت

اباجان گانے بجانے اور دیگر برے اعمال و عادات سے شدید نفرت کرتے تھے اور ان افعال کے مرتکب کو انتہائی حکمت ودانش کے ساتھ ان گناہوں سے روکتے۔ اس طرح کا ایک واقعہ میرے سامنے پیش آیا۔ میں اُن کے ساتھ فیصل آباد سے لاہور بس میں سفر کر رہا تھا۔ ڈرائیور نے دورانِ سفر گانوں کا کیسٹ لگا دیا۔ اباجان نے پورے سفر میں خاموشی اختیار کیے رکھی اور ڈرائیور کو اس کے برے فعل سے نہیں روکا۔ لیکن سفر کے اختتام پر ڈرائیور کے پاس جا کر بہت ہی مشفقانہ اور ناصحانہ میں کہا کہ سفر میں خواتین و بچے اور ہر طرح کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ ہوتے ہیں اس لیے بہتر ہے کہ سفر میں اس طرح کی خرافات نہ لگائی جائیں۔ بلکہ اس کے بدلے میں تلاوت یا علمائے کرام کی تقاریر لگالی جائیں۔

اسی طرح ابا جان تصویر کھنچوانے سے نفرت اور پرہیز کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ابا جان کے شاگرد مولانا بشیر سیالکوٹی جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جامعہ میں کچھ صحافی اور فوٹو گرافر آ گئے۔ کلاسوں کے معائنے کے دوران جب انہوں نے تصاویر بنانا شروع کیں تو مولانا (ابا جان) کے ہاتھ میں ایک پنکھا تھا انہوں نے وہی اپنے چہرے کے آگے کر لیا۔ تصویر بنانے والا دوسری طرف سے آیا تب بھی ابا جان نے ایسے ہی کیا۔ یہاں تک کہ اس فوٹو گرافر نے مختلف زاویوں سے تصویر بنانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ان کے جانے کے بعد آپ نے ایک زبردست بات کہی اور وہ یہ کہ سلف صالحین کا یہ شیوہ ہے کہ وہ چھپتے ہیں لیکن آج کل کے علماء کو چھپنے کا شوق ہے۔ (او کما قال، روایت بالمعنی)

ٹیلی ویژن سے بھی سخت نفرت کرتے اور اپنی اولاد کو اس منحوس آلہ کو رکھنے سے منع کرتے۔ اگر آپ کو پتہ چلتا کہ آپ کے کسی بیٹے، بیٹی یا دیگر متعلقین کے پاس یہ آلہ موجود ہے تو آپ یہاں تک کہہ دیتے کہ میں اُسے عاق کر دوں گا۔

حقیقت میں والد محترم اپنے تقویٰ، اخلاق، زہد و ورع میں اپنے اسلاف کا حقیقی آئینہ تھے۔ موجودہ دور میں اس طرح کے متقی و زاہد اور ولی اللہ صفت لوگ خال خال ہی نظر آتے ہیں: اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبِّي وَقَلِيْلٌ مَا هُمْ۔

سخت بیماری میں صبر و تحمل کا دامن نہ چھوڑا۔ سخت بیماری اور تکلیف میں نماز نہ چھوڑتے بلکہ ہر وقت نماز کے بارے میں پوچھتے کہ فلاں نماز کا وقت ہو گیا۔ بیماری کی حالت میں جب اکثر نماز کے اوقات بھول جاتے تو مستقل آپ کے ہاتھ سینے پر بندھے رہتے اور ہونٹ اللہ کی کبریائی و عظمت سے ہلتے رہتے۔ اکثر اوقات رمضان نہ بھی ہوتا تو پوچھتے: سحری کر لی، روزہ رکھ لیا، افطار کر لیا وغیرہ۔ یہ باتیں اس امر کی علامت ہیں کہ اُن کو دین و عبادات سے کتنی محبت اور گہرا تعلق تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم اسلام یا پاکستان کے کسی دلخراش واقعہ یا کسی بڑے عالم یا لیڈر کی وفات پر مغموم ہو جاتے اور چہرہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ ان اہم واقعات میں ضیاء الحق اور شاہ فیصل کی شہادت اور سقوط ڈھاکہ کے روح فرسا واقعات ہیں۔ یا اپنے دور کے مشہور علماء کی وفات پر جیسے شیخ ابن باز، علامہ البانی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر وغیرہ۔

میں نے ان کی وفات کے دوسرے یا تیسرے دن بہت اچھا خواب دیکھا کہ آپ گویا بہت اچھی جگہ جہاں بہت روشنی ہے یا کوئی بہت ہی خوبصورت باغیچہ ہے، پہنچ گئے ہیں اور بہت خوش نظر آرہے ہیں اور مجھے اس بات کی تلقین کر رہے ہیں کہ "اللہ سے ڈرتے رہو جہاں بھی جیسی بھی حالت میں ہو۔"

اسی طرح سخت بیماری کی حالت میں، خاص طور پر سردی کی لمبی راتوں میں جب کہ آپ تکلیف کی وجہ سے دن بھر سوئے رہتے۔ لیکن رات کو جاگتے اور اکثر بیٹھ کر یا لیٹے لیٹے عربی میں درس حدیث دے رہے ہوتے اور مخاطبین کو کہتے: (أفهمتم ...) "یعنی کیا آپ سمجھ گئے ہیں۔" تو گویا ان کے ارد گرد بے شمار شاگرد بیٹھے ہمہ تن گوش ہو کر ان کا درس سن رہے ہیں۔ یہ ابا جان کا درس و تدریس سے وہ گہرا شغف تھا کہ جس کا اظہار غیر شعوری طور پر ہوتا رہتا تھا۔

اہل حدیثوں کی آپس کی تفرقہ بازی سے بہت مغموم رہتے اور کہتے: "ہر گروہ کہتا ہے کہ ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (۳/ آل عمران: ۱۰۳) لیکن اس آیت کو بجائے دوسروں کو سنانے کے اپنے دل کی طرف اس کا رُخ کر لینا چاہیے۔" امت کے اتحاد کے بارے میں بہت فکر مند رہتے اکثر یہ عربی شعر پڑھتے:

تفرقوا فرقاً ففي كل
مدينةٍ أمراء المؤمنين ومنابر

شعر میں "أمير المؤمنين و منبر" مفرد کا صیغہ ہے لیکن ابا جان شدت افتراق و تفرقہ بازی کے مناظر کو سامنے رکھتے ہوئے جمع کا صیغہ پڑھتے۔ حقیقت میں ان کے لیے حدیث کے یہ الفاظ "اتقوا فراسة المؤمن فإنّه ينظر بنور الله" صادق آتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابا جان کے آخری وقت میں ان کے کمرے سے متصل کمرے میں میری رہائش رہی، تھوڑی بہت خدمت کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ میں حق خدمت ادا کر سکا یا نہیں۔ انہی واقعات پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ واقعات تو بہت ہیں لیکن حافظہ اور قلم ان سب کو سمیٹنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے ان کا صحیح جانشین بنائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما ذلك على الله بعزيز

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وادخله جنة الفردوس، آمین!

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابا جان رحمۃ اللہ علیہ ایک دلآویز شخصیت

احمد حسن

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ عالم اسلام کی اس عظیم شخصیت کا نام ہے جو پاک وہند کے دینی مدارس میں تقریباً پچاس سال اور اس کے بعد اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ میں کم و بیش اٹھارہ سال تدریسِ حدیث کا منفرد اعزاز رکھتی تھی۔

ابا جان عالم باعمل شخصیت تھے، ان کی زندگی کا ہر پہلو اتباع سنت سے مزین تھا۔ خوش مزاجی اور برجستگی ان کی طبیعت کا خاصہ تھی۔ چھوٹے بچوں خاص طور پر اپنے پوتوں پوتیوں اور نواسے نواسیوں سے محبت اور شفقت دیدنی تھی۔ زیرِ نظر تحریر میں ان کی حسِ ظرافت اور شعر و شاعری سے شغف کے حوالے سے چند یادوں کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے جو راقم الحروف کے دل و دماغ کو معطر کیے رکھتی ہیں:

۱۔ ابا جان نے کبھی بھی اپنی کبرسنّ اور علالت کو شگفتگی طبع پر حاوی ہونے نہیں دیا۔ کبھی کبھی عربی کا یہ شعر گنگنایا کرتے تھے:

ألا ليت الشباب يعود يوماً   فأُخبره بما فعل المشيب

"کاش جوانی لوٹ کر آتی تو میں اسے بتاتا کہ بڑھاپے نے مجھ پر کیا کیا ستم ڈھائے ہیں۔"

۲۔ جماعت اسلامی سے علیحدگی اور اس کے بعد بعض اہلِ حدیث حضرات کی کرم فرمائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ ع

زاھد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے کہ مسلماں ہوں میں

۳۔ ابا جان کی حاضر جوابی اور برجستگی حلقہ احباب میں معروف تھی۔ فیصل آباد میں دورانِ قیام (۱۹۸۰ء تا ۱۹۹۱ء) متعدد بار ماہر دندان ساز ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب (امیر تنظیم اسلامی فیصل آباد) کے کلینک پہ علاج معالجہ کی غرض سے جانا ہوتا۔ ایک مرتبہ ان کے کلینک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں داخل ہوتے ہی سلام دعا کے بعد ابا جان نے ڈاکٹر صاحب سے کہا: ''میں آپ کو دانت دکھانے آیا ہوں!'' ڈاکٹر صاحب بھی زندہ دل واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے برجستہ جواب دیا: ''میں بھی آپ کے دانت کھٹے کر دوں گا۔'' ابا جان نے ان کے جواب سے محظوظ ہوتے ہوئے جواباً کہا: ''میں بھی آپ کو دانت پیس کر دکھاؤں گا۔'' اس محاوراتی جملہ بازی پہ دونوں حضرات خوب لطف اندوز ہوئے۔

۴۔ فیصل آباد کی مشہور و معروف شخصیت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب رحمہ اللہ ابا جان کے دیرینہ رفقاء میں سے تھے اور ان سے بے تکلفانہ مراسم تھے۔ ابا جان ان سے کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ حکیم صاحب آپ اسکیمر تو بہت اچھے ہیں لیکن آپ کے پاس اسٹیمر کی کمی ہے۔ مراد یہ تھی کہ آپ منصوبہ ساز تو بہت اچھے ہیں لیکن ان منصوبوں پر عمل پیرا ہونے کے لیے آپ کے پاس قوتِ نفاذ موجود نہیں۔

۵۔ جناح کالونی فیصل آباد کی جامع مسجد کے خطیب مولانا اشرف ہمدانی مرحوم و مغفور جو کہ دراز قامت ہونے کے ساتھ ساتھ لحیم و شحیم شخصیت تھے۔ ابا جان کی جب بھی ان سے ملاقات ہوتی تو انہیں پہاڑ الدین یا پہاڑ الاسلام کے خطاب سے نوازتے۔

۶۔ اپنے جماعت اسلامی کے حوالے سے ابا جان ایک دلچسپ واقعہ سنایا کرتے تھے۔ جماعت کے ایک رکن ذہنی خلل کے باعث دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل تھے۔ ابا جان ایک ساتھی کی معیت میں عیادت کے لیے ہسپتال تشریف لے گئے۔ عیادت کے بعد واپسی پر ایک خوش شکل و خوش لباس بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ ان بزرگ نے نہایت معقول انداز میں دونوں عیادت کنندگان سے گفتگو کی۔ ان سے الوداع ہوئے تو ابا جان کے ساتھی بزرگ نے فرمایا کہ یہ صاحب کسی طرح بھی ذہنی مریض معلوم نہیں ہو رہے تھے اور ایک سلیم العقل آدمی کی طرح گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے ابھی یہ جملے ادا کیے ہی تھے کہ عقب سے ایک آم کی خشک گٹھلی ان کے سر پر آ لگی۔ مڑ کر دیکھا تو وہی بزرگ کھلکھلا کر ہنس رہے تھے اور زور زور سے کہہ رہے تھے: ''مزا آیا، مزا آیا!''

ابا جان اس واقعہ کا تذکرہ نہایت پُر لطف انداز میں فرمایا کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ ابا جان کے احباب میں ایک صاحب جن سے گھریلو اور بے تکلفانہ مراسم تھے، ایک مرتبہ رمضان المبارک میں ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ ابا جان نے ان سے فرمایا کہ حدیث میں روزہ دار کے لیے دو فرحتوں کا ذکر ہے (للصائم فرحتان) لیکن آپ کے لیے تین فرحتیں ہیں (ان صاحب کی بیگم کا نام فرحت تھا)۔

۸۔ ابا جان صحت مندانہ تفریح کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ اپنے زمانہ طالب علمی اور بعد میں ایامِ اسیری کے دوران والی بال کھیلتے رہے تھے۔ انہیں کرکٹ کا کھیل پسند نہیں تھا۔ راقم الحروف اور برادر خورد حامد حسن سلمہٗ کو کرکٹ سے شدید لگاؤ اور دلچسپی کے پیشِ نظر جب بھی کرکٹ ٹیم کا کوئی میچ ہوتا تو ہم دونوں سے میچ کے بارے میں پوچھتے اور بعض دفعہ ہمارے اُترے ہوئے چہرے بھانپتے ہوئے فوراً کہتے: ''پاکستان ہار گیا؟''

ابا جان علیہ الرحمہ شگفتگی طبع کے ساتھ ساتھ نہایت رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ متعدد باران کی آنکھوں سے آنسوؤں کو رواں دیکھا۔ خاص طور پر مولانا مودودیؒ کا انتقال، صدر ضیاء الحق کی شہادت اور پھر والدہ مرحومہ کے انتقال کے مواقع قابل ذکر ہیں۔

ابا جان کے حوالے سے بے پناہ یادیں حافظہ میں ثبت ہیں اور یہ ہمارے لیے اب سرمایۂ حیات ہیں۔ اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه

راقم الحروف کی پیدائش ۲۸ فروری ۱۹۶۳ء اور مقامِ پیدائش ساہیوال جو اس وقت منٹگمری کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ابا جان رحمہ اللہ نے نام احمد الغفار زاہد رکھا، یہ نام تاریخ پیدائش کی مناسبت سے رکھا گیا۔ ضمناً اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ابا جان کو تاریخی نام مرتب کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔ انہوں نے ہم سب بہن بھائیوں اور احفاد کے نام اسی نہج پر رکھے جس کا طریقہ کار یہ تھا کہ عربی حروف ابجد کے اعداد کو جوڑ کر مختلف نام تجویز کیے جاتے، جن کا مجموعہ نومولود کے ہجری سن پیدائش کے برابر ہوتا اسے اختیار کر لیا جاتا۔ لہٰذا ہجری سن پیدائش نومولود کے نام میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتا۔

ہوش سنبھالنے کے بعد ابتدائی یادداشتیں مدینہ منورہ میں قیام کی ہیں۔ اس وقت ابا جان جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں منصب تدریس پر فائز تھے۔ میری تعلیم کی ابتداء مدینہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منورہ کے ایک سکول (المدرسۃ السلفیۃ) سے ہوئی یہاں سے پہلی جماعت پاس کی۔ اگلے ہی سال امی جان کے ہمراہ پاکستان واپس آنا پڑا۔ سعودی عرب واپسی میں تاخیر ہو جانے کے باعث پاکستان ہی میں بذریعہ ٹیوشن تعلیم شروع ہوئی۔ امی جان کی مستقل ناسازیٔ طبع کی بناء پر سعودی عرب اور پاکستان میں کسی ایک جگہ مستقل قیام نہ ہو سکا اور بار بار سفر پیش آنے کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ گھر پر ہی جاری رہا۔ اس طرح راقم الحروف اور برادر خورد حامد سلّمہٗ نے تعلیم کے ابتدائی آٹھ سال مختلف اساتذہ سے گھر پر ہی استفادہ کیا۔ اس دوران حفظ قرآن کے سلسلے میں ہم دونوں بھائیوں کو مدینہ منورہ میں موجود ایک پاکستانی قاری صاحب کے مدرسہ میں بھیجنا شروع کیا۔ لیکن ان قاری صاحب کی طلبہ کے ساتھ وحشیانہ انداز میں مار پیٹ دیکھ کر ہمارے دل لرز گئے۔ ہم نے امی جان کو اس صورتحال سے آگاہ کیا تو انہوں نے ابا جان سے کہہ کر وہاں جانے سے روک دیا، اس طرح ہم قرآن مجید حفظ نہ کر سکے جس کا عمر بھر افسوس رہے گا۔

۱۹۷۷ء میں کراچی میں ایک سرکاری سکول میں جماعت ہشتم میں داخلہ لیا۔ کریم آباد کے علاقہ میں یہ ایک مڈل سکول تھا۔ یہاں سے فراغت کے بعد کمپری ہنسو ہائی سکول فیڈرل بی ایریا عزیز آباد میں داخلہ ہوا جہاں سے میٹرک کی سند حاصل کی۔

۱۹۸۰ء میں ابا جان جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ریٹائرمنٹ لے کر مستقل پاکستان تشریف لے آئے۔ اسی سال صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے انہیں اسلامی نظریاتی کونسل کا ممبر نامزد کر دیا۔ ابا جان نے کراچی کے بجائے فیصل آباد کو مستقر بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی وجہ ان کے جماعت اسلامی کے زمانے کے دیرینہ رفیق مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم تھے جن کے پُرزور اصرار پر ابا جان نے ۴ ستمبر ۱۹۸۰ء کو کراچی سے فیصل آباد کی طرف رخت سفر باندھا۔ میں نے گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں ایف اے سال اوّل میں داخلہ حاصل کیا۔ ۱۹۸۸ء میں اسی کالج سے ایم اے عربی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۹ء میں بطور پرائیویٹ طالب علم پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کا امتحان پاس کیا۔ ایم اے عربی میں "شروح المشکاۃ العربیّۃ فی شبہ القارۃ الھندیّۃ" کے عنوان پر مقالہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر کیا۔اس مقالہ کی تیاری کے سلسلے میں ابا جان کی مکمل رہنمائی حاصل رہی۔اس دوران فیصل آباد اور لاہور کی معروف لائبریریوں سے استفادے کا موقع ملا۔

۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو ابا جان نے اپنے عم زاد برادر بزرگ حافظ عبدالتواب مرحوم کی پوتی اور حافظ عبدالخالق مرحوم کی صاحبزادی سے میرا نکاح پڑھایا۔نکاح کی تقریب لاہور اور ولیمہ فیصل آباد میں ہوا۔میری شادی کی تقریب امی جان کی زندگی کی آخری تقریب ثابت ہوئی۔ ۸ فروری ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ علی الصبح اسلام آباد میں انتقال کر گئیں۔امی جان انتہائی شفیق اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ان کے ساتھ گزرا ہوا تمام عرصہ ان کی شفقت و محبت سے بھرپور ہے جن کی یاد ہمیشہ دل و دماغ کو معطر کیے رکھتی ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔آمین!

میری عملی زندگی کا آغاز ۱۹۹۰ء میں اسلام آباد میں ہوا جہاں متعدد سعودی اداروں کے ساتھ کام کرنے کے مواقع حاصل ہوئے جو تا حال جاری ہیں۔

۱۹۹۱ء میں متحدہ علماء کونسل پاکستان کے شعبہ ریسرچ میں خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔اس ادارے کے اغراض و مقاصد میں تمام مکاتب فکر کے جید علماء کو جمع کر کے پاکستان میں متفقہ شرعی نظام کے لیے تجاویز حاصل کرنا اور اس کے نفاذ کی جدوجہد کرنا شامل تھا۔مجھے دفتری اُمور کے ساتھ ساتھ اس ادارے کے ترجمان ''ماہنامہ الاتحاد'' کی ادارت سونپی گئی۔ابا جان کے کئی مضامین اس ماہنامہ میں مختلف مواقع پر شائع ہوتے رہے۔چند سال بعد شعبہ تحقیق بند کر دیا گیا جس کی بنا پر یہ رسالہ جاری نہ رہ سکا۔

۲۰۰۱ء میں ریڈیو پاکستان اسلام آباد کے قومی نشریاتی رابطہ پر نشر ہونے والے پروگرام ''حي علی الفلاح'' میں درسِ حدیث کے عنوان سے متعدد پروگرام ریکارڈ کروانے کا موقع ملا۔۲۰۰۲ء میں ملازمت کے سلسلے میں لاہور منتقل ہونے کی بنا پر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

۲۰۰۸ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی، ۱۹۸۰ء کے بعد اس سفر میں ۲۸ سال کا عرصہ حائل رہا۔مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا جو تصور دل میں سمایا ہوا تھا وہ یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔شہر مدینہ اب عالیشان عمارتوں، جدید شاہراہوں، پلوں اور زمین دوز راستوں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آراستہ ہو چکا ہے۔ مسجد نبوی کی وسعت اور خوبصورتی میں خاطر خواہ اضافہ نظر آیا۔ ابا جان نے مدینہ منورہ میں قیام کے زمانے میں مسجد نبوی میں ایک مقام مخصوص کیا ہوا تھا جو ملاقات کے لیے آنے والوں کی سہولت کے لیے تھا۔ یہاں ابا جان عشاء کی نماز کے بعد کچھ دیر کے لیے تشریف فرما ہوتے تھے۔ اس مقام کی نشانی عربی ہندسوں والی گول گھڑی تھی جو آج بھی اسی جگہ موجود ہے۔ اپنے آپ کو اس کے سامنے پا کر عجیب طمانیت کا احساس ہوا۔ حج کے بعد حجاج کی کثرت کی وجہ سے ریاض الجنۃ میں بصد مشکل ایک فرض نماز پڑھنے کا موقع مل سکا۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے تین بچوں سے نوازا ہے۔ پہلے بچے کا نام غفران حسن ہے (ابا جان نے اس کا تاریخی نام غفران جمیل تجویز کیا تھا)، جماعت نہم کا طالب علم ہے۔ دوسرے بچے کا نام عمران حسن ہے (تاریخی نام عمران رضوان) جو جماعت ششم میں زیرِ تعلیم ہے جبکہ تیسری بچی فضہ حسن ہے، ابا جان علالت کے باعث اس کا تاریخی نام مرتب نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان بچوں اور ابا جان کی تمام احفاد کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابا جان ایک مثالی شخصیت

حامد حسن

میری پیدائش ۴ جون ۱۹۶۴ء کو کراچی میں ہوئی اور اسی سال ابا جان جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بحیثیت اُستاذ حدیث مقرر ہوئے۔ جب ہمارا خاندان سعودی عرب منتقل ہوا تو اس وقت میری عمر ایک ڈیڑھ برس تھی۔ چنانچہ بچپن مدینہ منورہ کے پُرسکون اور پاکیزہ ماحول میں گزرا۔ ابتدائی تعلیم بھی مدینہ ہی میں حاصل کی۔ گھر چونکہ مسجد نبوی کے قریب ہی تھا اس لیے روزانہ بڑے بھائیوں اور والدہ محترمہ کے ہمراہ مسجد نبوی جانے کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اکثر نمازِ مغرب کے لیے چلے جاتے اور عشاء کے بعد واپسی ہوتی۔

مدینۃ النبی کی رہائش کے دوران بچپن کی یادوں میں کچھ واقعات ایسے ہیں جو ابھی تک ذہن میں نقش ہیں۔

ایک مرتبہ مسجد نبوی میں، میں کھیلتے کھیلتے بہت دور نکل گیا (میں والدہ محترمہ کے ساتھ خواتین کے حصہ میں ہوتا تھا) والدہ صاحبہ نماز میں مصروف تھیں۔ جب انہوں نے سلام پھیرا اور مجھے قریب نہ پایا تو بہت بے چین ہوئیں۔ ہر طرف دیکھا مگر میں نہ ملا تو جاننے والوں اور بھائیوں کو دوڑایا (شاید رمضان المبارک تھا کہ لوگوں کا ہجوم بھی بہت تھا)۔ بہرحال بھائیوں نے مجھے تلاش کرلیا میں سارے علاقے سے مانوس تھا اس لیے آرام سے کھیلتا رہا، مجھے احساس بھی نہیں ہوا کہ کدھر نکل آیا ہوں۔ اُس وقت امی جان کی اپنے لیے بے چینی و بے قراری اور مجھے محبت سے گلے لگاتے ہوئے اُن کی آنکھوں میں آنسو آجانے کے منظر کو میں آج تک نہیں بھول سکا ہوں۔

ابا جان مجھے خود قرآنِ پاک پڑھاتے اور سورتیں حفظ کرواتے اور سنتے تھے۔ حرم کے قریب ہی جناب سیف الرحمٰن صاحب کا گھر تھا۔ ان کی بیگم والدہ صاحبہ کی سہیلی تھیں اور ان کے بچے میرے اور احمد بھائی کے ہم عمر اور دوست تھے۔ چنانچہ اکثر ان کی طرف آنا جانا رہتا تھا وہ بہت محبت سے پیش آتیں اور ہمارے لیے مزے دار کھانے بڑے اہتمام سے بناتیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آج سے ۷۰ سال پہلے کے واقعات ہیں، مدینہ منورہ کی گلیاں اور عمارتیں اُس وقت موجودہ زمانہ کی طرح بلند و بالا نہیں تھیں۔ بکریاں چرتی پھرتی تھیں جن سے ہم کھیلتے تھے۔ ماحول فطرتاً سادہ اور دیہاتی طرزِ زندگی لیے ہوئے تھا۔ وہاں کے چند کھانے جن کے نام مجھے یاد ہیں: ان میں سامولی (روٹی)، قِشطہ (بالائی کی ایک قسم) اور تمیز (روٹی کی ایک قسم) اور فول تھا، یہ اناج کی طرح کا ہوتا تھا اور ایک بڑی دیگ میں پکایا جاتا تھا۔ جس کا ذائقہ انتہائی لذیذ ہوتا اور ہم اسے ناشتے میں بڑے شوق سے کھاتے تھے۔

والدہ محترمہ کی طبیعت ایک دفعہ بہت خراب ہوئی تو ڈاکٹر کے مشورہ پر ابا جان اور امی جان کے ساتھ طائف کے خوبصورت اور سرسبز پہاڑی مقام پر جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں ہم لوگ تقریباً دو ماہ رہے۔ ہم نے ابا جان کے ہمراہ وہ تاریخی مقام بھی دیکھا جہاں رسول اللہ ﷺ طائف کے سفر کے دوران وہاں کے شریر لڑکوں کے ستانے اور اذیت دینے کے بعد ایک باغ کی دیوار کے ساتھ اپنی کہنی مبارک ٹکا کر ذرا دیر کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ اُس مقام اور نشان کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔

طائف میں قیام کے دوران زاہد صاحب کے گھر جا کر باقاعدہ انگریزی اور حساب پڑھتا رہا۔ طائف کا ایک پھل برشُومی مجھے یاد ہے جس کے چھلکے پر اتنے زیادہ کانٹے ہوتے تھے کہ بیچنے والا ہاتھوں پر دستانے پہن کر اُسے کاٹتا اور اندر سے گودا نکال کر ہمیں دیتا جو کہ انتہائی لذیذ اور نرم ہوتا۔

ہم ابا جان کے ساتھ مدینہ منورہ میں تقریباً ۵، ۶ برس قیام پذیر رہے، ہر سال پاکستان آتے۔ اس طرح میرا سارا بچپن ہی مدینہ میں گزرا اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ مجھے اور احمد کو انگریزی، حساب اور سائنس وغیرہ کے مضامین پڑھانے کے لیے اُستاد (Tutor) گھر آتے۔ والدہ محترمہ کا کہنا تھا کہ انگریزی، حساب وغیرہ ضرور پڑھانا چاہیے کہ پاکستان جا کر کالج و یونیورسٹی میں داخلہ آسانی سے ہوگا۔

چنانچہ جب مستقل طور پر پاکستان منتقل ہوئے تو اُس وقت میں اور احمد ہائی کلاسز میں تھے اور ہمارا داخلہ عزیز آباد کراچی کے گورنمنٹ کمپری ہنسو ہائی سکول (Govt

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Comprehensive High School) میں باآسانی ہوگیا۔

میٹرک کے بعد ہمارا خاندان فیصل آباد منتقل ہوگیا، جہاں حکیم عبدالرحیم اشرف ؒ نے جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ میں ابا جان کو تدریس کے لیے دعوت دی تھی (اس ادارے کی بنیاد ابا جان اور حکیم صاحب نے، ابا جان کے سعودی عرب جانے سے پہلے رکھی تھی)۔ چنانچہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے میں نے ایف ایس سی اور بی ایس سی کیا۔ اس کے بعد ایم ایس سی ریاضی (Mathimatics) میں داخلہ لیا لیکن بعد میں ابا جان کی خواہش پر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں ایم ایس سی اکنامکس میں داخلہ لیا۔

ابا جان کا کہنا تھا کہ موجودہ دور میں اسلامی معیشت اور اسلامی بینکنگ پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اُس وقت ابا جان اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر تھے اور اسلامی معیشت کے متعلق رپورٹ مرتب کرنے میں شریک تھے۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ جدید اکنامکس کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھالا جائے۔ چنانچہ ابا جان اکثر ایسی کتب جو اسلامی اقتصادیات پر مشتمل ہوتیں، خواہ عربی یا اُردو میں تو مجھے تاکید سے پڑھنے کے لیے دیتے۔ اس طرح میرا مطالعہ اسلامی اقتصادیات میں بڑھتا رہا۔

اُس دوران جبکہ میں ایم ایس سی کر چکا تھا، والدہ محترمہ کی طبیعت بہت خراب رہنے لگی اور بالآخر ۸ فروری ۱۹۹۲ء میں وہ خالق حقیقی سے جاملیں۔ اس کا میری طبیعت پر بہت گہرا اثر پڑا، ماں کی جدائی کا غم میرے لیے صدمۂ جانکاہ سے کم نہ تھا۔ کسی چیز میں دل نہ لگتا تھا خاص طور پر گھر میں جہاں والدہ کی برتی ہوئی چیزیں یا مجھے آواز دینا، مجھے ہر وقت ان کی یاد دلاتا۔ ایسے میں کیمبرج یونیورسٹی (انگلینڈ) میں ایم فِل اکنامکس میں میرا داخلہ ہو جانا باعث غنیمت تھا۔ اس کے لیے اسکالرشپ مجھے مصلح الدین اسلامک ٹرسٹ کی طرف سے ملا تھا۔ یوں والد محترم اور بھائیوں کی حوصلہ افزائی سے مجھے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔

لندن میں میرے بڑے بھائی ڈاکٹر صہیب حسن تقریباً ۳۰ سالوں سے قیام پذیر ہیں۔ ان کے بیٹوں (بھتیجوں) سے کافی دوستی اور محبت ہے۔ چنانچہ بعض اوقات چھٹی کے دن ان کی طرف چلا جاتا اور یوں گھر سے دوری کا جو مسئلہ تھا وہ بھی بھائی، بھابھی کے پاس،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچوں کے درمیان وقت گزار کر حل ہو جاتا اور میں پھر سے پڑھائی کے لیے تازہ دم ہو جاتا۔ بھابھی صاحبہ نے لندن میں ہی اپنے جاننے والے مسلم، پاکستانی گھرانوں میں میرے لیے لڑکیاں دیکھنا شروع کر دیں۔ والدہ محترمہ کی رحلت کے بعد گویا انہوں نے یہ ذمہ داری از خود اُٹھالی تھی۔ لیکن ابا جان کے اصرار پر کہ پاکستان میں اور اپنے رشتہ داروں میں ہی شادی ہو، میں تقریباً ایک سال بعد ۱۹۹۳ء میں ایم فِل اکنامکس کر کے وطن واپس آ گیا۔

پاکستان آنے کے فوراً بعد میں نے I.P.S اسلام آباد میں ریسرچ پراجیکٹ پر کام شروع کیا۔ یہاں پروفیسر خورشید احمد صاحب کے ساتھ کافی وقت گزرا۔ ان کی رہنمائی اور شفقت کی وجہ سے اسلامک اکنامکس کی طرف شغف بڑھا۔ چونکہ میں تازہ تازہ باہر سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آیا تھا اس لیے میرے اندر جوش اور جذبہ بھی زیادہ تھا اور کچھ کر گزرنے کی دُھن بھی تھی۔ جلد ہی مجھے وفاقی اُردو کالج کراچی میں مستقل ملازمت مل گئی۔ جب میں نے اس ملازمت کا ذکر پروفیسر خورشید صاحب سے کیا تو انہوں نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ میری ملازمت (تدریس) کا آغاز بھی وفاقی اُردو کالج کراچی سے ہی ہوا تھا۔ ان کی یہ بات میرے لیے تقویت کا باعث بنی۔

۱۹۹۴ء میں، میں تدریس کے فرائض انجام دینے کے لیے کراچی منتقل ہو گیا۔ وہاں فیڈرل بی ایریا (دستگیر کالونی) میں میری بڑی بہن آپا جان صابرہ خاتون رہائش پذیر تھیں۔ انہوں نے نہایت محبت سے میرا اپنے ہی پاس رہنے کا بندوبست کیا۔ چونکہ میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا ہوں اس لیے بڑے بہن بھائیوں کے بچے تقریباً میرے ہم عمر یا تھوڑے ہی چھوٹے تھے۔ اس لیے ان کے ساتھ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے کے رشتے سے زیادہ دوستی کا رشتہ تھا اور اس طرح ان کے ساتھ کافی خوشگوار وقت گزرتا تھا۔

کراچی رہائش کے دوران آپا جان نے کراچی میں اور بھابیوں نے اسلام آباد میں رشتہ داروں اور جاننے والوں میں میرے لیے میرے ذوق اور مزاج کے مطابق رشتہ کی تلاش شروع کر دی۔ لیکن مجھے اس بات پر فخر ہے کہ ابا جان نے خود میرے لیے رشتہ کا انتخاب فرمایا۔ ان کی نظر انتخاب اپنی پھوپھی زاد بہن صفیۃ اللہ سلفی کی چھوٹی صاحبزادی پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑی۔ ان کا خاندان راولپنڈی میں آباد تھا۔ صفیہ پھوپھی کے شوہر محترم جناب حکیم محمد یحییٰ خان شفا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابا جان کے عزیز دوستوں میں سے تھے بلکہ ابا جان نے خود ان کا رشتہ اپنی پھوپھی زاد بہن سے کروایا تھا۔ حکیم شفا صاحب انتہائی وضع دار اور متوکل آدمی تھے، طب و حکمت میں کمال حاصل تھا۔ دینی و ادبی کانفرنسوں میں شریک ہوتے۔ عربی و فارسی زبانوں میں عبور حاصل تھا۔ کئی طبّی و اسلامی کتابوں کے مترجم تھے، ''مقتدرہ قومی زبان'' اور ''دائرہ'' کے ممبر تھے۔ ابا جان ان کی شخصیت سے کافی متاثر تھے، ہمیشہ محبت و عزت سے ان کا ذکر کرتے۔ خان پور (ہزارہ) کے مشہور قاضی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ (حکیم شفا صاحب کا انتقال ۱۹۹۲ء میں ہوا)۔ چنانچہ ۱۹۹۶ء میں میری شادی ابا جان کی خواہش کے مطابق میری پھوپھی زاد سے ہوئی۔

۱۹۹۷ء میں میرا ٹرانسفر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں ہو گیا اور یوں مجھے ابا جان کے ساتھ رہنے کا مزید موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد کی بہترین نعمت سے نوازا۔ میرے دو بچے ہیں بڑی بیٹی ھنیہ حسن (۱۲سال) ساتویں جماعت کی طالبہ ہے جبکہ بیٹا ھشام حسن (۷سال) دوسری جماعت میں ہے اور قرآن پاک ناظرہ و حفظ بھی شروع کر رکھا ہے۔

میری اہلیہ نے ایم اے عربی و اسلامیات کیا ہوا ہے۔ وہ ابا جان کے ساتھ کافی وقت گزارتیں، ابا جان کی لائبریری سے استفادہ کرتیں اور باقاعدہ ان سے بخاری شریف کا درس لیتیں۔ الہدیٰ انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ برائے خواتین اسلام آباد میں فقہ پڑھانے جاتیں تو پہلے ابا جان سے فقہی معلومات کا درس لیتیں۔ شادی سے پہلے بھی وہاں عربی گرائمر وغیرہ پڑھاتیں تھیں لیکن بعد میں ڈاکٹر فرحت ہاشمی (پرنسپل الہدیٰ انٹرنیشنل) کے کہنے پر کہ مولانا عبدالغفار حسن کے علم سے جس حد تک ممکن ہو استفادہ کیا جائے۔ ابا جان سے مختلف فقہی مسائل کا حل دریافت کیے جانے کے لیے رابطہ کا کام میری اہلیہ کے سپرد کیا گیا اور اس طرح اہلیہ نے ابا جان سے فقہ بھی پڑھ لی۔ ابا جان اپنے انتخاب پر بہت خوش اور مطمئن ہوتے اور کہتے کہ یہ ''قران السعدین'' ہے۔ پوتی ھنیہ حسن کا تاریخی نام انہوں نے تحفۃ الرحمن برقیۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھا، اس کا جھولا اپنے قریب رکھواتے، اُسے جھلاتے کھیلتے اور اس پر دم کرتے۔ پوتا ہشام حسن ان کی دُعاؤں کا ثمر ہے اکثر دوستوں اور رشتہ داروں کے کہنے کے مطابق اُس میں اپنے دادا کی خاص شباہت ہے، مزاجاً بھی انہی کی طرح ذہین، درویش صفت اور پڑھنے لکھنے کا شوقین ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ (آمین)

ابا جان ہمیشہ نماز کی تاکید فرماتے اور نماز با جماعت کا اہتمام فرماتے۔ رمضان المبارک میں جو بیٹے اور پوتے حافظ قرآن تھے گھر پر ہی ان کے لیے نمازِ تراویح کا بندوبست کیا جاتا اور پورا خاندان وبعض اہل محلّہ جماعت سے تراویح پڑھتے۔ ابا جان ہر تراویح کے بعد قرآن کا درس بیان فرماتے۔ گھر میں اہل خانہ اور ہمسائیوں کی اصلاح کے لیے ہفتہ وار درس کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔

ابا جان طویل العمری (۸۴، ۸۵ سال کی عمر) کے باوجود مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جاتے۔ جب ضعف زیادہ بڑھا تو گھر کے ساتھ خالی پلاٹ میں مسجد کی بنیاد رکھی کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا رہے۔ اہل محلّہ ابا جان کا بہت احترام اور محبت کرتے تھے۔ وہ ان کے وجود کو محلّہ میں خیر و برکت کا باعث سمجھتے اور ان کی اس خواہش کے احترام میں کہ مسجد تعمیر کروائی جائے، اہل محلّہ نے بڑھ چڑھ کر تعاون کیا۔ چنانچہ جب ''مسجد توحید'' تعمیر ہوگئی لیکن ابھی نامکمل ہی تھی تو وہاں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے۔ نماز سے ان کے گہرے شغف اور محبت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ جب وہ بیمار ہوئے اور چلنے پھرنے سے قاصر ہوگئے تو وقت کا اندازہ لگا کر نماز کی نیت باندھ لیتے۔ جب ہم ان سے بات کرنا چاہ رہے ہوتے تو پتہ چلتا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ تیمّم کی پاک مٹی ہمہ وقت سرہانے رکھتے۔

دوسری اہم بات جو ان کے وجود کا حصہ رہی وہ ان کی کتابیں اور لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ ان کے سرہانے ہر وقت قرآن وحدیث کی کتب، اسلامی موضوعات پر رسائل وجرائد موجود رہتے۔ آخری عمر میں بینائی اور سماعت کافی کمزور ہوگئی تھی بیٹے، بہوؤں اور پوتے پوتیوں سے مضامین پڑھوا کر سنتے، خطوط کے جواب لکھواتے۔ آپ کی کئی ہزار اسلامی کتب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مشتمل لائبریری ہے جس میں تفاسیر، احادیث، فقہ اور اسلامی علوم سے متعلق نایاب اور عمدہ کتابوں کا ذخیرہ ہے۔ جب بھی آپ اپنے اندر توانائی محسوس کرتے اپنی لائبریری میں چلے جاتے اور کتابوں کو دیکھتے، سنبھالتے اور پڑھتے رہتے۔ کافی وقت لائبریری میں گزارتے۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ کون سی کتاب کس الماری کے کون سے خانے میں دائیں یا بائیں رکھی ہے۔ جب انہیں کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو مجھے یا میری اہلیہ کو کہتے، جب ہم ان کے کہنے کے مطابق کتاب نکال لاتے تو بہت خوش ہوتے۔

خوراک کے حوالے سے طبیعت بہت سادہ تھی۔ ''ثرید'' (شوربہ میں ڈوبی ہوئی روٹی) بہت شوق سے کھاتے، شامی کباب پسند کرتے۔ کبھی چائے نہیں پی، قہوہ مرغوب تھا۔ اہلیہ چائینیز سوپ بنا کر دیتیں تو شوق سے پی لیتے۔ مہمان کی تواضع کو بہت اہمیت دیتے، جب بھی کوئی ان سے ملاقات کے لیے آتا تو گھر والوں کو مہمان نوازی کی تاکید کرتے۔ کھانے کا وقت ہوتا تو ملاقاتی کو کھانا کھلائے بغیر نہ جانے دیتے۔ ننھے بچے، پوتے پوتیاں وغیرہ آتے تو اپنی الماری سے رنگین سونف اور بسکٹ نکال کر دیتے۔ میرے بچے اپنے دادا کے پاس جا کر بہت خوش ہوتے، ان کے کمرے میں کھیلتے رہتے۔ دادا کے ثرید میں سے کھاتے بلکہ دادا ابا خود انہیں اپنے ہاتھ سے کھلاتے۔ کتابیں پڑھنے کے لیے دیتے۔ ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ کا فارسی ترجمہ والا قرآن میری اہلیہ کو دیا کہ وہ فارسی پڑھ سکتی تھیں۔ کلامِ اقبال اور اُردو ادب سے متعلق کتب بھی دیں۔

انتہائی صابر اور شکر گزار طبیعت تھی، کبھی کوئی شکایت زبان پر نہ آتی۔ ایک دفعہ غسل خانے میں پھسل کر گر پڑے سر پر شدید چوٹ آئی، خون بہنے لگا، خاموشی سے آکر بستر پر لیٹ گئے۔ اتفاق سے اسی وقت میں اور اہلیہ ان کے پاس پہنچے وہ عجیب انداز سے لیٹے تھے ہم گھبرا گئے، دیکھا تو سر سے خون بہہ کر تکیے میں جذب ہو رہا تھا جلدی سے خون صاف کیا بڑے بھائی ڈاکٹر خبیب حسن کو بلایا۔ انہوں نے دوائی لگائی طاقت کا انجکشن دیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ بستر سے اُترتے ہوئے پھسل گئے، مسہری کی پٹی ان کی ریڑھ کی ہڈی سے ٹکرا گئی جس سے ہڈی میں کریک پڑ گیا۔ کافی دن تکلیف رہی کہتے رہے نہیں کچھ زیادہ نہیں ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھیک ہو جائے گی۔ بالآخر جب ہسپتال لے گئے اور ایکسرے کروایا تو پتہ چلا کہ فریکچر ہے۔ یہ تکلیف بھی انہوں نے انتہائی صبر کے ساتھ برداشت کی جبکہ آپ کی عمر تقریباً ۹۳ برس تھی۔

آخری ایام میں جبکہ آپ بالکل صاحب فراش تھے ہر وقت گویا نماز میں رہتے۔ کھانا پینا روز بروز کم سے کمتر ہوتا جا رہا تھا۔ ایک خادم ہمہ وقت ان کی خدمت کے لیے حاضر رہتا، ان کی پاکیزگی اور کمرے کی صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھتا۔ اللہ نے اس کو بھی اتنی توفیق دی تھی کہ وہ والد بزرگوار کی خدمت بڑی محبت اور دل جمی کے ساتھ کرتا۔ جس کا پھل اُسے اس دنیا میں بھی مل رہا ہے اور یقیناً آخرت میں بھی اس کی جزا پائے گا۔ اتفاق سے اس خادم کا انتخاب بھی میں نے کیا تھا، مجھے اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ اپنی تعلیم و تدریس کی مصروفیات میں سے میں ابا جان کے لیے زیادہ وقت نہیں نکال پاتا۔ مجھے یاد ہے کہ میں ابا جان کے پاس بیٹھا ان کے پاؤں دباتا رہتا اور بعض اوقات مختلف جرائد و رسائل میں سے مضامین پڑھ کر سناتا۔

ابا جان کے ساتھ گزاری بہت سی خوبصورت اور انمول یادیں ایسی ہیں جن کو میں بروئے قلم نہیں لاسکتا کہ کچھ باتیں لکھی نہیں جاسکتیں صرف محسوس کی جاسکتی ہیں۔ جہاں مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں اس صدی کے ایک عظیم محدّث اور عالم کا بیٹا ہوں وہاں مجھے ان سے بچھڑنے کا قلق بھی بہت ہے کہ ابھی تو میں ان سے بہت کچھ سیکھنا چاہتا تھا۔ انہوں نے کبھی میرے ساتھ سختی نہیں کی بلکہ ہمیشہ میری خواہش اور جذبات کا احترام کیا۔ مجھے اپنی محبت اور تربیت کی اتنی طاقت بخش دی کہ آج میں جس مقام پر ہوں یہ سب اللہ کی مہربانی اور والد محترم کے بہترین علم و عمل کا نتیجہ ہے۔

ابا جان نے ۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء میں اس دارِفانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ کیا۔ انا للہ وإنّا إلیہ راجعون

آج جب میں اپنی گزشتہ زندگی پر نظر دوڑاتا ہوں تو ابا جان کا پرجلال و جمال نقش میرے سامنے مجسم ہو جاتا ہے۔ ان کی اخلاقی و دینی تربیت اور عمدہ تعلیمی ماحول ہمارے لیے ایک روشن مثال ہے۔ ابا جان کی رحلت کے ایک سال بعد ۲۰۰۸ء میں پی ایچ ڈی اکنامکس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی غرض سے آسٹریلیا میں مقیم ہوں اور ابا جان کے خواب کہ جدید اکنامکس کو اسلامی اقتصادیات میں ڈھالا جائے کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے جدوجہد کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ابا جان کی مغفرت فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین!

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسلوں کے مربی

نمیر حسن مدنی

محترم قاضی حسین احمد ہمارے ہاں تعزیت کے لیے تشریف لائے تو فرمایا کہ ''جب میں جمعیت میں تھا تو تربیت گاہوں میں مولانا سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ ۱۹۵۶ء میں جمعیت کا سالانہ اجتماع نیا مدرسہ اچھرہ میں منعقد ہوا تھا۔ اس میں مولانا نے درسِ حدیث دیا تھا۔'' قاضی صاحب کے ساتھ ان کے بڑے صاحبزادے آصف لقمان بھی تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ''جب ہم اسلام آباد جمعیت میں تھے تو مولانا ہماری تربیت گاہ میں تشریف لائے تھے۔'' یوں ہمارے دادا نسلوں کے مربی تھے۔ دادا ابا مولانا عبدالغفار حسن کو جماعت کا حلقہ ''انتخابِ حدیث'' کے مرتب کے طور پر جانتا ہے۔ آپ تقریباً ۹۴ سال کی عمر میں ۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

تاسیسی اجتماع میں شرکت نہ کر سکنے کے باوجود ۱۹۴۱ء سے جماعت سے وابستہ تھے، اس وقت آپ کا قیام بنارس میں تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد لاہور آ گئے اور طویل عرصہ تربیتی اُمور کی ذمہ داری نبھائی۔ جمعیت کی تربیت گاہوں میں مستقل مربی کے طور پر شریک ہوتے تھے۔ یہ تربیت گاہیں ہفتہ، عشرہ اور بعض اوقات پورے مہینے کی ہوتی تھیں۔ پابندی کے زمانے میں یہ پروگرام جاری رہتا تھا۔ بعض اوقات مکمل تربیت گاہ ایک مربی کے ساتھ گزاری جاتی۔ بعد میں فیصل آباد اور اسلام آباد کی رہائش کے دوران بھی جمعیت کی تربیت گاہوں میں دروس کے لیے تشریف لاتے رہے۔ اظہر اقبال حسن بھائی نے بتایا کہ جامعہ زرعیہ میں ہاسٹلز کی سطح پر بڑے بڑے دروس ہوا کرتے تھے جن میں مولانا تشریف لاتے تھے۔ دادا ابا کا تربیتی انداز بہت مشفقانہ اور پر مزاح ہوا کرتا تھا۔ حافظ محمد ادریس نے بتایا کہ مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں جلال تھا جبکہ مولانا عبدالغفار حسنؒ انتہائی شگفتہ مزاج کے حامل تھے۔

دادا ابا کے مفصل حالاتِ زندگی میرے تایا ڈاکٹر صہیب حسن کے قلم سے آپ ملاحظہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر چکے ہیں۔ بہر حال میں ان کی زندگی کے کچھ واقعات ضبط تحریر میں لا رہا ہوں، جو میں نے خود اُن سے یا دیگر حضرات سے سنے۔

① ابن قیم کی آمد

لاہور میں دادا ابا جس گھر میں مقیم تھے، اسی کے ایک حصے میں میاں طفیل محمد رہتے تھے۔ میاں صاحب کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی تو دادا ابا مولانا مودودی مرحوم کو اطلاع دینے کے لیے آئے۔ کہا: مولانا آپ کو خبر ہے، ابن قیم تشریف لائے ہیں؟ مولانا نے تعجب کا اظہار کیا تو فرمایا: دیکھیے میاں صاحب کے بیٹے کی ولادت ہوئی ہے۔ چونکہ وہ قیم جماعت ہیں لہٰذا نومولود ابن قیم ہوا نا! مولانا یہ سن کر بہت محظوظ ہوئے۔

② داڑھی

پابندی کے زمانے میں جمعیت نے دس روز کی ایک تربیت گاہ منوڑہ (کراچی) میں ایک مکان لے کر رکھی۔ مولانا عبدالغفار حسن اس میں مستقل شریک رہے۔ صبح سویرے اس میں درس ہوتا اور پھر سارا دن مطالعہ اور سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہتا۔ شرکاء دس سے بارہ تھے اور سب کی عمریں ۱۶، ۱۷ برس سے زیادہ نہیں تھیں۔ اتفاق سے کسی کے چہرے پر داڑھی نہیں تھی۔ ساتھیوں نے اشاروں ہی اشاروں میں ایک شرارت کا منصوبہ بنایا۔ مولانا سے سوال پوچھا کہ داڑھی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ سب کا خیال تھا کہ کوئی فقہی نوعیت کا جواب دیں گے لیکن مولانا نے بڑے تحمل سے فرمایا: ''دیکھیے انسان کی مثال آم جیسی ہے آم پہلے اندر سے پکتا ہے، پھر باہر سے زردی دکھاتا ہے۔ اسی طرح انسان کے اندر پہلے تقویٰ پیدا ہوتا ہے پھر داڑھی بھی آجاتی ہے۔'' اب سب ساتھی جو شرارت کے موڈ میں تھے، جواب اپنی ہی طرف لوٹ آنے کی وجہ سے جھینپ کر رہ گئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ یہ واقعہ ہم نے سید منور حسن کی زبانی بارہا سنا۔

③ پڑپوتے

چند سال قبل محترم ناظم اعلیٰ نصر اللہ بھائی اور عمیر ادریس بھائی دادا ابا سے ملنے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے تشریف لائے۔ گھر کے برابر میں دادا ابا ہی کی شروع کی گئی مسجد میں اکٹھے نماز پڑھی، پھر گھر آ کر بیٹھ گئے۔ دادا ابا نے حال احوال کے بعد سورۃ الکہف کی آیات تلاوت کیں:
﴿ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴾...... الخ ﴾(۱۸/ الکہف: ۱۳) عموماً نوجوانوں سے گفتگو میں وہ یہ آیت تلاوت کرتے تھے۔ اس کے بعد نوجوانوں میں دعوت کے کام اور بالخصوص بے حیائی کی روک تھام کی تلقین کی۔ بے حیائی کو روکنے کے لیے نصیحت وہ ہمیشہ کیا کرتے تھے، بالخصوص جمعیت کے حوالے سے وہ یہ بات ضرور کہتے ساتھ ہی توڑ پھوڑ سے منع بھی کرتے تھے۔ خیر اس موقع پر بات چیت ختم ہوئی اور دادا ابا اُٹھے تو سامنے میں کھڑا تھا، کہنے لگے یہ میرا پوتا ہے۔ ناظم صاحب نے کہا ہم بھی تو آپ کے پوتے ہیں۔ برجستہ جواب دیا آپ تو پڑپوتے ہیں۔ یہ دادا ابا کا مزاج تھا، ایسی ہنسی کی باتیں وہ سب سے کیا کرتے تھے۔ مسجد کے مستقل نمازی اور دادا ابا سے والہانہ عقیدت رکھنے والے خواجہ عبدالقیوم صاحب سے تو خوب مزاح کی باتیں کرتے تھے۔

④ اخبار اور پینسل

گھر میں سب پہلے سے اخبار آپ ہی دیکھتے تھے۔ جب تک اخبار پڑھنے اور قلم چلانے کی ہمت رہی، ان کا معمول تھا کہ اخبار میں خواتین کی جتنی تصاویر ہوتیں ان پر قلم پھیر دیتے اور بہت سخت الفاظ تحریر کر دیتے۔ ہفت روزہ زندگی اور تکبیر باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ اُن کے مدیران کو اشتہارات کے نام پر بے حیائی کی اشاعت پر متوجہ کرتے رہتے۔ صلاح الدین شہیدؒ کو کئی خطوط لکھے۔ ان کی شہادت کے بعد رسالہ لینا بند کر دیا۔

⑤ حفظِ قرآن

دادا ابا خود حافظ نہیں تھے لیکن اپنی اولاد کے بارے میں شدید خواہش تھی کہ وہ قرآن یاد کریں۔ اسی لیے ہم سب بھائیوں نے یاد کرنا شروع کیا جو جتنا یاد کر لیتا، ماہِ رمضان میں گھر میں تراویح کا بندوبست لازمی کرواتے اور سب تھوڑا تھوڑا سناتے۔ اس طرح ہم سب نے کئی سال تراویح سنائیں۔ ایک مرتبہ طبیعت کافی خراب تھی، سب گھر والے جمع تھے، دادا ابا بہت تکلیف میں تھے۔ ایسے میں باہر سے مجھ سے چھوٹا بھائی جو کہ حافظِ قرآن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، کمرے میں داخل ہوا۔ اس کو دیکھتے ہی جوش میں اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہا ''میرا حافظ آ گیا۔'' اللہ کا شکر ہے ان کے کئی پوتے پوتیوں نے حفظ کیا اور نہ صرف ہمارے گھروں میں بلکہ کئی مقامات پر تراویح میں سناتے ہیں۔

⑥ پروٹوکول آفیسر

میرا چھوٹا بھائی اُسید جو اسلام آباد میں جمعیت کا ناظم ہے، بچپن سے دادا ابا کا بہت خیال رکھتا تھا۔ گاڑی میں بیٹھنے کا مرحلہ ہوتا تو مدد کے لیے حاضر ہوتا۔ دادا ابا وہاں موجود لوگوں سے کہتے: ''یہ میرا پروٹوکول آفیسر ہے۔'' حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے آخری ایام میں اس پروٹوکول آفیسر نے خدمت کا حق ادا کیا اور اپنے بڑے بھائیوں پر سبقت لے گیا۔

⑦ پکا وہابی

اہل حدیث حضرات کو وہابی کہا جاتا ہے۔ ہم کبھی دادا ابا کے سامنے نماز پڑھ رہے ہوتے اور زیادہ اُونچے ہاتھ باندھ لیتے تو مسکراتے اور کہتے ''پکا وہابی ہے، وہابی۔''

⑧ بچوں کی تعلیم

ہم سب کی تعلیم کے بارے میں پوری معلومات رکھتے تھے۔ ہم سے ملتے تو پوچھتے کہ کیا پڑھ رہے ہو، پھر اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا تو بتاتے ورنہ پوچھتے کہ اس کا کیا فائدہ ہے۔ میں بی ایس سی ایجوکیشن کر رہا تھا تو مجھ سے تفصیل پوچھتے۔ میں بتاتا کہ تعلیم کے بارے میں پڑھ رہا ہوں جس میں ہم نفسیات کا مطالعہ بھی کرتے ہیں۔ اس پر وہ کہتے کہ نفسیات کی دعوت کے کام میں بڑی اہمیت ہے۔ قرآن کے حوالے سے بتاتے کہ کس کس جگہ اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح تدریس کا ذکر ہوتا تو ایک واقعہ ضرور سناتے۔ ان کے عزیز ایک سکول میں ماسٹر ہو گئے۔ وہ پڑھا رہے تھے تو طلبہ نے انہیں تنگ کرنے کی غرض سے کاغذ کی گولیاں بنا کر ان کی طرف پھینکنا شروع کر دیں۔ وہ صاحب پوری یکسوئی سے اپنا کام کرتے رہے، یہاں تک کے طلبہ تھک گئے۔ اس پر وہ بتاتے ہیں کہ اُستاد کو صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ جمعیت کے کام کے بارے میں پوچھتے۔ اگر ہم میں سے کوئی درس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے کر آتا تو پوچھتے کہ تم نے کیا کہا۔ جمعیت سے متعلق جب بھی بات ہوتی تو بے حیائی کے خلاف منظّم جدوجہد کی تلقین کرتے۔ ایک مرتبہ ایسی ہی ایک مہم میں املاک کو نقصان پہنچایا تو اس پر بہت ناراض ہوئے اور بار بار منع کرتے کہ یہ طریقہ درست نہیں ہے۔

⑨ آخری چند ماہ

کچھ عرصہ ایسا گزرا جس میں یادداشت بہت متاثر ہوگئی تھی۔ دن اور رات کی تفریق بھی نہ کر پاتے تھے۔ ان دنوں میں خود کلامی کے سے انداز میں پرانے واقعات دہراتے رہتے تھے۔ میاں طفیل محمد صاحب، ڈاکٹر اسرار احمد اور حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب کا نام اکثر لیتے اور کہتے کہ میاں صاحب سے معلوم کریں کہ فلاں جگہ مکتبہ کے لیے کون سی جگہ موزوں رہے گی، وقت کون سا ہونا چاہیے وغیرہ۔ یہ ماضی کی وہ یادیں تھیں جو لاشعوری طور پر نوکِ زبان پر آجاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ علم اور تحریک دونوں میدانوں میں آپ کی روایات کو قائم رکھ سکیں۔ آمین!

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت نبوی کے نگہبان

عامر حسن

میں نے جب ہوش سنبھالا تو گھر میں دو بزرگ ہستیوں کو موجود پایا، ایک میری دادی اَمی اور دوسرے میرے دادا اَبا۔ دادی اَمی کا انتقال ۱۹۹۲ء میں ہوا، جبکہ دادا اَبا نے طویل عمر پائی اور ۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللھم اغفر لھما وارحمھما۔

میں جب ماضی کے اوراق پلٹتا ہوں تو ذہن میں ایک تصویر اُبھرتی ہے اور میں دادا اَبا کو ان کے کتب خانے میں مشغول پاتا ہوں۔ بچپن میں اکثر انہیں ان کے کتب خانے میں علمی مشاغل میں مصروف دیکھا، بچے اگر ان کی مشغولیت میں مخل ہوتے تو آپ بہت محبت اور شفقت سے سمجھاتے۔ ابتدائی دنوں میں ان کی محبت وشفقت کے کئی ایک واقعات لوح دماغ پر اب بھی محفوظ ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں تقریباً ۴ سال کا تھا اور یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب دادا اَبا جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔ دادا اَبا مجھے اپنے ساتھ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد لے کر جاتے اور گاڑی میں اپنے ساتھ گود میں بٹھاتے تھے۔

۱۹۸۵ء میں والد محترم کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں تقرری ہوئی تو وہ ہم سب کو لے کر اسلام آباد آ بسے، جبکہ دادا اَبا فیصل آباد میں ہی رہے۔ جدائی کے یہ لمحات عارضی ہی رہے اور سات سال بعد دادا اَبا بھی اسلام آباد منتقل ہو گئے۔ تاہم اس دوران ہم وقتاً فوقتاً چھٹیاں گزارنے فیصل آباد جاتے رہے، اور دادا اَبا کا جب اسلامی نظریاتی کونسل یا رؤیت ہلال میں شرکت کے لیے اسلام آباد آنا ہوتا ہمارے گھر میں ہی قیام فرماتے۔ ایک دفعہ غالباً عید الاضحیٰ سے قبل، دادا اَبا رؤیت ہلال کمیٹی میں شرکت کے بعد عید سے قبل واپس جانا چاہتے تھے۔ سب کی خواہش تھی کہ وہ عید ہمارے ساتھ ہی کریں لیکن دادا اَبا راضی نہیں تھے۔ دادا اَبا کو روکنے کے لیے ہم بہن بھائیوں کو انوکھی ترکیب سوجھی، ہم نے ایک درخواست لکھی اور سب گھر والوں کے دستخط کے ساتھ دادا اَبا کے روبرو پیش کی دادا اَبا اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخواست کو رد نہ کر سکے اور عید ہمارے ساتھ ہی کی۔

درحقیقت دادا اَبا روایتی بزرگوں کی طرح روک ٹوک والے نہ تھے بلکہ ان کا برتاؤ بہت مشفقانہ اور دوستانہ ہوتا تھا۔ بچوں سے انہیں خصوصی لگاؤ تھا وہ اکثر ہمیں اپنی تعلیمی اور جماعتی زندگی کے دلچسپ واقعات سنایا کرتے تھے، ان کی مجلس میں اکتاہٹ کے بغیر نصیحت آموز باتیں سننے کو ملتی تھیں۔ بعض اوقات وہ پُر مزاح واقعات سنا کر محظوظ بھی کیا کرتے تھے۔ دادا اَبا کا اپنی تعلیمی زندگی کا واقعہ یاد آ رہا ہے کہ ایک دفعہ کمرۂ امتحان میں ایک طالب علم نے سرگوشی میں دوسرے ساتھی سے پوچھا: ''گلاب کے پودے کو عربی میں کیا کہتے ہیں؟'' دوسرے نے ضلوا فاضلوا کا مصداق بنتے ہوئے جواب دیا: ''شجرة الگلبة''۔

دادا اَبا کے پاس کتب کا ایک قیمتی ذخیرہ موجود تھا جس کو ایک الگ کمرے میں الماریوں میں سلیقے سے رکھا گیا تھا۔ دادا اَبا کتابوں کے معاملے میں بہت حساس واقع ہوئے تھے اگر کوئی کتاب نہ ملتی تو پریشان ہو جاتے اور اس وقت تک اطمینان سے نہ بیٹھتے جب تک اس کو تلاش نہ کر لیتے، اس کے علاوہ آپ وقتاً فوقتاً کتب کی ترتیب وتزیین اپنی نگرانی میں کرواتے رہتے تھے۔ غالبًا ایک ایسا ہی موقع تھا کہ جب وہ اُردو کی کتب مکتبہ سے اپنے کمرے میں منتقل کروا رہے تھے، مجھے یہ کام سونپا گیا کہ اُردو کی کتب عربی کتب سے الگ کر دوں لیکن میں نے کتب چھانٹی کرنے کے بجائے کتب بینی شروع کر دی۔ جب کافی دیر بعد دادا اَبا کام کا جائزہ لینے آئے تو مجھے کتاب کے مطالعے میں منہمک پایا لیکن اُنہوں نے مجھے ڈانٹا نہ غصے ہوئے بلکہ کہا کہ بے شک یہ کتابیں پڑھنے کے لیے ہی ہیں لیکن اس وقت ان کو ترتیب دینا زیادہ ضروری ہے۔ میرے مطالعے کے شوق کو دیکھتے ہوئے مجھے کتاب واپسی کی تاکید کے ساتھ گھر لے جانے کی اجازت بھی دے دیا کرتے تھے۔ علامہ ابن قیم دادا اَبا کے پسندیدہ مصنف تھے ان کی مؤلفات کا مناسب ذخیرہ دادا اَبا کے کتب خانے میں موجود تھا، ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب دوائے شافی خود بھی پڑھتے تھے اور دوسروں سے بھی پڑھواتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دادا اَبا کی ملکی اور بین الاقوامی حالات پر خاص نظر تھی، آپ اخبارات اور جرائد کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے تھے۔نوائے وقت میں شائع ہونے والا کالم ''سرراہے'' کافی شوق سے پڑھتے۔ بیشتر رسائل خالص دینی ہوتے تھے تاہم ملکی سیاست سے باخبر رہنے کے لیے بھی کئی رسائل مثلاً ہفت روزہ تکبیر اور زندگی کا مطالعہ ذوق شوق سے کرتے تھے۔ ان رسائل میں تصاویر کی اشاعت کے بعد کئی دفعہ مدیران کو تنبیہی خطوط لکھے لیکن اصلاح احوال کی کوئی صورت نہ نکلنے کی صورت میں آپ نے بالآخران رسائل کا مقاطعہ کردیا۔اس ضمن میں آپ علامہ اقبال کے شعر کے ایک مصرعہ کو مناسب ردّو بدل کے ساتھ اس طرح کہا کرتے تھے۔ع

جدا ہو دین صحافت سے تو رہ جاتی ہے فحاشی

دادا اَبا شعر پسند کرتے تھے اور ان کو کئی ایک شعر یاد تھے۔ جب کبھی تکلیف میں ہوتے تو نبی ﷺ کا صحیح بخاری میں نقل شدہ یہ قول پڑھتے۔ع

إن أنت إلا اصبع دميت

وفي سبيل الله ما لقيت

میری ایک بہن کا نام عبیر ہے اسے دیکھتے تو برجستہ یہ شعر پڑھتے۔ع

ريح العبير لكم ونحن عبيرنا

رهج السنابك والغبار الاطيب [1]

ایک عالم کا تعلق ساری زندگی تعلیم سے وابستہ رہتا ہے اور اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ کتاب سے رشتہ توڑ لے۔دادا اَبا کے آنکھ کے آپریشن کے بعد اطباء نے آپ کو مزید مطالعے سے منع کردیا تھا لیکن آپ کا کہنا تھا کہ ساری عمر کتابیں پڑھتے گزری ہے اب اس کو کیسے چھوڑ دیں۔اس مسئلے کا یہ حل نکالا گیا کہ انہیں رسائل پڑھ کر سنائے جاتے تاہم کتب کا مطالعہ انہوں نے بدستور خود ہی جاری رکھا۔اس طریقے سے ان کے عدم مطالعے کی کمی بھی

[1] تمہارے لیے ''اگر'' کی خوشبوئیں اور ہمارے لیے گھوڑوں کے ٹاپوں کی خاک اور پاکیزہ غبار ہی ''اگر'' کی خوشبو ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری ہو جاتی اور ڈاکٹروں کے مشورے پر بھی عمل ہو جاتا، مجھے اکثر انہیں مختلف رسائل ومضامین سنانے کا موقع ملا اس دوران دادا اَبا نہ صرف میرے تلفظ کی غلطیوں کی اصلاح کر دیا کرتے تھے بلکہ اگر کوئی بات عام فہم نہ ہوتی تو خود ہی اس کی تشریح بھی کر دیا کرتے تھے اس سننے اور سنانے کے عمل میں جہاں سننے والے کے علمی ذوق کی تسکین ہوتی تھی وہاں سنانے والا بھی برابر مستفید ہوتا تھا۔ مطالعہ کا یہ طریقہ ہی میرے لیے مختلف رسائل سے اولین تعارف کا سبب بنا، اس دوران جہاں مجھے الاعتصام، ندائے خلافت، المنبر، میثاق، الرسالہ، حکمت قرآن اور دیگر رسائل پڑھنے کا موقع ملا وہاں مختلف علماء کی فکر اور سوچ کے زاویوں سے آگاہی حاصل ہوئی اور ساتھ ساتھ بعض حضرات کی کم علمی بھی عیاں ہوئی۔

دادا اَبا کے دیگر مشاغل میں مختلف خطوط ومسائل کا جواب دینا بھی شامل ہوتا تھا، اس ضمن میں دادا اَبا کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ آپ جوابات املا کرواتے تھے اور پھر خود اس کو پڑھ کر آخر میں دستخط کر دیا کرتے تھے۔ اس پہلو میں بھی آپ املا کی غلطیوں کی اصلاح کرتے تھے اور اچھی لکھائی کی تعریف بھی کرتے تھے عموماً آپ کے جوابات انتہائی مدلل اور حوالہ جات سے مزین ہوتے تھے۔

اس مضمون میں اگر اجازۃ الحدیث کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ ادھورا رہ جائے گا۔ بچپن میں اکثر گھر میں دو الفاظ اجازۃ اور تزکیہ سننے کو ملتے رہتے تھے، کہ فلاں صاحب تزکیہ یا اجازۃ لینا چاہتے ہیں لیکن ذہن اس لفظ کے معانی ومفہوم سے نا آشنا تھا تاہم جب وقت گزرنے کے ساتھ اصل حقیقت واضح ہوئی تو اکثر دل میں یہ شوق اُبھرتا کہ مجھے بھی یہ شرف حاصل کرنا چاہیے لیکن دادا اَبا کا اس معاملہ میں سخت معیار اور اپنی کم علمی وکم مائیگی کو دیکھتے ہوئے ان سے اجازۃ الحدیث کی سند حاصل کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ میں جب حدیث میں ایم فل کر رہا تھا تو اس دوران میرے دو ہم کلیہ ساتھی ان سے اجازۃ الحدیث طلب کرنے گئے اور ساتھ ہی کچھ اشیاء مثلاً: جائے نماز، ٹوپی اور تسبیح وغیرہ بطور ہدیہ لے گئے۔ دادا اَبا نے آنے کا مقصد دریافت کیا تو کہنے لگے: ''بس آپ کی زیارت کرنا مقصود تھی!'' پھر باتوں ہی باتوں میں اجازۃ الحدیث کی درخواست کر ڈالی تو دادا اَبا نے فوراً کہا: ''اچھا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ لوگوں کی آمد کا یہ مقصد تھا۔" دادا ابا نے ان کے ہدیے بھی واپس کر دیئے اور اجازۃ الحدیث دینے سے بھی صاف انکار کر دیا۔ بعدازاں اُنہوں نے والد محترم کے ذریعے سفارش کی۔ جب وہ اس سفارش کے نتیجے میں اجازۃ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میرے اندر بھی اس سند کو حاصل کرنے کے شوق نے پھر سے انگڑائی لی اور اس خیال نے میری ہمت بڑھائی کہ میں کہیں اس فیض سے محروم نہ رہ جاؤں اور اجازۃ الحدیث عنایت کرنے کی درخواست کر ڈالی جو انہوں نے کمال مہربانی سے منظور کر لی۔ اس طرح ان کی وفات سے تقریباً ۹ ماہ قبل میں یہ سند حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اور میں وہ آخری فرد تھا جس کو آپ نے یہ سند عطا کی تھی۔

جد محترم گھر سے باہر تو درس وتدریس کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ گھر میں بھی اہل خانہ کے لیے درس ونصیحت کے مواقع ڈھونڈ لیتے تھے۔ آپ نے مجھ سمیت اپنے پوتوں کو اپنی کتاب "انتخاب حدیث" سبقاً سبقاً پڑھائی تھی۔ رمضان میں خصوصاً تراویح کے بعد درس دیتے۔ تراویح کا اہتمام گھر میں ہی ہوتا تھا جس میں گھر کے مرد وخواتین شریک ہوتے۔ میرے تایا زاد بھائی اور بہنوئی حافظ نضیر حسن مکمل قرآن جبکہ باقی افراد اپنے حفظ کے مطابق قرآن سناتے۔ دادا ابا ایک عالم دین کے لیے حافظ قرآن ہونا بہت ضروری سمجھتے تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ایک حافظ قرآن کی مثال خزانچی کی سی ہے جو صرف رقم لے سکتا ہے اور رقم دینے کے اختیارات اس کے پاس نہیں ہوتے اور ایک عالم دین جو کہ حافظ قرآن بھی ہے اس کی مثال بینکار کی سی ہے، جو رقم جاری کرنے اور لینے دونوں قسم کے اختیارات رکھتا ہے۔ یعنی ایک حافظ قرآن عالم دین، قرآن کو سمجھ بھی سکتا ہے اور اسے آگے پہنچا بھی سکتا ہے۔ برعکس اس حافظ قرآن کے جو قرآن کو اپنے سینے میں محفوظ تو رکھتا ہے، لیکن اس کو سمجھ کر آگے ابلاغ کے قابل نہیں ہوتا۔

دادا ابا نماز وقت پر پڑھنے کی بہت تاکید کرتے تھے آپ سب سے پہلے نماز کے لیے تیار ہوتے تھے اور باقی گھر کے افراد کو بھی نماز کا اہتمام کرنے کے لیے کہتے رہتے تھے، میں نے انہیں نوے سال کی پیرانہ سالی میں بھی نماز کے لیے مسجد جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۹۳ء کا جب انتخابی میدان سجا تو آپ کے سیاسی خیالات سمجھنے اور جاننے کا موقع ملا، ان دنوں ہم آپ کے ساتھ ہی ایک مکان میں رہائش پذیر تھے۔ اس انتخابی معرکے میں جماعت اسلامی نے اسلامی جمہوری اتحاد کے سابقہ تجربات سے ہٹ کر پاکستان اسلامک فرنٹ کے نام سے اپنے اُمیدوار میدان میں اُتارے تھے۔ اسلام آباد سے مسلم لیگ (ن) کے حاجی نواز کھوکھر امیدوار تھے، جبکہ پاکستان اسلامک فرنٹ نے میجر طارق محمود صاحب کو ٹکٹ دیا تھا۔ مؤخر الذکر کردار اور عمل کے لحاظ سے مسلم لیگ کے امیدوار سے بدر جہا بہتر تھے لیکن دادا اَبا پیپلز پارٹی کا ہر حال میں راستہ روکنا چاہتے تھے اور اسے بڑی برائی اور مسلم لیگ (ن) کو چھوٹی برائی سے تعبیر کرتے تھے۔ ان کے خیال میں اسلامک فرنٹ کو مسلم لیگ سے اتحاد توڑ کر الگ سے انتخابات لڑنے کے نتیجے میں اسلام پسندوں کے ووٹ بٹ جائیں گے اور پیپلز پارٹی کو اقتدار میں آنے کا موقع مل جائے گا۔ اس لیے بڑی برائی کا راستہ روکنے کے لیے چھوٹی برائی کو برداشت کرنا چاہیے۔ انتخابات کے نتائج نے ان کا اندازہ درست کر دکھایا۔ اگرچہ اسلام آباد سے مسلم لیگ کے امیدوار حاجی نواز کھوکھر ہی نشست جیتے تھے لیکن اقتدار میں آنے کے بعد پیپلز پارٹی نے ان کو سیاسی انتقام کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ حاجی صاحب چند مقدمے بھی برداشت نہ کر سکے اور پیپلز پارٹی میں شامل ہو کر تمام الزامات سے بری ہو گئے۔ بہر حال دادا اَبا کو پیپلز پارٹی کے اقتدار میں آنے کا بہت صدمہ تھا۔

حکمرانوں کو نصیحت کرنا ہمیشہ سے علماءِ حق کا وصف رہا ہے۔ دادا اَبا نے بھی اس فرض کو نبھانے کی حتی المقدور کوشش کی۔ نواز شریف سے انہیں کچھ خیر کی توقع تھی، ۱۹۹۷ء میں ان کے دوبارہ اقتدار میں آنے کے بعد آپ نے ایک طویل خط کے ذریعے مسلمان حکمران کے فرائض کے بارے میں آگاہ کیا تھا اور بہت خوشنما پیرائے میں نماز و زکوٰۃ کا نظام قائم کرنے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا اہتمام کرنے کی نصیحت کی تھی۔

آپ آخری سانس تک بہترین اخلاق کا نمونہ رہے اکثر اپنے ساتھ پرہیزی کھانے میں شریک ہونے کے لیے اصرار کرتے تھے۔ آپ انتہائی مجبوری کی حالت مجھے ہی اپنے ہاتھ یا پاؤں دبانے کے لیے کہتے تھے اور تھوڑی دیر بعد حکماً پاؤں دبانے والے کو منع کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے تھے، بلکہ بعض اوقات جواباً دوسرے فرد کے ہاتھ دبا دیا کرتے تھے۔ اگر کبھی ان کی ضروریات کا خیال رکھنے میں کوئی کمی یا کوتاہی ہوتی تو اس صورت میں بھی دادا اَبا نے کبھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ صبر اور ہمت سے تمام وقت گزارا۔

۲۲ مارچ کی صبح میری ہمشیرہ جو کہ ان کے ساتھ ہی رہائش پذیر تھیں، کا فون آیا کہ دادا اَبا کی طبیعت خراب ہے فوراً پہنچو۔ میں پیدل ہی منٹوں کا راستہ ثانیوں میں طے کرتا ہوا جب گلی میں داخل ہوا تو گھر کے باہر ایمبولنس کی موجودگی نے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ کر دیا۔ گھر میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ کچھ ہی دیر قبل ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔ بوجھل دل کے ساتھ پیشانی پر بوسہ دیا، آنکھوں سے آنسو رواں تھے لیکن زبان پر وہی تھا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو قبول تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی بشری کمزوریوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں غوطہ زن

حافظ نفیر حسن

ہمارے محترم دادا ابا کی شخصیت کے کئی پہلوؤں کو احاطۂ تحریر میں لایا جا رہا ہے تاہم اس مختصر سے مضمون میں یہ موضوع سمیٹنا انتہائی مشکل ہے۔ گھر کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے میرے ذہن میں اُن کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک پہلو جگمگا رہا ہے اور وہ اُن کا قرآن مجید کی تلاوت، سماعت، اولاد کو حفظ کروانے اور تراویح کے اہتمام سے بے پایاں شغف ہے۔ بلاشبہ وہ اپنی آئندہ نسلوں میں بھی اس کام کو جاری رکھنا چاہتے تھے، چنانچہ انہوں نے اواخر عمری تک حسبِ طاقت قرآن مجید کی تلاوت، حفظ اور فہمِ قرآن کا (خصوصاً خاندان کے افراد کے لیے) اہتمام کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی احسان ہے کہ نوعمری سے ہی ایسا ماحول مجھے نصیب ہوا اور قرآن حفظ کرنے اور تراویح میں کئی بار تکمیل کی سعادت ملی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

فیصل آباد میں قیام کے دوران، رمضان المبارک میں گھر کے تمام افراد کے لیے گھر ہی میں نمازِ تراویح ہوتی اور دادا ابا امامت کرواتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید کا جتنا حصہ اُنہیں یاد تھا وہ تلاوت کرتے۔ مجھ سمیت بڑے بھائیوں نے اکٹھے حفظ شروع کیا تھا، لہٰذا ہر ایک کو باری باری امامت کے لیے کھڑا کیا جاتا اور حفظ کردہ حصے میں سے، خواہ ایک رکوع ہی کیوں نہ ہو، کی قراءت کرنا ہوتی۔ سامع کی ڈیوٹی بھی لگائی جاتی اور خود دادا ابا بھی غلطیوں کی درستگی کرتے۔ اُسی وقت سے تراویح میں کلامِ مجید سُننے سنانے سے انتہائی لگاؤ پیدا ہو گیا۔

دادا ابا کے اسلام آباد منتقل ہونے کے بعد گھر میں تراویح کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوا۔ میرے چچا جان ڈاکٹر سہیل حسن، جو اپنے بھائیوں میں واحد حافظ ہیں، رمضان میں سنایا کرتے تھے۔ حفظ کی تکمیل کے بعد، ۱۹۹۵ء (۱۴۱۵ھ) سے یہ سعادت راقم الحروف کے حصے میں بھی آئی۔ اگرچہ اس سے قبل یہ سوچ کر بہت مشکل لگتا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت سب خاندان کے افراد کی موجودگی میں کرنا ہوگی۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ جذبہ اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوصلہ تھا اور دادا ابا کی بے پناہ شفقت کہ اُن کے بھرپور اشتیاق اور ان کی شخصیت کے احترام کی وجہ سے یہ فریضہ انجام دیا اور آسانی پیدا ہوتی چلی گئی۔

یہ محفل صرف قرآن مجید کی تلاوت کے لیے ہی نہ تھی بلکہ روزانہ کی تلاوت کا خلاصہ بھی بیان کیا جاتا تھا۔ اس کے لیے والد صاحب (ڈاکٹر خبیب حسن) اور ان کے بھائی باری باری خلاصہ تیار کر کے پیش کرتے۔ تکمیلِ قرآن پر رشتہ داروں اور دیگر مہمانوں کو دعوت دی جاتی اور دادا ابا قرآن مجید کے فہم کے حوالے سے درس ارشاد فرماتے۔ اس طرح یہ گھر والوں کے لیے قرآن مجید سے تعلق کا ایک مؤثر ذریعہ تھا۔

تراویح میں قرآن کی تکمیل کے بعد ایک یا زیادہ راتیں رمضان کی باقی ہوتیں تو حفاظ کے علاوہ دیگر بیٹوں یا پوتوں سے بھی دو یا چار رکعات میں کچھ حصہ سنا جاتا۔ اس طرح سب اس امتحان سے گزرتے۔ دادا ابا بہت مستعد سامع قرآن تھے، بیشتر اغلاط کی تصحیح کرتے جسے حفاظ کی اصطلاح میں لقمہ دینا کہتے ہیں۔ پہلی مرتبہ تراویح میں قراءت کے دوران سورۂ حم السجدۃ کی آیت ﴿ رَبَّنَآ أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا ...... ﴾ (٤١/ حٰمٓ السجدۃ: ٢٩) پڑھ رہا تھا۔ چونکہ پہلی مرتبہ سنا رہا تھا اس لیے حفظ میں کچھ اغلاط باقی رہ گئی تھیں۔ دادا ابا نے ایک مرتبہ ٹوکا، درست نہ کرنے پر دوبارہ ٹوکا اور اسی طرح آیت کو درست کروایا۔ بعد میں محبت کے ساتھ سمجھایا کہ یہ آیت ﴿ رَبَّنَآ أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا ...... ﴾ (٤١/ حٰمٓ السجدۃ: ٢٩) ہے اور اس کا مفہوم بھی سمجھایا۔ اسی طرح جہاں کہیں مشابہ کی وجہ سے قراءت میں بار بار غلطی ہوتی، اس پر اچھی طرح روشنی ڈالتے اور وضاحت فرماتے۔

راقم الحروف نے خاص طور پر حفظ کے دوران اور بعد ازاں اس کو مستحکم کرنے کے سلسلے میں دادا ابا کی شخصیت کا بڑا گہرا اثر قبول کیا۔ ہم بھائیوں سے ہمیشہ یہ پوچھا جاتا کہ حفظ کتنا ہو گیا ہے، کتنا وقت دیتے ہو؟ صحیح طرح دہرائی ہو رہی ہے یا نہیں۔ میں نے حفظ کے بعد جب تعلیمی سلسلہ دوبارہ نویں جماعت سے شروع کیا تو رمضان کے کچھ عرصہ (مہینے سے کم) بعد ہی سالانہ امتحان آپڑے۔ ان کو جواز بنا کر تراویح پڑھانے سے رخصت چاہی لیکن گھر کے افراد، خصوصاً دادا ابا کا قرآن سننے کا اشتیاق کچھ اور ہی تقاضہ کر رہا تھا، لہٰذا ارادہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبدیل کیا۔اسی طرح کی صورتحال اگلے سال میٹرک کے امتحانات کے موقع پر بھی پیش آئی لیکن بعد میں یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیاوی کامیابیاں بھی میرے حصے میں لکھی تھیں اور آخرت میں تو اللہ کے ہاں اجر کی توقع ہے ہی (ان شاء اللہ العزیز)۔میرے خیال میں یہ اُن کا انداز تھا کہ نوعمری میں ہمارے ساتھ تحکمانہ رویہ کے بجائے بے حد مشفقانہ اور ناصحانہ برتاؤ کرتے اور تربیت پر زور دیتے۔اس طریقے سے عمل کے لیے دِل خود بخود آمادہ ہوتا تھا۔الحمدللہ ذاتی طور پر مجھے اس طرح قرآن مجید کی دہرائی سے بہت فائدہ ہوا اور مجموعی طور پر حفظ مضبوط ہو گیا۔

اسلام آباد میں دادا ابا نے اپنے مکان کے ساتھ ہی مسجد کی بنیاد ڈالی جو آج ماشاء اللہ بارہا توسیع کے بعد خاصی بڑی ہو چکی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا نعرہ روزانہ دن میں پانچ دفعہ بلند ہوتا ہے۔یہ بھی بلاشبہ ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔۱۰،۱۱ سال قبل جب یہ مسجد اینٹوں کے فرش کی صورت میں تھی تو گھر کے ڈرائنگ روم میں تراویح ادا کی جاتی اور دو تین صفیں بنتی تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دادا ابا کی سماعت کمزور ہوتی گئی لیکن قرآن مجید مکمل سننے کے شوق میں کمی نہ آئی۔ آلۂ سماعت استعمال کرتے جسے وہ اپنا ''ہتھیار'' کہا کرتے تھے۔ایک مرتبہ سعودی عرب کا سفر کیا تو وہاں چوٹ لگ جانے کے باعث چلنا پھرنا ممکن نہ رہا اور مسجد جانا بھی مشکل ہو گیا۔دادا ابا جیسی شخصیت کیلئے بلاشبہ یہ کافی آزمائش کا وقت تھا، جسے مسجد، نماز اور قرآن مجید سننے سے بے پناہ لگن تھی۔

ہم نوجوانوں سے قرآن فہمی کے موضوع پر اکثر گفتگو کرتے اور یہ نشست اکثر طویل ہو جایا کرتی تھی۔لیکن اُن کے لطیف اور حکمت بھرے انداز کی وجہ سے کسی کو بھی اُکتاہٹ یا بوجھل پن محسوس نہیں ہوتا تھا۔ہماری دلچسپی زیادہ تر ایسے حقائق پر مبذول کرا لیتے کہ جیسے قرآن مجید میں زیادہ جگہ اللہ تعالیٰ کی صفت کا تذکرہ ''غفور رحیم'' ہے لیکن ایک جگہ سورۂ سبا میں ''الرحیم الغفور'' آتا ہے۔ہم سے پوچھتے یہ کیا وجہ ہے؟ پھر تھوڑی دیر بعد خود ہی اس کی وضاحت کرتے۔

اسی طرح ایک مرتبہ اس نکتے کی وضاحت فرمائی کہ سورۃ الزمر کے آخری رکوع میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافروں کے انجام کے ذکر میں "فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا" اور مؤمنوں کے لیے "وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا" کیوں آیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار جب جہنم میں داخل ہونے لگیں گے تو ان کیلئے کسی عزت واحترام کا مقام نہ ہوگا، چنانچہ اسی وقت دروازے کھولے جائیں گے۔ لیکن مؤمنین کے جنت میں داخلے کے وقت ان کا شایانِ شان استقبال ہوگا اور دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

ہم سے کہا کرتے کہ ایسا تحقیقی کام ہونا چاہیے جو قرآن مجید یاد کرنے والوں کے لیے سہولت پیدا کرے، یہ کہ کون کون سے مقامات کن دیگر مقامات کی آیات کے مشابہ ہیں اور جہاں حفاظ کا غلطی کرنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اس پر ایک کتاب لکھی جائے۔ یہ ہماری کوتاہی رہی ہے کہ زندگی کے دوسرے شعبوں سے منسلک ہونے کے بعد دینی علم و تحقیق کے میدان میں صلاحیت کا استعمال اُن کی طرح تو نہیں کیا۔ تاہم ایک نابغۂ روزگار ہستی کا سایہ نصیب ہونا ہی اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام تھا جس کے سبب ہم سب تعلیمی دور میں درسِ قرآن اور قرآن فہمی کے دیگر پروگراموں سے کسی نہ کسی حد تک وابستہ رہے۔

اسلامی جمعیت طلبہ کے تحت ہماری سرگرمیوں کے بارے میں اکثر و بیشتر دلچسپی سے پوچھتے اور پُرمغز انداز میں اصل مقصد اور احسن طریقۂ کار کی طرف رہنمائی کرتے رہتے تھے۔ اس تمام گفتگو میں اُن کے جماعت اسلامی سے اُصولی اختلاف، جس کی بنا پر وہ ۱۹۵۷ء میں جماعت سے علیحدہ ہو گئے تھے، کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ یہ تعریف یا تنقید اُس اختلاف سے قطع نظر ہوتی۔

حقیقت میں دادا ابا کے لیے شاعر کے یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔ ع

یہ راز کسی کو معلوم نہیں کہ مؤمن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اُن کو آخرت میں اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمائے اور ہمیں ان کی علمی میراث سے مستفید ہونے اور دین کے کام سے منسلک رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صبر وثبات کے پیکر دادا ابا

ڈاکٹر عزیر حسن

بزرگ خاندان کا مرکز اور اس کو جوڑ کر رکھنے کا سب سے اہم ذریعہ ہیں، یہ بات مجھے دادا ابا کی وفات کے بعد اچھی طرح سمجھ آئی اور پھر اُن کی شخصیت! کہ جو دیکھے کھنچا چلا آئے۔ جب بھی کسی نے میرا تعارف مولانا عبدالغفار حسن عمرپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے کی حیثیت سے کرایا، ایک گونہ سرشاری اور مسرت کے جذبات سے دل بھر گیا کہ مجھ جیسا کم علم انسان ایک شیخ الحدیث اور بحرِ علم کے خاندان سے ہے۔ مگر ساتھ ہی اپنی کم مائیگی کا احساس بھی سینے میں کلبلاتا ہے کہ میں نے اُن سے کیا سیکھا جو خود سکھانے والے اور پتھر کو ہیرا بنانے کی صلاحیت رکھنے والے تھے۔ ان کے حوالے سے کچھ بکھری بکھری یادیں ہیں جو قلمبند کر رہا ہوں۔

① فیصل آباد میں

دادا ابا کا چہرہ فیصل آباد میں ہی دیکھنا یاد ہے، اس سے پہلے معلوم نہیں دادا ابا ہم سے دور تھے یا میں خود اتنا چھوٹا تھا کہ اُن کی موجودگی کو محسوس نہ کر سکا۔ مجھے کچھ کچھ یاد ہے کہ غالباً اُن کا کوئی آپریشن ہوا تھا یا شدید بیمار تھے اور چچا، ابو وغیرہ اُن کی تیمارداری کرتے رہتے تھے۔ وہ سول لائن والے گھر میں نچلی منزل پر تھے۔ دادی امی حیات تھیں، اُن کے ہاتھ کا بنا ہوا پھیکا سالن، جو دوسرے سالن سے رنگ میں ذرا مختلف کچھ سبزی مائل ہوتا تھا اور دادا ابا کے لیے خصوصی طور پر بنایا جاتا تھا۔ وہ سالن کھانا یاد ہے۔ اکثر دادا ابا اس میں روٹی بھگو کر ''ثرید'' قسم کی ڈش بنا کر کھاتے تھے۔

اپنے گال پہ اُن کے ہونٹوں اور اپنے سر اور کمر پر اُن کے شفقت بھرے ہاتھ کا لمس اب بھی کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے۔ اُنہیں جب دیکھا مسکراتے دیکھا۔ اُن دنوں میں دادا ابا علمی سرگرمیوں میں مگن تھے۔ جب انہیں کوئی ملنے آتا تو ہماری امی سختی سے کھیلنے سے منع کرتیں کہ اُودھم کرو گے تو دادا ابا غصہ کریں گے۔ مگر دادا ابا کا غصہ کیا چیز تھی، یہ ہم کبھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی نہ جان سکے۔ وہ بیٹھے ہوئے کم اور ٹہلتے ہوئے زیادہ نظر آتے تھے۔ کبھی کبھی سیڑھیاں چڑھ کر ہمارے پاس اُوپر کی منزل پر بھی آجاتے تھے۔

دادا ابا کے ساتھ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے جامعہ تعلیمات اسلامیہ اور جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ (ریس کورس روڈ) جانا بھی یاد ہے۔ جامعہ سے تو گاڑی لینے آتی تھی، جہاں خطبہ جمعہ دادا ابا ارشاد فرماتے تھے۔ مسجد عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بڑے اہتمام سے ہمارے ساتھ گاڑی میں اگلی سیٹ پر بیٹھتے۔ اُن کا سفید اجلے کپڑے پر واسکٹ پہننے، ٹوپی رکھنے اور خوشبو سے بھرا روئی کا پھاہا کان میں رکھنے کا انداز بہت اچھا لگتا تھا۔ مسجد پہنچنے پر اُسید جلدی سے اُتر کر دروازہ کھولتا اور ہاتھ پکڑ کر دادا ابا کو مسجد تک لے جاتا۔ اس لیے دادا ابا اسے اپنا پروٹوکول آفیسر کہتے تھے۔

② عارضی جدائی

شاید ۸۹ء یا ۹۰ء میں دادا ابا، دادی امی اور چھوٹے تینوں چچا اسلام آباد منتقل ہو گئے اور ہم اس شجرِ سایہ دار سے چند سالوں کے لیے دور ہو گئے۔ دادی امی کی صحت کمزور ہو رہی تھی۔ بس ایک دفعہ فیصل آباد سے وہاں جا کر ملنا یاد ہے، پھر ۹۲ء میں دادی امی کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کی خبر سن کر ہم سب گھر والے محلے کے ایک مہربان بزرگ حاجی فاروق صاحب کے ساتھ اسلام آباد پہنچے تو مغرب کے بعد کا وقت تھا اور دادی امی کا جنازہ ہو چکا تھا بلکہ دفنایا بھی جا چکا تھا۔ بہر حال انتہائی غمگین کیفیت میں جب دادا ابا کے گھر پہنچے اور ان سے ملاقات کی تو اُن کی آنکھوں سے سیلِ رواں جاری تھا۔ ابوان سے لپٹ کر رو رہے تھے اور ہم بہن بھائی ہکا بکا کھڑے منہ تک رہے تھے۔ ابو نے زور سے کہا: ''دادا ابا سے ملو'' تو ہم سب نے بڑھ کر ان سے مصافحہ کیا۔ اس وقت کی ان کے حوالے سے یہی ایک یاد ہے جو ذہن میں محفوظ ہے!

③ پھر گھنے درخت کے سائے میں

۹۴ء میں سول لائن والے گھر کو فروخت کر کے، فیصل آباد کو خیر باد کہہ کر ہم سب اسلام آباد منتقل ہو گئے۔ یہاں ہماری رہائش شروع کے کچھ سال تو دادا ابا کے ساتھ نہیں تھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر ہر ہفتے کے آخر میں اُن کے گھر سب جمع ہو جاتے تھے۔ پڑھائی کی تھکن، لڑکپن کی بھاگ دوڑ اور نئے شہر میں منتقلی کی پریشانی میں دادا ابا سے ملاقات، اُن کی شگفتہ مسکراہٹ اور دھیما لہجہ ہمارے لیے چراغِ راہ کا کردار ادا کرتا رہا۔

رمضان المبارک میں تو اُن کی محفلوں کا رنگ ہی اور تھا۔ میرے بڑے بھائی حافظ نضیر حسن تراویح میں امامت کرتے تھے لیکن عشاء کی نماز کی امامت دادا ابا ہی کرتے تھے۔ کمزور سی آواز میں اُن کی تلاوت کی آواز اب بھی کانوں میں رس گھولتی محسوس ہوتی ہے۔

ہر بڑے چھوٹے موقع پر دادا ابا کے گھر دعوت ہوتی جس کا انتظام تو سب مل کر کرتے مگر مرکزی حیثیت ہمیشہ دادا ابا کو حاصل رہی۔ سماعت صرف دائیں کان میں اور وہ بھی بہت کم رہ گئی تھی۔ عمومی طور پر "سماعة" (آلۂ سماعت) یا Hearing Aid استعمال نہیں کرتے تھے اس لیے اپنے بیٹوں، پوتوں کی محفل میں اپنی خاص شفقت بھری مسکراہٹ کے ذریعے شرکت کو کافی سمجھتے تھے۔ اُنہیں مخاطب کرنے کے لیے بلند آواز میں بولنا پڑتا تھا، جو بات کہی جاتی تھی اسے بھی مکمل طور پر نہ سمجھ پاتے مگر مفہوم تو فوراً سمجھ لیتے اور مسکرا کر جواب ارشاد فرماتے۔

④ دادا ابا کی زبانی سنے ہوئے واقعات

ہم اُن کے ساتھ جب بھی بیٹھتے وہ اپنے ماضی کے واقعات کو بڑے لطیف انداز میں سنا کر ہنسا اور ہنسایا کرتے تھے۔ دورِ طالب علمی کا جامعہ رحمانیہ دہلی میں ہوتے ہوئے کبڈی میچ کا واقعہ جس میں ایک بھاری بھرکم لڑکا مخالف ٹیم کی طرف سے اُن کی طرف بڑھا تو دادا ابا نے اس کی ٹانگ اتنی زور سے پکڑ لی کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکا اور اس کا زور ٹوٹ گیا۔ یوں پوائنٹ دادا ابا کی ٹیم کو مل گیا۔

جب مولانا مودودی کو پھانسی کی سزا ہوئی، اس وقت دادا ابا بھی جماعت اسلامی کے دیگر ارکان کے ساتھ جیل میں رہے۔ ملتان جیل میں اپنے شب و روز اور خاص طور پر والی بال کھیلنے کا اکثر ذکر کرتے۔

دادا ابا کی زبانی اُن کی مالیر کوٹلہ سے لاہور ہجرت کے واقعات بھی سنے۔ چند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصیات کا وہ خصوصی طور پر بڑی عقیدت سے کیا کرتے تھے۔ ان میں حکیم عبدالرحیم اشرف، مولانا مودودی، میاں طفیل محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر دادا ابا کے رفقاء کی حیثیت سے سنا ہے۔ شاگردوں میں فیصل آباد زرعی یونیورسٹی کے طلبہ خاص طور پر پروفیسر سعید صاحب کا نام لیتے تھے۔ ان کے علاوہ شیخ عاصم الحداد کا نام بھی سننے میں آیا۔

غرض زندگی کے ہر دور کی یادیں، بچپن، طالب علمی، دہلی، بنارس، مالیر کوٹلہ، شادی، جماعت اسلامی سے تعلق، ہجرت، تحریکی ذمہ داریاں، درس و تدریس، جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ، فیصل آباد، مدینہ یونیورسٹی، اسلام آباد میں گزرنے والے دنوں کے اَن گنت واقعات اُن کی زبان سے سنے ہوں گے۔ مگر ان سب میں دادا ابا کا طرۂ امتیاز اُن کی دائمی مسکراہٹ اور شیریں لہجہ تھا۔ کسی شخص کے لیے بُرے الفاظ کہتے اُنہیں کبھی نہ سنا۔ گویا سرتاپا محبت ہی محبت تھے۔

⑤ نوجوانوں کی تربیت کی فکر

دادا ابا نے پوری زندگی ایک معلم، مربی، ایک شفیق استاد اور نوجوانوں کی اصلاح کے لیے فکر مند بزرگ کی حیثیت سے گزاری۔ ہمیں اکثر بڑی کام کی اور زندگی کے لیے مددگار باتیں بتاتے رہتے تھے۔ خاص طور پر قرآن و حدیث اور فقہ کو سیکھنے پر زور دیا۔ اس کے علاوہ اپنے گھر کے نوجوانوں کو وضع قطع اور اخلاق کے حوالے سے متوجہ کرتے تھے۔ شلوار قمیض اور ٹوپی میں ملبوس دیکھتے تو چہرہ کھل جاتا۔ پینٹ شرٹ میں دیکھ کر صرف مسکراتے اور کبھی اشارۃً ناپسندیدگی کا اظہار بھی کرتے۔ اپنے پوتوں کے چہرے پر آتی داڑھی کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ جب میری ٹھوڑی پر چند بال نکلے تو ایک دن میری ٹھوڑی پر ہاتھ پھیر کر انگلیوں کو چوما اور کہنے لگے کہ ''داڑھی آگئی عزیز کی ماشاءاللہ!''

جماعت اسلامی کی سیاست میں شمولیت کے حوالے سے نظریاتی طور پر مخالف تھے مگر اسلامی جمعیت طلبہ کے نوجوانوں کو پسند فرماتے تھے اور جمعیت کے دعوتی، تربیتی و تنظیمی کام کے حوالے سے حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ عمر کے آخری ایام میں بھی جن چند مخصوص نکات پر بات کرتے تھے، اُن میں خاندان کا باہمی تعلق، حکومت کی ذمہ داریاں اور نوجوانوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اصلاح شامل تھے۔

۲۰۰۰ء میں میرا داخلہ پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد میں ہو گیا۔ وہاں سے جب بھی آتا تھا مجھ سے ہاسٹل میں نوجوانوں کی حالت، مسجد میں طلبہ کی حاضری، دین سے تعلق، جمعیت کی تربیتی سرگرمیوں کے علاوہ فیصل آباد میں اپنے شاگردوں، جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ اور اشرف لیبارٹریز کے بارے میں باتیں پوچھتے۔

ایک دفعہ گرمیوں کی چھٹیوں میں چند دن دادا ابا سے بلوغ المرام کی کتاب الجامع کا سبق لینے کی بھی سعادت حاصل ہوئی مگر شاید اس گنجِ بے مایہ کی قیمت کا اندازہ نہیں تھا۔ اس لیے میں اپنی دیگر مصروفیات کی وجہ سے چند احادیث سے آگے نہ بڑھ سکا جس کا ازالہ شاید زندگی بھر نہ ہو سکے۔

⑥ تکالیف میں صبر و ثبات کے پیکر دادا ابا

میرے ہوش سے پہلے ہی دادا ابا کا آنتوں کی سوزش کی وجہ سے آپریشن تو ہو چکا تھا، پھر اُن کی سماعت اور بصارت دونوں ساتھ چھوڑتی گئیں۔ آخری عمر میں دائیں کان سے بھی کافی اُونچا سنتے تھے اور دائیں آنکھ بالکل ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ مگر پھر بھی جب تک مطالعہ کر سکے ہر اخبار اور اپنی ہر ڈاک کا خود مطالعہ کرتے رہے۔ اُن کا موٹا سا چشمہ اور عدسہ مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔

اس کے علاوہ دادا ابا دماغی کمزوری کی بیماری Parkinison,s Daiease میں مبتلا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ہاتھوں میں رعشہ تھا۔ زبان میں لکنت آتی تھی، پٹھے اکڑ گئے تھے جس کی وجہ سے چلنے، اُٹھنے، بیٹھنے اور لیٹنے میں دقت ہوتی تھی۔ مگر جب تک ہمت رہی خود بغیر سہارے کے اُٹھتے اور چلتے رہے اور شدید مجبوری کے علاوہ کبھی اپنے بیٹوں اور پوتوں سے بھی مدد طلب نہیں کی۔ اس بیماری میں چہرے کے تاثراتی عضلات بھی کام چھوڑ جاتے ہیں مگر دادا ابا کے چہرے سے اُن کی خوبصورت مسکراہٹ وہ بھی نہیں چھین سکے۔

دانت تو عمر کے تقاضے کے ساتھ جھڑ چکے تھے۔ روٹی کو شوربے میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھگو کر کھاتے۔ یہ کام بھی بہت عرصے تک خود کرتے رہے، پھر رعشہ زیادہ ہو گیا تو مدد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لینے لگے۔ میری یاداشت کے مطابق ۲۰۰۵ء میں بستر سے اُٹھتے ہوئے فرش پر گرے اور اُن کی دائیں ٹانگ کی ہڈی فریکچر ہوگئی۔ آپریشن ہوا اور کولہے کا مصنوعی جوڑ ڈالا گیا مگر اس تکلیف کے بعد میرے دادا ابا بستر سے نہ اُٹھ سکے۔ آخری وقت تک بستر پر ہی اُن کے تمام کام بشمول صفائی ستھرائی ہوتے رہے۔ یوں تو اُن کی خدمت کے لیے ایک خدمتگار مستقلاً رکھا ہوا تھا مگر اس کی چھٹی کی صورت میں ہم پوتوں میں سے کوئی ان کے ساتھ سوتا تھا۔ جب بھی میں فیصل آباد سے آیا ہوتا تو مجھے یہ موقع حاصل ہوتا تھا۔ اُن کے کھانے پینے، دوا، کپڑوں کی تبدیلی کے اوقات مقرر تھے۔

⑦ آخری ایام کی کچھ یادیں

آخری دنوں میں یاداشت بہت اچھی نہیں رہی تھی پھر کسی کو دیکھتے تو ذہن پر زور دے کر پہچان ہی لیتے۔ مجھے ایک دو مواقع پر بلایا اور کہا: ''مزمل، مجھے پانی پلاؤ!'' میں نے سوچا شاید کوئی پرانا ساتھی یاد آرہا ہے لیکن یہ بھی خیال آیا کہ میں سوتے ہوئے چادر سے منہ ڈھک کر، لپیٹ کر سوتا ہوں۔ شاید اس مناسبت سے فرما رہے ہوں۔ ان دنوں میں جب میں اُن کی خدمت میں مصروف ہوتا تو خود کلامی کے انداز میں معاشرے، حکومت اور نوجوانوں کی اصلاح جیسے نکات پر گفتگو کرتے۔ ایک دوپہر کو کھانا کھلا کر چہرہ صاف کر رہا تھا تو مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا اور ہاتھ میرے چہرے کی طرف بڑھایا، میں نے اپنا چہرہ دادا ابا کے چہرے کے قریب کر دیا۔ اُنہوں نے بمشکل اپنی ہتھیلیوں سے میرے چہرے کو تھاما اور ماتھے اور ٹھوڑی پر بوسہ دیا۔ پھر خاموشی سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گئے۔ میں ان کے ماتھے کو بوسہ دے کر اُن کے مبارک چہرے کو دیکھتا رہا۔

بستر پر رہنے کی وجہ سے سینے میں بلغم جم جاتا تھا، اس وجہ سے بھی مسائل ہوتے رہے۔ وفات سے پچھلی سردیوں میں سینے کا انفیکشن ہوا۔ بلغم باہر نکالنے میں شدید مشکل ہوتی تھی اور دادا ابا بہت مضطرب تھے۔ زور زور سے لا الٰہ الا اللّٰہ کا ورد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بھاپ اور ادویات دینے کے بعد اللہ نے رحم کیا اور بلغم خارج ہونے سے طبیعت سنبھلی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑧ دمِ واپسیں......!

۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء والد محترم ہسپتال جاتے ہوئے کہہ گئے کہ دادا ابا کو انیما دے دینا اور ذرا طبیعت چیک کر لینا۔ میں فائنل امتحان دے کر فارغ تھا اور اب کسی ہسپتال میں پریکٹس کا ارادہ تھا۔ دادا ابا کے پاس اُن کے خدمتگار حبیب اللہ صاحب موجود تھے۔ انہوں نے آخری ایام میں واقعی دادا ابا کی بہت خلوص کے ساتھ خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجرِ عظیم دے!

میں نے دادا ابا کو اُونچی آواز میں سلام کر کے ہاتھ دبایا تو آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا۔ زبان سے کچھ کہہ رہے تھے، شاید کوئی دُعا پڑھ رہے تھے۔ بہر حال میں نے انیما دیا، حبیب اللہ صاحب نے ناشتہ کرانا شروع کیا اور میں تیار ہونے اُوپر آ گیا۔ میرے ناشتہ کرتے ہوئے ہی حبیب اللہ صاحب نے گھنٹی بجانی شروع کی جو ضرورت کے لیے دادا ابا کے پاس رکھی تھی۔ شاید اُسید نے آ کر بتایا کہ دادا ابا کا سانس ٹھیک نہیں آ رہا۔ میں نیچے بھاگا اور دادا ابا کو اس حالت میں دیکھا کہ چند آخری سانسیں لے رہے ہیں۔ دروازے سے غالباً میری بھابی جو ڈاکٹر ہیں، دیکھ رہی تھیں۔ اُنہوں نے کہا کہ: ''یہ تو GASP کر رہے ہیں!'' یعنی آخری سانسیں لے رہے ہیں۔ میڈیکل کی تعلیم میں یہی سکھایا جاتا ہے کہ اس حالت میں مریض کے سینے کو دبا کر دل کو حرکت دینے اور منہ سے سانس دے کر پھیپھڑوں کا کام بحال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ میں دادا ابا کے سینے کو زور زور سے دبانے اور اپنے منہ سے اُن کے منہ میں سانس دینے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی اثناء میں اُسید نے ابو کو بھی بلا لیا تھا اور وہ شفاء انٹرنیشنل ہسپتال سے ایمبولینس لے کر آ رہے تھے۔ اپنی اس کوشش میں اُسید کو یہ کہتے سنا کہ اس کا اب کوئی فائدہ نہ ہوگا؟ یہ تو مجھے بھی پتہ تھا کہ اس کا واقعی کوئی فائدہ نہ تھا۔ دادا ابا تو اس خاکی جسم کو چھوڑ کر اپنے رب کی دعوت ﴿ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ ﴾ (۸۹/ الفجر: ۲۹، ۳۰) پر لبیک کہتے ہوئے فرشتوں کے جلو میں جنت کی طرف اُڑے جا رہے ہوں گے اور اُن کے چہرے پر وہی اپنی مخصوص، دلکش مسکراہٹ ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ دادا ابا کو جنت الفردوس کے اعلیٰ درجوں پر متمکن فرمائے اور ان کی نسل کو اُن کے لیے باعث ثواب اور قرآن وحدیث کی اسی طرح خدمت کرنے کے قابل بنائے جس طرح دادا ابا نے کی۔ آمین!

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دادا اَبا کی چند یادیں

محمد اُسید حسن مدنی

بچپن ہی سے دادا ابا کی معیت نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ سے پاکستان آکر فیصل آباد میں چار پانچ سال تک دادا ابا کیساتھ وقت گذرا۔ اس وقت بہت سی چیزوں کا شعور تو نہیں تھا مگر ہمیشہ دادا ابا کو اپنا ایک دوست پایا۔ ہر سال جب سکولوں میں نتائج کا اعلان ہوا کرتا تھا تو دادا ابا کا یہی سوال ہوتا تھا کہ گلی میں فرسٹ آئے ہو کہ نہیں؟

گھر میں موجود لائبریری، جس میں مجھے کم ہی جانے کا موقع ملتا تھا، میرے لیے ایک بہت ہی پراسرار جگہ تھی۔ خاموشی ہی خاموشی اور دیواروں کے ساتھ لکڑی کے بنے ہوئے شیلف جو کتابوں سے بھرے ہوئے تھے، عجیب منظر پیش کرتے تھے۔

کچھ عرصے بعد دادا ابا اور دادی امی اسلام آباد منتقل ہو گئے اور ہم اکیلے ہو گئے۔ ۱۹۹۲ء میں دادی امی کا انتقال ہو گیا۔ ہم فیصل آباد سے جنازے میں شرکت کے لیے آئے۔ سکولوں سے ہمیں پڑھائی کے دوران والد صاحب کے ایک دوست لینے آئے اور پھر ہم تمام لوگ ایک گاڑی میں اسلام آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ بہت اچھی طرح اس دن کے واقعات تو یاد نہیں مگر جب ہم دادا ابا سے ملے تو وہ پوری توجہ سے ہمیں ملے۔ لیکن اب اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ دادا ابا کی زندگی ایک مصروف ترین زندگی تھی۔ درس و تدریس، لوگوں سے ملاقاتیں، گھر پر مہمان، ان سب چیزوں میں ساتھ دینے والی تو دادی امی تھیں لیکن ان سے جدائی کے غم کو انہوں نے پورے صبر اور حوصلے سے برداشت کیا۔

اگلے چند سالوں میں ہم بھی اسلام آباد منتقل ہوئے۔ ابتدائی عرصہ الگ مکان میں رہ کر گزارا۔ تاہم دادا ابا سے ملاقات ہوتی رہی، اب بھی ہر سال کی طرح یہی سوال ہوتا تھا کہ اگر کلاس میں پوزیشن نہیں آئی تو گلی میں فرسٹ آئے ہو کہ نہیں؟ اور پھر سب لوگ مسکرا دیا کرتے تھے۔

راقم کو ایک منفرد نام سے پکارا جاتا تھا۔ اُسید کا مطلب ہے ''چھوٹا شیر'' لیکن دادا ابا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنجابی میں کہا کرتے تھے: ''نکّا شیر''۔

عیدین پر دادا ابا سے عیدی لینا ایک زبردست مرحلہ ہوتا تھا جب سب قطار میں ان سے عیدی وصول کرتے اور جزاک اللہ کے کلمات سے شکریہ ادا کیا کرتے تھے۔

۹۴ء سے ۲۰۰۰ء ہم دادا ابا سے کچھ دور ایک مکان میں رہے، تاہم دادا ابا سے تعلق کبھی کم نہیں ہوا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دادا ابا ضعیف بھی ہو رہے تھے اور آئے دن چھوٹی چھوٹی بیماریوں کی خبر سننے کو ملتی تھی۔ میرے چچا احمد حسن کو اللہ تعالیٰ نے اجر کمانے کا سب سے بہترین موقع فراہم کیا اور انہوں نے اس کا بھرپور فائدہ بھی اُٹھایا۔ دادا ابا کی خدمت میں اپنے دفتری اوقات کے علاوہ ہمیشہ بھاگتے دوڑتے نظر آئے اور ہم ان سے ایک جذبہ خدمت حاصل کیا کرتے تھے۔ اسی دوران سال ۲۰۰۰ء میں ہمیں دادا ابا کے گھر میں ان کی معیت میں رہنا نصیب ہوا اور ان کی خدمت تو پھر اس کا لازمی جزو تھی۔ یہ بہت بڑا موقع تھا اور شاید ہم اس کا بھرپور فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ اپنی نوجوانی کے ان سالوں میں دادا ابا کی خدمت کا موقع میسر آیا اور دادا ابا کی اولاد یعنی والد صاحب کی بہن اور بھائیوں کو ان کی خدمت کرتے دیکھا تو اس بات کا احساس ہوا کہ ابھی کچھ عرصہ بعد ہم بھی اپنی مصروف زندگیوں میں سے وقت نکال کر اپنے والدین کو یونہی کچھ وقت دیا کریں گے یا شاید اس سے بھی کم۔ اللہ ہمیں بہترین خدمت کی توفیق دے۔

انسان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو چیز کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب وہ ہاتھ سے نکل جائے یا واپس لے لی جائے۔ دادا ابا کی وفات کے بعد اس بات کا احساس زیادہ شدت سے ہوتا ہے کہ کتنی بڑی ہستی سے ہمارا تعلق ہے۔ جماعت اسلامی کے افراد ہمیں ''انتخابِ حدیث'' جو کہ حدیث کے حوالے سے جماعت اسلامی میں ایک مختصر نصاب کی شاید پہلی کتاب ہے، کے مرتب کی نسبت سے جانتے ہیں۔ علم حدیث کی ترویج کے لیے جو کام دادا ابا نے کیا، اس کے حوالے سے جماعت اہلِ حدیث کے لوگ بھی ہمیں عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ پچھلے کچھ عرصے میں تنظیم اسلامی کے افراد سے ملاقات کا موقع ملا۔ جب بھی تنظیم کے افراد سے میرا تعارف ہوتا ہے تو ایک تعارف عمومی ہوتا ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا جو کہ خصوصی ہے، وہ یہ ہوتا ہے کہ یہ مولانا عبدالغفار حسن کے پوتے ہیں جن کا تنظیم اسلامی کی تشکیل میں بڑا اہم کردار ہے اور اس کا ذکر تنظیم کے تعارف میں موجود ہے۔

یہ تمام چیزیں جہاں ہمیں معاشرے میں ممتاز کرتی اور عزت بخشتی ہیں وہاں نیکی اور علم وعمل کے جذبے کو اُبھارنے کا سبب بنتی ہیں۔ یہی چیز بہر حال ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی اپنے ساتھ لاتی ہے۔

دادا ابا کی زندگی کے آخری سالوں میں ۷، ۸ سال ان کے ساتھ اس مکان میں گزرے اور بہت ہی قریب سے ان کے صبر وتحمل اور برداشت کا مشاہدہ کیا۔ کچھ چھوٹی چھوٹی یادیں اور شرارتیں ہیں جو دادا ابا سے وابستہ ہیں۔

جب چہرے پر کچھ بال اُگنا شروع ہوئے تب سے تراش خراش کا سلسلہ شروع ہوا اور جب بھی دادا ابا قریب سے دیکھتے تو داڑھی کے بال پکڑ کر کہا کرتے کہ یہ کب بڑی ہوگی اور تمہاری داڑھی شاید پیٹ میں ہے کچھ عرصہ اور انتظار کرلو نکل آئے گی۔

اسی طرح ان دنوں بال سنوارنے کا جنون سوار رہتا تھا۔ ایک عادت بن چکی تھی اور دادا ابا کے سامنے بھی کبھی کبھار سرزد ہوجایا کرتی تھی۔ لیکن غصّے کی بجائے وہ بھی اپنے سر پر یوں ہی ہاتھ پھیرتے اور سر کو جھٹکا دے کر مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھتے اور میں اپنی عادت سے باز آجایا کرتا تھا۔

علی الصبح یا دن کے کسی وقت میں کبھی کبھار موقع ملتا تو دادا ابا مجھ سے اخبار پڑھ کر سنانے کو کہتے اور اُردو پڑھنے میں جو غلطیاں ہوتیں ان کی تصحیح ہوجایا کرتی۔

اس طرح نماز کے حوالے سے ان کا جائزہ لینا بھی منفرد تھا۔ ایک بار میں نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو پوچھنے لگے کہ نماز پڑھ چکے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! تو سوال ہوا کہ امام نے کون کون سی سورتیں تلاوت کیں؟ اب اس وقت کی نمازوں کا تو یہ عالم تھا کہ یا تو نماز کے بعد کے کام یاد کر رہا ہوتا، یا پھر اِدھر اُدھر کی کوئی بات۔ لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص توفیق سے اس بات پر عمل کا جذبہ دیا۔ عموماً امام مسجد قرآن مجید کی جن سورتوں یا سورتوں کے جن حصوں کی تلاوت کیا کرتے ہیں ان کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کے بعد گھر پہنچ کر قرآن مجید میں تلاش کرنا اور حفظ کرنے کی کوشش کرنا ایک عادت بن گئی۔ اکثر لوگ میرے پڑھنے پر سوال کرتے کہ کیا آپ حافظ قرآن ہیں؟ تو میں نفی میں سر ہلا دیا کرتا کہ بہت تھوڑا! اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔ جن دنوں میں اسلامی جمعیت طلبہ اسلام آباد کا ناظم تھا، اپنے زیر نگرانی کارکنان سے نمازوں کی ادائیگی کے بعد کبھی کبھار یہ سوال کیا کرتا تھا کہ کونسی سورت تلاوت ہوئی؟ اس خیال سے کہ شاید یہ چیز ان کے عمل کو بہتر بنانے کا باعث بنے۔

دادا ابا کو نمازِ جمعہ اور دیگر نمازوں کیلئے لے کر جانا، گاڑی میں بیٹھتے اُترتے دروازہ کھولنا اور مدد کرنا، شروع سے ایک عادت تھی۔ اُنھوں نے اس عادت کو خوب دیکھا اور پھر مجھے پروٹوکول آفیسر کے نام سے پکارنے لگے۔ جب بھی انہیں کہیں جانا ہوتا تو پوچھا کرتے کہ ''میرا پروٹوکول آفیسر کہاں ہے؟''

دادا ابا کی زندگی میں ان کی خدمت کرنے کا بڑا موقع میرے نصیب میں لکھا گیا۔ چونکہ برادران عمیر حسن غازی ملازمت، نمیر حسن مدنی تعلیم اور تحریک، نضیر حسن مدنی اور ڈاکٹر عزیر حسن اپنی اپنی اعلیٰ تعلیم میں مصروف تھے اور میں اُن دنوں کالج میں پڑھ رہا تھا، اس لیے دن کا ایک بڑا حصہ گھر میں گزرتا اور دادا ابا کی دیکھ بھال کا موقع ملتا۔ لیکن کبھی کبھار ان کی حالت دیکھ کر میں آبدیدہ ہو جایا کرتا تھا اور بس یہی سوچتا تھا کہ سب چیزیں چھوڑ کر صرف دادا ابا کی خدمت میں لگ جاؤں، شاید یہی میری نجات کیلئے کافی ہو۔ ان کے صبر کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی دن محض ناشتے اور کھانوں کیلئے کوئی ان کے کمرے میں آتا اور باقی وقت وہ تن تنہا کمرے میں موجود رہتے تب بھی وہ کسی سے اس بات کا شکوہ نہیں کرتے تھے۔

دادا ابا علیل وضعیف ہونے کے باوجود چلنے پھرنے کی قوت رکھتے تھے اور ان کی اس ہمت پر ہم حیران ہوتے تھے کہ اس ضعیف العمری میں چل کر نماز کیلئے مسجد جانا۔ عمومی نمازوں میں دادا ابا کو مسجد لیجانا اکثر میرے حصے میں آتا تھا تاہم واپسی پر محلے کے بزرگ ان کو گھر کے دروازے تک چھوڑ جایا کرتے تھے۔ عمر کے اس حصے میں دادا ابا کو پھر سعودی عرب جانے کا موقع ملا مگر واپسی سے قبل پاؤں پھسلنے کے باعث زخمی ہوئے اور آخر بیڈ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریسٹ پر مجبور کر دیئے گئے تاہم اُن کا صبر ویسا ہی رہا۔

دادا ابا کی زندگی دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ کیسے ایک انسان آپ کے سامنے چلتا پھرتا نظر آتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ اس انسان کو اپنی زندگی کے ایام پورے کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور آخر وہ آپ کے سامنے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

کسی انسان کی زندگی کی آخری سانسیں یا ساعتیں دیکھنا ہمیشہ قابل عبرت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بڑی خوش نصیبی بھی عطا فرمائی کہ دادا ابا کے انتقال کے وقت میں بھی کمرے میں موجود تھا۔ اس بات کا مشاہدہ بھی ہوا کہ اللہ اپنے برگزیدہ بندوں کا آخری وقت کتنا با اطمینان اور پرسکون بنا دیتا ہے۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے کسی تکلیف کے بغیر دادا اَبا اس دارِ فانی سے دارِ ابدی منتقل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ خیر پر فرمائے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابا جان کی شفقت ومحبت

ام عمیر

الحمدللہ کہ ابا جان کے ساتھ اپنی زندگی کے سینتیس برس گزارے۔ شروع میں کچھ خوف محسوس ہوتا کہ کوئی غلط بات دیکھ لیں گے تو ناراض ہوں گے لیکن یہ غلط فہمی اس طرح دور ہوئی کہ انہوں نے طریقہ بدل دیا کہ جو بات سمجھانی ہوتی وہ امی جان کے ذریعے کہلواتے یا ہنس کر غلطی کی نشاندہی کر دیتے۔ میں اہل حدیث گھرانے سے نہیں تھی کبھی نماز کے طریقے پر اعتراض کیا اور نہ رکعتوں کے اضافے اور کمی پر بات ہوئی۔ اس طرح بیس سال گزر گئے اور پھر جب میں نے خود ہی حدیث کا کچھ علم آنے کے بعد طریقہ بدلا تو خوش ہو گئے۔

اب تو ایسی شفیق شخصیت شائد ہی کہیں نظر آئے گی۔ بچوں بڑوں، دوست احباب، اقرباء ہر ایک سے ہمدردی اور محبت۔ گھر کے اندر امی جان کی طویل بیماری میں کبھی گھبرائے نہ اُلجھے۔ اپنے بچوں کی تربیت جس طرح کی ہوگی ہم نے ان کو دیکھا کہ سب چھوٹے بڑے ان سے بہت ادب سے بات کرتے تھے کبھی کسی کو زور سے جواب دیتے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے نہیں سنا۔ ہمارے بچے دادا دادی کے پاس پل کر بڑے ہوئے ان کی صحبت سے جو سیکھا وہ ان کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ بچے شرارت کرتے کپڑے خراب کر دیتے کبھی کچھ نہیں کہا بلکہ جب خود پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تو بچوں کے ساتھ گیند سے کھیلتے۔ کوئی باسکٹ لیکر اس میں گیند اُچھال اُچھال کر پھینکتے۔ اس سے زیادہ بھاگ دوڑ بھی نہیں ہوتی اور بچے بہت محظوظ ہوتے۔ ہم میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو فوراً دوا دیکھ کر دے دیتے ہومیو پیتھک علاج جانتے تھے۔ رات کو بھی اگر بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو آواز دے کر پوچھتے کہ کیا ہوا ہے اور اُٹھ کر دوا دیتے۔

سعودی عرب میں اور خاص طور پر مدینہ منورہ میں رہنا سعادت کا باعث ہے اور اس میں جب مہمان نوازی کی صفت بھی ملی ہو! گھر والے اس بات کیلئے تیار رہتے کہ جو حاجی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عمرہ کرنے والا (ابا جان کی میل ملاقات والا) آئے گا اس کو ابا جان ضرور کھانے یا چائے کی دعوت دے کر آئیں گے اور پھر گھر والوں سے کہتے کہ اہتمام نہ کرنا جو بھی پکا ہو وہ رکھ دینا۔

میں نے پہلا حج ابا جان کے ساتھ کیا۔ طوافِ زیارت میں بچے اپنے ابو کے پاس رہے اور میں ابا جان کے ساتھ تھی۔ رش کے اندر میرا چلنے کا پہلا موقع تھا۔ ابا جان نے کہا کہ میرا احرام مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور میرے گرد اپنے بازو کا ہالہ اس طرح بنایا کہ کوئی غیر مرد نہ ٹکرائے۔ آج بھی میں اس کا تصور کرتی ہوں تو ان کی محبت اور حفاظت کے انداز کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔

مدینہ منورہ کے بعد فیصل آباد میں رہے۔ پہلے ابا جان وغیرہ آئے پھر میں بچوں کو لیکر آ گئی اور آخر میں ابو عمیر آئے۔ ہمارے بچوں کے لیے ابا جان نے قاری صاحب سے بات کی اور وہ دن میں ایک یا دو گھنٹے کے لیے آنے لگے۔ ابا جان ان کی بہت عزت کرتے تھے اور انہوں نے بھی حق ادا کیا کہ سب بچوں نے ان سے ناظرہ قرآن پڑھا اور حسب استطاعت حفظ کیا اور ماشاء اللہ نضیر میاں نے قرآن پاک مکمل کر لیا۔ اس میں ابا جان کا زبردست کردار تھا۔ رمضان المبارک میں تراویح کا اہتمام گھر میں ہوتا، فرض نماز مسجد سے پڑھ کر آ جاتے اور پھر دو دو رکعت سب پڑھاتے۔ باری باری جس کو جتنا قرآن یاد تھا وہ اس میں سے سناتا۔ بچوں کا حوصلہ بڑھتا تھا، پڑھنے اور پڑھانے کا طریقہ آ گیا۔ ابا جان کو خود قرآن مجید کا کافی حصہ یاد تھا، غلطی خود ہی بتاتے تھے۔ گھر کی خواتین بھی اس جماعت میں شامل ہوتیں تھیں۔ اس طرح ہمیں نماز کے طریقے کو صحیح کرنے میں مدد ملی۔

۱۹۹۰ء میں ابا جان اسلام آباد آ گئے۔ سہیل بھائی، راغب، حامد پہلے ہی یہاں اسلامی یونیورسٹی میں تھے بلکہ احمد اور عمیر بھی یہاں آ چکے تھے۔ ۱۹۹۳ء میں ہم بھی اسلام آباد آ گئے۔ سہیل بھائی اور ہم الگ الگ گھروں میں تھے۔ جمعے کو چھٹی ہوتی تھی، ہم جمعرات کی شام کو ابا جان کے پاس جمع ہوتے۔ ابا جان ہنس کر کہا کرتے کہ جمعرات کو تو روحیں آتی ہیں، میں شام سے انتظار کرتا ہوں۔ خوب رونق ہو جاتی تھی رات کو دیر میں گھر جاتے۔ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوران ہی راغب اور حامد کی شادیاں ہوئیں پھر اتفاق سے حامد الگ گھر میں منتقل ہو گیا اور ہم اس گھر میں آ گئے اس طرح ابا جان کا پھر مستقل ساتھ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں یہ سعادت بخشی۔ ابا جان بستر سے لگ گئے ان کو ہاتھ سے کھانا کھلانا، ان کے سب چھوٹے بڑے کام کرنا میں اور بچے ان کے ساتھ رہتے۔ ان کے منہ سے کبھی کوئی ایسی بات کہ کیوں کیا اور کیوں نہیں کیا، دیر سویر کسی بات کا شکوہ نہیں۔ کھانے کو دیر ہو جاتی تو کہتے: میں سوچ رہا تھا ابھی تک کوئی آیا نہیں۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ آپ اس قدر صبر کیسے کر لیتے ہیں تو کہنے لگے: ''میں ذکر کرتا رہتا ہوں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔'' جبکہ بزرگوں کو دیکھا ہے کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے نہ کر سکنے کی وجہ سے بہت چڑ چڑے ہو جاتے ہیں۔ ہمیں گھر سے باہر جانے سے پہلے ابا جان کے کمرے میں جھانک کر جانے کی ایسی عادت ہو گئی تھی کہ اُن کے بعد اب بہت عجیب لگتا ہے۔ اگر ابا جان جاگ رہے ہوتے تو مسکرا کر استقبال کرتے اور پوچھتے کیا ہو رہا ہے! کیا کر رہے ہو؟ بچوں سے ان کی مصروفیات کے بارے میں پوچھتے۔ میرے دو بیٹوں نے فیصل آباد میں ہوسٹل میں رہ کر پڑھا ہے، وہ اکثر رات میں سفر کرتے۔ ابا جان کو سخت پریشانی ہوتی تھی، کہتے: دن میں جایا کرو! ہمیں درس و تدریس کیلیئے باہر جانے سے کبھی منع نہیں کیا۔ خوشی سے پوچھتے کہ کیا پڑھ رہے ہو؟ کہتے تھے کہ ''لکھا کرو! فحاشی کے خلاف لکھو بہت سخت ضرورت ہے۔'' ہم نے اخباروں کو ہمیشہ سرخ نشانوں کے ساتھ دیکھا۔ تمام عورتوں کی تصاویر پر لکیریں لگا کر لعنت، بے حیا، بے غیرت کے الفاظ لکھ دیتے تھے۔ ہم ہنستے تھے کہ اخبار کی باریک سے باریک تصویر بھی نظر آ جاتی ہے۔ پھر جب ابا جان بالکل بستر سے لگ گئے اور ہوش نہ رہا تو اخبار بہت عجیب لگنے لگا کہ اب یہ پیغام اگلی نسل کو نہیں ملے گا۔

ابا جان نے ہمیشہ سادہ ترین کھانا کھایا۔ بغیر مرچ کم چکنائی کا کھانا ان کے لیے علیحدہ پکایا جاتا تھا۔ چھوٹے بچے بہت خوشی سے دادا ابا کا کھانا کھاتے۔ میٹھا بھی کم کھاتے کیونکہ کان میں تکلیف رہتی تھی۔ ہم ذرا اہتمام سے کھانا بنا لیتے تو کہتے: آج تو بڑا شاندار کھانا ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے ہمیشہ ٹوپی اوڑھتے، سر ڈھکنے کا اتنا اہتمام کرتے کہ جب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوش وحواس کم رہ گئے تھے تو بھی ان کا ہاتھ کھانا شروع کرنے سے پہلے لازمی طور پر سر کی طرف جاتا تھا۔ اکثر میں ڈھونڈ کر ٹوپی پہنا دیتی تو مطمئن ہو جاتے تھے۔ ناشتہ ہمیشہ رس، دودھ کا کرتے اور پھر گرم پانی سے کلی کرنا ضروری تھا تاکہ ٹھنڈا پانی دانتوں کو نقصان نہ پہنچائے۔ صبح کو ٹہلنے جانا، ورزش کرنا، رات کو ٹہلتے ہوئے بچوں کے جوتے سیدھے کرتے جانا ایسے معمولات تھے جو اب ہمارے گھروں میں نہیں نظر آتے۔

ابا جان سے ہم نے بہت کچھ سیکھا لیکن جتنی استطاعت تھی اتنا بھی نہ لے سکے، شائد ہمیں ان کی علمی وسعت کا اندازہ ہی نہ تھا۔ لیکن جب بھی ابا جان کے پاس بیٹھے کچھ سیکھ کر اُٹھے۔ بار بار قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا لیکن مکمل نہ ہو سکا۔ اسلام آباد آنے کے بعد یہاں کی خواتین نے بھی اصرار کیا تو ابا جان نے تیسویں پارے سے ہمیں پڑھانا شروع کیا۔ ہفتہ میں ایک کلاس ہوتی تھی اس میں ہم اٹھائیسویں پارے پر پہنچے تو ہمارے ہی سیکٹر میں الھدیٰ کی برانچ کھل گئی (اس ادارے کے بنانے میں بھی ابا جان کی کاوش شامل تھی) تو ہم نے وہاں سے باقاعدہ کورس کیا جس میں ترجمہ قرآن، حدیث، گرامر، فقہ سب کچھ تھا۔ ہمیں اتنی آسانی تھی کہ جو چیز سمجھ میں نہ آئی ابا جان سے آکر پوچھ لیتے، گرامر پڑھنے کے لیے باقی ساتھی بھی آکر بیٹھتی تھیں۔ اس کے بعد کچھ حصہ مشکوٰۃ کا ابو عمیر اور میں نے پڑھا۔ حدیث کا متن بھی پڑھوایا کرتے کہ یہ بھی سیکھو۔ لوگوں کے سوالوں کے جواب سن کر بہت سی باتوں کا علم ہوا۔ جب ان کی بہو بیٹیاں جمع ہوتیں تو سورۂ حجرات کا درس دیتے تھے کیونکہ ایسے موقعوں پر شیطان ضرور بہکاتا ہے۔ سمجھانے کا انداز ایسا تھا کہ ذہن نشین ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے ترجمہ پڑھتے ہوئے پوچھا کہ لفظ "فـذرنـی" کا مطلب کیا ہے تو کہنے لگے: ''کوئی شخص مکا تان کر کھڑا ہو جائے اور کہے چھوڑو مجھے، میں اسے بتاؤں۔'' بچوں سے قرآن سنتے تو ان کو کوئی نہ کوئی بات ضرور بتاتے۔ ایک مرتبہ اپنی پوتی عمیر سے تلاوت کرنے کو کہا اس نے سورۂ زمر کی آخری آیات پڑھیں، تو کہنے لگے کہ دیکھو اس میں حرف ''وٗ'' سے معنی کس قدر مختلف ہو گئے۔ کافر کے لیے کہا گیا ہے کہ "فُتحـت ابوابهـا" اور مؤمن کے لیے "وفتحت ابوابها" یعنی ان کے لیے پہلے سے دروازے کھلے ہوں گے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا استقبال ہو رہا ہوگا جس طرح بادشاہ کا سرخ قالین بچھا کر کیا جاتا ہے۔ مؤمن کو پروٹوکول مل رہا ہے وہ شان سے داخل ہوگا اور کافر کیلئے دروازہ کھول کر بند کر دیا جائے گا، ایسی ہی بہت سی مثالیں ہیں۔ گرامر کے قواعد بتاتے رہتے۔ غرض جو علم کا سمندر تھا اس کو منتقل کرتے رہتے تھے۔

اب وہ دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کی محنت کا ثمر ان کی اولاد کی نیکی اور تبلیغ دین کی شکل میں ہے۔ ہمیں انہوں نے یہی درس دیا کہ اپنی اولاد اور ارد گرد کے لوگوں کو برائی سے بچاؤ، ہر معاملے میں دنیا کے مقابلے میں دین کو ترجیح دو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم کبھی اس کام سے غافل نہ ہوں۔ آمین! اور انہیں غریق رحمت کرے۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شجرِ سایہ دار

اُمّ یاسر

ابا جان جو کہ رشتہ کے لحاظ سے میرے ماموں بھی تھے، میں اُن کے چوتھے بیٹے سہیل حسن کی بیوی بن کر اُن کے گھر کا ایک فرد بنی۔ شادی سے قبل رشتہ داری کی بنا پر میرے والدین کے ابا جان کے گھرانے سے خاصے تعلقات تھے، گو کہ رہائش مختلف شہروں میں تھی۔ جب میرا رشتہ طے ہوا تو یہ لوگ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ میرے والد جماعت اسلامی کے رکن تھے، گھر میں درس وتدریس کا سلسلہ رہتا تھا اس لیے ہماری تربیت اسلامی ماحول میں ہی ہوئی تھی۔ عالم دین ہونے کی وجہ سے میرے دل میں ماموں صاحب کے لیے عقیدت واحترام کے جذبات تھے اس کے ساتھ ساتھ ایک عام سا تصور بھی تھا کہ زیادہ مذہبی لوگ متشدد اور خشک مزاج ہوتے ہیں۔

شادی کے بعد مدینہ منورہ میں آپ کے ساتھ رہنے کا موقع ملا تو میں نے اپنے اس تصور کے خلاف پایا۔ آپ ایک شفیق، نرم مزاج اور شگفتہ مزاج آدمی تھے۔ علماء کے بارے میں ایک تصور یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے لباس اور صفائی وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے۔ آپ ہمیشہ صاف ستھرا لباس پسند کرتے تھے، اپنے کمرے اور دیگر اشیاء کی صفائی کی طرف بھی توجہ دلاتے تھے۔ آپ بہت زیادہ خوش اخلاق وخوش گفتار تھے، ہر عمر کے لوگ آپ سے مل کر خوش ہوتے تھے۔ میرے بھانجے بھتیجے جو اس وقت کم عمر تھے وہ بھی جب ملتے تھے بہت خوش ہوتے تھے۔ ہر ایک کی عمر کی مناسبت سے گفتگو کرنا اور انہیں دین کی باتیں بتانا آپ کا وصف تھا۔ آپ کو مہمان نوازی بہت پسند تھی، پاکستان تھے جو بھی عزیز رشتہ دار اور جماعت اسلامی کے پرانے احباب جاتے تھے آپ ضرور انہیں کھانے پر مدعو کرتے تھے۔ ہمارے پکائے ہوئے کھانے کی تعریف بھی کیا کرتے تھے۔ ابا جان کی یہ بات اتنی اچھی لگتی تھی کہ اپنی بہوؤں کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی تعریف کرنا کسی کی خوبیوں کو سراہنا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گھر والوں سے کس قدر تعلق تھا اور ان کے معاملات سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتنی دلچسپی تھی جبکہ آپ کی مصروفیات کچھ کم نہ تھیں، ہمیشہ ہم نے آپ کو درس و تدریس کرتے ہی دیکھا۔

میرے والدین اور بہنوں کے خطوط آتے تھے تو ضرور سب کی خیریت پوچھتے تھے۔ میرے والد کی کسی بات کا محبت سے تذکرہ کرتے تھے، یہ چیز ایک بہو کے لیے کتنی خوشی کا باعث ہوتی ہے کہ اس کے گھر والوں کا تذکرہ محبت سے کیا جائے۔

جب ہمارے بچے ہوئے تو اُن سے بھی بہت محبت کا برتاؤ کیا۔ بچوں کو گود میں بٹھا لیتے، انہیں پیار کرتے، جب بڑے ہوئے تو انہیں اچھی باتیں بتاتے تھے۔ بچوں کی تربیت کرنے میں بھی مدد کرتے تھے، اگر غصہ میں بچوں کے لیے کوئی غلط الفاظ نکل جاتے تو فوراً ٹوک دیتے تھے کہ نہیں ایسا نہیں کہتے۔ کسی بات کو منع کیا تو کبھی غصہ کے انداز میں نہیں بلکہ نرمی سے اور مسکراتے ہوئے کہا کرتے۔ قرآن میں ہے کہ "اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ" اس کی ہمیشہ فکر اُن کے اندر دیکھی، اپنی بیوی بچوں اور بہوؤں تک کی فکر تھی۔ شروع میں ہم جارجٹ کے دوپٹے اوڑھ لیا کرتی تھیں تو ہمیں براہِ راست منع کرنے کے بجائے امی جان کے ذریعے کہلوایا کہ باریک دوپٹہ پہننا مناسب نہیں ہے۔

نیکی اور تقویٰ اس درجہ پر کہ خبریں سنتے تھے کبھی خبریں پڑھنے والی عورت ہوتی تو چہرے پر ناگواری کے تاثرات نمودار ہو جاتے، نامحرم کی آواز سننا بھی پسند نہ تھا۔ یہاں اسلام آباد آکر گھر میں خواتین کے لیے درسِ قرآن ہوا کرتا تھا اس میں ہمیں ہدایت تھی کہ اگلی رو میں بہوئیں اور پوتیاں بیٹھیں حالانکہ دوسری خواتین حجاب میں ہی ہوتی تھیں۔ اس احتیاط کے پیشِ نظر کہ کہیں میری نظر اُن پر نہ پڑ جائے۔

ہمیں اور ہمارے بچوں کو دین سکھانے کی بھی بہت فکر تھی۔ عمر کے آخری حصے میں جب باہر کی مصروفیات ختم ہوگئی تھیں اور مستقل گھر پر ہی رہتے تھے تو ہمارے لیے تفسیر اور حدیث پڑھانے کا وقتاً فوقتاً اہتمام کرتے تھے۔ بالکل آخر عمر میں جب آپ کے لیے پڑھنا بھی مشکل ہو گیا تو بچوں (پوتے اور پوتیوں) سے پڑھوایا کرتے تھے۔ اس سے بچوں کے اندر بھی مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایک ایک بچے سے اس کی دلچسپی اور ذوق کی باتیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے۔عموماً بڑھاپے میں کھانے پینے کا شوق بڑھ جاتا ہے یا مقررہ اوقات میں ہی کھانا چاہتے ہیں، دیر سویر پر ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے لیکن آپ کے اندر یہ چیز بھی نہیں تھی کبھی کھانے میں دیر ہو جاتی تو بھی کچھ نہ کہتے۔شروع میں سادہ کھانا مرچوں کے بغیر کھاتے تھے، ٹماٹر کی سرخی کی وجہ سے شوربہ سرخ ہو جاتا تو خوش ہو کر کہتے: تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ

اپنی ذات کے لیے کسی سے کوئی شکوہ نہیں کرتے تھے۔ دن میں اپنے کمرے میں اکثر تنہا ہی ہوتے تھے کیونکہ دن میں سب کی اپنی اپنی مصروفیات ہوتی تھیں شام میں ان کے پاس کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہوتا تھا۔چھٹی والی رات سب ہی موجود ہوتے تو بہت خوش ہوتے تھے۔خود ہی کہا کرتے تھے کہ میں تو بیکار آدمی ہوں پڑا رہتا ہوں کوئی دوسرا تو میرے ساتھ سارا دن نہیں بیٹھ سکتا۔عزیز رشتہ داروں کے ساتھ بھی تعلق رکھا، کسی کی بیماری کا سنتے تو ضرور عیادت کرتے، جانا ممکن ہوتا تو خود تشریف لے جاتے۔اسی طرح کسی کے انتقال کا سنتے تو خود تعزیت کے لیے جاتے تھے۔حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ انتقال سے ایک سال پہلے تک قرآن و حدیث اور دیگر کتب و رسائل زیرِ مطالعہ رہے۔ملکی حالات سے بھی باخبر رہتے تھے، اخبار سب سے پہلے آپ ہی کے ہاتھوں میں جاتا تھا۔رنگین صفحہ پر عورتوں کی تصاویر کو مارکر سے کالا کر دیتے تھے۔اکثر تو وہ صفحات ہی پھاڑ کر پھینک دیتے تھے تاکہ دوسرے لوگوں کی نظریں نہ پڑیں۔ جہاں تک بن پڑا برائی کو دور کرنے کی کوشش کی۔

زہد و تقویٰ آپ کی زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں تھا۔آپ کی موجودگی اور قربت ہمارے لیے باعث رحمت تھی، آپ کی خدمت کر کے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ یہاں موجود تمام اولاد اور اُن کی اولاد سب نے اپنے والد اور دادا کی خدمت میں اپنا حصہ ڈالا، اللہ تعالیٰ قبول کرلے۔آج اباجان ہمارے درمیان نہیں ہیں، اُن کی یادیں، اُن کی باتیں اکثر یاد آتی ہیں۔ان کی نصیحتیں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اُن کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اُن کی نیکیوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ اُنہیں غریقِ رحمت کرے اور اُن کے درجات بلند فرمائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہماری نسلوں کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھے تاکہ اپنے دادا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اللہ کی رضا کے کاموں میں لگے رہیں، ہمارا نصب العین آخرت کا حصول ہو۔ آمین!

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إن ابراهيم كان أمة

ڈاکٹر رملہ حسن

دادا ابا کو دیکھ کر اکثر مجھے وہ حدیث یاد آجاتی کہ "اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اسے یاد رکھا اور آگے پہنچایا۔" دادا ابا نے ساری زندگی حدیث نبوی ﷺ کی خدمت میں گزاری۔ دادا ابا کے بارونق چہرے کو دیکھ کر نبی ﷺ کی یہ بات پوری ہوتی نظر آتی۔ اللہ کرے کہ دادا ابا کیلئے آخرت میں خوشخبریاں ہی خوشخبریاں ہوں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "طوبیٰ لمن طال عمره وحسن عمله" (خوشخبری ہو جس نے حُسنِ عمل کے ساتھ لمبی عمر پائی)۔ دادا ابا نے ۹۳ سال کی عمر پائی اور زندگی کے آخری دو سال کے علاوہ انہوں نے بھرپور زندگی گزاری۔ ہم نے یہی دیکھا کہ ان سے جتنا ہو سکتا تھا اتنا وہ قرآن وسنت پر عمل کرتے اور ان کا زیادہ تر وقت مطالعہ میں گزرتا۔

دادا ابا چھوٹی چھوٹی سنتوں کا اہتمام کرتے، کوشش کرتے تھے کہ مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے سے پہلے گھر میں سنتیں پڑھ کر جائیں یا پھر بعد میں گھر آ کر پڑھتے تھے۔ اسی طرح دادا ابا نقش ونگار والی جائے نماز پر نماز پڑھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دن ان کے کمرے میں نقش ونگار والی جائے نماز پر ایک نسبتاً سادہ سی جائے نماز بچھی ہوئی تھی میں اُٹھانے لگی تو کہنے لگے کہ اسے بچھا رہنے دو! میں سمجھ گئی کہ دادا ابا کس لیے کہہ رہے ہیں۔

ہمارے سامنے جب بھی کھانا کھاتے تو ہمیں بھی کھانے کی دعوت ضرور دیتے حالانکہ اُن کا کھانا پرہیزی ہوا کرتا تھا۔ کھانا کھا کر پلیٹ انگلیوں سے چاٹتے اور پھر کہتے کہ یہ سنت رسول ہے، کوئی فائیو سٹار ہوٹل میں اس سنت پر عمل کر کے تو دکھائے۔ اسی طرح کھانے کے بعد اُٹھ کر ہاتھ نہ دھو پاتے تو اپنے ہاتھوں پر ہی مسح کر لیتے جیسا کہ حدیث میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

آخری عمر تک جب تک ان میں ہمت تھی اور ہوش وحواس قائم تھے ان کی کوشش ہوتی کہ مسجد میں نماز ادا کریں۔ سخت سردی میں بھی فجر کے لیے مسجد جانے کیلئے بے چین ہوتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور بعض اوقات جلدی میں سوئٹر پہنے بغیر باہر نکلنے کو تیار ہوتے۔ گھر کے بالکل ساتھ انہوں نے مسجد کی بنیاد ڈالی اور وہیں نماز پڑھتے۔ اس وقت مسجد بہت ابتدائی شکل میں تھی جو اب باقاعدہ مسجد بن چکی ہے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ کا باعث ہے۔ ان شاء اللہ

دادا ابا کو جب کسی کی بیماری کی اطلاع ملتی تو فوراً عیادت کرتے، اگر خود نہ جاسکتے تو خط لکھتے اور اسی طرح وفات کی خبر پر تعزیت ضرور کرتے۔ دادا ابا کے انتقال سے دو سال قبل خلیل الرحمٰن چشتی صاحب کی اہلیہ فریدہ آنٹی کا انتقال ہوا۔ وہ دادا ابا سے بہت عقیدت رکھتی تھیں اور ہر وقت ان کی خدمت کے لیے تیار رہتیں، دادا ابا اُن کے گھر تعزیت کرنے خود گئے۔ حالانکہ وہ اس وقت بھی بہت ضعیف تھے اور گھر سے کم ہی نکلا کرتے تھے۔

اسی طرح مجھے اچھی طرح یاد ہے، ہم اس وقت چھوٹے ہی تھے، ہم اوپر کے پورشن میں رہتے تھے اور دادا ابا نیچے کے پورشن میں، ان دنوں ہمارے چھوٹے خالو کا انتقال ہوا، دادا ابا کو جیسے ہی خبر ملی فوراً اُوپر آئے، امی کو دلاسا دیا اور ڈھارس بندھائی۔

دادا ابا پوری کوشش کرتے کہ کسی بھی مریض کی عیادت کرنے خود جائیں۔ ایک دفعہ ابو بیمار ہوئے، ہمارا گھر دادا ابا کے گھر سے کافی نزدیک تھا اور ہمارا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ ابو بیماری کی وجہ سے نہ جاسکے تو دادا ابا، ابو کی خیریت دریافت کرنے خود گھر آگئے۔ خاندان میں کبھی دو افراد میں باہم ناراضگی یا قطع تعلق ہو جاتا تو دادا ابا ان میں صلح کروانے کی حتی المقدور کوشش کرتے اور اس کیلئے عملی قدم اُٹھاتے۔

چند سال کے لیے دادا ابا کے پڑوس میں رہنے کی سعادت ملی۔ ہم اکثر شام کو دادا کے پاس پہنچ جاتے، دادا ابا ہمیں اپنے پرانے واقعات سناتے۔ پاکستان ہجرت کے، جماعت اسلامی اور مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزرے ہوئے وقت کے قصے اور تحریکِ ختم نبوت کے سلسلے میں جیل میں گیارہ ماہ گزارنے کی روداد وغیرہ۔ دادا ابا باتوں ہی باتوں میں قرآن کے باریک نکتے سمجھاتے اور ہمیں نصیحت کرتے۔ اُن کے پاس بیٹھ کر واقعی ایمان میں اضافہ ہوتا اور جلیس الصالح کے مصداق اُن کے علم و عمل کی مہک ہم تک پہنچتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دادا ابا نے چند اُصولی اختلافات کی بنا پر جماعت سے علیحدگی اختیار کی مگر بعد میں ہم نے دادا ابا کی زبان سے کبھی بھی کسی کی برائی یا بے جا تنقید نہیں سنی۔ دادا ابا ہمیں ہمیشہ اس علیحدگی کی وجہ سمجھاتے اور بتاتے تھے کہ اُس زمانے میں اِس تحریک کے کارکن اتنے مخلص اور سادہ ہوا کرتے تھے کہ دن کے وقت ملازمت کیا کرتے اور شام کے وقت تھیلا کندھے پر ڈالتے جس میں مولانا مودودی کے آسان فہم کتابچے ہوا کرتے تھے اور گھر گھر جاتے کتابچے تقسیم کرتے اور دین کی دعوت دیتے۔

دادا ابا کے پاس بیٹھتے تو انہوں نے کبھی بھی اپنی کسی ذاتی پریشانی یا بیماری کا تذکرہ ہم سے نہیں کیا بلکہ ان کی پریشانی کی وجہ ملکی و سیاسی حالات ہوا کرتے تھے اور دینی جماعتوں اور دیندار گھرانوں کے اندر وقت کے ساتھ جو ''بے دین'' تبدیلیاں آرہی ہیں ان پر بہت متفکر ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کہنے لگے کہ دین ہمارے حلق سے نہیں اُترا، دل تک نہیں پہنچا۔

برائی کو دیکھ کر ان کی پوری کوشش ہوتی کہ اس کا سدّ باب کیا جائے۔ ماہنامہ تکبیر اور اُردو ڈائجسٹ میں جب باتصویر اشتہارات چھپنے لگے تو ان کے مدیران کو خطوط لکھے۔ جب وہ نہیں باز آئے تو دادا ابا نے یہ رسالے لینے بند کر دیے، اب کئی سالوں سے ہم نے یہ رسالے گھر میں نہیں دیکھے۔

میں اکثر سوچتی تھی کہ آجکل کہ اس دور میں ہماری نگاہیں اور کان گناہوں سے اتنے آلودہ ہیں، دادا ابا کی نظروں اور کانوں نے شاید ہی کبھی کوئی غلط چیز دیکھی اور سنی ہوگی۔ آخری چند سالوں کے علاوہ ان کا معمول تھا کہ خبریں ریڈیو پر سنتے تھے اور جیسے ہی درمیان میں میوزک کی آواز آتی تو فوراً اس کی آواز بند کرواتے۔ اس کے علاوہ کسی اور میوزک کی آواز سے تو دادا ابا کا دُور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

وفات سے کچھ عرصہ پہلے دادا ابا بالکل بستر سے لگ گئے تھے۔ اکثر خاموش رہا کرتے اور اپنے پورے ہوش و حواس میں بھی نہیں تھے، ایک دن اپنے پوتے عامر سے کہنے لگے کہ مجھے مشکوٰۃ کی کتاب الطہارۃ لا دو۔ اسی طرح دادا ابا اپنے آخری ایام کی لاشعوری کیفیت میں بھی صرف درس و تدریس اور طلباء کی باتیں کیا کرتے تھے۔ حقیقت یہی ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کام میں انسان نے اپنی عمر کھپائی ہو، اپنی جوانی صرف کی ہو، بڑھاپے کی لاشعوری کیفیت میں وہی باتیں خود بخود زبان پر آجاتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ غلط کاموں میں زندگی بسر کی تو مرتے ہوئے غلط باتیں ہی زبان سے نکلیں گی۔ (أعاذنا الله منه)

دادا ابا بہت صبر والے اور باہمت انسان تھے۔ بہت سی بیماریاں بھی آئیں مگر صبر سے برداشت کیں اور کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہ آیا۔ آنتوں کی ٹی بی کی وجہ سے پیٹ کا آپریشن ہوا، آنکھ کا ہوا، کولہے کی ہڈی کا فریکچر ہوا، کافی عرصہ بیمار رہے۔ اس کے علاوہ اعصابی بیماری Parkison's Disease بھی تھی۔ مگر سب مراحل بہت صبر سے برداشت کیے۔ دادی امی کی جدائی کا غم بھی برداشت کیا اور بڑھاپے کے 15 سال تنہا گزارے (اُن کی وفات کے بعد)۔

دادا ابا کی شخصیت کا ایک اور نمایاں پہلو مسلک کے معاملے میں ان کا حد درجہ اعتدال کا رویہ اور تقویٰ کا پہلو تھا، جو آج کل ناپید ہے۔ فقہی اختلافات پر دادا ابا کا پُرتشدد رویہ نہ تھا اور نہ کبھی دادا ابا نے مسلک احناف کو برا بھلا کہا۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں دادا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور دادا ابا کسی کی بھیجی ہوئی کتاب ''حقیقت تقلید'' دیکھ رہے تھے۔ اس کتاب کو دیکھ کر خوش ہونے کے بجائے دادا ابا نے اس کا عنوان دیکھتے ہی فوراً کہا کہ جو لوگ مغربی تہذیب کی اندھا دھند تقلید کر رہے ہیں اس پر کوئی نہیں لکھتا، یہ لوگ کم از کم دین کی ہی تقلید کر رہے ہیں۔

دادا ابا بہت خوش مزاج تھے۔ چھوٹا ہو یا بڑا، اُن کی صحبت میں بیٹھ کر ہم کبھی بور نہیں ہوتے تھے۔ اپنے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں اور پھر ان کی اولادوں سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ جب ہم ان کے پاس جاتے تو ہماری پڑھائی کے متعلق پوچھتے اور پوچھتے کہ قرآن کتنا حفظ ہے۔ جن بچوں نے حفظ کیا ہوتا ان سے شوق سے قرآن سنا کرتے تھے۔ ہم سے مذاق بھی کرتے تھے، ازراہِ محبت ہمارے مختلف نام رکھتے۔ ان کا کوئی چھوٹا سا کام بھی کر دیتے تو بہت تعریف کرتے اور حوصلہ افزائی کرتے۔ اکثر اپنی ٹانگیں دبواتے تو تھوڑی دیر بعد ہی کہتے کہ تم اب تھک گئی ہو گی رہنے دو! میں جواب دیتی کہ دادا ابا میں بالکل نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھکی۔ تو پھر کہتے کہ ''اگر تم تھک جاؤ گی تو میں تمہارے ہاتھ دباؤں گا!'' یہ ان کی انتہائی محبت اور شفقت کا اظہار تھا۔

دادا ابا اکثر موت کو یاد کیا کرتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ ع

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

یہ دادا ابا کی انتہائی عاجزی تھی۔ اللہ اُن کو آخرت میں چین ہی چین نصیب کرے۔ آمین!

اکثر سو کر اٹھتے تو کہتے کہ میں نے خواب میں بہت بارش دیکھی ہے، بارش ہوئی ہے کیا! میں جواب دیتی: نہیں دادا ابا بارش تو نہیں ہوئی۔ اللہ کرے جس طرح وہ زندگی میں خواب میں رحمت ہی دیکھتے تھے، اللہ ان کی قبر پر رحمتوں کی بارش برسائے۔ آمین!

دادا ابا بچپن میں ہی اکیلے ہو گئے تھے، والدین کا جلد انتقال ہو گیا تھا اور کوئی بہن بھائی بھی نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ نے دادا ابا کو اکیلا نہیں چھوڑا اور ان کو سات بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی۔ ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگے:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً﴾

مگر اصل بات یہی ہے کہ ع

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی مگر تم کیا ہو

اللہ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح باعمل انسان بنائے اور دین کو قائم کرنے والا بنائے۔ آمین!

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَفْسِ مُطْمَئِنَّہ

رفیدہ حسن

قرآن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک روح کے لیے فرماتا ہے:

﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴾ (۸۹/ الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے میرے دادا ابا کی روح کو قبض کرتے ہوئے یہی الفاظ ادا کیے ہوں گے، کیونکہ میرے دادا ابا نے ایک مؤمنانہ زندگی بسر کی۔ دادا ابا کا تعلق ایک دینی گھرانے سے تھا۔ انہوں نے خود دینی تعلیم حاصل کی، اپنے بچوں کو دین کی تعلیم دلوائی اور آخری وقت تک ان کی ساتھی دینی کتابیں تھیں۔

میں نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو اُن کو بیشتر اوقات کتابوں کے مطالعے میں منہمک پایا، ان کو کتابوں سے خصوصی شغف تھا۔ فیصل آباد والے گھر میں ایک بڑا سا کمرہ بطورِ خاص لائبریری کے لیے بنوایا جس کی ایک جھلک میرے ذہن میں اب تک محفوظ ہے۔ دیواروں کے ساتھ ساتھ کتابوں کی الماریاں اوران میں قرینے سے سجی کتابیں۔ جب میرے ابو (ڈاکٹر سہیل حسن) اسلام آباد آ گئے تو کچھ عرصے بعد دادا ابا بھی اسلام آباد منتقل ہو گئے اور جس گھر میں سکونت اختیار کی، اس میں ترمیم کر کے ایک چھوٹی سی لائبریری بنوائی۔ یہ تمام باتیں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ دادا ابا کو دینی کتب سے بہت محبت تھی۔ دادا ابا کی لائبریری میں کتب احادیث کے کچھ مجموعے ایسے ہیں جو بہت نایاب ہیں اور دوسری لائبریریوں میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔

کتابوں سے محبت کا یہ عالم ہرگز نہ تھا کہ گھر اور بچے نظر انداز ہو جاتے اور صرف کتابوں میں ہی مشغول رہتے بلکہ جب ہم چھوٹے تھے تو ہم سے باتیں کرتے، ہمیں اپنی زندگی کے مختلف سبق آموز واقعات سناتے اور ہم سے ہلکی مذاق کرتے۔ مجھے یاد ہے کہ بچپن میں بہت بولا کرتی تھی اور میری بڑی بہن رابعہ بہت خاموش رہتی تھی تو دادا ابا مجھے کہتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تھوڑی زبان رابعہ کو دے دوتا کہ وہ بھی کچھ بولے۔ اسی طرح دادا ابا مجھے کہتے: ''رفیدہ کہاں ہوئی تھی پیدا!'' یعنی دادا ابا بچوں سے بات چیت اور ہنسی مذاق ایسے ہی کرتے جس طرح نبی کریم ﷺ کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک بچے کا پرندہ مر گیا تو نبی کریم ﷺ اس سے کہا:

''يا أبا عمير ما فعل النغير''

اسی طرح دادا ابا کو بچوں کی صلاحیتوں کا بھی اندازہ تھا۔ مجھے شعر و شاعری سے تھوڑا بہت لگاؤ ہے تو دادا ابا نے مجھے اقبال کے کچھ شعر یاد کرائے جو مجھے ابھی تک یاد ہیں۔ ع

مسجد تو بنا ڈالی پل بھر میں
ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے
برسوں میں نمازی بن نہ سکا

اور میں جب یہ شعر پڑھتی تھی تو آنے جانے والے لوگ حیران ہوتے کہ اتنی ذرا سی بچی کو اقبال کے شعر بھی آتے ہیں جبکہ میں اس وقت توتلی زبان میں بولا کرتی تھی۔ یہ سب ان کے تربیتی پہلو تھے کہ بچے فضول اور لایعنی نظمیں یاد کرنے کے بجائے اچھی چیزیں یاد کریں۔

جب کچھ بڑے ہوئے تو دادا ابا کی ٹانگیں دبایا کرتے تھے جبکہ ہمیں دبانا بھی نہیں آتا تھا لیکن انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ تم لوگوں کو تو دبانا نہیں آتا یا ایسے نہیں، ایسے دباتے ہیں۔ بلکہ دباتے ہوئے زیادہ دیر نہ گزرتی تو وہ کہنے لگتے کہ تمہارے ہاتھ تھک گئے ہوں گے، اب میں تم لوگوں کے ہاتھ دباتا ہوں اور پھر ہمارے ہاتھ بھی دبانے لگتے۔ یہ ان کی شفقت اور محبت کا ایک بہترین اور منفرد انداز تھا۔

کچھ اور بڑے ہوئے، پڑھنا آ گیا تو دادا ابا کوئی بھی رسالہ یا کتاب پڑھواتے۔ دادا ابا کے پاس بے شمار علمی رسائل آتے تھے، دادا ابا ہم سے سنتے اور ہماری اُردو کی غلطیاں درست کرتے تھے، کوئی بات سمجھ نہ آتی تو سمجھاتے۔ اس سے بھی ان کی تربیت کرنے کا انداز سامنے آتا ہے۔ میری چھوٹی بہن حافظہ ہے اس سے کہتے کہیں سے قرآن سناؤ۔ دادا ابا کو حفظ تو نہ تھا مگر قرآن کا اکثر حصہ یاد تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کا وقت آتا تو گھر سے ملحقہ مسجد، جو خود اپنے شوق سے بنوائی تھی، میں نماز کے لیے جاتے اور ہمیں بھی نکلنے سے پہلے بہت تاکید کرتے کہ نماز پڑھ لینا۔ آخری ایک، دو سالوں میں مسجد نہ جاسکتے تھے لیکن بہت اصرار کرتے کہ مسجد جا کر نماز پڑھنی ہے۔ مگر کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے ان کے لیے چلنا مشکل ہو گیا تھا اس لیے سب ان کے لیے گھر پر نماز پڑھنے کو ہی ترجیح دیتے۔ ان کے لیے بستر پر ہی تیمّم اور نماز کا انتظام تھا۔ آخری مہینوں میں وہ نمازوں کے اوقات بھی بھول جاتے لیکن اتنا خیال ضرور ہوتا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، پوچھتے رہتے کہ کیا وقت ہوا ہے؟ کون سی نماز پڑھی ہے؟ لیکن نماز کے دوران رکعات کی تعداد بھول جاتے، حتی کہ کافی کافی دیر نماز ہی پڑھتے رہتے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ انسان جو کچھ صحت مندی کی حالت میں کرتا ہے اور بیماری کی حالت میں نہیں کر پاتا تو اللہ تعالیٰ اُسے اس کا بھی اجر دیتا ہے جو وہ نہیں کر سکا۔ دادا ابا نے جو کام اپنی صحت مندی کی حالت میں کیے تھے ان کو یاد کرتے رہتے۔ اس لیے آخری عمر میں حافظے کی خرابی کے باعث اکثر کہتے کہ فلاں جگہ درس ہے، فلاں پروگرام ہے اور میں نے جانا ہے۔ جب جانے پر اصرار کرتے تو ان کو دوسری کسی بات میں مشغول کیا جاتا۔

آج کل کی بڑھتی ہوئی بے حیائی اور فحاشی دیکھ کر دادا ابا بہت یاد آتے ہیں کیونکہ وہ اس بات پر بہت دکھ کا اظہار کیا کرتے تھے۔ زندگی بھر دادا ابا نے کبھی ٹی وی نہیں دیکھا، ریڈیو پر خبریں سنا کرتے تھے لیکن عورت کی آواز طوعاً و کرھاً سنتے۔ صبح صبح اخبار کا مطالعہ کرتے تھے اس میں عورت کی تصویر پر کالا مار کر پھیر دیتے اور لعنت کا لفظ لکھتے۔ میگزین کا فیشن والا صفحہ چھپا دیتے یا پھاڑ دیتے۔ اس ضمن میں عامر بھائی نے ایک دلچسپ واقعہ سنایا کہ جب آخری عمر میں دادا ابا کا فریکچر ہو گیا تھا جس کی وجہ سے دادا ابا کو ہسپتال میں داخل کروایا تھا۔ دادا ابا کے پاس بھائی موجود تھے کہ ڈرپ لگانے کے لیے نرس آئی۔ دادا ابا نے اسے دیکھ کر نماز کی نیت باندھ لی، وہ دادا ابا کو اس حالت میں دیکھ کر چلی گئی۔ دوبارہ آئی تو دادا ابا اپنی نماز مکمل کر چکے تھے لیکن اس کو دیکھ کر دوبارہ نماز شروع کر دی، وہ پھر چلی گئی۔ تیسری بار آئی تو دادا ابا نے پھر ایسے ہی کیا، اب کی بار اس نے زبردستی ڈرپ لگا دی۔ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پتہ چلتا ہے کہ اس عمر میں بھی دادا ابا عورتوں سے اجتناب کرتے تھے۔

جب دادا ابا شروع شروع میں اسلام آباد آئے تو گھر میں بھی درس و تدریس کا انتظام کرتے، اس میں ملکی وغیر ملکی طلبہ آ کر دادا ابا سے پڑھتے۔ تعزیت کے لیے آئی ہوئی میری ایک اُستاد جو الجزائری ہیں بتانے لگیں کہ وہ اور ان کے شوہر بھی دادا ابا سے پڑھتے رہے ہیں، خواتین پردے کے پیچھے بیٹھتیں اور مرد سامنے۔ کہنے لگیں کہ اُن کے شوہر کے کئی دوست بھی پڑھتے تھے جن میں سے اب کوئی سعودی عرب میں ہے اور کوئی مصر میں اور سب تعلیم و تدریس کے شعبے سے منسلک ہیں، یعنی دادا ابا کی کوششیں کہاں کہاں تک پھیل گئی ہیں۔

ایک بات جو شدت سے مجھے محسوس ہوتی ہے کہ دادا ابا اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے جس نے اتنی عمر پائی۔ ویسے تو ان کے ایک بھائی بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے اور پھر دادا ابا کے سات بیٹے ایک بیٹی اور پھر ان کی اولادیں اور ان کی بھی اولادیں جو مل ملا کر پچاس سے زائد بن جاتی ہیں۔ سب دادا ابا کے لیے اور ان کے والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔

دادا ابا صرف ہمارے لیے ہی نہیں بلکہ دینی حلقے میں سب کے لیے ایک بہت گراں قدر شخصیت تھے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ بڑھاپے میں انسان چڑچڑا ہو جاتا ہے لیکن دادا ابا بہت شگفتہ مزاج اور شفیق تھے۔ کبھی کھانے میں نمک کم یا زیادہ ہوتا تو کوئی شکایت نہ کرتے، نہ ہی غصہ ہوتے بلکہ مسکرا کر کہتے کہ شاید نمک سستا ہو گیا ہے (اگر زیادہ ہو تو) اور کہتے کہ شاید مہنگا ہو گیا ہے (اگر کم ہو تو)۔ جب کبھی ان سے پوچھا جاتا کہ آج کیا کھائیں گے تو مسکرا کر کہتے ﴿ لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ ﴾ (۲/ البقرة: ٦١) کبھی بھی خود سے کچھ نہ کہتے جو ملتا کھا لیتے الا یہ کہ ان کی طبیعت زیادہ خراب ہو۔

دادا ابا کی زندگی کے واقعات اتنے زیادہ اور سبق آموز ہیں کہ قلمبند کرنے مشکل ہیں۔ ان کی وفات کو دو سال سے زائد کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن لگتا ہے کہ کل کی بات ہو۔ اسی طرح ایک دن آئے گا کہ ہم بھی اس دُنیا میں نہ ہوں گے لیکن پتہ نہیں دادا ابا کی طرح صدقہ جاریہ چھوڑیں گے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ میرے دادا ابا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ سوم

(انٹرویوز)

فضیلۃ الشیخ عبدالغفار حسن الرحمانی الدہلوی	:	ابوعبداللہ کہلان جبوری
مولانا عبدالغفار حسن رحمانی	:	شفیق الرحمٰن شاہین
مولانا عبدالغفار حسن عمرپوری	:	محمد عامر نجیب
مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ	:	خالد سیال
حضرت مولانا عبدالغفار حسن	:	ڈاکٹر زاہد اشرف
فضیلۃ الشیخ عبدالغفار حسن سے ایک ملاقات	:	ترجمہ: راغب حسن
مولانا عبدالغفار حسن مدظلہ العالی سے ایک انٹرویو	:	احمد حسن
ڈاکٹر اسرار احمد کے ساتھ ایک نشست	:	صہیب حسن

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالغفار حسن الرحمانی الدہلوی

سے ایک اہم ملاقات

ترجمہ: حافظ حمود الرحمن شرقپوری

[مولانا عبدالغفار حسن موجودہ دور کے بہت بڑے محدث، ممتاز عالم دین، محقق، مفتی اور کامیاب مدرس ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سمیت کئی دینی مدارس اور جامعات میں انہوں نے تدریسی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کے فیض یافتہ شاگرد اس وقت پوری دینا میں اعلائے کلمۃ اللہ میں مشغول، سلفی دعوت کے محرک اور حدیث نبوی ﷺ کی خدمت میں کوشاں مولانا کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ بذات خود مولانا اس وقت بھی اس پیرانہ سالی اور بڑھاپے کے باوجود افتاء وتدریس کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا نے اپنے اس طویل علمی سفر میں جہاں متعدد علماء کرام سے فیض حاصل کیا وہاں کئی کبار علمائے کرام سے ملاقاتیں بھی کیں، وہ تقریباً ایک پون صدی پر محیط علمی تاریخ کے عینی شاہد ہونے کے ساتھ ساتھ کئی اہم واقعات کے کردار بھی ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ کے خادم اور پاسبان علمائے اہل حدیث کے ساتھ ان کی ملاقاتیں، شرف تلمذ اور پھر خود اس مقدس علم کی خدمت کا ان کو موقع ملا، ان کے علمی مقام و مرتبہ، تجربات زندگی اور قیمتی آراء سے عام استفادہ کے لیے، ''مجلہ الہدی النبوی مانچسٹر برطانیہ'' کے ایڈیٹر جناب الشیخ کہلان الجبوری (جو خود بھی ایک سلفی عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا کے فیض یافتہ بھی ہیں) نے عربی زبان میں ان کا ایک انٹرویو لیا، چونکہ یہ انٹرویو اپنی نوعیت کا منفرد انٹرویو تھا جس میں شوق، ولولہ، عزم واستقلال، خندہ پیشانی، بلند کرداری اور صبر و عزیمت کے واقعات کے ساتھ ساتھ مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے حوالے سے اور دیگر مدارس و جامعات کے تذکرے سے علمائے اہل حدیث کی ایک پون صدی پر محیط تاریخ سمٹتی چلی آرہی ہے اور پھر موجودہ دور کے اہم قضایا اور مسائل پر ان کا مدلل اور محقق تبصرہ امت اسلامیہ کے لیے عمل واتحاد کی کئی راہیں کھولتا ہے، انہی خوبیوں کے پیش نظر صراط مستقیم کے قارئین کے لیے اس علمی گفتگو کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے، چونکہ گفتگو عربی میں تھی اور عربی زبان کی ایجاز اختصار کی صفت بعض اوقات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ کرتے ہوئے دوسری زبان میں شرح وبسط کی محتاج ہوتی ہے لہٰذا بعض مقامات پر سمجھانے کے لیے معمولی شرح واضافہ سے کام لیا گیا ہے، لیکن یہ خیال کرتے ہوئے کہ مولانا کے نقطہ نظر میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہونے پائے، چونکہ یہ انٹرویو سوال وجواب کی شکل میں تھا لہٰذا ایڈیٹر مجلّہ ھدی نبوی کے سوالات اور مولانا کے جوابات آپ کے سامنے ہیں، امید ہے آپ اس کاوش سے مستفید ہوں گے۔ (مترجم)]

سوال براہ کرم مولانا ہمیں اپنی زندگی کے متعلق اختصار کے ساتھ آگاہ فرمائیں کہ آپ کی ولادت کب اور کہاں ہوئی؟ آپ کا خاندانی پس منظر؟

جواب الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الامين، وعلى آله واصحابه اجمعين، وبعد! میری پیدائش جولائی ۱۹۱۳ء کو رہتک نامی قصبہ میں ہوئی، یہ ہندوستان کے دارالحکومت دہلی کے قریب واقع ہے، میرے والد محترم کا نام مولانا عبدالستار حسن تھا، وہ بھی اپنے دور کے بہت بڑے عالم دین، محدث، خطیب اور مجاہد تھے، انگریزی دور حکومت میں ان کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والی جماعت مجاہدین کے اکثر ساتھی معرکہ بالاکوٹ میں جب جام شہادت نوش کر گئے تو ان کی بقیہ ساتھی ہندوستان کے مختلف مقامات پر پھیل کر زیرزمین جہادی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے تو میرے والد صاحب خفیہ طور پر ان کی مدد اور تعاون کیا کرتے تھے اور انگریز اس عمل کو ناپسند کرتا تھا مگر اس کے باوجود میرے والد مولانا عبدالستار حسن جن کا صاحب ثروت اور امیر طبقہ میں کافی اثر ورسوخ تھا، وہ ان مجاہدین کا دل کھول کر تعاون کرواتے اور یہ طبقہ ان کے کہنے پر مجاہدین کے ہر قسم کے تعاون پر تیار ہو جاتا۔

سوال آپ کے والد صاحب کی تصنیفات بھی ہیں؟

جواب میرے والد صاحب چونکہ عین جوانی کے عالم میں جب ان کی عمر چونتیس برس تھی فوت ہو گئے تھے، ان کی صرف ایک تصنیف "اثبات الخبر في الرد على منكري الحديث والاثر" حجیت حدیث کے موضوع پر منکرین حدیث کے خلاف موجود ہے۔

سوال جب آپ کے والد فوت ہوئے اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

جواب اس وقت میری عمر تین برس تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال آپ کے والد صاحب کی وفات کے بعد آپ کی تعلیم وتربیت اور کفالت کس نے کی؟

جواب جس سال میرے والد صاحب فوت ہوئے، اسی سال ان کی وفات سے پہلے میری والدہ محترمہ بھی وفات پا چکی تھیں، اس لیے میری تعلیم اور کفالت کی ذمہ داری میری دادی جان نے لے لی اور میں ان کی زیر تربیت پروان چڑھا۔

سوال یہ فرمائیں کہ آپ نے علم حاصل کرنا کب اور کہاں شروع کیا؟

جواب بچپن میں، میں نے اپنے گھر کے قریب ہی ایک مسجد میں پڑھنا شروع کیا اور جب میری عمر تیرہ سال کی ہوئی تو دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں داخلہ لیا، یہ ادارہ اس وقت اہل حدیث مکتبہ فکر کا ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا اور یہاں میں نے آٹھ سال کی مدت میں درس نظامی کا مروجہ کورس مکمل کیا۔

سوال یہ فرمائیں کے مدرسہ رحمانیہ دہلی کی بنیاد کب اور کس نے رکھی؟

جواب دارلحدیث رحمانیہ دہلی کی بنیاد ۱۹۲۱ء میں دہلی کے ایک بہت بڑے تاجر شیخ عبدالرحمٰن اوران کے بھائی شیخ عطاء الرحمٰن نے مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی ترغیب اور توجہ اور محدث شیخ عبدالعزیز رحیم آبادی کے اشارے پر رکھی۔ حضرت الشیخ عبدالعزیز رحیم آبادی شیخ طائفۃ المحدثین المحدث العلامہ السید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد رشید اور اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور ممتاز عالم دین تھے۔ جب شبلی نعمانی نے ایک کتاب "تفضيل الفقهاء على المحدثين" لکھی اوراس میں فقہاء کو محدثین سے افضل قرار دیا تو انہوں نے ''حسن البیان'' نامی کتاب لکھ کر شبلی نعمانی کا علمی اور مدلل جواب دیتے ہوئے محدثین عظام کی علمی خدمات اور مقام ومرتبے کے حوالے سے فقہاء پر ان کی برتری اور فضیلت کو ثابت کیا۔

سوال یہ فرمائیں کہ دارلحدیث رحمانیہ دہلی میں اساتذہ کے مشاہرہ جات اور طالب علموں کے خوردونوش اور رہائش وغیرہ پر اٹھنے والے اخراجات کون برداشت کرتا تھا؟

جواب شیخ عبدالرحمٰن اور ان کے بھائی عطاء الرحمٰن مل کر مدرسہ رحمانیہ کے تمام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخراجات اور مصاریف بڑی فیاضی اور سخاوت کے ساتھ پورے کرتے تھے۔ طلباء میں حفظ قرآن، حدیث، تفسیر اور کتابت کا شوق و جذبہ ابھارنے کے لیے مقابلوں کا خاص اہتمام فرماتے اور نمایاں کارکردگی دکھانے والے طلباء کو اپنی جیب خاص سے خصوصی انعامات دیتے اور جو طالبعلم پورے مدرسہ میں فرسٹ آتا اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے بہت زیادہ انعام واکرام سے نوازا جاتا۔ ایک دفعہ میں فرسٹ آیا تو انہوں نے مجھے فن نحو کی مشہور کتاب "ھدایۃ النحو" انعام میں دی جس کی قیمت اس وقت ایک روپے سے بھی کم تھی لیکن جو لڑکا سیکنڈ آیا اسے پانچ روپے انعام میں دیئے گئے، جب ہمارے ساتھیوں میں سے کسی نے ان کی توجہ اس طرف دلائی تو انہوں نے فوراً اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے مجھے پانچ روپے اور ساتھ کتاب بھی دی۔ شیخ عبدالرحمٰن انتہائی سخی اور فیاض ہونے کے ساتھ ساتھ سخت طبیعت کے مالک بھی تھے۔ جب کوئی لڑکا ان کے سامنے غلط بیانی کرتا یا مدرسہ کے نظام کی خلاف ورزی کرتا تو بہت زیادہ ناراض ہوتے۔ شیخ عبدالرحمٰن مدرسہ کی بنیاد رکھنے کے بعد صرف ایک سال تک زندہ رہے پھر ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی شیخ عطاء الرحمٰن مدرسہ کے کفیل مقرر ہوئے۔

یہ بڑی عمر کی انتہائی دیندار اور متشرع انسان تھے، تمام لوگ ان کو بڑی عزت اور قدر واحترام کی نگاہ سے دیکھتے، حتی کہ ریڑھی اور مزدوری کرنے والے مزدوروں کی بھی کوشش ہوتی کہ ہر صبح شیخ عطاء الرحمٰن کی مزدوری سے اپنے کاروبار کا آغاز کریں کیونکہ ان کا خیال تھا اس سے ان پر خیر و برکت کے دروازے کھل جاتے ہیں پھر سارا دن خوب منافع ہوتا ہے۔ شیخ عطاء الرحمٰن اگرچہ بذات خود عالم دین نہ تھے مگر انہیں علم اور علماء سے گہرا قلبی تعلق تھا، عام طور پر روزانہ اپنے کاروبار کو بچوں کے سپرد کر کے خود مدرسہ رحمانیہ آجاتے اور ان کے ساتھ ایک صاحب شیخ محمد تیناوری بھی ہوتے، یہ مدرسہ کے قریب ہی ایک عالی شان عمارت میں رہائش پذیر تھے۔ فجر کے وقت جب شیخ عطاء الرحمٰن مدرسہ رحمانیہ آتے تو پچیس کے قریب کمروں میں رہائش پذیر تمام طلباء کو خود ہر دروازے پر دستک دے کر نماز فجر کے لیے بیدار کرتے اور پھر خود ان کے ساتھ مل کر نماز باجماعت ادا کرتے اور پھر مدرسہ رحمانیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے طلباء اور اساتذہ کے ساتھ بیٹھتے۔ بڑے سخی، فیاض اور دریا دل انسان تھے، دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، اخلاق کے بھی بہت اچھے تھے، طلباء کے ساتھ بہت زیادہ شفقت و محبت اور الفت کا برتاؤ کرتے تھے، انہیں بھی جھوٹ سے سخت نفرت تھی، اگر کوئی طالب علم کسی موقع پر غلط بیانی سے کام لیتا یا مدرسہ کے نظام کی خلاف ورزی کرتا تو فوراً مدرسہ سے خارج کر دیتے، بعض اوقات رحمانیہ کے طلباء کو ''پکنک'' منانے کے لیے نہر کے کنارے لے جاتے اور بذاتِ خود خاص اہتمام کے ساتھ اشیاء خورد نوش اور پھل مٹھائی کے ذریعے ان کی تواضع کرتے، طلباء پکنک منانے میں مصروف ہوتے اور یہ انہیں دیکھ کر خوش ہو رہے ہوتے۔

میرے رحمانیہ سے فارغ ہونے کے پانچ سال بعد شیخ عطاء الرحمٰن بھی اللہ کو پیارے ہو گئے، یہ ۱۹۳۸ء کی بات ہے، ان کے بعد ان کے تین بیٹے تھے، وہ بھی ایک ایک کر کے جوارِ رحمت میں منتقل ہو گئے۔

سوال دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں آپ کے اساتذہ کون تھے؟

جواب رحمانیہ میں اس وقت کے ہمارے اساتذہ میں ایک مولانا الشیخ احمد اللہ الدھلوی تھے، یہ شیخ المحدثین الشیخ السید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد رشید تھے، ان سے میں نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود اور جامع ترمذی کی پہلی جلد پڑھی اور علوم حدیث میں شرح نخبۃ الفکر اور علم وراثت میں سراجی پڑھی۔ شیخ احمد اللہ دہلوی بڑے جید عالم دین اور بلند پائے کا اخلاق و کردار رکھتے تھے، طلباء کے ساتھ بڑی شفقت اور اپنائیت کے ساتھ پیش آتے، اکثر اپنے شاگردوں اور دیگر اساتذہ کو علم حدیث اور سنت کے ساتھ لگاؤ کی تلقین کیا کرتے تھے۔

مدرسہ رحمانیہ میں میرے دوسرے استاذ مشہور ادیب اور جید عالم دین اور عربی زبان کے ماہر الشیخ محمد السورتی تھے، عربی ادب کی مشہور کتاب ''ازھار العرب'' ان کی ہی تالیف کردہ ہے، ان کے پاس ہم نے جامع الترمذی کی دوسری جلد اور صحیح مسلم کا کچھ حصہ اور شرح نخبۃ الفکر کا کچھ حصہ اور عربی زبان و ادب کی بعض کتابیں پڑھیں، مگر یہ چھ ماہ بعد ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظم مدرسہ سے اختلافات کی وجہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔

میرے اساتذہ میں ایک الشیخ عبیداللہ مبارکپوری بھی تھے، یہ مشکوۃ المصابیح کی مشہور شرح مرعاۃ المفاتیح کے مؤلف ہیں، ان کے پاس میں نے بلوغ المرام مکمل اور آخری سال میں مؤطا امام مالک اور نحو کی کچھ کتابیں پڑھیں، وہ نہایت باریک خط میں بلوغ المرام پر حاشیہ لکھا کرتے تھے، جو افادیت کی شرح کے ساتھ جرح و تعدیل اور تخریج و تحقیق اور ظاہری تعارض کے حل پر مشتمل ہوتا، بعض اوقات راویوں کے احوال کے بارہ میں بحث کیا کرتے تھے۔

مولانا مبارکپوری فن حدیث میں بڑی وسیع معلومات رکھتے تھے، بڑی محنت، عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے، جسمانی کمزوری کے باوجود بڑے مطالعہ اور تحقیق کے ساتھ درس دیا کرتے تھے، طلباء کو نقلی اور عقلی دلائل دے کر سبق ذہن نشین کراتے، بڑی مفید معلومات جمع کر کے لاتے مگر افسوس کہ اس وقت ان معلومات کو جمع نہ کیا جا سکا۔

سوال مولانا مبارکپوری کے پڑھانے کا انداز کیا تھا؟

جواب سب سے پہلے طالب علم کتاب سے متن حدیث پڑھتا، پھر سند حدیث پر بحث ہوتی اور پھر شرح حدیث اور اگر حدیث میں کوئی ظاہری تعارض یا مختلف فیہ مسئلہ ہوتا وہ بیان ہوتا اور آخر میں جو مسئلہ اقرب الی الحق ہوتا یعنی حق کے قریب ہوتا وہ بیان کیا جاتا، یہ تھا ان کا اندازِ تدریس۔

سوال مولانا مبارکپوری پڑھاتے ہوئے اپنے حافظے سے کام لیتے یا کسی کتاب سے مدد لیتے؟

جواب اکثر و بیشتر اپنے حافظے سے مدد لیا کرتے تھے اور بعض اوقات ان حواشی سے بھی جو انہوں نے کتاب کے کناروں پر خود تحریر کیا ہوتا، ان سے بھی رجوع کرتے، لیکن پھر محدث زمان شارح حدیث فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری جو کہ مولانا عبیداللہ مبارکپوری کے عزیز اور رشتہ دار بھی تھے اور دونوں ایک ہی گاؤں کے رہنے والے بھی تھے، ان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلانے پر رحمانیہ کے نگران و ناظم شیخ عطاء الرحمٰن کی اجازت سے کچھ عرصہ کے لیے اوران کی مشہور کتاب تحفۃ الاحوذی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ان کے پاس چلے گئے۔ چونکہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی نظر بہت کمزور ہوگئی تھی اس لیے ہمارے استاد مولانا عبیداللہ دو سال تک ان کے پاس رہے اور اس دوران ان کی معلومات اور علم کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔ فن حدیث میں ان کا علم بہت زیادہ بڑھ گیا، محدثین کی طرح طبیعت میں رچاؤ پیدا ہوگیا، فنی اور علمی کمال حاصل ہوگیا، فن حدیث میں دقت نظری پیدا ہوگئی اور جب یہ واپس آئے تو ہم نے مدرسہ رحمانیہ میں ان سے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پڑھی تو ان کا انداز تدریس بہت عمدہ تھا اور پھر حدیث کے میدان میں بہت زیادہ علمی فیض پہنچایا۔

سوال آپ کو مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری سے بھی پڑھنے کا موقع ملا ہے؟

جواب ہاں! جب مولانا مبارکپوری اپنی آنکھوں کے علاج کے سلسلے میں دہلی تشریف لایا کرتے تو دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں مولانا عبیداللہ مبارکپوری کے کمرے سے متصل ایک خاص کمرے میں ٹھہرتے، ان ایام میں ہم ان سے استفادہ کرتے، انہوں نے باقاعدہ تو ہمیں نہیں پڑھایا لیکن وہ ہمیں سبق یاد کروایا کرتے تھے اور بعض اوقات خود بھی کوئی مسئلہ پیش کرتے اور پھر ہم سے اس کا جواب پوچھتے اور خوب مناقشہ کرتے اور پھر خود ہی ان مسائل کا جواب دیتے، اسی طرح ایک مرتبہ جب ہم جامع ترمذی پڑھا کرتے تھے انہوں نے ہمارا ششماہی امتحان بھی لیا تھا اور ابھی تک مجھے ان کا ایک امتحانی سوال بھی یاد ہے، انہوں نے پوچھا، ایک حدیث میں آتا ہے: الاقعاء سنة نبيكم ''اقعاء تمہارے نبی کی سنت ہے''، جبکہ دوسری حدیث میں آتا ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن الاقعاء کہ نبی ﷺ نے اقعاء سے منع فرمایا ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں کس طرح تطبیق دی جائے گی؟

مولانا مبارکپوری اکثر حدیث کی سند اور متن کے حوالے سے سوال کیا کرتے تھے جبکہ عام طور پر لوگ لغوی سوالوں پر زور دیتے ہیں، جب میں رحمانیہ میں آخری سال کا طالب علم تھا تو ناظم مدرسہ نے مدرسہ میں نمازوں کی امامت میرے سپرد کر رکھی تھی، مجھے یاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ایک مرتبہ میں نے جمعة المبارک کے روز فجر کی نماز میں سورۃ السجدہ اور دوسری رکعت میں سورۃ الدھر مکمل نہ پڑھیں تو ایک لڑکے نے مولانا مبارکپوری کو جا کر بتایا کہ عبدالغفار نے آج سنت کی مخالفت کی ہے، چونکہ شیخ مبارکپوری کمزوری نظر کی وجہ سے اپنے کمرے میں ہی نماز پڑھتے تھے، انہوں نے مجھے بلا کر سرزنش کی کہ آیندہ ایسا نہ کرنا، اس لیے نبی ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ فجر جمعہ میں ان دو سورتوں کی مکمل تلاوت کیا کرتے تھے، اس طرح مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری میرے درسی استاذ نہیں لیکن میرے مذاکرے کے استاذ ہیں، میں نے ان سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔

سوال کیا مولانا مبارکپوری کو عربی زبان میں تدریس پر مکمل عبور حاصل تھا؟

جواب انہیں عربی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا، (مولانا) امین احسن اصلاحی مرحوم، مولانا مبارکپوری کے قریب ہی رہتے تھے، انہوں نے تفسیر مولانا حمید الدین الفراھی سے پڑھی اور جامع ترمذی مولانا مبارکپوری سے، وہ ہمیشہ فخریہ انداز میں کہا کرتے تھے کہ انہیں جامع ترمذی اس دور کے سب سے بڑے ماہر ترمذی سے پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ مولانا مبارکپوری اپنے دور کے عربی لغت کے بھی ماہر تھے، ایک مرتبہ مولانا امین احسن اصلاحی نے عربی کا ایک لفظ غلط پڑھا، وہ لفظ اس وقت مجھے یاد نہیں رہا تو مولانا مبارکپوری نے انہیں ٹوکا اور فرمایا ایسے نہیں اس طرح پڑھو۔ اصلاحی صاحب مرحوم بھی اپنی بات پر ڈٹے رہے، بالآخر عربی لغت کی کتاب المنجد نکالی جب اس میں دیکھا تو پتہ چلا کہ شیخ مبارکپوری درست فرما رہے تھے، مولانا مبارکپوری اپنے دور کے محدث فقیہہ، ماہر لغت عربی ہونے کے ساتھ دیگر علوم پر بھی مکمل عبور اور دسترس رکھتے تھے، بدقسمتی سے آج کل مدارس دینیہ اور جامعات میں صرف سطحی قسم کی معلومات باقی رہ گئی ہیں، علمی جوہر نظر نہیں آتا۔

مشہور و معروف سلفی عالم دین الشیخ تقی الدین الھلالی نے ایک مرتبہ جب ہم ایک ساتھ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے، بتلایا کہ وہ مولانا مبارکپوری کے پاس حدیث پڑھنے کے لیے مبارکپور گئے وہاں ایک سال تک ان کے پاس قیام پذیر رہے، اس دوران ان کا کھانا بھی مولانا مبارکپوری کے گھر سے آتا تھا، جب وہ تعلیم مکمل کر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے لگے تو مولانا مبارکپوری نے ان کے جیب میں پانچ یا دس روپے ڈال دیئے، یہ اس وقت بڑی رقم تصور ہوتی تھی۔ انہوں نے عرض کی حضرت رہنے دیں یہ تکلف نہ فرمائیں، مجھ سے زیادہ ان کی آپ کو ضرورت ہے، تو مولانا مبارکپوری کی آنکھوں میں شدت جذبات سے آنسو آ گئے اور میرے انکار نے جب ان کی یہ کیفیت کی تو میں نے فوراً وہ ہدیہ قبول کر لیا۔

آج کل کے مولویوں کے ساتھ ان کا موازنہ کس طرح کیا جا سکتا ہے، آج کے مولوی صرف لینا جانتے ہیں، دینا نہیں اور دوسری طرف وہ ہیں نہ صرف دے رہے ہیں بلکہ اصرار کے ساتھ دے رہے ہیں۔

بات چلی تھی ہمارے استاذ مولانا عبیداللہ مبارکپوری سے، یہ مدرسہ رحمانیہ کے ہی فارغ التحصیل تھے اور پھر یہاں ہی تدریسی فرائض سرانجام دینے لگے۔ دارالحدیث رحمانیہ میں ہمارے ایک استاذ مولانا نذیر احمد املوی بھی تھے، میں نے ان سے کافی کتابیں پڑھیں، مثلاً سلم العلوم، الرشیدیہ اور کچھ حصہ تفسیر بیضاوی کا بھی درساً پڑھا، مولانا نذیر احمد املوی فقہ، منطق، فلسفہ اور دیگر علوم میں بڑی علمی مہارت رکھتے تھے، جب میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں استاذ تھا اس وقت ان کا انتقال ہوا تھا۔

دارالحدیث رحمانیہ کے دیگر اساتذہ میں ایک مولانا عبدالرحمٰن بہاری الندوی بھی تھے، یہ پڑھانے میں اتنے ماہر تھے معلوم ہوتا تھا گویا پڑھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے۔ ان سے بھی میں نے کافی کتابیں پڑھیں، مثلاً مشکوۃ المصابیح، تاریخ الخلفاء امام سیوطی کی، تفسیر میں تفسیر جلالین اور ادب میں مقامات حریری، دیوان حماسہ، شرح معلقات اور دیوان متنبی وغیرہ، یہ ساری کتابیں اس وقت درس نظامی کے نصاب میں پڑھائی جاتی تھیں، مولانا عبدالرحمٰن بہاری الندوی کو اللہ کریم نے بڑی بلند اور پاٹ دار آواز سے نواز رکھا تھا، اس طرح ہمارے اساتذہ میں ایک مولانا ہزاروی بھی تھے، یہ فلسفہ و منطق کے ماہر جید عالم تھے۔

ہمارے اساتذہ میں ایک مولانا عبدالغفور اور ان کے بیٹے عبدالودود بھی شامل ہیں، یہ ندوۃ العلماء میں بھی پڑھاتے رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیں فن مناظرہ کی کتاب الرشیدیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھائی، اس طرح ان سے کچھ تفسیر اور کچھ ادب کی کتابیں بھی پڑھنے کا موقع ملا۔ ہمارے دیگر اساتذہ میں ایک مولانا عبدالغفور نیپالی بھی تھے، یہ بھی ندوۃ العلماء کے فارغ تھے، یہ ہمیں اردو سے عربی ترجمے کی مشق کرواتے تھے، اس طرح ہمارے ایک استاذ مولانا عبداللہ بنگالی الندوی بھی تھے جو کہ ڈھاکہ کے رہنے والے اور ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل تھے، انہوں نے ہمیں آخری سال پڑھایا، یہ بھی بلند پایہ عالم دین تھے۔

ہمارے اساتذہ میں ایک استاذ پختون بھی تھے، پشتو زبان بولنے والے، یہ ہمارے استاذ محترم اگرچہ مذہباً حنفی تھے لیکن مذہبی تعصب سے پاک۔ اللہ رب العزت نے انہیں کمال کا حافظہ دے رکھا تھا، کتابوں کے متون انہیں زبانی یاد تھے، بغیر مطالعہ کے پڑھاتے، نص کتاب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہ پڑھتی، ان میں ہم نے ایک عجیب بات دیکھی، انہوں نے ہمیں ایک سال پڑھایا لیکن ہم نے اس پورے عرصے میں ایک مرتبہ بھی ان کا چہرہ نہ دیکھا، کیونکہ وہ ہر وقت اپنے چہرے کو رومال سے ڈھانپ کر رکھتے، ہم ان سے اس کا سبب نہ پوچھ سکے، بہر حال ان کا چہرہ ہر وقت ڈھکا رہتا۔

ہمارے اساتذہ کرام میں ایک افغانی استاذ مولانا عبدالسلام افغانی بھی تھے، عقیدتاً معتزلی لیکن انتہائی بلند اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے منطق کی کتاب "حمداللہ" کی شرح لکھی ہے اور اس کا نام رکھا ہے، اسوۃ الحسنی۔ انہوں نے ایک سال ہمیں پڑھایا مگر بعد میں یہ شدید بیمار ہو گئے، ان کو دق کی تکلیف ہو گئی تو ان کی جگہ مولانا شریف سواتی نے لے لی، ہمارے استاذ مولانا محمد شریف سواتی مولانا ابوالاعلی مودودی کے بھی استاذ ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد یہ الجامعۃ السّلفیہ فیصل آباد میں بھی پڑھاتے رہے ہیں۔

اہل حدیث مدارس میں عام طور پر فلسفہ و منطق کی تدریس حنفی علماء کے سپرد ہوتی ہے لیکن حدیث صرف سلفی علماء ہی پڑھاتے ہیں۔ ہمارے اساتذہ میں ایک مولانا محمد خیر عالم بھی تھے، یہ بھی بلند پائے کے عالم دین اور فقیہ تھے۔

سوال کچھ تذکرہ اپنے ہم سبق کلاس فیلو ساتھیوں کا، اور بتائیں ان میں سے کون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لوگ آپ کو یاد ہیں؟

جواب

ذهب الذين كنت أحبهم
بقي الذين حياتهم لاتنفع

''وہ لوگ تو چلے گئے جن سے مجھے محبت تھی، اب وہ لوگ باقی ہیں جن کی زندگی کا کوئی فائدہ نہیں۔''

سوال ان میں سے کون سے لوگ آپ کو یاد ہیں؟

جواب میرے ساتھیوں میں ایک نیپال کے رہنے والے مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری ہیں، یہ بھی بعد میں بہت بڑے محدث بنے، نیپال میں اہل حدیث کے مشہور دینی ادارے سراج العلوم کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ میرے ایک ساتھی مولانا ولی اللہ ٹونکی تھے اور ایک ساتھی کا نام مولانا لقمان تھا، مولانا لقمان شاعر اور ادیب بھی تھے۔

ایک مرتبہ جب ہمارے مدرسہ رحمانیہ میں اس وقت کے دو جید ترین عالم دین مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی تشریف لائے، مولوی لقمان نے ان کے اعزاز میں ایک قصیدہ پیش کیا جس میں ذکر تھا کہ ہمارے گلستان میں آج دو شیر آئے ہیں تو مولانا ثناء اللہ امرتسری جو برجستہ گوئی اور حاضر جوابی میں اپنی مثال آپ تھے، فوراً بول پڑے ایک جنگل میں دو شیر کس طرح اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ میرے ساتھیوں میں ایک مولانا عبدالحکیم قصوری تھے، یہ ندوۃ العلماء کے فاضل تھے مگر دارالحدیث رحمانیہ میں حدیث پڑھنے کے لیے آئے تھے، اس طرح ہمارے ایک ساتھی انیس الرحمٰن بنگالی بھی تھے، وہ ندوہ کے فارغ ہمارے پاس حدیث پڑھنے آئے تھے۔

ایک مدراس کے رہنے والے مولانا عبدالواحد تھے جو دارالسلام عمرآباد کے شیخ الحدیث بنے اور ایک حاکم علی تھے، وہ بعد میں شیخ الحدیث بنے، کراچی آ کر ان کا انتقال ہوا۔

سوال ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے فیض یاب ہوئے ہوں گے، ان کا تذکرہ فرمانا پسند فرمائیں گے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب ہاں ضرور، دراصل مجھے شیخ عطاء الرحمٰن نے کہا تھا کہ میں مدرسہ رحمانیہ دہلی کی تاریخ مرتب کروں، چنانچہ میں نے رحمانیہ کی ایک مکمل تاریخ مرتب کی جس میں یہاں سے فارغ ہونے والے تمام لوگوں کا تذکرہ کیا اور ساتھ ساتھ ان علماء کرام اور عمائدین عظام کا بھی تذکرہ کیا تھا جو مختلف اوقات میں رحمانیہ تشریف لاتے رہے، میں نے ان کے ریمارکس کو جمع کیا، مثال کے طور پر مولانا عبداللہ روپڑی، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہ، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی بلند پایہ کے جید عالم دین تھے، اللہ کریم نے مسائل کے استنباط میں ان کو خاص ملکہ عطا کر رکھا تھا، وہ ایک ہفت روزہ پرچہ "تنظیم اہلحدیث" بھی نکالا کرتے تھے، وہ بھی ہمارے مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لاتے اور سالانہ امتحان بھی لیا کرتے تھے، امتحان لینے کا انداز بہت سخت ہوتا تھا، رحمانیہ میں امتحانی طریق کار یوں تھا، اساتذہ پڑھاتے اور ششماہی امتحان بھی خود ہی لیتے، لیکن اخیر سال میں جب سالانہ امتحان ہوتا تو تمام لڑکے ایک ہال میں جمع ہو جاتے، وہاں کچھ نگران ہاتھ میں ڈنڈے لے کر کھڑے ہوتے، کسی طالب علم کو بات کرنے کی اجازت نہ ہوتی اور کسی مدرس کو امتحانی ہال کے قریب نہ آنے دیتے، یوں اس کڑی نگرانی میں سالانہ امتحان ہوتا جو اکثر مولانا حافظ عبداللہ روپڑی اور ان کے ساتھ مولانا محمد حسین مل کر لیتے۔ اس طرح رحمانیہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی اکثر تشریف لایا کرتے تھے، وہ کامیاب مناظر اور جید عالم دین تھے۔

سوال ہم نے سنا ہے کہ وہ سلفی منہج پر نہیں تھے؟

جواب اس میں شک نہیں کہ ان کی تفسیر "تفسیر ثنائی" جو اردو میں ہے اس میں کچھ باتیں سلفی منہج کے خلاف ہیں لیکن فقہی مسائل میں وہ پکے سلفی تھے۔ ان کی دو تفسیریں ہیں، ایک اردو میں اور دوسری عربی میں، عربی تفسیر کا نام "تفسیر القرآن بکلام المنان" ہے، تفسیر ثنائی جس میں بعض باتیں سلفی فکر کے خلاف ہیں۔ ان کے رد میں مولانا عبدالجبار غزنوی مرحوم نے ایک کتاب لکھی اس کا نام تھا "الانوار الغزنویہ" اس میں مولانا امرتسری کا شدید قسم کا تعاقب اور مؤاخذہ کیا گیا ہے، لیکن ان تمام کے باوجود ہم یہ تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم اپنے وقت کے بہت بڑے مناظر تھے۔ دھیمے مزاج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حامل، ٹھنڈی طبیعت کے مالک، غصے سے پاک، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے بے شمار مناظروں کے ذریعے جو انہوں نے مختلف مذاہب و ادیان کے لوگوں کے ساتھ مختلف مواقع پر کیے کئی لوگوں کو متاثر کیا اور اہل حدیث بنایا۔

ایک مرتبہ ان کا مناظرہ ایک ہندو پنڈت سے ہو رہا تھا ہندو نے کہا تم اسلام کی ترجمانی کرنے کے لیے آئے ہو، تمہیں اس کا حق ہی نہیں پہنچتا اس لیے کہ خود مسلمان تمہیں مسلمان نہیں سمجھتے اور وہ تمہیں غیر مسلم قرار دیتے ہیں اور ساتھ ہی اس نے بریلوی جماعت کا ایک اعلان سامنے رکھ دیا جس میں اہل حدیث کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا اور کہا تم اسلام کا دفاع نہیں کر سکتے، اس لیے تم بھی میری طرح غیر مسلم ہو، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے انتہائی دھیمے مزاج میں جواب دیا، اچھا یہ بتاؤ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے اسلام کی ترجمانی کا حق حاصل ہو جائے گا؟ اس نے کہا، ہاں چنانچہ مولانا نے فوراً اشہد ان لا الہ اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ پڑھا اور کہا اسلام میں داخل ہونے کے لیے اس شہادت کا اقرار ضروری ہے، لہٰذا میں نے کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا اور مجھے مسلمانوں کی ترجمانی کا حق حاصل ہو گیا لہٰذا اب میرے ساتھ مناظرہ شروع کرو، چنانچہ ہندو پنڈت کو مجبوراً مناظرہ شروع کرنا پڑا اور مولانا نے اسے ذلت ناک شکست دے کر اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا۔ اسی طرح ان کا ایک مرتبہ ایک عیسائی پادری کے ساتھ تین دن تک مسلسل مناظرہ ہوتا رہا، بالآخر اس پر فتح حاصل کرتے ہوئے اسلام کو سچا دین اور عیسائیت کو باطل ثابت کیا۔

ایک مرتبہ ایک عورت سے مناظرہ ٹھہرا، اہل حدیث جو اپنی پاکبازی اور ورع و تقویٰ کی وجہ سے غیر محرم عورت کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے مولانا سے کہنے لگے، آپ کس طرح مناظرہ کریں گے، وہاں مناظرہ میں اس عورت کی طرف دیکھنا پڑے گا اور یوں شرعی پردے کی خلاف ورزی ہوگی جو کہ جائز نہیں، مولانا نے فرمایا آپ لوگ انتظار کریں اور دیکھیں میں کیا کرتا ہوں؟ چنانچہ جب مناظرہ شروع ہوا تو عورت نے اپنی بات مکمل کی جب تک مولانا سر جھکائے بیٹھے رہے اور پھر باری پر مولانا نے غزلیہ اشعار پڑھنے شروع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردیئے جنہیں سن کر وہ عورت شرم کے مارے مناظرہ ادھورا چھوڑ کر بھاگ گئی۔

سوال یہ فرمائیں کہ وہ مناظرے کتابی شکل میں اکٹھے بھی ہوئے ہیں؟

جواب ہاں! مولانا محمد بشیر سیالکوٹی (اسلام آباد) کی بیٹی نے اپنے ایم اے یعنی ماسٹر ڈگری کا مقالہ اس پر لکھا ہے اور اس نے ان مناظروں کو عربی میں منتقل کیا ہے۔

سوال ان کے علاوہ دیگر مشائخ عظام اور عمائدین امت بھی رحمانیہ تشریف لاتے رہے ہونگے؟

جواب ہاں کیوں نہیں، دیگر علماء میں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی بھی تھے بلکہ یہی تو ہیں جن کی ترغیب پر شیخ عبدالرحمٰن اور عطاء الرحمٰن نے اس مدرسہ کی بنیاد رکھی، شیخ عبدالرحمٰن کا شمار دہلی کے ممتاز تاجروں میں ہوتا تھا، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، تفسیر قرآن میں ان کو خاص ملکہ تھا، انہوں نے ایک تفسیر بھی لکھنا شروع کی مگر موت نے مکمل کرنے کی مہلت نہ دی، پہلے ہی پیغام اجل آ گیا، اس طرح وہ تفسیر مکمل نہ ہو سکی، البتہ مختلف سورتوں پر مشتمل انہوں نے تفسیر لکھی، اردو زبان میں تفسیر سورۂ فاتحہ پر ان کی ایک کتاب ”جامع البیان فی تفسیر ام القرآن“ موجود ہے، اور جب سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ پر تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا تو اس کا نام رکھا ”تحفة البررة فی تفسیر سورة البقرة“ وہ عام طور پر مختلف مساجد میں تفسیر قرآن کے درس دیا کرتے تھے، ان کی عادت تھی کہ وہ قرآن کی شرح و تفسیر پہلے قرآن سے کرتے، عجیب وغریب حافظہ کے مالک تھے، آیات کا استحضار بہت زیادہ تھا، آیات کی مناسبت سے احادیث بھی بیان فرماتے اور پھر آخر میں اسلاف امت کے اقوال کی روشنی میں تفسیر بیان فرماتے۔ انہوں نے فرق باطلہ، خوارج، قادیانی، شیعہ وغیرہ کے خلاف بھی بہت شد و مد کے ساتھ لکھا، دو جلدوں پر مشتمل ان کی ایک کتاب جس کا نام ”شهادة القرآن باعلى النداء بان المسيح ينزل من السماء“ ہے، یہ کتاب مذاہب باطلہ کے عقیدہ وفات مسیح کے خلاف اپنے موضوع پر اپنی مثال آپ ہے، بے شمار قرآنی آیات واحادیث پر مشتمل اہل سنت کا اجماعی عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام کو ثابت کرتی ہے، اسی طرح جب مولانا ابوالکلام آزاد نے ہندو جماعت کانگریس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شمولیت اختیار کی تو انہوں نے ان کے خلاف بھی لکھا۔اس طرح منکرین حدیث کے خلاف بھی خوب لکھا، غلام احمد پرویز جو انکار سنت کا موقف پھیلانے میں بڑا سرگرم تھا اس کی خوب خبر لی، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنے کے قائل تھے، ایک مرتبہ وہ لیٹ ہوگئے تو میں نے ان کی جگہ امامت کی اور بسم اللہ اونچی آواز سے نہ پڑھی تو انہوں نے نماز کے بعد میری خوب پکڑ کی۔

مولانا ابرہیم میر سیالکوٹی سری اور جہری نماز میں فاتحہ خلف الامام کے بھی قائل تھے، اس طرح بلند آواز سے آمین کہنا بھی ان کے موقف میں شامل ہے۔اپنی کتاب تفسیر جامع البیان فی تفسیر ام القرآن میں انہوں نے اس موقف کی تائید میں بے شمار دلائل پیش کیے ہیں جو دیکھنے کے قابل ہیں، اسی طرح قادیانی فرقہ جو سورۂ فاتحہ کی آیت أنعمت علیھم سے استدلال کرتا ہے کہ اللہ کی نعمت مسلسل، ختم نہ ہونے والی ہے، لہٰذا نبوت بھی اللہ کی نعمتوں میں شامل اور اس کا سلسلہ بھی جاری وساری ہے، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے اس قادیانی موقف کے رد میں بے شمار قرآنی آیات اور احادیث بیان کی ہیں اور اس جھوٹے موقف کی بیخ کنی کرتے ہوئے اس مذہب کو دجل وکذب کا پلندہ ثابت کیا ہے، جامع البیان فی تفسیر ام القرآن کا قاری خود مولانا کی ان خوبیوں کا اندازہ کرسکتا ہے۔

مولانا ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری میں بہت زیادہ فرق تھا، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی پختہ سلفی اور کٹر اہل حدیث تھے، مالدار بھی تھے اور اللہ تعالیٰ نے دلی غنا سے بھی نواز رکھا تھا، زندگی بھر ہر سال رحمانیہ مدرسہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور بہت بڑے جید عالم دین اور اپنے دور کے محدث مولانا ابوالقاسم بنارسی بھی تھے، انہوں نے تقریباً ستر مرتبہ بخاری کا طلبہ کو درس دیتے ہوئے اسے مکمل کیا، وہ عام طور پر بت پرستوں، عیسائیوں، قادیانیوں اور بدعتیوں کے خلاف خوب تقریریں کیا کرتے، بلند اور پاٹ دار آواز کے ساتھ مولانا ابوالقاسم بنارسی بلند قد اور بھاری بھر کم جثہ کے مالک تھے، ان کے والد شیخ محمد سعید پہلے سکھ تھے، بعد میں اسلام قبول کیا، سیاست میں مولانا ابوالقاسم بنارسی مولانا ابوالکلام آزاد کے ہم خیال تھے، عام طور پر حدیث اور سنت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا بہت زیادہ دفاع کرتے، لیکن صحیح بخاری کا انہوں نے بہت زیادہ دفاع کیا، ان کی کئی کتابیں اور تالیفات ہیں، ان میں انہوں نے دو کتابیں عمر کریم پٹنوی کے خلاف لکھیں، عمر کریم پٹنوی نے دو کتابیں لکھیں تھیں، جس میں اس نے صحیح بخاری کی بعض احادیث کو ضعیف قرار دیا تھا، چنانچہ مولانا ابوالقاسم بناری نے اس کے رد میں یہ کتابیں لکھیں۔ (۱) الریح العقیم علی عمر کریم (۲) الماء الحمیم علی عمر کریم۔

مدرسہ رحمانیہ دہلی میں دیگر تشریف لانے والی شخصیات میں ایک حافظ اسلم جیراج پوری اعظمی بھی ہوا کرتے تھے، ان کے والد بہت بڑے عالم دین اور محدث تھے، علامہ نذیر حسین دہلوی کے شاگردوں میں سے تھے، یہ جیراج پوری خود بھی اہل سنت تھے مگر بعد میں وہ انکار سنت کے فتنے کا شکار ہو کر منکرین حدیث میں شامل ہو گئے تھے، ہم آخری سال میں پڑھتے تھے اور یہ پرویزی فکر کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے، حتیٰ کہ بعد میں ان کا شمار اس فکر کے بڑے بڑے داعیوں میں ہونے لگا، انکار سنت پر انہوں نے کئی مقالات لکھے، اس لیے بعد میں ہم نے انہیں مدرسہ رحمانیہ میں بلانا چھوڑ دیا۔

پھر کافی عرصہ بعد ایک مرتبہ میں نے انہیں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں دیکھا، اس وقت جامعہ ملیہ کے چانسلر ذاکر حسین تھے جو کہ بعد میں ہندوستان کے صدر بھی بنے۔ جامعہ ملیہ کے اساتذہ اور ملازمین کانگریسی ذہن کے مالک تھے اور سیاست میں گاندھی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ہم نوا تھے، وہاں ایک اور شخصیت بھی تھی جن کا نام خواجہ عبدالحیٔ فاروقی تھا وہ رحمانیہ دہلی میں تشریف لایا کرتے تھے، انہوں نے بھی کئی کتابیں لکھی ہیں، ایک کتاب سورۃ الحجرات اور دیگر سورتوں کی تفسیر پر لکھی ہے، اس میں عجیب وغریب نکات بیان کیے ہیں، میں نے کچھ عرصہ ان کے پاس پڑھا بھی ہے۔

پھر اس کے بعد مولانا عبدالغفار حسن نے ایک قدیم طرز کی پرانی کتاب نکالی جو مدرسہ رحمانیہ کی تاریخ کے متعلق تھی، اس کتاب میں شیخ عبدالعزیز میمنی جو جامعہ علیگڑھ میں مجلس ادارت کے ممبر اور الادارۃ العربیۃ دمشق کے کارکن بھی تھے، انہوں نے ۶ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں مدرسہ رحمانیہ کا دورہ کیا اور خطبہ استقبالیہ کے جواب میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطاب کرتے ہوئے کہا:

”میں نے مدرسہ رحمانیہ جب سے یہ قائم ہوا ہے اس کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا لیکن مصروفیات کی وجہ سے اس کی زیارت نہ کر سکا اور آج اپنے مخلص دوست محمد (جونا گڑھی) کے بلانے پر یہاں حاضر ہوا ہوں، یہاں کے اساتذہ اور طلباء کی محفل میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، ان کی اردو، عربی، پنجابی اور بنگالی زبانوں میں فی البدیع تقریریں سننے کا موقع ملا ہے، آج مجھے بے اختیار ابوطیب متنبّی کا ایک شعر یاد آ گیا ہے:

تجمع فيه كل لسن و أمة　　　فما تفهم الحداث إلا التراجم

”ان میں ہر زبان اور ہر قوم کے لوگ جمع ہیں، مترجمین کے بغیر ان کی گفتگو نہیں سمجھی جا سکتی۔“

جو کچھ میں نے دیکھا اور علم و معرفت اور دین و ادب کی جو باتیں میں نے سنی اس پر مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے، مدرسہ رحمانیہ کو دیکھ کر میری خوشی اور رشک میں اور زیادہ اضافہ ہوا ہے کہ ہندوستان میں بھی ایسے مدارس موجود ہیں جو نسل نو کی تعلیم و تربیت اور انہیں زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں، میں نے مدرسہ رحمانیہ کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا مگر آنکھوں سے دیکھ کر علم ہوا کہ اس کا نقشہ کھینچنا مشکل اور بیان کرنا ناممکن ہے۔ بقول شاعر:

كانت مسألة الركبان تخبرني
عن احمد بن داؤد أطيب الخبر
حتى التقينا فلا والله ما سمعت
أذني بأحسن مما قد رأى بصري

”پہلے مختلف قافلوں کی زبانی احمد بن داؤد کی تعریف سنا کرتا تھا، آج خود ملنے کا موقع ملا ہے تو علم ہوا کہ جو کانوں نے سن رکھا تھا وہ اس سے بہتر نہیں جو آج آنکھوں خود دیکھا ہے۔“

یہ مدرسہ رحمانیہ ایک امین اور مخلص تاجر شیخ عطاء الرحمٰن جو اسلامی غیرت وحمیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھنے والے غیور مسلمان بھی ہیں ان کی مخلصانہ کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ انہیں اس درخت کا پھل مل گیا جو خود انہوں نے اپنی اس زندگی میں بویا تھا۔ ہر دم ہر لحظہ طلباء کی خدمت میں کوشاں شفیق باپ کی طرح ہر ان کی ضرورت پوری کرتا نظر آتا ہے، اللہ کریم اہل اسلام کی طرف سے انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اس طرح کے ملک میں اور موجود دور میں ان کا وجود غنیمت ہے، اللہ کریم اس طرح کے اور لوگ پیدا کرے وہ اس پر قادر ہے۔''

مدرسہ رحمانیہ تشریف لانے والے علماء میں ایک مولانا اعزاز علی بھی تھے، یہ دارالعلوم دیوبند میں عربی کے استاذ تھے، ۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ میں ان کی تشریف آوری ہوئی، انہوں نے مدرسہ رحمانیہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:

''میں مدرسہ رحمانیہ میں جو کہ اپنے مؤسس ''شیخ عبدالرحمٰن'' کے نام سے موسوم ہے، آج اپنے انتہائی عزیز اور پیارے مولوی عبدالغفور کی دعوت پر آیا اور مدرسہ کو دیکھا اور اس کے اساتذہ اور طلباء سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ ان میں سے بعض نے عربی اور فارسی کے بہت ہی عمدہ اور خوبصورت اشعار سنائے اور ایک طالب علم نے قرآنی فرقے (منکرین سنت) کے متعلق بہت ہی عمدہ تقریر کی، یہ تقریر سن کر بے اختیار لب سے یہ دعا نکلی، اللھم اجعله هاديا مهديا، اس فرقے ''منکرین حدیث وسنت'' کی گمراہی کے بارہ میں دلائل پر مشتمل اور فضل وکمال کی طرف راہ نما تقریر انتہائی مفید تھی۔''

سوال جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تدریس کے سلسلے میں آپ کا انتخاب کس طرح ممکن ہوا؟

جواب یہ نہایت اہم سوال ہے، درحقیقت ۱۹۳۳ء میں جب میں مدرسہ رحمانیہ سے فارغ ہوا تو مدرسہ انوار العلوم احمدیہ سلفیہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس وقت میرے چند رفقاء نے مدرسہ رحمانیہ بنارس میں تدریس کے لیے بلا لیا۔ یہ مدرسہ عبدالرحمٰن نامی کپڑے کے ایک بہت بڑے تاجر نے بنایا تھا، یہاں میں نے سات سال پڑھایا۔ یہاں میری ملاقات عبدالمجید حریری سے ہوئی جو نہایت فصیح عربی زبان بولتے تھے، گویا کہ اصلی عرب ہو۔ وہ سات زبانوں کے ماہر تھے جن میں انگریزی، اردو کے علاوہ فارسی، ترکی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روسی زبانیں شامل تھیں۔ بعد میں وہ سعودی عرب میں ہندوستان کے سفیر مقرر ہوئے۔ وہ ایک بڑے عالم تھے لیکن سیاسی طور پر ابوالکلام آزاد سے متاثر تھے۔

اپنے مدینہ منورہ جانے کے موضوع کی طرف واپس آتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں حج کے لیے میں نے درخواست دی لیکن منظور نہ ہوئی، دوسری مرتبہ بھی ناکامی ہوئی تیسری مرتبہ ۱۹۶۳ء میں پھر کوشش کی لیکن بے سود۔ میں نہایت افسردہ لوٹا اس دن میرے بیٹوں شعیب اور صہیب کا ولیمہ تھا۔ اچانک کچھ طلبہ جنھوں نے مجھ سے دارالحدیث رحمانیہ میں پڑھا تھا گھر آگئے (یہ وہی دارالحدیث رحمانیہ ہے جو کراچی منتقل کر دیا گیا تھا، جس کی سرپرستی شیخ عطاء الرحمٰن کے صاحبزادے عبدالوہاب کر رہے ہیں جنھوں نے سفید مسجد کے نام سے ایک مسجد بھی تعمیر کی۔) ان طلبہ کے ساتھ عربی لباس میں ملبوس ایک صاحب بھی تھے جن کا نام شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد تھا۔ ان کے ساتھ طویل گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے لیے اساتذہ کے انتخاب کے سلسلے میں پاکستان تشریف لائے ہیں اور ان کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میں تو ماہ رجب تک دارالحدیث رحمانیہ کے ساتھ معاہدہ کے تحت منسلک ہوں اور معاہدہ کی مدت کے درمیان آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ البتہ شیخ عبدالوہاب سے اس موضوع پر بات کر کے آپ کو حتمی رائے سے آگاہ کر سکتا ہوں۔

شیخ عبدالوہاب سے بات ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کا جانا ہمارے لیے افسوس کا باعث ہے اور اگر آپ کو کسی اور مدرسہ کی طرف سے بلایا جاتا تو میں صاف انکار کر دیتا۔ لیکن معاملہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا ہے تو میں کیسے انکار کر سکتا ہوں، یہ تو ہمارے لیے قابلِ فخر معاملہ ہے۔

اس کے بعد میری طرف سے بغیر کسی درخواست اور کوشش کے سعودی عرب کا ویزا آگیا۔ میں اپنے بیٹے صہیب جو کہ گزشتہ دو سال سے وہاں تعلیم حاصل کر رہا تھا، کے ساتھ سعودی عرب روانہ ہو گیا۔ عرصہ ۱۶ سال وہاں رہنے کا موقع ملا، اس دوران ۱۳ مرتبہ حج اور تقریباً ۵۰ مرتبہ عمرہ کا شرف حاصل ہوا۔

وہاں جانے کے کچھ عرصہ بعد کرایہ پر گھر کی تلاش کے لیے نکلنا ہوا۔ میرے ساتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ اسلامیہ کے جنرل سیکرٹری شیخ محمد ناصر العبودی تھے۔ ان سے کسی نے میرے بارے میں پوچھا کہ یہ پاکستانی عجمی شخص عربوں کو تعلیم دینے آیا ہے، یہ کیسے ممکن ہے؟ تو شیخ عبودی نے جواب دیا کہ ﴿هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ﴾ (۱۲/ یوسف: ٦٥) ''یہ ہمارا ہی سامان ہے جو ہمیں لوٹا دیا گیا ہے۔''

بعدازاں شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ ان جیسا بااخلاق، حلیم الطبع، متواضع اور نہایت وسیع القلب شخص میں نے نہیں دیکھا۔ ان کی علمی شخصیت کی وجہ سے ان سے ملاقات کرنے والوں اور فون پر رابطہ کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا لیکن کبھی ان کے چہرے پر شکن نہ آتی۔ دس سال جامعہ اسلامیہ مدینہ میں گزارنے کے بعد ان کا تبادلہ بحیثیت مفتی اعظم ریاض کر دیا گیا۔ ان سے پہلے مفتی اعظم شیخ محمد بن ابراہیم کا انتقال ہو چکا تھا۔ میں جب انہیں الوداع کہنے گیا تو شدت جذبات سے مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ ہم اساتذہ کے ساتھ نہایت مشفقانہ سلوک روا رکھتے تھے اور ان کے زمانہ میں تمام اساتذہ سنت کی پابندی کرتے تھے۔ دو گروپ ایسے تھے جو انہیں ناپسند کرتے تھے، ایک بدعتی دوسرے جدت پسند۔

میں نے ایک مرتبہ حدیث فیکلٹی کے منہج میں سبل السلام کے بجائے دوسری کتب حدیث میں اس سے مماثلت رکھنے والے ابواب شامل کرنے کی تجویز دی لیکن وہ قبول نہیں کی گئی مگر بعض دوسری تجاویز قبول کر لی گئیں۔ اسی طرح منتقی الاخبار کا انتخاب کیا گیا۔ میرے خیال میں اخلاقیات کو احکام سے پہلے پڑھانا چاہیے مثلاً ادب المفرد وغیرہ۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ میں اسانید کی تدریس پر زور دیا جاتا تھا جبکہ ہندوستان کے مدارس میں یہ چیز موجود نہ تھی۔ سال سوم و چہارم کے لیے مجھے اسانید کا مضمون تدریس کے لیے دیا گیا اور مضمون کی تیاری میں نہایت جستجو و محنت کی ضرورت تھی۔ طلبہ نے اس مضمون میں بہت دلچسپی لی۔ مجھ سے پہلے شیخ البانی اس مضمون کو پڑھاتے تھے انہوں نے ہی اس مضمون کو پڑھانے کی ترغیب دی۔

سولہ سال تدریس کے بعد ریٹائرمنٹ اختیار کی اور مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا جو کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے لیے محال تھا۔

پاکستان واپسی کے بعد میرا انتخاب رکن اسلامی نظریاتی کونسل کے طور پر ہو گیا۔ جہاں میں نے اہل حدیث مکتبہ فکر کی نمائندگی کی لیکن بہت سے اہل حدیث دوستوں نے میری نمائندگی تسلیم نہیں کی اور صدر ضیاء الحق کو اس بارے میں لکھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ نواز شریف کے دورِ حکومت میں دوبارہ میرا انتخاب ہوا۔ لیکن جب عورت (بینظیر) کی حکمرانی آئی تو کونسل کے چیئر مین نے مجھ سے پوچھا کہ اگر آپ عورت کی حکمرانی کے خلاف اپنی رائے تبدیل کر لیں تو آپ کو پھر نامزد کیا جا سکتا ہے۔ میں نے انکار کر دیا۔

سوال جماعت اسلامی سے اپنے تعلقات کے بارے میں فرمائیں؟

جواب میں جماعت کے شعبہ تعلیم و تربیت کا نگران تھا۔ انتخابات میں حصہ لینے کے حوالے سے مولانا مودودی کے ساتھ اختلافات ہو گئے جس کے بعد ہم نے جماعت اسلامی چھوڑ دی۔

سوال کیا اس کے بعد کبھی ان سے رابطہ ہوا؟

جواب جی ہاں! ضیاء الحق کے زمانے میں حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب کے ساتھ جو کہ ضیاء الحق کے خاص دوستوں اور مقربین میں شامل تھے، مولانا مودودی کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ ہم نے ان سے صدر ضیاء الحق کی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ جماعت اسلامی کے چار افراد کو اپنی کابینہ میں لینا چاہتے ہیں۔ مولانا مودودی نے یہ پیش کش قبول کر لی۔ وزراء کا تعین ہو گیا لیکن صرف چھ ماہ بعد ان چاروں نے اپنی وزارتوں سے استعفیٰ دیدیا۔ سبب یہ بتایا گیا کہ وزارتوں کا سٹاف ان سے تعاون نہیں کرتا۔

سوال آپ نے اپنی زندگی میں سب سے بڑا عالم کسے دیکھا ہے؟

جواب مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کو جو کہ ایک بہت بڑے عالم دین ہونے کے ساتھ نہایت متواضع شخصیت تھے۔ وہ ایک ماہر طبیب بھی تھے اور ان کا ذریعہ معاش طبابت تھی۔ تدریس علم کے لیے انہوں نے کبھی پیسے نہ لیے، نہ ہی وہ کوئی خوشحال آدمی تھے۔

سوال آپ کے خیال میں مسئلہ کشمیر کس طرح حل کیا جا سکتا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کام حکومت اور اس کی فوج کا ہے، عام افراد یہ کام نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان کو مضبوط بنایا جائے۔ اس سلسلے میں دو باتیں ملحوظ رکھی جائیں:

(۱) ایمان کی پختگی، نفاذ شریعت اور منکرات کا خاتمہ

(۲) فوج کی مضبوطی

موجودہ صورتحال یہ ہے کہ متفرق جہادی گروہ اس سلسلے میں اپنی جدوجہد کر رہے ہیں جیسے سلفی گروپ، جماعت اسلامی کا گروپ، دیوبندی گروپ اور بعض دوسرے لیکن ان سب کا دشمن ایک ہی ہے۔ چنانچہ اس گروہ بندی کے بعد کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ لوگ غلبہ حاصل کرنے سے پہلے ہی بٹے ہوئے ہیں تو بعد میں کیا حال ہوگا جیسا کہ افغانستان میں ہوا۔ روسیوں پر غلبہ پالیا لیکن اپنی خواہشات پہ قابو نہ پا سکے۔ لہٰذا سب سے پہلے عقیدہ اور اخلاق کی اصلاح ضروری ہے اس کے بعد آپس میں اتحاد کی، تب ہی کامیابی ممکن ہے۔ ان شاء اللہ

سوال اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ دعوتی میدان میں تنظیمیں قائم کی جائیں ان کے سربراہ ہوں اور صندوق المال بھی قائم کیا جائے وغیرہ؟

جواب اگر جماعتی تعصب نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تعصب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر اپنی جماعت میں سے کوئی غلطی پر ہو تو آپ خاموش ہو جاتے ہیں اور اگر دوسری جماعت کا معاملہ ہو تو اسے اچھالا جاتا ہے۔ یہ عدل وانصاف کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے ایمان والو! عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے خوشنودی مولا کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر محمد کی بیٹی بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا''۔ یہ عدل ہے جو تعصب کی نفی کرتا ہے۔

سوال آج کل یہ نظریہ زور پکڑتا جا رہا ہے کہ حکمرانوں کو کافر قرار دیا جائے، فوج اور پولیس کے افراد کو قتل کیا جائے، آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب یہ بالکل حرام ہے، کسی طرح جائز نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں ہر حالت میں دعوت کے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔ خواہ ہم پر ظلم ہی کیوں نہ کیا جا رہا ہو، ہم نے انتقام نہیں لینا بلکہ عفو و درگزر سے کام لینا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کیا اور فرمایا: ''جاؤ آج تم سب آزاد ہو۔'' اور جس طرح یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ﴾ ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے، اللہ تمہیں بخشے۔''

(۱۲/ یوسف:۹۲)

لہٰذا داعی پر لازم ہے کہ وہ عفو و درگزر سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پا سکتا۔'' (فصلت:۳۴،۳۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا گیا اس ہدایت کے ساتھ کہ اس سے نرمی سے بات کرو، شائد کہ وہ اللہ کا خوف کرے اور نصیحت پکڑے۔

یہ فرعون جیسے کافر اور ظالم کے لیے تھا تو اس کا اندازہ کریں۔

سوال کوئی اور نصیحت ارشاد فرمائیں؟

جواب اخلاص، نیت کی اصلاح، خلوص کے ساتھ دعوت کا کام، گالم گلوچ سے پرہیز، تکلیف پہنچنے پر صبر، بدزبانی کرنے والے سے اعراض کرنا۔ اس طرح سے ہم اگر تقویٰ اختیار کریں، عدل سے کام لیں اور دعوت دیں تو اپنے مخالفین کو متاثر کر سکتے ہیں جو تعداد میں ہم سے زیادہ ہیں۔

الھدی النبوی: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے ہمیں یہ موقع مرحمت فرمایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی

ملاقات: شفیق الرحمٰن شاہین

[مولانا عبدالغفار حسن صاحب ایک نامور محقق اور ممتاز عالم دین ہیں مدینہ منورہ میں ۱۶ سال تدریس کرنے کے بعد آج کل آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں ضعیف العمری اور نقاہت کے باوجود آپ نے ملاقات کا وقت دیا اور دو گھنٹے کی نشست میں اپنی پوری زندگی کو ہمارے سامنے چراغ کی مانند روشنی کے ساتھ رکھ دیا۔ صفحات کی کمی کی وجہ سے چیدہ چیدہ باتیں ذکر کی جارہی ہیں۔] (مدیر)

سوال سب سے پہلے آپ ہمیں اپنی پیدائش اور خاندانی تعارف سے آگاہ فرمائیں؟

جواب میں ۲۰ جولائی ۱۹۱۳ء کو ضلع مظفر نگر یوپی (انڈیا) کے ایک گاؤں عمر پور میں پیدا ہوا میرے والد محترم عبدالستار حسن ایک ممتاز عالم دین تھے۔ تعلیم و تدریس کے علاوہ انہوں نے بعض مختصر تصانیف بھی لکھیں والد مرحوم کو جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا شوق تھا۔ خفیہ طور پر شاہ اسماعیل شہید کے جانشینوں کی مدد کرتے تھے اسی طرح میرے دادا مولانا عبدالجبار عمر پوری بھی ایک بہت بڑے عالم دین تھے شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے ان سے تفسیر و حدیث کی کتابیں پڑھیں بعد میں دہلی میں مدرسۃ الھدیٰ قائم کیا اور بے شمار کتب تصنیف کیں۔

سوال آپ نے ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی؟

جواب میں نے ابتدائی کتابیں اپنے دادا کے مدرسہ الھدیٰ میں پڑھیں کچھ عرصہ کلکتہ میں مولانا فضل الرحمان باقی سے پڑھنے کا اتفاق بھی ہوا۔

سوال اس کے بعد آپ کونسے مدرسے میں داخل ہوئے؟

جواب ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد میں دارالحدیث رحمانیہ داخل ہو گیا اور وہاں درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۹۳۳ء میں سند فراغت حاصل کی۔

سوال رحمانیہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے کیا کیا؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب فارغ التحصیل ہونے کے بعد میں کچھ عرصہ رحمانیہ میں ہی رہا پھر بنارس والوں نے اصرار کیا تو وہاں چلا گیا اور مدرسہ رحمانیہ بنارس میں ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۲ء تک جم کر پڑھایا مولانا منیر خان اس وقت وہاں شیخ الحدیث تھے اس کے بعد مالیر کوٹلہ (مشرقی پنجاب) آ گیا اور وہاں کوثر العلوم کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور وہاں ۱۹۴۸ء تک تدریس اور خطابت کا سلسلہ جاری رکھا طلباء اگرچہ وہاں تھوڑے تھے مگر بہت ذہین تھے ان طلباء میں ایک عاصم الحداد بھی تھے جو بعد میں مشہور مترجم اور مصنف بنے۔

سوال آپ پاکستان کب آئے اور یہاں آ کر کیا کیا؟

جواب میں ۱۹۴۸ء میں پاکستان آ گیا تھا اور لاہور، فیصل آباد، سیالکوٹ، راولپنڈی کے مختلف مدارس میں پڑھاتا رہا میں اس وقت جماعت اسلامی میں شامل ہو گیا تھا مگر بعد میں اختلاف کی بنا پر ۱۹۵۷ء میں استعفیٰ دے دیا پھر جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں پڑھاتا رہا بعد میں دارالحدیث رحمانیہ کراچی چلا گیا اور وہاں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہا۔

سوال آپ کے وہ کونسے قابل فخر اساتذہ کرام ہیں جن سے آپ نے استفادہ کیا؟

جواب میرے اساتذہ میں رحمانیہ کے شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد سورتی تھے جو بہت قابل تھے۔ ہندوستان میں عربی لکھنے اور بولنے میں دو آدمی ماہر تھے ایک مولانا عبدالعزیز میمن اور دوسرے مولانا محمد سورتی، مولانا سورتی عرب کے بدوؤں کی طرح سادہ تھے مگر مہمان نوازی اور اخلاق میں اپنی مثال آپ تھے ان کے علاوہ مولانا عبیداللہ مبارکپوری اور مولانا محمد یونس بھی میرے اساتذہ میں شامل ہیں۔

سوال آپ کو کس استاد محترم نے زیادہ متاثر کیا؟

جواب شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب سے میں خاص طور پر متاثر تھا ان کے علاوہ مولانا عبیداللہ مبارکپوری بھی بڑی محنت سے پڑھاتے تھے ان کی کتاب میں کوئی بھی جگہ خالی نہ ہوتی تھی جہاں حاشیہ نہ ہوتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال ان کے علاوہ اور کسی مکتبہ فکر کے استاد سے بھی آپ نے زانوئے تلمذ طے کیا؟

جواب رحمانیہ میں کافی حنفی اساتذہ بھی تھے جن میں مولانا سکندر علی ہزاروی، مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا عبدالسلام افغانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سوال کیا حنفی اساتذہ متعصب تھے یا معتدل؟

جواب مولانا محمد علی جالندھری کافی متعصب تھے جب کہ مولانا عبدالسلام افغانی بڑے وسیع القلب اور وسیع الظرف تھے۔

سوال آپ عصری تعلیم کو چھوڑ کر دینی تعلیم کی طرف کیوں راغب ہوئے؟

جواب میرے والد میرے دادا عالم دین تھے ہمارا تمام گھرانہ دینی تعلیم سے آراستہ تھا اس لیے میں نے خاندانی روایات کے مطابق دینی تعلیم کو ترجیح دی۔

سوال بچپن میں آپ کو کس کھیل سے زیادہ دلچسپی تھی؟

جواب مجھے کھیل میں کبڈی اور فٹ بال بہت پسند تھے میں نے ان کو زیادہ کھیلا۔

سوال بچپن یا دور طالبعلمی کے کچھ واقعات اگر آپ کے ذہن میں ہوں تو سنائیں؟

جواب واقعات تو بہت ہیں مثلاً پہلے سال مدرسہ رحمانیہ میں کلاس میں میری اوّل پوزیشن آئی تو مجھے هداية النحو انعام دی گئی جب کہ دوم آنے والے طالب علم کو پانچ روپے انعام دیئے گئے۔ هداية النحو اس وقت آٹھ آنے کی مل جاتی تھی۔ میں نے ممتحن حافظ عبداللہ روپڑی اور مولانا محمد حسین روپڑی سے اس بات کا تذکرہ کیا انہوں نے کہا ٹھیک ہے عبدالغفار کو بھی پانچ روپے دے دو۔

اسی طرح ہمارے مدرسہ کے مہتمم شیخ عطاء الرحمٰن نے ایک دفعہ چند طلباء کو تبلیغ کے لیے کہیں بھیجا طلبہ تبلیغ کی بجائے سینما چلے گئے شیخ صاحب کی سی آئی ڈی بڑی تیز تھی ان کو پتہ چلا تو وہ بھی سینما آ گئے اور اندر لڑکوں کو بیٹھے دیکھ کر کہنے لگے السلام علیکم بھئی بڑی اچھی تبلیغ کر رہے ہو۔ اسی طرح رحمانیہ میں طلباء کے تین گروپ بنے ہوئے تھے ایک اردو بولنے والوں کا ایک پنجابیوں کا اور تیسرا بنگالیوں کا۔ میں نے سوچا کہ اس طرح صوبائی تعصب پھیلتا ہے۔ صرف تعلیمی لحاظ سے گروپ ہونے چاہئیں یعنی ایک گروپ اولیٰ سے رابعہ تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرا گروپ خامسہ سے ثامنہ تک بن گیا اسی طرح میں نے بچوں کی تہذیب الاطفال کے نام سے ایک تنظیم بنائی تھی۔ ہمیں عربی زبان کا بڑا شوق تھا طلبہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ہماری باری بڑی مشکل سے آتی تھی ہم چار ساتھیوں نے مل کر جمعیۃ اللغۃ العربیۃ کے نام سے ایک تنظیم بنائی طلبہ اور اساتذہ جمعہ کی نماز کی بعد سیر کو نکل جاتے تو ہم مسجد میں اپنا اجلاس کرتے ایک صدر بن جاتا اور دوسرا سیکرٹری تیسرا مقرر ہوتا اور چوتھا سامع ہو جاتا ان مشقوں نے بعد میں بہت فائدہ دیا۔

سوال اس وقت تقریری مقابلے بھی ہوتے تھے؟

جواب اس وقت تقریری مقابلے بھی ہوتے تھے اور مناظرے بھی، ایک مرتبہ تناسخ پر مناظرہ ہوا تو ہمارے مخالف گروپ والوں نے انکار کر دیا کہ آپ ہمیں مسلمان ہی رہنے دیں اور ہم کو اس کے مخالف نہ بنائیں۔ اسی طرح مناظرہ ہوا تو میں نے عیسائیوں کی طرف سے بولنا تھا عیسائیوں کو جب پتہ چلا کہ یہ ہماری طرف سے بولیں گے تو انہوں نے ہمیں اپنے کتب خانوں سے خود کتابیں لا کر دیں میرے ساتھ مولانا عبدالعزیز مدراس والے تھے جب کہ میرے مقابلہ میں مولانا حاکم علی کراچی والے تھے میں نے اپنے مخالف گروپ کو شروع میں کہا کہ سونا کو سونا ثابت کرنا مشکل نہیں ہے اصل چیز تو تانبے کو سونا ثابت کرنا ہے اسلام تو سچا دین ہے اس کو ثابت کرنا مشکل نہیں ہے اصل بات عیسائیت کو ثابت کرنا ہے جو کہ مشکل کام ہے۔

سوال جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ جانے کا پروگرام کس طرح بنا؟

جواب میں دارالحدیث رحمانیہ میں بحیثیت شیخ الحدیث پڑھاتا تھا ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ لڑکوں نے بتایا کہ چند عرب مہمان آئے ہیں میں ان سے ملا تو انہوں نے کہا کہ ہم سعودیہ سے آئے ہیں اور ہمیں جامعہ اسلامیہ کے لئے حدیث کے ایک استاد کی ضرورت ہے ہم آپ کا نام سن کر آپ کے پاس تشریف لائے ہیں میں نے جواب دیا کہ میرے مدرسہ والوں سے سات سال کے اختتام تک معاہدہ ہے جب تک میں انتظامیہ سے بات نہ کر لوں آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا حاجی عبدالوہاب صاحب اس وقت وہاں مہتمم تھے ان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کی تو وہ کہنے لگے کہ رحمانیہ کا فارغ التحصیل مدینے جا کر پڑھائے اس سے بڑی فخر کی کونسی بات ہے اگر آپ اور کہیں جاتے تو ہم آپ کو ضرور روکتے مگر آپ شوق سے جایئے اس طرح میں نومبر ۱۹۶۴ء میں جامعہ اسلامیہ چلا گیا۔

سوال آپ نے وہاں جا کر کن مضامین کی تدریس شروع کی؟

جواب میں نے وہاں جا کر حدیث، مصطلح، اسانید اور توحید زیادہ پڑھائی کلیۃ الشریعۃ اور کلیۃ الدعوۃ میں پڑھاتا رہا بلوغ المرام سے پڑھانا شروع کیا وہاں اس کی تحقیق بھی اس طرح کرتے ہیں کہ یہاں بخاری کی تدریس بھی نہیں ہوتی۔ مجھ سے قبل شیخ البانی تھے تو میں نے ان کے معیار کو گرنے نہ دیا حافظ محمد گوندلوی بھی میرے ساتھ ہی وہاں گئے تھے مگر وہ ایک سال کے بعد آ گئے۔

سوال آپ نے وہاں کتنا عرصہ گزارا؟

جواب میں نے وہاں سولہ برس تدریس کی۔

سوال علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید نے آپ سے وہاں کونسی کتابیں پڑھیں؟

جواب جب میں یہاں سے گیا تو اس وقت وہ درجہ ثانیہ کے طالب علم تھے میں نے ان کو دو سال حدیث، مصطلح اور اسانید پڑھائی۔

سوال جامعہ اسلامیہ میں آپ کو اپنا کونسا شاگرد زیادہ ہونہار اور لائق لگا؟

جواب میرے شاگردوں کی تعداد کافی ہے وہاں میرے ایک شاگرد ضیاء الرحمٰن تھے جو حدیث میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد آج کل وہیں پڑھاتے ہیں ہندوستانی تھے مگر اب ان کو سعودی شہریت مل گئی ہے۔

سوال جامعہ اسلامیہ کو آپ کن خصوصیات کی بنا پر پسند فرماتے ہیں؟

جواب وہاں کی سب سے اہم خصوصیت وہاں کا نصاب ہے یہاں تو بخاری بھی ایک سال میں ختم کر دیتے ہیں جب کہ وہاں بلوغ المرام بھی چار سالوں میں ختم ہوتی تھی اس طرح ہر حدیث پر مکمل تبصرہ اور تحقیق ہوتی ہے وہاں پر کیونکہ ہر مسلک کے طلبہ ہوتے تھے اس لئے اساتذہ بھی مکمل تیاری کرتے ہیں تا کہ کسی سوال کا جواب دینے میں ان کو مشکل نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو مجھ سے بھی جب مختلف مذاہب کے طلباء کسی مسئلہ پر سوال کرتے تو میں بحث کے بعد حدیث کا صحیح مطلب بتا کر اس کو ترجیح دے دیتا تھا۔

سوال جامعہ اسلامیہ میں کس شخصیت نے آپ کو زیادہ متاثر کیا؟

جواب شیخ ابن باز کی شخصیت بڑی متاثر کن ہے ان کی مجلس ایک دربار معلوم ہوتی تھی دو دو ٹیلیفون سن رہے ہیں ساتھ کاتب کو املا کرا رہے ہیں کوئی مسئلہ پوچھ رہا ہے اس کو بھی جواب دے رہے ہیں مہمان بھی آئے ہیں ان سے باتیں کر رہے ہیں ان کی مجلس کا عجیب رنگ ہوتا تھا۔

سوال جامعہ اسلامیہ کی زندگی کا کوئی واقعہ یاد ہو؟

جواب وہاں کے تو کافی واقعات یاد ہیں مدینہ میں بدعتیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی ایک دفعہ طلباء نے ارادہ کیا کہ بازار سے خلاف شرع چیزوں کو ہٹا دیا جائے بس پھر کیا تھا شیخ ابن باز نگرانی کرتے رہے طلبہ نے بازار سے تمام تصویروں اور مورتیوں کو توڑ ڈالا۔ ایک مرتبہ احمد یار خان گجراتی جو پکا بریلوی تھا مدینہ آیا مسجد نبوی کے دروازے پر اس کی ملاقات قاضی احسان الحق شجاع آبادی سے ہوگئی قاضی صاحب پکے موحد تھے احمد یار خان ان کو کہنے لگا کہ قاضی صاحب آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ آپ تو مکہ جائیں قاضی صاحب نے جواب دیا کہ ہم کو تو یہاں آنا چاہیے تم تو رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر میں بھی حلوہ، کھیر پر بلا لیتے ہو جب کہ ہم خود یہاں آ گئے۔

سوال شاہ فیصل شہید سے آپ کی کبھی ملاقات ہوئی؟

جواب ایک دفعہ وہ جامعہ اسلامیہ میں آئے تھے تو ان سے ملاقات ہوئی زیادہ باتوں کا موقع تو نہ مل سکا لیکن مصافحہ اور حال احوال ضرور ہوا تھا۔

سوال شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کی کبھی ملاقات ہوئی؟

جواب ان سے کئی دفعہ ملاقات ہوئی بعض مسائل پر ان سے بحث بھی ہوتی تھی۔

سوال آپ کو پاکستان میں عربی زبان بولنے کے اتنے مواقع نہ تھے وہاں جا کر تدریس میں کوئی دشواری تو پیش نہ آئی؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب ہم جب رحمانیہ میں پڑھتے تھے تو وہاں عربی تقاریر اور بولنے کی خوب مشق کرتے تھے اس لئے وہاں جا کر زبان دانی کا کوئی خاص مسئلہ پیش نہ آیا۔ مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ جب ہم رحمانیہ میں تھے تو ایک دفعہ طلباء نے مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابراہیم سیالکوٹی کو استقبالیہ دیا تو ہمارے ایک ساتھی لقمان نے جو عربی شعر و شاعری کا بڑا شوقین تھا اس نے ان کے اعزاز میں ایک نظم پڑھی جس میں ایک مصرعہ تھا جس کا معنی یہ تھا کہ دو شیر آ گئے ہیں (اس کا اشارہ مولانا ثناء اللہ اور مولانا ابراہیم کی طرف تھا) مولانا ثناء اللہ امرتسری یہ مصرعہ سن کر مسکرا اُٹھے اور کہنے لگے کہ هل يشتمل الاسدان في عرين واحد (کیا دو شیر ایک پنجرے میں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔)

سوال جامعہ اسلامیہ سے آپ کب واپس آئے؟

جواب میں ۱۹۸۰ء میں پاکستان واپس آ گیا اور یہاں آ کر جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں پڑھاتا رہا آج کل اسلامی نظریاتی کونسل کا ممبر ہوں یہاں کافی مصروفیت رہتی ہے۔

سوال مولانا ابوالکلام آزاد سے آپ کی کافی ملاقاتیں ہوئیں ہیں ان کی شخصیت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب مولانا آزاد بے مثال خطیب اور بہت اچھے مصنف تھے مجھے صرف ان کی آخری دنوں کی سیاست سے کافی اختلاف تھا بہر کیف بہت اچھے آدمی تھے ہندوستان کی علمی شخصیت تھے۔

سوال مولانا مدینے کی یاد آتی ہے؟

جواب مدینہ میں رہنا بڑی سعادت کی بات تھی جامعہ اسلامیہ والوں نے عمر کا قانون بنایا جس بنا پر مجھے آنا پڑا لوگ اب بھی پوچھتے ہیں آپ نے مدینہ کیوں چھوڑا میں جواب دیتا ہوں ما فارقت المدينة ولكن فرقت عنها۔

سوال آپ کس قسم کا نصاب پسند فرماتے ہیں؟

جواب میں نصاب کے سلسلہ میں پاگل ہوں جس مدرسہ میں بھی گیا وہاں کے نصاب کی اصلاح ضرور کی۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں ایک دفعہ وہاں کے نصاب کی اصلاح کی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النحو الواضح جیسی کتب رکھی مگر وہاں کے اساتذہ صرف متن پڑھا دیتے تھے اور تمارین چھوڑ دیتے تھے حالانکہ عربی زبان زیادہ لکھنے اور بولنے سے آتی ہے نصاب میں فنون منطق، فلسفہ کی کتابیں ضرور ہونی چاہیے آج کل کے طلبہ انگریزی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں جس سے دینی تعلیم کی طرف سے کمزور رہ جاتے ہیں۔

سوال دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم نہیں ہونی چاہیے؟

جواب ہونی چاہیے مگر اصل مقصود اور اصل نظر دینی تعلیم پر ہو اس کے بعد ان کی طرف توجہ دیں۔

سوال اساتذہ کے لئے آپ کن خوبیوں کو پسند فرماتے ہیں؟

جواب اساتذہ ہر حال میں تقویٰ کو پیش نظر رکھیں مطالعہ کریں اور دیانت داری کے ساتھ پڑھائیں آج کل کے اساتذہ شروح یا مترجم کتب قریب رکھ لیتے ہیں طلبہ کے سوال کرنے پر پھر وہاں دیکھ کر جواب دیتے ہیں یہ بڑی بری بات ہے استاد مکمل تیاری کر کے مسند تدریس پر بیٹھا کرے۔

سوال اہل حدیثوں کے موجودہ اختلاف پر آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب میری رائے میں اس کا واحد حل ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (۳/ آل عمران: ۱۰۳) میں پوشیدہ ہے کاش ہر اہل حدیث اس کو تھام کر چلے۔

سوال طلبہ کو آپ کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں؟

جواب ہمیں چاہیے کہ ہم سیاست میں وقت ضائع کرنے کی بجائے وقت کے فتنوں کا مقابلہ کریں آج دفاع عن الحدیث کا مسئلہ ہے خاندانی منصوبہ بندی کا مسئلہ ہے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا مسئلہ ہے سود کے حق میں مضمون آ رہے ہیں صحافت بے حیائی کا ذریعہ بن گئی ہے اس کی اصلاح کی طرف توجہ دیں اور اپنی صلاحیتوں کو تحقیقی کاموں میں بروئے کار لائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق رکن نامور اہلحدیث دانشور مولانا عبدالغفار حسن عمرپوری کا صراط مستقیم کے لیے خصوصی انٹرویو

انٹرویو: محمد عامر نجیب

سوال سب سے پہلے فرمایئے کہ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب میں ۲۰ جولائی ۱۹۱۳ء کو دہلی کے قریب رہتک شہر میں پیدا ہوا اپنی ننھیال میں۔ ہمارا اصل علاقہ ضلع مظفر نگر ہے میرٹھ کے قریب۔ یہاں ہماری رہائش ضلع مظفر نگر کے ایک گاؤں عمرپور میں تھی۔ بعد میں ہمارے دادا عبدالجبار عمرپوری دہلی آ گئے۔

سوال دادا مرحوم عالم دین تھے؟

جواب جی ہاں وہ اپنے دور کے بڑے عالم دین تھے، محدث بھی تھے۔ مولانا نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ عربی اُردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے عاجز انکا تخلص تھا۔ ۱۹۰۲ء میں ماہنامہ "ضیاء السنہ" جاری کیا جو اس دور میں بلند پایہ مجلّات میں شمار ہوتا تھا۔ والد محترم مولانا عبدالستار عمرپوری بھی بڑے عالم دین اور محدث تھے۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی (گوجرانوالہ) والد محترم کے شاگرد تھے۔

سوال آپ نے تعلیم کہاں کہاں حاصل کی؟

جواب میں نے درس نظامی کی مکمل تعلیم دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں حاصل کی۔ سن فراغت دسمبر ۱۹۳۳ء ہے۔ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ مولانا نذیر حسین دہلوی کے متاخرین شاگردوں میں سے تھے، مولانا محمد سورتی بہت بڑے ادیب گزرے ہیں اور مولانا عبیداللہ مبارکپوری جن کا اسی سال انتقال ہوا ہے میرے معروف اساتذہ میں تھے۔ نیز ۱۹۳۵ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب (عربی) اور ۱۹۴۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عربی) کے امتحانات پاس کیے۔

سوال درس نظامی کے بعد کیا سرگرمیاں اپنائیں؟

جواب درس نظامی سے فراغت کے بعد میری سرگرمیوں کا مرکز ومحور درس وتدریس رہا۔ کچھ عرصے دارالحدیث رحمانیہ ہی میں پڑھایا۔ بعدازاں میں نے مدرسہ رحمانیہ بنارس میں ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۲ء تک تفسیر وحدیث، ادب عربی اور دیگر علوم عربیہ اسلامیہ کی تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پھر اگست ۱۹۴۲ء سے مئی ۱۹۴۸ء تک مدرسہ کوثر العلوم مالیر کوٹلہ (مشرقی پنجاب) میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ مدرسہ خود ہی قائم کیا تھا۔ جون ۱۹۴۸ء سے اکتوبر ۱۹۶۴ء تک لاہور، سیالکوٹ، راولپنڈی، فیصل آباد، ساہیوال، کراچی میں تدریس تربیت، دعوت وتبلیغ اور فتویٰ نویسی کرتا رہا۔ اس کے بعد اکتوبر ۱۹۶۴ء میں تدریس کے لیے اسلامی یونیورسٹی مدینہ طیبہ سے بلاوا آ گیا۔ جہاں ۱۶ سال ۱۹۸۰ء تک حدیث، علوم حدیث اور اسلامی عقائد پر محاضرات (لیکچرز) دیئے۔ ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۵ء تک جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں حدیث کی مشہور اور مستند کتاب صحیح بخاری کا درس دیتا رہا۔

سوال کچھ عرصہ آپ جماعت اسلامی میں بھی رہے؟

جواب جی ہاں میں ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۷ء تک جماعت اسلامی میں رہا شوریٰ کا ممبر بھی اور شعبہ تربیت کا ناظم بھی رہا اور ۱۹۴۸ء میں مولانا مودودی اور میاں طفیل محمد وغیرہ جیل میں تھے تو میں جماعت اسلامی پاکستان کا قائم مقام امیر بھی بنا۔

سوال جس اجلاس میں جماعت اسلامی کا قیام باقاعدہ عمل میں آیا اس میں آپ موجود تھے؟

جواب میں اجلاس میں شامل تو نہیں ہوا تھا لیکن میں نے بنارس سے خط لکھ دیا تھا کہ میرا آنا تو مشکل ہے لیکن میں آپ کے ساتھ ہوں مجھے بھی اس میں شامل کر لیا جائے۔

سوال کس بات سے متاثر ہو کر مولانا مودودی کی جماعت میں شامل ہونا چاہتے تھے؟

جواب میں مولانا مودودی کی تحریروں سے متاثر ہوا تھا۔ پہلے وہ الجمعیۃ کے مدیر تھے۔ اس زمانے میں انہوں نے پردے کی حمایت پر مضامین لکھے۔ اس کے علاوہ ترجمان القرآن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سود کے موضوع پر اس کی مخالفت میں مضامین لکھے۔ یہ مضامین بڑے متاثر کن تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی تین حصوں پر مشتمل تھی۔ ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش'' کے عنوان سے وہ میں نے ساری پڑھ ڈالی اس میں انہوں نے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کو زبردست تنقید کا نشانہ بنایا انہوں نے لکھا کہ کانگریس کی تحریک مسلمانوں کے لیے خطرناک ہے۔ کانگریس مسلمانوں کا علیحدہ تشخص ختم کر کے انہیں ہندو بنانا چاہتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس کی حمایت نہیں کرنی چاہیے۔ مسلم لیگ کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ مسلم لیگ میں خان بہادر قسم کے لوگ ہیں یہ کہتے ہیں ہم پاکستان میں اسلام لائیں گے حالانکہ ان کے یہ دعوے جھوٹے ہیں یہ محض سیاسی و معاشی آزادی چاہتے ہیں، ان کی جدوجہد کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس وقت اہل حدیث سمیت تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد اور علماء مسلم لیگ اور کانگریس دونوں طرف بٹے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں، میں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو خط لکھا اور ان سے رہنمائی کا سوال کیا میں نے کہا کہ آپ یہ بتائیں کہ کیا قرآن وسنت صرف نماز روزے کے لیے ہے یا کہ پوری زندگی کے لیے اگر پوری زندگی کے لیے ہے تو بتایئے کہ سیاست کے معاملے میں قرآن وسنت کا کیا موقف ہے۔ آپ رہنمائی فرمائیں کہ ہم کیا کریں کوئی مسلم لیگ میں جا رہا ہے کوئی کانگریس میں جا رہا ہے، کوئی خاموش بیٹھا ہوا ہے۔

اس کا جواب مولانا مرحوم ومغفور نے یہ دیا کہ ہم نے اس معاملے میں اپنے علماء اور عوام کو آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ جس کے سیاسی موقف کو صحیح سمجھیں اس کو اختیار کر لیں۔ چنانچہ میں نے جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے سیاسی جدوجہد کی۔ میں نے کہا کہ جب علماء کانگریس میں جا سکتے ہیں مسلم لیگ میں جا سکتے ہیں تو سیاسی اعتبار سے جماعت اسلامی کو جوائن کیا جا سکتا ہے۔

سوال کیا کانگریس میں شامل علماء دوقومی نظریئے کے قائل نہیں تھے؟

جواب نہیں وہ سب بھی دوقومی نظریئے کے قائل تھے لیکن ان کا کہنا یہ تھا کہ ہندو بھی کافر انگریز بھی کافر۔ انگریز بھی ہمارا دشمن ہندو بھی ہمارا دشمن لیکن کیونکہ انگریز کے پاس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتدار ہے۔ ان کی قوت زیادہ ہے اس لیے بڑے کفر کے مقابلے میں چھوٹے کفر کا ساتھ دینے میں کوئی حرج نہیں جبکہ مسلم لیگ میں شامل علماء کا کہنا یہ تھا کہ انگریز تو جا رہا ہے اس کے ہندوستان میں ٹھہرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اب اصل مقابلہ ہے مسٹر جناح اور گاندھی کا اور جناح گاندھی سے بہتر ہے۔ اس لیے ہمیں چاہئے کہ چھوٹی برائی مسلم لیگ کو ووٹ دیتے رہیں اور اگر پاکستان بن گیا تو اس میں یہ امکان ہوگا کہ وہاں اسلامی نظام نافذ ہو جبکہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان ۳۰ فیصد اور باقی ستر فیصد ہندو اور دیگر مذاہب کے لوگ ہیں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی بھی یہ دلیل تھی۔

سوال کیا مولانا مودودی متحدہ ہندوستان کے حامی تھے؟

جواب وہ یہ چاہتے تھے کہ ایسا ہندوستان ہو جس کے اندر دعوت و تبلیغ کی آزادی ہو تاکہ ہم کھل کر اپنا نقطہ نظر پیش کر سکیں اور دلوں کو مسخر کر سکیں۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ پاکستان تو ایک چھوٹا سا خطہ ہے پورے ہندوستان کو کیوں نہ پاکستان بنایا جائے۔

مدراس میں مولانا مودودی نے ایک تقریر کی تھی۔ جماعت اسلامی والے اب اسے شائع نہیں کرتے کیونکہ اب وہ ان کے خلاف پڑ جاتی ہے۔ تقریر کے بعد کسی نے سوال کیا آخر تحریک پاکستان میں لوگ جوق در جوق کیوں داخل ہو رہے ہیں۔ اس میں کمیونسٹ بھی ہیں قادیانی بھی ہیں اہل حدیث بھی ہیں بریلوی دیوبندی بھی ہیں۔ یہ کیا بات ہے مسلم لیگ کی اتنی زبردست مقبولیت کی کیا وجہ ہے؟

اس سوال کے جواب میں مولانا مودودی نے کہا کہ اس وقت ہندوستان کی حالت ایسی ہے جیسے جنگل میں سیلاب آ جائے اور سارے جانور ٹیلے کی طرف بھاگنے لگیں شکار کرنے والے بھی بھاگیں اور شکار ہونے والے بھی اس وقت کوئی کسی کو نہیں دیکھتا سب اپنے آپ میں مگن بھاگتے ہیں جب ٹیلے پر پہنچ جاتے ہیں تو شکاری جانور دیکھتے ہیں کہ شکار کہاں ہے۔ سانپ، بچھو، شیر، بھیڑیا سارے کے سارے اپنے اپنے شکاروں پر جھپٹ پڑتے ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں بھی انگریز سامراج کا سیلاب ہے اس کے خطرے سے بچنے کے لیے پاکستان کا ٹیلا ہے اس لیے سب اسی طرف دوڑ لگا رہے ہیں لیکن جب یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ٹیلے پر پہنچ جائیں گے تو جو قوی ہو گا وہ کمزور کو کھا جائے گا۔ ان کی یہ بات کافی حد تک درست بھی ثابت ہوئی پاکستان بننے کے فوراً بعد پوری قوم ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی اور ہر گروہ اپنے گروہی مفادات کے لیے اسلام اور پاکستان کے مفادات کو لات مارنے لگا۔ مولانا مودودی کا کہنا یہ تھا کہ اگر ہم پاکستان بنائیں تو اس کے لیے مخلص قیادت پہلے تیار کریں جو قیادت مسلم لیگ کو میسر ہے وہ تو خود مسٹر جناح کے بقول کھوٹے سکے ہیں ان پر کس طرح اعتماد کیا جاسکتا ہے کہ اگر پاکستان بن گیا تو وہ اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کریں گے۔

سوال ۱۹۵۷ء میں آپ جماعت اسلامی سے علیحدہ ہو گئے علیحدگی کی کیا وجوہات تھیں؟

جواب ابتدا میں مولانا مودودی نے اقامت دین یا غلبہ دین کا جو نظریہ پیش کیا تھا کہ سب سے پہلے فکری اور اخلاقی اصلاح کی جائے معاشرے کی فکری اور اخلاقی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے اپنے ایک مقالے بعنوان ''اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے'' میں اس طریقے کو اسلامی انقلاب کی واحد سبیل قرار دیا تھا۔ اس کے علاوہ انکا ایک سیاسی نظریے پر مشتمل مقالہ تھا جس میں انہوں نے جمہوریت کے خلاف لکھا تھا اس میں انہوں نے جمہوریت کے خلاف یہ آیت پیش کی (ترجمہ) ''طیب اور خبیث پاک اور ناپاک برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ تم کو ناپاک کی کثرت لبھالے۔'' ہمارے ذہن میں یہ نظریات بیٹھے ہوئے تھے وہ کہتے تھے کہ جمہوری نظام شخصی نظام سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ اس میں عوام جو چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے یہ عوام پرستی ہے لیکن جب ان نظریات کی حامل جماعت اور اسکی قیادت نے ۱۹۵۱ء کے الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تو وہیں سے بحران شروع ہو گیا۔ ۱۹۵۱ء کے الیکشن میں جماعت اسلامی نے ۵۳ آدمی کھڑے کیے جن میں سے صرف مولانا محی الدین لکھوی کامیاب ہوئے جو جماعت کے رکن بھی نہیں تھے اپنے خاندانی اثر ورسوخ کی وجہ سے کامیاب ہوسکے۔ جبکہ مولانا نعیم صدیقی، میاں طفیل محمد اور مولانا اصلاحی سمیت سب ناکام رہے۔ میں تو پہلے ہی الیکشن میں حصہ لینے کا مخالف تھا جب نتائج سامنے آئے تو پھر ہم نے وہی نقطہ نظر پیش کیا اور کہا کہ یہ غلط راستہ ہے جس پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت کو چلایا جا رہا ہے۔ مولانا مودودی اور نعیم صدیقی صاحب کا خیال تھا کہ دھاندلی ہوئی ہے وہ کہتے تھے کہ اگر دھاندلی نہ ہوتی تو ہم جیت جاتے میں نے کہا کہ یہ دھاندلی عوام نے برداشت کی ہے آپ پہلے عوام کی اصلاح کیوں نہیں کر لیتے عوام اس دھاندلی پر کیوں سڑکوں پر نہیں نکلے کیوں دب گئے آپ بھی ان کو نہیں نکال سکتے معلوم ہوا یہ جمہوری طریقہ ہی غلط ہے۔

سوال مولانا مودودی نے الیکشن میں حصہ لینے کا کیا جواز پیش کیا تھا جبکہ پہلے وہ جمہوریت کو غلط کہتے تھے؟

جواب انہوں نے کہا کہ تین راستے ہیں اسلامی انقلاب کے یا فوجی انقلاب لائیں یا جمہوری انقلاب لائیں، آسان راستہ یہی ہے کہ جمہوری طریقے سے انقلاب لائیں، تیسرا راستہ اصلاح فکر اور اصلاح عقائد کا راستہ ہے لیکن یہ راستہ بہت لمبا ہے۔ وہ سمجھنے لگے تھے کہ قرارداد مقاصد پاس ہوگئی ہے اب گویا ہم نے جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کر لیا ہے کیونکہ قرارداد مقاصد میں یہ موجود ہے کہ پاکستان میں کوئی قانون کتاب وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائیگا جمہوریت کی عوام پرستی ختم ہوگئی ہے اب جو جمہوریت ہے وہ اسلامی جمہوریت ہے۔

سوال پھر آپ جماعت اسلامی سے علیحدہ کس طرح ہوئے؟

جواب ۵۶ء تک یہ بحث چلتی رہی پھر ایک جائزہ کمیٹی قائم کی گئی جو چار ارکان پر مشتمل تھی جائزہ کمیٹی نے پورے ملک کا دورہ کرنے کے بعد شوریٰ میں رپورٹ پیش کی کہ جماعت کی موجودہ پالیسی سے چار سو میں سے دو سو ارکان غیر مطمئن ہیں اراکین جماعت میں تین طرح کی آراء پائی جاتی تھیں نمبر ایک عدم توازن یعنی سیاست کا رنگ غالب آ گیا ہے اور دینی رنگ مغلوب ہو گیا ہے دوسری یہ تھی کہ ہم قبل از وقت انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں ابھی ہماری پوزیشن ایسی نہیں ہے کہ ہم انتخابات میں حصہ لیں اور کامیاب ہو جائیں اور تیسری رائے یہ تھی کہ انحراف کیا ہے مولانا مودودی نے اس سے جو کچھ پہلے کہا تھا۔

سوال جائزہ کمیٹی کن افراد پر مشتمل تھی؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب عبدالجبار غازی، حکیم عبدالرحیم اشرف، سلطان احمد اور چوتھا خود میں تھا اتفاق سے چاروں اہلحدیث تھے۔ اسی لیے ایک پٹھان نے مولانا اصلاحی سے کہا کہ جائزہ کمیٹی میں سب اہل حدیث ہیں جنہوں نے کام خراب کیا ہے انہوں نے جماعت خراب کرنے کی سازش کی ہے۔ بات بڑی طویل ہے مختصر یہ کہ جب میں نے دیکھا کہ جماعت خالص سیاسی بنتی جارہی ہے آہستہ آہستہ مسلم لیگ بن جائیگی تو پھر مجھ سمیت تقریباً بارہ ارکان جماعت سے علیحدہ ہوگئے۔

سوال کیا آپ جماعت اسلامی میں رہ کر مسلک اہل حدیث پر قائم رہے؟

جواب جماعت اسلامی میں میرا اہل حدیث تشخص قائم رہا نعیم صدیقی صاحب سے بعض اوقات بحث ہوجاتی تھی وہ کہتے تھے رفع الیدین چھوڑ دو کیا حرج ہے۔ میں نے کہا داڑھی کیوں نہیں بڑھاتے داڑھی کٹا کر خود سنت کی خلاف ورزی کرتے ہو اور ہمیں کہتے ہو رفع الیدین نہ کریں۔ میں نے مولانا مودودی سے انکے مسلک اعتدال کے بارے میں باقاعدہ بحث کی ہے مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ فقہ کا مسلک محدثین کے مسلک سے قوی ہے۔ میں نے اس پر بحث کی خط وکتابت کے ذریعے وہ آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ نعیم صدیقی صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ کارکنان کو مسلک اعتدال کا بھی مطالعہ کرایا جائے۔ میں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ یہاں اہل حدیث بھی ہیں حنفی بھی ہیں مسلک اعتدال خالص مولانا مودودی کا نظریہ ہے ہم سب اسکے حامی نہیں ہیں اس لیے مسلک اعتدال کی تبلیغ یہاں نہیں ہوسکتی۔ میں نے فروعی مسائل جو حدیث کے خلاف ہیں ان کو بھی نہیں مانا، باقاعدہ میں جماعت کی تربیت گاہوں میں اعلان کرتا رہا کہ ہم مسلک اعتدال کو نہیں مانتے۔ بڑی جھڑپیں ہوئیں بڑی بحثیں ہوئیں میں نے بہت کچھ برداشت کیا میں نے جماعت کے مرکز میں رہ کر اہل حدیث تشخص برقرار رکھا ہے۔

سوال آپ الیکشن میں ووٹ جماعت اسلامی کو دیتے ہیں یا کسی اور جماعت کو؟

جواب پچھلے انتخابات میں، میں نے آئی جے آئی کو ووٹ دیا تھا اس میں اہل حدیث اور جماعت اسلامی دونوں شامل تھے لیکن اب ۹۳ء کے الیکشن میں، میں نے نواز کھوکھر کو جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم لیگ نواز شریف کے آدمی ہیں ووٹ دیا تھا۔ جماعت اسلامی والے میرے پاس آئے بھی تھے لیکن میں نے کہا کہ آپکی سیاسی پالیسی ملک وقوم کے لیے نقصان دہ ہے۔ آپکی اس غلط روش سے بڑی برائی کے ملک پر مسلط ہونے کی راہ ہموار ہورہی ہے۔ آپ دیکھیں پیپلز پارٹی نے برسر اقتدار آکر کیا کیا ہے۔ آتے ہی عدلیہ پر حملہ کیا ہے ۲۰ جج مقرر کئے ہیں جن میں سے سترہ پیپلز پارٹی کے خاص لوگ ہیں سپریم کورٹ میں چوتھے نمبر کے جج کو چیف جسٹس بنادیا ہے سپریم کورٹ پر جیالوں کا قبضہ ہوا ہائیکورٹ پر قبضہ کیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو اسطرح پامال کیا کہ اسکا چیئر مین جونیجو لیگ کے اقبال احمد خان کو بنادیا۔ رؤیت ہلال کمیٹی کا چیئر مین ارشاد الحق تھانوی کو جو خالص پیپلز پارٹی کا آدمی ہے اور عورت کی حکمرانی کا پکا حامی ہے اسکو بنادیا یہ چار پانچ قومی ادارے ان سب پر قبضہ کرلیا یہ طرز عمل اسلامی تو کیا جمہوری بھی نہیں۔

سوال آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہے ہے؟

جواب میں نے نو سال اسلامی نظریاتی کونسل میں گزارے ہیں اور اس میں رہ کر بڑی محنت کی ہے کونسل کے اجلاس کے ایجنڈے پر جو چار پانچ مسائل ہوتے تھے میں اس پر زبردست تیاری کر کے جاتا تھا باقاعدہ میں نے دو آدمی اسی کام کے لیے رکھے ہوئے تھے میں نے نظریاتی کونسل میں زیر بحث ہر مسئلے پر خالص قرآن وسنت کا موقف پیش کیا۔ بے نظیر نے اپنے پہلے دور میں مجھے اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل نہیں کیا تھا کیونکہ میں عورت کی حکمرانی اور پیپلز پارٹی کا مخالف تھا۔ بے نظیر کا میرے پاس بلواسطہ پیغام آیا تھا کہ آپ عورت کی حکمرانی کے قائل ہو جائیں تو آپ کو نظریاتی کونسل میں رکھ لیں گے۔ میں نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا میں عورت کی حکمرانی کو ناجائز سمجھتا ہوں کیونکہ یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے۔ نواز شریف کے دور میں تین سال کے لیے دوبارہ مجھے کونسل کا ممبر بنایا گیا جسکی مدت اب دس جولائی کو ختم ہو چکی ہے۔

سوال اقبال احمد خان کو اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئر مین بنایا گیا ہے حالانکہ انکا کوئی دینی وعلمی پس منظر نہیں کیا سیاسی بنیادوں پر کی گئی یہ تقرری کونسل کے ساتھ مذاق نہیں؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب جی ہاں لوگ اسے مذاق ہی قرار دے رہے ہیں۔ اقبال احمد خان علمی اعتبار سے کوئی قابل آدمی نہیں ہے۔ وکالت میں کئی مرتبہ فیل ہوا تھا اور بہت سی دینی علمی شخصیات موجود تھیں لیکن اقبال احمد خان کیونکہ پیپلز پارٹی کی حلیف جماعت جونیجو لیگ کا آدمی تھا اس لیے اسے اس عہدے سے نوازا گیا۔

سوال جماعت اسلامی اہل حدیث جماعت کے لیے کیسی ہے؟

جواب جیسی مسلم لیگ ہے ۹۳ء کے الیکشن میں یہ احساس ہوا کہ اب مسلم لیگ اور جماعت اسلامی میں کوئی خاص فرق باقی نہیں رہا۔ قاضی صاحب کے دور میں تو حد ہی ہو گئی ہے۔ پاسبان اور اسلامک فرنٹ کے ذریعے جماعت کو عوامی بنانے کے جنون میں سارے اصول بالائے طاق رکھ دیئے ابتدا میں جماعت کا مزاج بہت سنجیدہ تھا۔ شور و غوغا اور نعرے بازی کچھ نہیں ہوتا تھا اس وقت مجھے یاد ہے ۱۹۴۹ء کی بات ہے کہ مولانا مودودی، مولانا اصلاحی اور میاں طفیل پہلی مرتبہ ملتان کے جیل سے رہا ہو کر آرہے تھے میں ان کی غیر موجودگی میں جماعت کا قائم مقام امیر تھا۔ ایک ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں جماعت کے ارکان، ہمدرد اور متفق استقبال کے لیے اسٹیشن پر جمع ہوئے مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی استقبال کرنے والوں میں موجود تھے۔ میں نے صف بندی کر دی تھی اور سب کو ہدایت کر دی کہ کوئی ٹرین کے قریب نہ جائے مولانا خود آئیں گے اور ترتیب کے ساتھ سب سے مصافحہ کرتے جائیں گے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آئے کہنے لگے کہ مجھے ذرا جلدی ہے لہٰذا مجھے اجازت دی جائے کہ میں مصافحہ کر کے جلدی چلا جاؤں۔ مجھے شرم بھی آئی کہ مولانا مجھ سے اجازت مانگ رہے ہیں حالانکہ وہ میرے والد کے برابر تھے لیکن بحر حال نظم و ضبط کا خیال رکھا اور اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا بلکہ مجھ سے پوچھ لیا۔ اس وقت جماعت کے ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے مولانا گاڑی آنے والی ہے ایک نعرہ لگانے کی اجازت دی جائے۔ میں نے کہا ہر گز نہیں جماعت میں آج تک کوئی نعرہ نہیں لگا۔ جماعت کے مزاج میں نعرہ نہیں ہے ان کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اصرار کرنے لگے کہ صرف ایک نعرہ لگانے کی اجازت دیں۔ مجبور ہو کر میں نے کہا نعرہ تکبیر اللہ اکبر صرف ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ لگانا اور کچھ نہیں جب گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی تو زور سے نعرہ لگایا نعرۂ تکبیر اللہ اکبر بس ختم جب مولانا مودودی اسٹیشن سے دفتر پہنچے تو مجھ سے تو ازراہ مروت نہیں پوچھا لیکن دوسروں سے پوچھنے لگے یہ نعرہ کس نے لگایا تھا؟ ان کو وہ ایک نعرہ بھی ناگوار گزرا تھا جبکہ آج تو نعرے ہی نعرے ہیں سرمایہ دارو جاگیر دارو ظالموں بھاگ جاؤ قاضی آ رہا ہے۔ ڈھول ڈھماکے ناچ گانے سب کچھ جماعت میں آ گیا ہے قاضی صاحب کی قد آدم تصویریں لگائی جاتی رہیں۔

سوال نعرے تو قوم کی جذبات کو گرماتے ہیں پھر نعرہ بازی کو کیوں برا سمجھا جاتا تھا؟

جواب مولانا مودودی سمجھتے تھے کہ اگر جماعت میں نعرہ بازی کو رواج دیا گیا تو پھر ٹھوس کام جو ہم کرنا چاہتے ہیں وہ نہیں ہو سکے گا اور مسلم لیگ کی طرح محض ہنگامی نوعیت کے کارکنان تیار ہونگے۔

سوال آج کے دور میں دین کے غلبے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا جانا چاہیے؟

جواب فکری اور عقائد کی اصلاح دین کے غلبے کے لیے ناگزیر ہے بلکہ یہ دین کے غلبے کا واحد راستہ ہے اسکے ساتھ ساتھ درپیش جدید مسائل میں عوام کی رہنمائی بھی بہت ضروری ہے۔ ہمارے ہاں یہ بڑا المیہ ہے کہ جدید مسائل پر اسطرح تحقیق نہیں ہو رہی جتنا کہ تحقیق کا حق ہے۔ عقائد بنیاد ہیں اعمال کی بالخصوص توحید و رسالت جیسے عقائد میں جو کمزوریاں پائی جاتی ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ہمارے یہاں فتوے تو بہت دیئے جاتے ہیں لیکن حکمت کے ساتھ عقائد و اعمال کی اصلاح نہیں کی جاتی۔ اسکے علاوہ قوم کا جو ذہین طبقہ ہے اور قیادت کرسکتا ہے اسکی اصلاح پر زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ اسلام کو عزت دے ابوجہل کے اسلام لانے سے یا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے، انکے لیے دعا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ دونوں معاشرے کے بڑے سربراہ تھے، ذہین تھے۔ فکری قیادت کر رہے تھے لہٰذا ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو اسلام کو بہت تقویت حاصل ہوگی۔

سوال سیاسی اقتدار اور قوت سے محرومی اور میڈیا پر لادینیت کے غلبے کی موجودگی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کیا قوم کی فکری اور اخلاقی اصلاح ممکن ہوگی؟

جواب ممکن ہے اخلاص، ایثار، قربانی، استقامت اور مستقل مزاجی ہونی چاہیے اور صحیح طریقہ اختیار کرنا چاہیے، قوت واقتدار سے فکری اور اخلاقی اصلاح کا کام آسان ہو جاتا ہے لیکن قوت واقتدار کے بغیر بھی یہ کام ممکن ہے جیسا کہ نبی مکرم ﷺ کی مکی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ اگر ہم اس انتظار میں رہے کہ جب اقتدار حاصل ہوگا اس وقت فکری واخلاقی اصلاح کا کام شروع کریں گے آج پاکستان بنے ہوئے ۴۷ سال گزر چکے ہیں ابھی تک تو اقتدار حاصل نہیں ہوا۔

سوال دینی قوتیں ۴۷ سال سے اقتدار حاصل نہیں کرسکیں اسکا قصوروار آپ موجودہ سیاسی نظام کو قرار دیتے ہیں یا کہ خود دینی قوتوں کو؟ وہ شروع سے غیر منظم اور منتشر رہی ہیں انکی پالیسیاں غلط رہی ہیں انہوں نے حکمت عملی کے ساتھ ساتھ جدو جہد نہیں کی عوام کی نفسیات کو سامنے نہیں رکھا۔ جب پیپلز پارٹی عوام کو کشش کر کے اقتدار میں آسکتی ہے مسلم لیگ عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل کرسکتی ہے دینی قوتیں ایسا کیوں نہیں کرسکتیں۔ پہلے یہ عذر پیش کیا جاتا تھا کہ موجودہ نظام میں صرف جاگیردار اور سرمایہ دار طبقے کے علاوہ کوئی آگے نہیں آسکتا۔ لیکن ایم کیو ایم نے یہ ثابت کر دیا کہ ایسا نہیں ہے انہوں نے ایسے لوگوں کو اسمبلی میں بھیجا جن کا نہ کوئی سیاسی بیک گراؤنڈ تھا اور نہ ہی انکے پاس کوئی سرمایہ تھا خود الطاف حسین کی ذاتی جاگیر ۸۰ گز کا ایک مکان تھا۔ کیا اب یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ دینی قوتوں کی ناکامی کا قصوروار موجودہ سیاسی نظام نہیں بلکہ خود دینی جماعتیں ہیں۔

جواب اصل میں ایم کیو ایم نے مہاجرین کی عصبیت کو اُبھارا ہے جو اسلام کے خلاف ہے مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے مترادف ہے انہوں نے عوام کو جذباتی انداز میں اپنے ساتھ لگایا ہوا ہے۔ بھٹو نے بھی یہی کیا تھا وہ کہتا تھا جو لوگ کرائے کے مکان میں رہ رہے ہیں وہ اس مکان کے مالک بن جائیں گے۔ جو لوگ کرائے کی ٹیکسی چلا رہے ہیں میرے اقتدار میں آنے کے بعد وہ ٹیکسی کے مالک بن جائیں گے اس طرح جھوٹے وعدے کر کے عوام کو سہانے خواب دکھا کر یہ جماعتیں اقتدار میں آتی ہیں۔ اگر دینی جماعتیں بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا کریں تو شاید کامیاب ہو جائیں، لیکن ایسا کرنا دین اسلام کے خلاف ہوگا۔

سوال دینی جماعتیں بھی ایسا کر چکی ہیں اور اپنے منشور میں قوم کو ہر طرح کے ظلم سے نجات دلا کر ہر ایک کا حق دلانے کی یقین دہانی کراتی رہی ہیں لیکن قوم نے پھر بھی ان کو ووٹ نہیں دیئے اور وہ کامیاب نہیں ہو سکیں؟

جواب اس لیے نہیں ہو رہیں کہ ان میں نفاق پایا جاتا ہے۔

سوال قصوروار تو پھر دینی جماعتیں ہی ہوئیں نہ کہ سیاسی نظام جب لسانی تعصب پیدا کر کے قوم کو متحد کیا جا سکتا ہے تو دینی جماعتیں عوام میں دینی حمیت پیدا کر کے اسے متحد کیوں نہ کر سکیں؟

جواب اصل میں فکری اور عقائد کی اصلاح اور اسکے ساتھ دیرپا اتحاد جذباتی انداز میں نہیں ہو سکتا۔ محض نعرہ بازی سے ٹھوس کام ممکن نہیں۔

سوال ایم کیو ایم نے اپنی زیر اثر عوام کے ذہن تبدیل کیے ہیں؟

جواب ایم کیو ایم نے غلط نعرہ دیا ہے تعصب کا، قوم میں انتشار پیدا کیا ہے۔

سوال اب تو وہ صرف مہاجر کی نہیں متحدہ قومی موومنٹ کی بات کرتے ہیں؟

جواب یہ تو اب کہہ رہے ہیں پہلے تو صرف مہاجر ہی کی بات کرتے تھے۔

سوال آپ فرما رہے ہیں کہ جمہوری طریقے سے انقلاب برپا نہیں ہو سکتا تو کیا آپ اہل حدیث جماعت کو یہ مشورہ دیں گے کہ اسے سیاست سے علیحدہ ہو جانا چاہیے؟

جواب میرا خیال یہ ہے کہ دعوت، تحقیق اور نوجوانوں کی تربیت ان کاموں پر زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ نوجوانوں کی اخلاقی اور فکری اصلاح ہو انکو درپیش جدید مسائل پر انکی رہنمائی ہو۔ تحقیقی کام بہت زیادہ ہونا چاہیے۔ اصل میں آج سیاست تو بہت لوگ کر رہے ہیں لیکن ہمارا تحقیقی کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ قوم کی رہنمائی کے لیے جدید مسائل پر تحقیقی کام ہونا بہت ضروری ہے تاکہ اگر اسلامی ذہن رکھنے والے افراد برسر اقتدار آئیں اور اسلامی نظام کو نافذ کرنے کے خواہشمند ہوں تو آپ اپنی تحقیق کی روشنی میں ان کو گائیڈ لائن فراہم کر سکنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک غیر مسلم بلکہ آج کے نام نہاد روشن خیال ایسی تبلیغ سے مطمئن اور متاثر نہیں ہوتے کہ سود نہ لو اس وجہ سے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں، کیوں نہ لیں اسکے نقصانات کیا ہیں اگر سود حرام ہے تو کیوں حرام ہے۔ رشوت حرام ہے کیوں حرام ہے؟ وہ آپ سے عقلی دلائل طلب کریں گے، اسلام دین فطرت ہے۔ عقل کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام کے تمام احکامات کو عقلاً بھی ثابت کرنا چاہیے آج کے دور میں تبلیغ اسی وقت مؤثر ہوگی۔ شاہ صاحب نے ''اسرار شریعت'' میں عقلی طور پر اسلامی احکامات کو درست ثابت کیا ہے۔

سوال قرارداد مقاصد پاس ہونے کے بعد کیا جمہوریت کی عوام پرستی ختم نہیں ہوگئی؟

جواب اصل بات تو قرارداد مقاصد پر عمل کی ہے۔ قرارداد مقاصد کی مثال ایسی ہے بلکہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ خود مولانا مودودی نے مثال بیان کی تھی کہ قرارداد مقاصد ایسی بارش ہے کہ جس سے پہلے نہ بجلی چمکی نہ بادل گرجے اور نہ بعد میں سبزہ ہوا۔ یعنی کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا یعنی قرارداد پاس ہوگئی لیکن قوانین سارے وہی تھے حکام کا طرز عمل وہی تھا۔ عدلیہ انتظامیہ مقننہ سب پہلے کی طرح چل رہے ہیں۔

سوال غلبہ دین کی جدوجہد میں طریقہ کار کی کیا اہمیت ہے؟

جواب مقصد تو تمام دینی جماعتوں کا یہ ہے کہ اسلامی نظام قائم ہو اور نفاذ شریعت ہو۔ لیکن اصل اختلاف طریقہ کار کا ہے۔ ایک طریقہ کار تبلیغی جماعت کا ہے وہ مستقل مزاجی سے کام کر رہی ہے لیکن معاشرے پر اس کے اثرات نظر نہیں آرہے۔ فحاشی وعریانی بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے سود اور رشوت میں کوئی کمی نظر نہیں آتی البتہ وہ کچھ انفرادی تقویٰ پیدا کرنے میں کامیاب ہیں لیکن تقوی معاملات پر اثر انداز نہیں ہو پاتا۔ اجتماعی تقوی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ پاک ہے پاک چیز پسند کرتا ہے اس لیے جب مقاصد پاک ہوں تو اسکے حصول کے ذرائع بھی پاک ہونے چاہئیں مثلاً آپ سیلاب زدگان کی امداد کرنا چاہتے ہیں یہ ایک نیک مقصد ہے لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے آپ رقص وسرود کی محفل سجاتے ہیں ٹکٹ کے ذریعے داخلہ کرتے ہیں آپ کا مقصد اچھا تھا لیکن آپ نے جس چیز کو ذریعہ بنایا وہ اچھی نہیں اس طرح آپ قوم کو تباہ کر رہے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال آپ کی نظر میں حصول مقصد کا طریقہ مقصد سے زیادہ اہم ہے؟

جواب نہیں مقصد زیادہ اہم ہے مقصد کی اہمیت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ اسکے حصول کا ذریعہ بھی پاک ہو۔

سوال اہل حدیث مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب سے مطمئن ہیں؟

جواب نصاب میں طلبہ کو اختلافی مسائل میں الجھا دیا گیا ہے مولانا داؤد غزنوی نے مدارس کا نصاب مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی کمیٹی کا اجلاس مدرسہ تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور میں منعقد ہوا تھا میں بھی اس اجلاس میں موجود تھا۔ میرے علاوہ تقریباً سات افراد تھے جن میں مولانا داؤد غزنوی، مولانا اسماعیل سلفی (گوجرانوالہ) قاری عبدالحئی فاروقی، مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا اسحاق چیمہ اور ایک پروفیسر عبدالقیوم شامل تھے۔ اس میں، میں نے تجویز پیش کی کہ دوسرے سال میں بلوغ المرام کے بجائے ریاض الصالحین پڑھائی جانی چاہیے۔ پروفیسر عبدالقیوم نے میری اس تجویز کی مخالفت کی کہنے لگے بلوغ المرام میں ہمارا مسلک ہے پہلے یہی پڑھائی جانی چاہیے۔ میں نے کہا ریاض الصالحین میں عقائد، اخلاص، نیت، صبر، استقامت کا بیان ہے یہ سب توحید کی بنیاد ہیں اسکو آپ مسلک قرار نہیں دے رہے اسکے بعد پھر میں نے خود ہی ترمیم پیش کر دی تاکہ سب اس تجویز کو قبول کر سکیں میں نے کہا ریاض الصالحین کا آدھا حصہ تو ضرور ہونا چاہیے۔ پہلی ششماہی میں ریاض الصالحین پڑھا لیں اور دوسری ششماہی میں آپ بلوغ المرام پڑھا لیں۔ پہلے اخلاص تو پیدا ہو امام بخاری بھی سب سے پہلے انما الاعمال بالنیات کی حدیث لائے ہیں، جسم کی تطہیر سے پہلے قلب کی تطہیر ضروری ہے۔ کافی دیر اس پر بحث ہوئی اور میری تجویز منظور ہو گئی اور مولانا داؤد غزنوی نے اسے جاری کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہاں کے بڑے بڑے پڑھے لکھوں کی سوچ یہ ہے کہ اختلافی مسائل زیادہ سکھائے جائیں خواہ اخلاص ہو یا نہ ہو۔

سوال آپ مدینہ یونیورسٹی میں سولہ سال تک پڑھاتے رہے وہاں اہل حدیثوں کے علاوہ حنفی، حنبلی، مالکی، شافعی تمام مکاتب فکر کے طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں جب آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن وحدیث سے ثابت وہ مسائل بیان کرتے تھے جو ان میں سے کسی کے مسلک کے خلاف ہوتے تو ان طلبہ کے کیا احساسات ہوتے تھے؟

جواب میں نے مسائل بیان کرنے کے لیے یہ طریقہ اپنایا تھا کہ میں کسی بھی مسئلے سے متعلق موجود تمام اقوال ذکر کرتا کہ اس مسئلے سے متعلق حنفی یہ کہتے ہیں شافعی یہ کہتے ہیں حنبلی یہ کہتے ہیں مالکی یہ کہتے ہیں لیکن دلائل کے لحاظ سے فلاں کا مسلک قوی ہے۔ کلاس میں تمام طلبہ بڑی تیاری کے ساتھ آتے تھے بحث ہوتی تھی میں قرآن وحدیث کے دلائل سے مسئلہ ثابت کرتا تھا خواہ وہ حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی کا مسلک ہو۔

سوال اگر جماعت اسلامی کو اقتدار حاصل ہو جائے تو کیا یہ قرآن وسنت کے مطابق صحیح اسلام نافذ کرے گی؟

جواب اقتدار حاصل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال آپ کچھ دیر کے لیے فرض کرلیں؟

جواب کیوں فرض کرلیں! کوئی مومن ایک سوراخ سے دوسری بار نہیں ڈسا جاتا لیکن یہ ایسے مومن ہیں کہ ایک سوراخ سے کئی بار ڈسے گئے ہیں۔ ۱۹۵۱ء سے لیکر آج تک الیکشن میں ہارتے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اسی سوراخ میں ہاتھ ڈال رہے ہیں۔

سوال علامہ احسان الٰہی شہید کے بارے میں کیا کہیں گے؟

جواب اچھے آدمی تھے جوشیلے آدمی تھے مجھ سے پڑھ چکے ہیں میرے شاگرد تھے میرے بارے بہت اچھی رائے رکھتے تھے اپنے دور اقتدار کے شروع میں ضیاء الحق بھی انکی بہت عزت کرتا تھا اور ان کے مشوروں کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا تھا۔ اسکا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب فیصل آباد میں علماء کے ساتھ ضیاء الحق کی نشست ہو رہی تھی علامہ احسان الٰہی ظہیر اس نشست میں موجود نہیں تھے اس میں کوئی معاملہ زیر بحث تھا اس مسئلے سے متعلق کسی عالم نے کوئی رائے دی۔ تو جنرل ضیاء نے کہا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی یہ رائے دے چکے ہیں۔ یہ بہت اچھی رائے ہے جنرل ضیاء نے اس طرح کہا کہ جیسے علامہ احسان الٰہی اسکے دماغ پر چھائے ہوئے ہیں اور وہ ان کا بہت زیادہ احترام کرتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنظیمی اختلافات کا علاج...... غیر جانبدارانہ تشخیص و

تعارف

[اہل حدیث جانباز فورس، اہل حدیث نوجوانوں کی ایک تنظیم ہے۔ جس نے چند ماہ قبل ''صراطِ مستقیم'' کے نام سے ایک ماہنامہ کراچی سے جاری کیا ہے۔ اس پرچے کا ایک نمایاں پہلو، اکابرین اہل حدیث کے انٹرویو لے کر من وعن شائع کرنے کا تھا، جس کی وجہ سے حضرات اہل حدیث کے لیے اپنی کمزوریوں، خوبیوں کا ایک تعارف سامنے آرہا ہے۔ اسی سلسلہ میں بزرگ عالمِ دین مولانا عبدالغفار حسن مدظلہٗ العالی کا ایک انٹرویو ''صراطِ مستقیم'' کے دسمبر ۹۴ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔ حضرت مکرم نے اپنے اسی انٹرویو کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر اور شکوہ ''محدث'' کو بھی اشاعت کے لیے بھجوایا ہے۔ ہم اس مراسلے کو ہو بہو ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔ (ادارہ محدث)]

مکرمی...............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ آج ہی ''صراطِ مستقیم'' بابت ماہ جنوری موصول ہوا۔ میرا اپنا انٹرویو نظر سے گزرا۔ اس بارے میں چند معروضات پیش خدمت ہیں:

۱۔ بعض الفاظ، جملے اور نام غلط شائع ہوگئے ہیں، ان کی تصحیح ضروری ہے۔ اس بارے میں اغلاط نامہ ارسالِ خدمت ہے۔ اس کو شائع کر دیا جائے۔

۲۔ آپ نے میرا انٹرویو مکمل طور پر شائع نہیں کیا، کانٹ چھانٹ کی گئی ہے اور آخری حصہ حذف کر دیا ہے۔ انٹرویو کی آخری سطریں پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ٹیلیفون پر گفتگو کرتے ہوئے اچانک لائن کٹ جائے۔ امانت و دیانت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ انٹرویو پورے کا پورا بغیر کسی ترمیم کے شائع کیا جاتا، جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے۔ اگر کوئی بات آپ کے نقطۂ نظر سے درست نہیں تھی یا آپ کو اس سے اختلاف ہے تو اختلافی یا تنقیدی نوٹ لکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ اس تازہ شمارہ میں آپ نے اعلان کیا ہے کہ ہماری پالیسی تبدیل ہوگئی ہے۔ یعنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب انٹرویو من وعن شائع نہیں ہوں گے بلکہ اختلافی اور قابل اعتراض جملے حذف کر دیئے جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی پہلی پالیسی درست تھی۔ صحافیانہ امانت و دیانت کا تقاضہ یہی ہے۔ اس نئی پالیسی کا مطلب تو یہ ہوا کہ غیر اہل حدیث افراد یا تنظیموں پر تنقید یا اعتراض یا ان کے اختلافات تو آپ خوب نمایاں کر کے شائع کریں گے لیکن اپنے مسلک، تنظیموں کے اختلافات اور باہمی اعتراضات کو آپ گول کر جائیں گے۔ یہ تو کوئی انصاف کی بات نہ ہوئی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''انصاف کی گواہی دینے والے بن کر کھڑے ہو جاؤ خواہ اس گواہی کی زد خود اپنے اوپر پڑے یا والدین یا رشتہ داروں پر۔'' (سورہ نساء)

دوسری آیت میں فرمایا:

''کسی قوم کی دشمنی تم کو ناانصافی پر آمادہ نہ کرے.....'' (سورہ مائدہ)

یہ جماعتی اور مسلکی عصبیت بھی، تقلید سے کم نہیں۔ اس طرح انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ اس کا مطلب تو ہوا کہ غیر مسلکی اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کو خوب اُچھالا جائے لیکن اگر اپنا ہم مسلک غلطی کرے اور اپنے طرزِ عمل سے مسلک کو نقصان پہنچائے تو وہاں لیپا پوتی کر دی جائے، یہ ذہنیت افسوس ناک ہے۔ اگر مسلک اہل حدیث کے حاملین آپس میں قرآن و حدیث پر متفق نہیں ہو سکتے تو اور کون ہوگا؟ ہمارے اہل حدیث واعظین اور خطباء بہت زور شور سے یہ آیتیں پڑھتے ہیں:

﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۰۳) اور

﴿ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ﴾ (٤/ النساء: ٥٩)

یہ آیتیں دوسروں کے لیے ہیں، اپنے لیے نہیں۔ خود سینوں میں بغض بھرا پڑا ہے۔ ایک دوسرے سے ملنے کے لیے تیار نہیں۔ کوئی کسی پر ''قبضہ گروپ'' ہونے کا الزام لگاتا ہے۔ دوسرا اسے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کا طعنہ دیتا ہے۔ اس صورتِ حال نے مسلکِ اہل حدیث کو رُسوا اور ذلیل کر دیا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ سب اختلافات واضح طور پر سامنے آنے چاہئیں تاکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغض و عناد کا صحیح طور پر علاج ہو سکے۔ جب تک مرض کے اسباب معلوم نہیں ہوں گے یہ کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرض کی نوعیت کیا ہے اور تشخیص کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور علاج کیسے کیا جاسکتا ہے؟

۴۔ میں نے دو ماہ قبل ایک ہی مضمون کے دو خطوط بھیجے تھے جس میں جناب اختر محمدی صاحب کو مخاطب کیا گیا تھا اور ان کے غلط طرزِ عمل کی نشان دہی کر دی گئی تھی۔ میں نے لکھا تھا کہ میرا انٹرویو شائع کرنے سے پہلے اس خط کو شائع کر دیا جائے۔ لیکن آپ نے نہ وہ خط شائع کیا اور نہ مجھے خط کی رسید ارسال کی۔ یہ کون سا اسلامی اخلاق ہے؟؟

امید ہے کہ آپ میرا یہ خط ''صراطِ مستقیم'' میں شائع کر دیں گے۔ آپ کے لیے بہتر یہی ہے کہ آپ اپنی پہلی پالیسی پر گامزن رہیں۔ اغلاط نامہ الگ تحریر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

والسلام عبدالغفار حسن (۱۳ جنوری ۹۵ء) [1]

---

[1] ماہنامہ محدث، لاہور: مارچ ۱۹۹۵ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ، شخصیت، افکار، کارنامے

خالد سیال

"آپ ابھی تک شہید نہیں ہوئے۔"

یہ وہ جملہ تھا جو مولانا عبدالغفار حسن ٹیلیفون پر میرا نام سنتے ہی اکثر دہرایا کرتے تھے۔ مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات کب ہوئی، یہ تو اب صحیح طرح یاد نہیں تاہم اتنا ضرور یاد ہے کہ یہ ۸۰ء کے عشرے کا آخری نصف تھا، مولانا نے اسلام آباد کی کسی مسجد میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دینا تھا۔ سچی بات ہے کہ اس خطبہ کے بعد مولانا سے علیک سلیک ہوئی تو مجھے پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ آپ جماعت اسلامی پاکستان کے قائم مقام امیر بھی رہے ہیں چنانچہ یہ اشتیاق ہوا کہ مولانا سے طویل ملاقات کی جائے اور ان کے سینے میں دفن رازوں کو کھرچا جائے لیکن مولانا اپنے اصولوں میں بڑے سخت تھے اور اخبارات وغیرہ کو انٹرویو دینے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ غالباً یہ ۱۹۹۴ء کے موسم سرما کی ایک سہ پہر تھی، جب مولانا سے اسلام آباد میں ان کے گھر میں پہلی باقاعدہ ملاقات ہوئی، گو یہ ملاقات اچانک تھی اور رسمی گفتگو تک ہی محدود رہی تاہم اس کے بعد گاہے بگاہے مولانا سے رابطہ استوار رہا اور میں ان سے مسلسل کسی تفصیلی انٹرویو کی درخواست کرتا رہا مگر مولانا ہر بار ٹال جاتے، وہ ذاتی نمود و نمائش سے اجتناب کرتے تھے اور شاید یہی وجہ ہے کہ روزنامہ جنگ کے ایک سینئر اخبار نویس کے مسلسل اصرار کے باوجود وہ "جنگ" کو انٹرویو دینے پر آمادہ نہ ہوئے.... یہ مولانا کی محبت تھی یا اعتماد کہ انہوں نے راقم الحروف کو ۱۹۹۶ء میں اپنی زندگی کا طویل ترین انٹرویو دیا جو دسمبر ۱۹۹۶ء میں پہلے ماہنامہ "شہادت" اور بعدازاں دیگر اخبارات و جرائد میں شائع ہوا۔ اس انٹرویو میں مولانا نے پہلی بار تفصیل کے ساتھ جماعت اسلامی سے اپنی علیحدگی کی وجوہات اور جماعت اسلامی کے مزاج کے حوالے سے کھل کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست اور اپنی ذاتی زندگی کے حوالے سے بھی سوالات کے جوابات دیئے۔

مولانا عبدالغفار حسن کا نام پاکستان کے سیاسی، دینی، علمی اور صحافتی حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کا تعلق ایک معروف علمی اور مذہبی اہلحدیث خانوادے سے تھا۔ دینی علم و ادب کے ساتھ وابستگی آپ کو ورثے میں ملی اور پھر آپ نے اپنی بھرپور انفرادی جدوجہد کے ساتھ اس میدان میں اپنا ایک الگ تشخص بھی قائم کیا۔ آپ کے والدین بچپن ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے، جب آپ نے شعور کی آنکھ کھولی تو قریبی رشتہ داروں میں صرف دادی اماں حیات تھیں جنہوں نے آپ کو پالا پوسا۔ آپ نے نوعمری میں ہی دینی علوم پر دسترس حاصل کر لی اور پھر باقاعدہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اسی دوران میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریروں سے متاثر ہوئے اور پھر جماعت اسلامی کے ابتدائی ارکان میں شامل ہو گئے۔ سولہ برس تک جماعت اسلامی سے وابستہ رہے۔ اس دوران میں تین بار جماعت اسلامی پاکستان کے قائم مقام امیر بھی رہے۔ جماعت اسلامی سے اختلافات پیدا ہوئے تو انہوں نے انتہائی متانت کے ساتھ جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی، فیصل آباد میں مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم کے ساتھ مل کر دینی علوم کا ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ بنایا۔ سولہ برس تک جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں حدیث پڑھاتے رہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے تین بار رکن رہے۔ پاکستانی سیاست کے ہر عہد کو آپ نے قریب سے دیکھا لیکن کوئی سیاستدان آپ کو متاثر نہ کر سکا۔

''ایک صاحبزادہ (مولوی عبدالغفار فارغ التحصیل دارالحدیث رحمانیہ) چھوڑا، جنہیں راقم نے ۱۳۵۱ھ میں ایک بار دیکھا اور پھر دیکھنے کی ہوس ہے'' ...... یہ مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی کے الفاظ ہیں جو انہوں نے اپنی معروف اور مستند کتاب ''تراجم علمائے حدیث ہند'' میں مولانا عبدالغفار حسن کے والد مولانا عبدالستار عمرپوری کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالغفار حسن کے بارے میں تحریر کیے ہیں۔ مولانا عبدالستار بڑے عالم دین تھے اور ان کا حافظہ اس قدر تیز تھا کہ صرف تین ماہ میں قرآن حفظ کر لیا۔ وہ صرف 34 سال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عمر میں ۱۹۱۶ء کو عنفوان شباب میں وفات پا گئے۔ مولانا عبدالغفار حسن کے دادا مولانا حافظ عبدالجبار عمر پوری حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے اور ان کا شمار اپنے وقت کے بڑے علماء اور صاحب تقویٰ لوگوں میں ہوتا تھا۔ مولانا ابو یحییٰ نوشہروی کی مذکورہ کتاب میں اپنے وقت کے جن جید علمائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں شاہ ولی اللہ، سید نذیر حسین محدث دہلوی اور شاہ اسماعیل شہید جیسی عظیم شخصیات شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو آج بھی سند کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مصنف اس کتاب میں مولانا عبدالغفار حسن کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''خاندان عمر پوری کے نونہال، حافظ عبدالستار مرحوم کے اکلوتے فرزند، صلاح و اخلاق میں اپنے اسلاف کا نمونہ دارالحدیث دہلی کا نصاب مسلسل پڑھا اور کامیابی و کامرانی کے ساتھ تکمیل کے بعد مدرسہ انوار احمدیہ میں پڑھاتے رہے۔ اب جامعہ رحمانیہ بنارس میں پڑھاتے ہیں۔ عمر ۲۳ سال ہوگی۔''

مولانا عبدالغفار حسن ہمیشہ نام و نمود سے الگ تھلگ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے اخبارات کی انتہائی کوششوں کے باوجود کسی کو انٹرویو نہیں دیا۔ راقم الحروف کے پرزور اصرار پر مولانا نومبر ۱۹۹۶ء میں انٹرویو پر آمادہ ہوئے اور شاید یہ آپ کی زندگی کا پہلا طویل ترین انٹرویو تھا، جس میں آپ نے اپنی ذاتی زندگی، جماعت اسلامی کی پالیسی اور ملکی سیاست کے بارے میں کھل کر اظہار خیال کیا۔ ذیل میں اس تاریخی انٹرویو کو قارئین کی دلچسپی کیلئے من وعن پیش کیا جارہا ہے۔

سوال مولانا آپ نے علوم اسلامیہ کے اندر بہت بڑا نام کمایا، ماشاء اللہ آپ کو بلا مبالغہ عرب و عجم کا استاد ہونے کا شرف حاصل ہے کیا یہ آپ کی اپنی محنتوں کا ثمر ہے یا آپ سے پہلے بھی آپ کے خاندان میں کوئی بڑے عالم دین گزرے ہیں؟

جواب یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ دینی علوم کے ساتھ ہماری وابستگی خاندانی نعمت ہے۔ میرے دادا مولانا عبدالجبار عمر پوری بہت بڑے محدث تھے، وہ مولانا نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے، جنہوں نے ساٹھ سال تک دہلی میں حدیث کا درس دیا اور عرب و عجم سے لوگ آکر وہاں علم کی پیاس بجھاتے تھے۔ مولانا عبدالمنان وزیر آبادی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے دادا ہم سبق تھے۔ میرے دادا عربی اور اُردو کے شاعر بھی تھے، محدث بھی تھے، دہلی میں انہوں نے کئی برس تک درس دیا۔ دادا کے والد بھی عالم دین تھے لیکن دادا جان بہت مشہور ہوئے۔ ہمارا اصل وطن تو عمر پور ضلع مظفر نگر تھا میرٹھ کے پاس لیکن دادا دہلی چلے آئے تھے۔ وہاں انہوں نے دارالھدیٰ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور درس وتدریس میں مصروف ہو گئے۔ میرے والد حافظ عبدالستار عمر پوری بھی عالم دین تھے۔ وہ زیادہ عمر نہیں پا سکے تھے۔ ۳۴ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے قادیانیوں اور منکرین حدیث کے رد میں کتب بھی لکھیں۔ انہیں جہاد کا بہت شوق تھا۔ سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید کی جماعت مجاہدین کی بڑی مدد کرتے تھے، اس لئے وہ مجاہدین کو ضروریات کی تمام اشیاء پہنچایا کرتے تھے، جب سید احمد شہید کا قافلہ سرحد میں تھا تو اس وقت دہلی سے میرے والد ہی ان کو خفیہ طور پر امداد بھجوایا کرتے تھے۔ دہلی میں ان کے دو تین ساتھی اور بھی تھے، پولیس نے ان کو گرفتار کر لیا۔ جس دن والد صاحب کا انتقال ہوا اسی شام کو پولیس نے ہمارے گھر پر بھی چھاپہ مارا تا کہ ان کو گرفتار کیا جائے لیکن جب پتہ چلا کہ والد صاحب فوت ہو چکے ہیں تو پولیس والے واپس چلے گئے۔ اس وقت میری عمر کوئی تین برس تھی، میرے ایک چھوٹے بھائی تھے جو ایک سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ میری پیدائش ۱۹۱۳ء میں ہوئی۔ ۱۹۱۶ء میں ایک سال کے اندر میرے دادا، میرے والد، میری والدہ اور چھوٹے بھائی چاروں کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا۔ میری دادی بڑی عالم فاضل اور زاہدہ عابدہ خاتون تھیں، میں نے ابتدائی تعلیم ان سے ہی حاصل کی۔ ناظرہ قرآن پاک کچھ دادی اماں سے اور کچھ مدرسہ دارالھدیٰ میں پڑھا۔ ہماری ایک پھوپھی کلکتہ میں تھیں، انہوں نے دادی اماں سے اصرار کر کے مجھے کلکتہ بلا لیا اس وقت میری عمر بارہ برس تھی، وہاں میں نے ایک سال تک مولانا فضل الرحمٰن باقی غازی پوری سے ابتدائی عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ تیرہ برس کی عمر میں، میں نے دہلی واپس آ کر دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لے لیا اور بیس سال کی عمر میں درس نظامی مکمل کر لیا۔ مولانا احمد اللہ جو سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگردوں میں سے تھے، ہمارے استاد تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے عملی زندگی میں کیسے قدم رکھا؟

جواب تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ فاضل ادب اور مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ بنارس میں ہمارے کچھ جاننے والے تھے، انہوں نے مجھے بنارس بلا لیا۔ وہاں سات سال تک عربی ادب، حدیث، تفسیر اور معقولات پڑھاتا رہا، مجھے بنارس کی آب وہوا موافق نہیں آئی تھی، صحت کچھ خراب رہنے لگے چنانچہ میں وہاں سے مشرقی پنجاب چلا گیا۔ مالیر کوٹلہ میں کوثر العلوم کے نام سے میں نے ایک مدرسہ قائم کیا، اس میں پڑھاتا رہا، عاصم الحداد وہیں میرے شاگرد بنے تھے، تین برس تک وہ مجھ سے پڑھتے رہے۔

سوال جماعت اسلامی میں آپ نے کب شمولیت اختیار کی اور جماعتی نظم کی کن کن ذمے داریوں کو نبھایا؟

جواب میں نے ۱۹۴۱ء میں جماعت کی تاسیس کے موقعے پر ہی اس میں شمولیت اختیار کرلی تھی۔ اس وقت میں بنارس میں تھا۔ اس سے قبل میں مولانا مودودی کی کتب کا مطالعہ کر چکا تھا، ان کا رسالہ ترجمان القرآن بھی باقاعدگی سے پڑھ رہا تھا، گو میں جماعت کے تاسیسی اجلاس میں تو شرکت نہ کرسکا لیکن میں نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو لکھ دیا تھا کہ مجھے بھی جماعت میں شامل کرلیں۔ یوں میں جماعت کے تاسیسی ارکان میں شامل ہو گیا۔ مولانا مودودی کو پڑھنے سے قبل میں مولانا ابوالکلام آزاد سے متاثر تھا، میں سمجھتا تھا کہ مولانا آزاد، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالقاسم بنارسی اچھا کام کر رہے ہیں تاہم کانگرس اور انگریز حکمرانوں سے مجھے نفرت تھی۔ مولانا مودودی نے جب یہ لکھا کہ مولانا حسین احمد مدنی کا یہ کہنا غلط ہے کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ قومیں اوطان سے نہیں بلکہ فکر سے بنتی ہیں۔ میں مولانا مودودی کی اس فکر سے متاثر ہوا اور میرا میلان جماعت کی طرف ہوگیا۔ بنارس سے ۱۹۴۳ء کو میں مالیر کوٹلے چلا گیا، اس وقت میں جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کا رکن بھی تھا اور کئی بار شوریٰ کے اجلاسوں میں شرکت کیلئے پٹھانکوٹ بھی گیا، اس کے ساتھ ساتھ مقامی جماعت کی امارات کی ذمے داری تھی۔ یکم مئی ۱۹۴۸ء کو میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان آ گیا۔ میری اہلیہ بیمار تھیں، ان کے علاج کی غرض سے میں پاکستان آیا تھا مگر احباب نے مشورہ دیا کہ اب واپس جانے کی کیا ضرورت ہے چنانچہ میں یہیں رک گیا۔ چونکہ میں جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کا رکن تھا اس لیے مولانا مودودی نے مجھے بعض ذمہ داریاں سونپ دیں۔ اس وقت جماعت نے کوہاٹی بازار راولپنڈی میں ایک تربیت گاہ کا اہتمام کیا۔ ساٹھ روپے ماہوار پر ایک تین منزلہ عمارت کرائے پر حاصل کی گئی، پروگرام تھا کہ یہاں جدید وقدیم علوم کی ایک مثالی درسگاہ قائم کی جائے، جدید علوم کے فارغ التحصیل طلبہ کو قدیم علوم پڑھائے جائیں اور قدیم علوم کے حامل افراد کو جدید علوم سے بھی آراستہ کیا جائے۔ عبدالجبار غازی مرحوم پہلے سے ہی راولپنڈی میں مقیم تھے۔ جبکہ میں یہاں نووارد تھا، غازی صاحب اس مدرسہ میں جدید علوم اور میں قدیم علوم پڑھاتا تھا، کوئی تین طلبہ ہمارے پاس پڑھنے کیلئے آئے۔ چوہدری رحمت الٰہی، عرفان غازی اور محمد شریف کیانی۔ طلبہ سے زیادہ سٹاف تھا۔ دو استاد، ایک حاسب، ایک باورچی اور ایک چوکیدار، اتنا بڑا خرچہ اور طلبہ صرف تین۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ سفید ہاتھی ہے، آپ لوگ کیسے کامیاب ہوں گے۔ تعمیری کام تھا نا! اور لوگ تعمیری کاموں کی طرف کم ہی آتے ہیں۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو مولانا مودودی کو کشمیر کے مسئلے میں گرفتار کیا گیا تو مجھے مرکز میں بلا کر جماعت اسلامی کا قائم مقام امیر بنا دیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے کہا کہ میں یہ ذمے داری نہیں نبھا سکتا، چنانچہ عبدالجبار غازی کو مرکز میں بلا کر قائم مقام امیر بنا دیا گیا تاہم غازی صاحب نے مجھے کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ رہیں گے، مل کر کام کریں گے چنانچہ مولانا مودودی کی رہائی تک ایسے ہی کام چلتا رہا۔ جماعت کے سیاسی امور غازی صاحب نمٹاتے رہے اور علمی و دینی امور کی میں نگرانی کرتا رہا۔ میں تین بار جماعت کا قائم مقام امیر رہا پہلی بار تقریباً ایک ماہ تک، پھر غازی صاحب نے ذمے داری سنبھال لی تقریباً ڈیڑھ برس تک وہ امیر رہے، پھر وہ بیمار ہو گئے تو دوبارہ مجھے امیر بنا دیا گیا۔ جب مولانا جیل سے رہا ہو کر آئے تو اس وقت میں امیر تھا۔ تقریباً ایک ماہ کے لگ بھگ میں پھر امیر رہا۔ پھر مجھے مولانا مودودی نے سیالکوٹ حلقہ کا امیر بنا کر سیالکوٹ بھیج دیا۔ گوجرانوالہ، گجرات سمیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار پانچ اضلاع اس حلقہ کے ماتحت تھے۔تقریباً پانچ سال میں سیالکوٹ میں رہا۔ مارچ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک میں مجھے سیالکوٹ سے گرفتار کیا گیا۔ بعدازاں ملتان جیل منتقل کر دیا گیا جہاں ہم دس ماہ تک پابند سلاسل رہے۔جیل سے رہائی کے کچھ عرصہ بعد مجھے مرکز میں بلا کر شعبہ تربیت کا ناظم بنا دیا گیا۔ہم مختلف اضلاع میں ہفتہ دس دن اور پندرہ دن کی تربیت گاہیں منعقد کرتے تھے۔ جہاں کارکنوں کی اخلاقی اور دینی تربیت کی جاتی تھی آخر وقت تک میں شعبہ کا ناظم رہا۔مولانا مودودی جب دیارِ عرب کے طویل سفر پر روانہ ہوئے تو مجھے جماعت اسلامی کا قائم مقام امیر بنا گئے تھے، یہ میری امارت کا سب سے لمبا عرصہ تھا۔

سوال جماعت اسلامی پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اس نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب مولانا مودودی یہ کہتے تھے کہ مسلم لیگ کی قیادت سے یہ توقع نہیں کہ وہ اسلام لائے گی۔انہوں نے ایک بار کہا تھا کہ ہم تو پورے ہندوستان میں اسلام لانا چاہتے ہیں۔ سرحد کے ریفرنڈم کے موقع پر مولانا مودودی نے بھرپور انداز میں پاکستان میں اس کی شمولیت کی نہ صرف حمایت کی تھی بلکہ اس کے لیے عملی کوششیں بھی کیں۔ پھر سلہٹ کے علاقے کو مشرقی پاکستان میں شامل کرنے کے لیے بھی جماعت نے بھرپور کوشش کی تھی۔ مولانا مودودی نے شروع میں صرف اتنا کہا تھا کہ جس پاکستان کے لیے مسلم لیگ کی یہ قیادت کوشش کر رہی ہے وہاں اسلامی نظام نافذ نہیں ہو سکے گا۔

سوال آپ جماعت اسلامی کی اہم ذمہ داریوں کو انجام دیتے رہے، اپنی عمر کا بہترین وقت اس کے لیے صرف کیا پھر کیا ہوا کہ آپ کو جماعت سے اپنے راستے الگ کرنے پڑے؟

جواب جب میں نے جماعت اسلامی سے استعفیٰ دیا تھا تو اس میں، میں نے پہلی وجہ یہ لکھی تھی کہ جماعت اسلامی کی جو پالیسی رہی ہے، اس سے انحراف کیا جا رہا ہے۔ مولانا مودودی نے ''اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے'' نامی پمفلٹ میں اسلامی انقلاب کی واحد سبیل کے نام سے ایک ذیلی عنوان کے تحت لکھا کہ جب تک معاشرے کی اصلاح نہ ہو اس وقت تک آپ اسلامی انقلاب نہیں لا سکتے (بعد میں اس پمفلٹ کے ذیلی عنوان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واحد کا لفظ غائب کر دیا گیا) پاکستان آنے کے بعد ان کی رائے بدل گئی، پہلے وہ جمہوریت کے مخالف تھے، اب اس کے حامی بن گئے۔ پھر ۱۹۵۱ء کے پنجاب اسمبلی کے انتخابات میں انہوں نے ۵۳ امیدوار کھڑے کیے جن میں صرف ایک مولانا محی الدین لکھوی کامیاب ہو سکے اور وہ جماعت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے ذاتی اور خاندانی اثر و رسوخ کی بنا پر کامیاب ہوئے تھے۔ چونکہ اس علاقے میں اہلحدیث کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ لوگ مولانا لکھوی کے عقیدت مند تھے اس لیے وہ کامیاب ہو گئے۔ ان انتخابات میں جماعت اسلامی کو بری طرح شکست ہوئی۔ جماعت اسلامی نے الزام لگایا کہ دھاندلی ہوئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ معاشرہ ابھی تیار نہیں تھا۔ صرف دو نشستیں ایسی تھیں جہاں جماعت کے امیدواروں کی ضمانتیں ضبط نہیں ہوئی۔ باقی ہر جگہ ضمانتیں بھی ضبط ہو گئیں۔ ہمارا موقف یہ تھا کہ انتخابی سیاست میں ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مولانا امین احسن اصلاحی، حکیم عبدالرحیم اشرف، عبدالجبار غازی سب کو یہی اختلاف ہوا اور وہ ایک ایک کر کے جماعت سے الگ ہوتے چلے گئے۔

اختلافات کی دوسری وجہ یہ تھی کہ جماعت کے اندر انصاف نہیں رہا۔ ارکان کے ساتھ بے انصافی ہونے لگی تھی، ایسے کئی واقعات کا مشاہدہ کیا گیا، غالباً ۱۹۵۴ء یا ۱۹۵۵ء میں ایک جائزہ کمیٹی تشکیل دی گئی، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ بعض ارکان میں جو بے یقینی پائی جاتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے۔ پالیسی سے اختلاف رکھنے والے ہم ہی نہیں اور لوگ بھی تھے۔ اس جائزہ کمیٹی کے چار ارکان بنائے گئے عبدالجبار غازی، سلطان احمد، عبدالرحیم اشرف اور میں (مولانا عبدالغفار حسن)۔ ہم نے پورے پاکستان کا دورہ کر کے تقریباً دو سو ارکان سے انٹرویوز لئے، ان کی تحریری شکایات وصول کیں اور دسمبر ۱۹۵۶ء کو مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں اس دورے کی روداد پیش کی گئی۔ جائزہ کمیٹی کے دورہ میں ساہیوال اور گوجرانوالہ کے سوا میں تو کہیں نہ جا سکا تھا۔ کیونکہ مولانا مودودی اس وقت عرب ممالک کے دورے پر تھے اور میں قائم مقام امیر تھا۔ مرکز میں مصروفیات تھیں۔ باقی تینوں ارکان نے پورے پاکستان کا دورہ کیا۔ شوریٰ کا مذکورہ اجلاس پندرہ دن چلتا رہا۔ پندرہ دسمبر سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیس یا اکتیس دسمبر تک۔ اجلاس میں حکیم عبدالرحیم اشرف نے نو گھنٹے کی طویل تقریر کے دوران میں تفصیل کے ساتھ بتایا کہ جماعت اپنی سابقہ پالیسی سے انحراف کر رہی ہے۔ میں نے بھی دو گھنٹے تقریر کی۔ اس اجلاس کے دوران میں ہم نے کھل کر تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا۔ ارکان کے گلے شکوے شوریٰ تک پہنچائے، مولانا مودودی اور دیگر ذمہ داران پر کھل کر بڑی شدید تنقید ہوئی۔

مولانا امین احسن پر بھی بہت تنقید ہوئی، انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ ان پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی شادی بڑے ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ کی تھی۔ انہوں نے تو اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ مولانا مودودی پر زیادہ الزام جماعت کی پالیسی سے انحراف کا تھا، کچھ اور بھی چھوٹے چھوٹے اعتراضات تھے، ہم نے کھل کر اور بے پروا ہو کر تنقید کی کیونکہ مولانا تنقید کو پسند کرتے تھے اور جماعت کی بنیاد ہی تنقید پر تھی مگر مولانا نے اس تنقید کو محسوس کیا چنانچہ نعیم صدیقی اور جماعت کی مرکزی بیورو کریسی نے ہماری مخالفت شروع کر دی کہ ہم لوگوں نے مولانا کو زچ کیا ہے، جماعت کے اندر دھڑے بندی کی ہے۔ اس طرح جائزہ کمیٹی کو خوب بدنام کیا گیا۔ صفدر حسن صدیقی اور نعیم صدیقی وغیرہ مولانا کے حامی تھے، انہوں نے ہمارے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا۔ ادھر تسنیم کا ادارہ ہمارا حامی تھا، ارشاد احمد حقانی اس وقت تسنیم کے مدیر تھے، مصطفیٰ صادق بھی تسنیم میں ہی تھے۔ عبدالحفیظ تھے، محی الدین سلفی تھے جو بعد میں جدہ چلے گئے تھے، وہ الاعتصام کے مدیر بھی رہے اور جدہ میں ۴۶ سال کی عمر میں انتقال کر گئے تھے، یہ سب لوگ ہمارے حامی تھے اور یہ کوئی گروپ بندی نہ تھی محض اتفاق کی بات تھی۔ پھر یہ ہوا کہ جن لوگوں نے مولانا پر تنقید کی تھی ان کو شوریٰ کی رکنیت اور ملازمت سے برطرف کر دیا گیا مگر جن لوگوں نے مولانا کی حمایت کی تھی اور ہمارے خلاف بلا جواز پروپیگنڈہ کرتے رہے، ان کو بالکل نہیں چھیڑا گیا۔ یہ گویا ایک بہت بڑی ناانصافی تھی۔ اگر نکالنا تھا تو سب کو نکالتے یا کوئی اور سزا دیتے۔ پھر مولانا مودودی نے جائزہ کمیٹی کے چار ارکان کو ایک نوٹ لکھ کر بھیجا کہ آپ ایک ماہ کے اندر اندر مجلس شوریٰ سے مستعفی ہو جائیں۔ ورنہ میں آپ لوگوں کو آپ کے حلقہ میں لے کر جاؤں گا اور جن لوگوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے آپ کا انتخاب کیا ہے، ان سے جا کر کہوں گا کہ اگر مجھ کو رکھنا ہے تو ان کو واپس لو۔ ظاہر بات ہے مولانا کی دھمکی کون برداشت کر سکتا تھا، وہ تو جماعت کے بانی تھے۔ آخر ہم اس ناانصافی کی بنا پر نہ صرف مجلس شوریٰ بلکہ جماعت سے ہی مستعفی ہو گئے...... کہا جاتا ہے کہ جماعت میں بڑی جمہوریت ہے، جمہوریت کہاں ہے۔ جماعت میں نہ جمہوریت ہے اور نہ ہی انصاف...... مولانا مودودی نے جائزہ کمیٹی کے ارکان کو جو نوٹس بھیجا اس میں لکھا تھا کہ آپ لوگوں نے نادانستہ طور پر سازش کی تھی لیکن اس کا نتیجہ وہی نکلا جو دانستہ سازش کا ہو سکتا تھا۔ مولانا نے ''نا'' کا لفظ اس لیے بڑھا دیا کہ دانستہ کو ثابت کرنا مشکل تھا دوسری وجہ انہوں نے یہ لکھی کہ آپ لوگوں نے جماعت کے اندر دھڑے بندی کی اور تیسری یہ کہ آپ لوگ ہوس اقتدار میں مبتلا ہیں۔ ہم پر یہ الزام لگایا گیا کہ آپ لوگ مولانا مودودی کے بجائے مولانا امین احسن اصلاحی کو آگے لانا چاہتے ہیں حالانکہ اس وقت تک اصلاحی صاحب جماعت کی پالیسی سے متفق تھے لیکن جب انہوں نے یہ نوٹ پڑھا تو انہیں بڑا غصہ آیا اور کہا کہ آپ تو مظلوم ہیں، آپ لوگوں پر غلط الزام لگایا گیا ہے۔ جائزہ کمیٹی کے چار ارکان میں سے تین مختلف ادوار میں جماعت کے قائم مقام امیر رہ چکے تھے۔ عبدالجبار غازی، سلطان صاحب اور میں، صرف مولانا عبدالرحیم اشرف تھے وہ بھی اپنے حلقہ کے امیر تھے۔ مرکزی شوریٰ کے بھی گزشتہ بارہ تیرہ برس سے رکن تھے۔ گویا سب ذمہ دار لوگ تھے۔

سوال آپ اس وقت کی جماعت اسلامی اور آج کی جماعت اسلامی کے اندر کیا فرق محسوس کرتے ہیں۔ یہ جو قاضی صاحب کی دھرنا سیاست ہے، شور شرابہ ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جماعت اسلامی کے مزاج کے مخالف ہے؟

جواب اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے اس کی بنیاد سید مودودی نے رکھ دی تھی۔ قاضی حسین احمد کوئی نئی روایت نہیں ڈال رہے۔ انہوں نے جماعت کے مزاج کو بدلا نہیں بلکہ اس کی رفتار کو تیز کر دیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مولانا مودودی اور میاں طفیل کے زمانے میں عوامی رابطہ ایسے تھا جیسے مال گاڑی چل رہی ہو۔ قاضی صاحب نے اسے تیز گام بنا دیا ہے، قاضی صاحب کا صرف یہی قصور ہے، وہ بھی غلط تھا، یہ بھی غلط ہے، بس غلطی تھوڑی سی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بڑھ گئی ہے۔

سوال آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ راستہ اختیار کر کے قاضی صاحب کامیابی حاصل کر سکتے ہیں؟

جواب کامیابی نہ پہلے ہوئی تھی، نہ اب ہوگی۔ یہ معاشرہ اس قدر بگڑ چکا ہے کہ اس میں شیخ رشید جیسے لوگ ہی کامیاب ہو سکتے ہیں، جو للکارنے والے ہوں، قاضی صاحب سمجھتے ہیں کہ ہمارا دھرنا کامیاب ہو گیا، جلوس کامیاب ہو گئے۔ اس سے بڑے جلوس تو مولانا مودودی نے نکالے تھے، شوکت اسلام جلوس بہت بڑا جلوس تھا لیکن بعد میں جماعت اسلامی کو ووٹ کتنے ملے تھے، وہی چار پانچ۔ لہٰذا ان جلوسوں کو دیکھ کر یہ کہنا کہ عوام ہمارے ساتھ ہیں، ہم کامیاب ہو جائیں گے، خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ...... مولانا مودودی پہلے اسلامی انقلاب کی واحد سبیل اصلاح معاشرہ کو قرار دیتے تھے ...... میں آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں۔ شوریٰ کے اجلاس میں مولانا عبدالرحیم اشرف نے اپنی طویل تقریر میں کہا مولانا آپ نے لکھا ہے اسلامی انقلاب کی واحد سبیل۔ مولانا عبدالرحیم اشرف نے واحد سبیل کا لفظ دو تین بار دہرایا تو سید مودودی نے غصے میں آ کر کہا کیا واحد واحد لگا رکھا ہے میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ واحد سبیل میں کب کہتا ہوں کہ دو سبیل ہیں۔ آپ بار بار یہ کیوں دہرا رہے ہیں ...... مولانا عبدالرحیم اشرف نے کہا اچھا دیکھیں آپ نے لکھا ہے ''تبدیلی کے دو طریقے ہیں'' انہوں نے ترجمان القرآن کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔ یہ سنتے ہی مولانا مودودی سر پکڑ کر بیٹھ گئے، سناٹا چھا گیا۔ سوال یہ ہے کہ آپ ایسی تضاد بیانی کیوں کرتے ہیں۔ رسائل و مسائل جلد سوئم میں اب بھی یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ ہم تو آزما رہے ہیں، موجودہ طریقے کو اور اگر اس میں ناکام رہے تو پھر وہی پرانا طریقہ اختیار کر لیں گے۔ یعنی تقسیم سے پہلے کا طریقہ، اصلاح معاشرہ والا طریقہ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے کہا جب ہم جماعت میں شامل ہوئے تھے تو اس کا راستہ اور تھا، اب اس نے اپنا راستہ بدل لیا ہے۔ اب جماعت پر سیاسی رنگ غالب آ گیا ہے۔ جائزہ کمیٹی کو دوسو ارکان نے جو آراء دی تھیں اس میں تین قسم کی آراء تھیں۔ پہلی یہ بات کہ جماعت کے اندر سیاسی رنگ غالب آ رہا ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی رنگ پھیکا پڑ رہا ہے۔ دوسری رائے یہ تھی کہ ہم نے قبل از وقت انتخابات میں حصہ لیا ہے، اس کے لیے ابھی معاشرہ تیار نہیں تھا۔ تیسری رائے یہ تھی جس میں ہم لوگ بھی شامل تھے کہ جماعت کی ابتدائی پالیسی سے کلی انحراف ہو رہا ہے۔ ہم جماعت کی پہلی پالیسی کے بالکل الٹ جارہے ہیں لہٰذا کامیابی نہیں ہو سکتی۔ مولانا مودودی نے خود تجدید واحیائے دین میں سید احمد شہید کی ناکامی کے اسباب میں ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ معاشرہ تیار نہیں ہے۔ سید احمد شہید نے سرحد میں قاضی مقرر کیے اور جب انہوں نے وہاں کے قوانین کے خلاف فیصلے گئے تو قاضیوں کو راتوں رات قتل کر دیا گیا۔ سید احمد شہید کو بہت صدمہ ہوا، بڑے پریشان ہوئے مگر قاتلوں کے خلاف ایک بھی آواز نہیں اٹھی۔ وجہ یہ تھی کہ معاشرہ ذہنی طور پر تیار نہیں تھا۔ اب بھی وہی بات ہے۔ معاشرہ روز بروز انحطاط کا شکار ہو رہا ہے، مسلسل بگڑتا جارہا ہے۔ ان حالات میں آپ کے افراد کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔

سوال آپ کے خیال میں پاکستان میں اسلامی انقلاب کیسے آسکتا ہے؟

جواب ایک ہی راستہ ہے۔ دعوت کا کام کیا جائے، لوگوں کو ذہنی طور پر تیار کیا جائے، اسلام کے بنیادی اصولوں کو پیش کیا جائے اور جدید مسائل کا حل پیش کیا جائے۔ جو جدید فتنے ہیں ان کا قلع قمع کرنے کے لیے جدید ہتھیار استعمال کیے جائیں یعنی عقلی دلائل دیئے جائیں۔ ہمارے علماء حضرات فروعی مسائل میں ہی پڑے رہتے ہیں حالانکہ اصل مسائل معاشی اور سیاسی ہیں، ان پر بحث کرنی چاہیے۔ ان کا حل پیش کرنا چاہیے کیونکہ آج کل سیاست اور معیشت کے راستے سے الحاد آرہا ہے۔ مولانا مودودی کی پہلی تحریریں بہت شاندار تھیں، سود پر، پردے پر، انہوں بڑی شاندار کتب لکھی ہیں۔ تنقیحات تفہیمات بڑی شاندار کتب تھیں لیکن بعد میں انتخابی سیاست میں آکر سارا کام ٹھپ ہو گیا۔

سوال پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں کی کارکردگی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب دینی جماعتوں کی کارکردگی بہت مایوس کن ہے۔ جماعت اسلامی تو پھر بھی فعال اور منظّم جماعت ہے اور سیاسی نظم کی بنا پر اب تک چل رہی ہے۔ لیکن آخر کب تک ایسے چلے گی لیکن باقی جماعتوں میں نہ تو تنظیم ہے اور نہ ہی شعور۔ ان کی حالت تو یہ ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحسبھم جمیعاً و قلوبھم شتی۔ جو ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے وہ دین کی کیا خدمت کریں گے۔ جب آپ کا قبلہ ایک، خدا ایک، نبی ایک، کتاب ایک تو پھر آپس میں لڑنے کا کیا مطلب؟ صرف قبرستان رہ گیا ہے جو الگ نہیں ہوا۔ باقی سب کچھ الگ الگ ہے۔ مسجدیں الگ، مدرسے الگ، دل جدا جدا، اگر دین کی خدمت کا جذبہ ہو تو قرآن وسنت پر سب متحد ہو سکتے ہیں۔

سوال جماعت اسلامی سے الگ ہونے کے بعد آپ نے اقامت دین کی جدوجہد کس پلیٹ فارم سے جاری رکھنے کی کوشش کی؟

جواب ۱۹۵۷ء میں جماعت اسلامی چھوڑنے کے بعد میں ۱۹۶۴ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ چلا گیا۔ ۱۶ برس تک وہاں حدیث پڑھاتا رہا۔ بغیر کوئی درخواست دیئے اللہ تعالیٰ نے بلا لیا۔ شاید وہاں میرے کوئی جاننے والے تھے انہوں نے میرا نام بتا دیا۔ شیخ عبدالعزیز بن باز نے جامعہ کے ایک استاد عبدالقادر کو ہمیں لانے کے لیے بھیجا۔ پاکستان سے چار پانچ نام زیر غور تھے لیکن شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی اور میں سعودی عرب گئے۔ حافظ محمد گوندلوی صاحب ایک سال بعد واپس آ گئے۔ وہ چونکہ بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ میں البتہ سولہ برس تک وہاں پڑھاتا رہا۔ پھر واپس فیصل آباد آ گیا۔ دراصل جماعت اسلامی سے الگ ہونے کے بعد حکیم عبدالرحیم اشرف کی دعوت پر میں فیصل آباد میں ہی رہنے لگا تھا انہوں نے کہا کہ ہم یہاں رہ کر دین کا کام کریں گے، ایک ایسا ادارہ بنائیں گے جو غیر فرقہ وارانہ بنیادوں پر دین کا کام کر سکے۔ افراد تیار کریں گے۔ چنانچہ ہم نے جامعہ تعلیمات اسلامیہ قائم کیا اور اس میں، میں نے بھی پڑھانا شروع کر دیا۔ یہیں سے مدینہ منورہ چلا گیا تھا۔

۱۹۸۰ء میں پھر فیصل آباد آ گیا۔ ۱۹۹۰ء میں مستقلاً اسلام آباد آ گیا چونکہ سب بچے اسلام آباد میں آ گئے تھے اور یہیں مقیم تھے۔

سوال آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے، آپ اس کی کارکردگی کے بارے میں کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب میں تین بار اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن رہا ہوں۔ ہم نے بڑی محنت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف موضوعات پر رپورٹیں تیار کی تھیں۔ اسلام کے سیاسی نظام، اخلاقی نظام، معاشی نظام، تعلیمی نظام اور دیگر جدید موضوعات پر ہم نے تقریباً پندرہ رپورٹیں مرتب کی تھیں لیکن حکومت نے ان کو نافذ ہی نہیں کیا۔ دراصل معاشرہ تیار ہی نہیں تھا۔ جب قانون کو قبول کرنے والے افراد نہ ہوں تو محض قانون بنا دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

سوال مولانا سید مودودی کے ساتھ آپ کی طویل عرصہ تک رفاقت رہی، آپ نے ان کو بحیثیت ایک انسان کے کیسے پایا، ان کی اجتہادی فکر کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب وہ ایک بہت اچھے انسان تھے، تنقید کو بہت برداشت کرتے تھے۔ حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کا قول ہے کہ مولانا مودودی نے مجھے بارہ سال تک برداشت کیا، کوئی اور جماعت ہوتی تو شاید بارہ ماہ بھی برداشت نہ کرتی۔ میں سولہ سال تک جماعت میں رہا ہوں۔ شروع شروع میں مولانا ہر قسم کی تنقید کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے لیکن ۵۳ء میں ان کی عمر پچاس برس سے زیادہ ہو گئی تھی، بڑھاپا شروع ہو گیا تھا اور شاید ان کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے، اس لیے اب وہ شاید تنقید کو زیادہ برداشت نہیں کر پاتے تھے۔ تنقید بھی ان پر بہت ہوتی تھی۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا، گو انہوں نے کسی استاد سے نہیں پڑھا لیکن انہوں نے بہت محنت کی۔ تفسیر حدیث اور فقہ کا مطالعہ ان کا بہت وسیع تھا۔ انگریزی اور عربی بھی بہت اچھی تھی۔ جدید مسائل پر ان کی گہری نظر تھی۔ اپنے دور کا وہ ایک قیمتی اثاثہ تھے۔ سود، پردہ اور کشمکش ان کی لاجواب کتب ہیں۔ شہادت حق، سلامتی کا راستہ جیسے پمفلٹ بھی بہت اچھے ہیں۔ میرے خیال میں وہ ایک کامیاب مفکر اور ناکام سیاستدان تھے۔ آج کی سیاست میں وہ بالکل ناکام تھے۔ فکری غذا حاصل کرنے کے لیے ان کی کتب بہت اچھی ہیں۔ ان کے سیاست میں آنے سے جماعت کو بہت نقصان ہوا، مولانا جو علمی کام کر رہے تھے وہ سب ٹھپ ہو گیا، جو نوجوان تیار ہو رہے تھے وہ سلسلہ بند ہو گیا۔ یہ سب سیاست میں آنے کی خرابیاں تھیں۔ یہ صرف جماعت کا ہی نہیں پورے ملک کا نقصان تھا حالانکہ ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے تھی جو باہر رہ کر دباؤ ڈالے اور دینی مسائل کو جدید انداز میں پیش کرے۔ ایسی جماعت اب کوئی نہیں رہی۔ فقہی میدان میں وہ جامد نہیں تھے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا اپنا قول ہے کہ میں خود تحقیق کر کے اپنی رائے قائم کرتا ہوں اور جہاں تحقیق کا موقع نہیں ملتا وہاں فقہ حنفی کا اختیار کرتا ہوں۔ انہوں نے اپنی کتب میں بہت سے مقامات پر فقہ حنفی سے اختلاف کیا ہے۔

سوال جماعت سے الگ ہونے کے بعد آپ کو کبھی کسی مرحلہ پر یہ محسوس تو نہیں ہوا کہ آپ نے جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر کے غلطی کی تھی؟

جواب نہیں، کبھی بھی ایسا نہیں ہوا، بلکہ خوشی ہوئی کیونکہ جماعت اپنے اصل راستے سے ہٹ گئی تھی۔ عوامیت کے جوش میں انہوں نے اپنے اصول توڑ دیئے۔ دوسری حکمت عملی اختیار کر لی گئی تھی۔

سوال زندگی میں آپ کی پسندیدہ شخصیت کون سی رہی ہے؟

جواب مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کو میں بہت بڑا عالم سمجھتا ہوں، وہ میرے پسندیدہ مصنف بھی ہیں۔ ان کی سوچ اور فکر بڑی متوازن تھی۔ ایک لحاظ سے وہ میرے استاد بھی تھے، وہ دارالحدیث رحمانیہ میں آ کر ٹھہرا کرتے تھے۔ میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا تھا ایک بار انہوں نے ہمارا امتحان بھی لیا تھا۔ میں ان کے زہد، تقویٰ اور علم سے بہت متاثر تھا۔ وہ دنیا کے حریص نہیں تھے۔ وہ طبیب اور حکیم بھی تھے۔ ان کی کتاب تحفۃ الاحوذی عرب ممالک میں بڑی معروف ہے۔ اپنے ہم عصر اساتذہ اور علماء میں ان کی شخصیت ہر لحاظ سے نمایاں اور ممتاز تھی۔

سوال آپ کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ جسے آپ کبھی فراموش نہ کر سکے ہوں؟

جواب واقعات تو بہت ہیں لیکن میرے نزدیک میری زندگی کے وہ گیارہ ماہ بہت دلچسپ ہیں جو جیل میں گزرے۔ ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت تحریک کے دوران میں ہمیں سیالکوٹ سے گرفتار کیا گیا۔ سیالکوٹ جیل میں ایک ماہ ہمیں رکھا گیا، ایک چھوٹا کمرہ تھا۔ مارچ کا مہینہ تھا، میں سیالکوٹ کے محلہ مبارک پورہ میں رہتا تھا۔ پولیس والے نماز فجر سے تھوڑی دیر قبل گرفتار کرنے گئے مگر میں وہ مکان چھ ماہ قبل تبدیل کر چکا تھا، اس مکان میں میرے ایک دوست تھے بڑے غصے والے، جب پولیس والے گئے تو انہوں نے انہیں خوب ڈانٹا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تمہاری سی آئی ڈی بہت ناقص ہے، تم نالائق لوگ ہو، وہ چھ ماہ ہوئے یہاں سے چلے گئے اور تمہیں معلوم ہی نہیں ۔ پولیس والے دوڑے دوڑے قیم جماعت کے گھر گئے، انہیں میرے گھر لے آئے، میں اس وقت سیالکوٹ کا امیر تھا۔ جب پولیس والے قیم جماعت کو لے کر مجھے گرفتار کرنے آئے تو صبح کی نماز ہو چکی تھی اور نمازی مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ پولیس والے میرے گھر آ گئے، میں اوپر منزل پر تھا۔ نیچے بچوں نے بیٹھک میں چھوٹے چھوٹے اشتہارات اور سٹیکرز لگا رکھے تھے، میرے نیچے آنے تک انہوں نے وہ اتار کر قبضے میں لے لئے تا کہ میرے خلاف بطور دلیل پیش کر سکیں۔ مجھے کہا گیا کہ کپڑے وغیرہ لے لیں، آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہے، اوپر سے اہلیہ نے بھی کہا کہ کپڑے وغیرہ لے لیں لیکن میں اس خیال سے اوپر نہ گیا کہ خواتین نرم دل ہوتی ہیں، رونے لگ جائیں گی، ہمیں گرفتار کر کے سیالکوٹ کے قلعہ لے جایا گیا، پھر وہیں سے جیل منتقل کر دیا گیا۔ تقریباً ایک ماہ بعد ہمیں کہیں اور منتقل کرنے کے لیے تیار ہونے کا حکم دیا گیا۔ ہمیں کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ جیل کا یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک جیل سے دوسری جیل لے جایا جاتا ہے تو تمام قیدیوں کے فوٹو اتار لئے جاتے ہیں تا کہ اگر کوئی فرار ہو جائے تو اسے تلاش کیا جا سکے۔ ہمارے بھی فوٹو اتارے گئے۔ اتفاق سے جو فوٹو گرافر تھا وہ ہمارا ہمسایہ تھا، اس نے تمام فوٹو میرے بچوں کو دکھا دیئے اور بتایا کہ وہ کل کہیں اور جانے والے ہیں۔ ہمارے ساتھ احراری، مسلم لیگی اور دیگر لوگ بھی قید تھے۔ سب بڑے پریشان تھے، ہر کوئی رو رہا تھا۔ صرف جماعت کے لوگ تھے جنہوں نے بڑی استقامت کا مظاہرہ کیا۔ ہمیں ہتھکڑیاں لگا کر ریلوے اسٹیشن لے جایا گیا۔ وہاں سے ٹرین کے ذریعے ملتان لے جانا تھا۔ جماعت کے لوگوں نے ملتان اطلاع کر دی، اگلے روز جب ہماری گاڑی ملتان پہنچی تو ملتان کی مقامی جماعت کے لوگ ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے، ہمیں دو دو افراد کی ٹولیوں میں اسٹیشن سے باہر لے جایا گیا۔ وہاں جماعت کے ایک رکن تھے شرقی صاحب۔ انہوں نے پولیس افسر سے اجازت طلب کی کہ کیا میں قیدیوں کو چائے پیش کر سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں ضرور چنانچہ شرقی صاحب نے بلا امتیاز سب قیدیوں کو چائے وغیرہ پلائی۔ ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مسلم لیگ اور احرار کے افراد بھی گرفتار ہو کر ملتان گئے تھے۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ جماعت کے لوگ پہنچ گئے۔ دوسری کسی جماعت کا کوئی فرد استقبال کو نہیں آیا تھا۔ چنانچہ ہمارے ساتھی قیدی اپنی اپنی جماعت کے قائدین کو برا بھلا کہتے رہے، وہ جماعت کے نظم سے بڑے متاثر ہوئے۔ ملتان جیل میں بے شمار قیدی تھے جنہیں ملک کے مختلف حصوں سے گرفتار کر کے وہاں لایا گیا تھا۔ ہم تقریباً دس ماہ تک جیل میں رہے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہم نے وہاں جیل کے اندر ایک مدرسہ قائم کر لیا، درس و تدریس کا کام ہونے لگا۔ میں روزانہ مشکوٰۃ شریف کا درس دیا کرتا تھا۔ جیل کے وہ شب و روز اب بھی یاد آتے ہیں تو بڑے دلچسپ لگتے ہیں۔

سوال آپ نے تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا؟

جواب ایک مدرس کو تصنیف و تالیف کا وقت کم ہی ملتا ہے۔ اس کو مطالعہ کرنا ہوتا ہے، تیاری کرنی ہوتی ہے اس لئے اس کو وقت کہاں ملتا ہے۔ اس کے باوجود میں نے چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ انتخاب حدیث کے نام سے چار سو احادیث کا میں نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ جو جماعت آج کل شائع کر رہی ہے۔ ''عظمت حدیث'' کے نام سے ایک کتاب حجیت حدیث کے موضوع پر لکھی۔ تقریباً چار سو صفحات کی یہ کتاب منکرین حدیث کے رد میں ہے۔

سوال آپ پاکستانی سیاستدانوں میں سے کسی سیاستدان سے بھی متاثر ہوئے؟

جواب جب مولانا مودودی سے متاثر نہیں ہوا تو اور کس سے ہوں گا۔ سیاست کے اندر کوئی اصول نہیں ہوتا۔ اب ایسے بے اصولوں سے کون متاثر ہو سکتا ہے۔ چوہدری محمد علی کے بارے میں سنا تھا کہ اچھے آدمی ہیں با اصول ہیں اس لیے جب وہ مستعفی ہوئے تو مجھے افسوس ہوا تھا۔ ان سے ایک بار ملاقات بھی ہوئی تھی، بس ایسے سرسری سی۔ بہر حال مجھے کبھی کسی سیاستدان نے متاثر نہیں کیا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا عبدالغفار حسن سے بالمشافہ ایک ملاقات [1]

تحریر: ڈاکٹر زاہد اشرف

والد گرامی حضرت مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی ساتھیوں میں سے حضرت مولانا عبدالغفار حسن کی ذات گرامی ان ممتاز ترین شخصیات میں شامل ہے جن کے ساتھ ان کی فکری ونظری اور علمی وعملی وابستگی، اشتراک عمل اور جہد مسلسل کئی دہائیوں پر محیط ہے۔ ہم سن شعور کو پہنچے تو ہمیں یوں لگا کہ مولانا عبدالغفار حسن کا اسم گرامی اور شخصیت ہمارے ماحول کے اجزائے ترکیبی کا اہم ترین جزو ہے۔ ان کے ساتھ تعلق اور روابط کا دائرہ لامحدود نظر آیا اور عزت واحترام کا رشتہ، استحکام کی انتہاؤں کو چھوتا ہوا محسوس ہوا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس ناطے میں دونوں خاندانوں کے افراد منسلک دکھائی دیئے۔ اسلامی اخوت ومحبت اپنی تمام تر تابناکیوں کے ساتھ جلوہ گر رہی، جلوہ گر ہے، اور ان شاء اللہ رہے گی۔

مولانا عبدالغفار حسن کے خیالات واحساسات اور مشاہدات وتاثرات زیر نظر خصوصی اشاعت کے اوراق پر منتقل کیے بغیر اسے مکمل کہنا ممکن نہ تھا، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ بنیاد سے محروم رہ جاتی۔ مولانا موصوف کی صحت اس امر کی اجازت نہیں دے رہی تھی کہ وہ خود یہ سب کچھ احاطہ تحریر میں لے آتے۔ میں نے ان سے انٹرویو کی التماس کی، انہوں نے نہ صرف اسے شرف قبولیت سے نوازا، بلکہ گھنٹوں طویل وقت عنایت فرمایا، جس کے دوران ہم نے مختلف حوالوں اور جہات سے تفصیلی گفتگو کی۔ اس گفتگو میں حکیم منصور العزیز میرے شریک تھے۔

آغاز میں، میں نے حضرت مولانا سے التماس کی کہ وہ اپنے دیرینہ ساتھی مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم ومغفور سے اپنے ابتدائی تعارف کے حوالے سے یادوں کے دریچے وا کریں، تو وہ فرمانے لگے:

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، اتفاقاً ملاقات تو پہلے بھی ہو چکی تھی لیکن ۱۹۴۴ء میں ویرووال [ضلع امرتسر] میں جماعت اسلامی کا ایک جلسہ تھا جس میں میاں طفیل محمد صاحب

[1] حضرت مولانا عبدالغفار حسن تغمدہ اللہ بغفرانہ سے ہماری یہ گفتگو اگست ۱۹۹۷ء میں، دو دنوں پر محیط رہی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا جعفر شاہ پھلواری مرحوم بھی تشریف لائے تھے۔ حکیم مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ اس جلسے کے منتظم تھے۔ وہیں ان سے اور ان کے استادِ گرامی مولانا محمد عبداللہ مرحوم سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ پہلی تفصیلی ملاقات تھی۔ پھر آہستہ آہستہ دینی اخوت کا رشتہ مضبوط و مستحکم ہوتا چلا گیا۔ بعدازاں جب وہ جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر بن گئے (جبکہ میں اس سے پہلے ہی اس کا رکن تھا) تو اس کے اجلاسوں کے دوران ملاقاتیں رہنے لگیں، جن کے دوران میں نے محسوس کیا کہ مختلف مسائل کے بارے میں اکثر و بیشتر ہمارے درمیان اتفاق پایا جاتا تھا۔ بہت کم ایسا ہوا کہ کسی معاملے پر اختلاف ہوا ہو۔''

یادوں کے دریچے کھلے تو میں نے ان کے اندر جھانکتے ہوئے ان سے یہ بھی پوچھ لیا کہ اس ملاقات میں کس موضوع پر، کیا گفتگو ہوئی اور مولانا اشرف مرحوم کی شخصیت کے بارے میں قرطاسِ ذہن پر پہلا تاثر کیا مرتب ہوا؟ فرمانے لگے:

''اصل معاملہ یہ ہے کہ وہ ایک جلسہ یا اجتماع تھا، جس میں تقریریں ہوتی رہیں، وہاں کسی بھی موضوع پر تفصیلی گفتگو نہیں ہوسکی، البتہ ان کی شخصیت کے بارے میں میرا یہ تاثر رہا ہے کہ وہ بہت ہی زیادہ فعّال، متحرک اور ایک ہی وقت میں کئی ایک کام شروع کرنے والے اور نہایت محنت سے انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچانے والے ہیں، بلاشبہ وہ خلوص کی دولت سے مالا مال تھے۔''

مولانا عبدالغفار حسن سے میرا اگلا سوال یہ تھا کہ کن حوالوں کی بنیاد پر باہمی تعلقات میں دن بدن گہرائی اور گیرائی بڑھتی چلی گئی؟ گہرائی کے عمل میں باہمی ملاقاتوں کا تناسب کیا تھا؟ کیا یہ تعلقات، نظریات کی بنیاد پر استوار ہوئے یا ذہنی ہم آہنگی ان کا باعث بنی، یا ذاتی قربتیں ان تعلقات کو مستحکم کرتی رہیں؟ مولانا کا جواب یہ تھا؟

''ذاتی تعلقات سے زیادہ نظریاتی ہم آہنگی ہمارے درمیان پائی جاتی تھی۔ ہم فکری اعتبار سے ہم خیال تھے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ شروع میں اپنے آپ کو سلفی کہا کرتے تھے۔ وہ خاندانی لحاظ سے اہلِ حدیث تھے اور اسی طرح میں بھی، لیکن دونوں نے خاندانی اہلِ حدیثیت سے بغاوت کردی اور یہ کہہ دیا کہ ہم فرقہ وارانہ ذہنیت سے بالاتر ہوکر کام کریں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت اسلامی سے الگ ہونے کے بعد حکیم صاحب میرے پاس لاہور آئے اور کہنے لگے کہ جماعت اسلامی تو دوسری طرف جارہی ہے اور آہستہ آہستہ یہ مسلم لیگ بن جائے گی، اس لیے آیئے! ہم مل کر غیر فرقہ وارانہ بنیاد پر ٹھوس کام کرتے ہوئے رجالِ دین تیار کریں۔ ان کی اس دردمندانہ پکار نے مجھے متاثر کیا، چنانچہ میں ۱۹۵۷ء میں فیصل آباد منتقل ہوگیا۔''

''اہلِ حدیثیت سے بغاوت'' کے الفاظ نے مجھے چونکا دیا تھا، اس لئے نہیں کہ مجھے حضرت مولانا کے تصورِ وحدتِ اُمت کے بارے میں کسی قسم کا شبہ تھا، کیونکہ میں تو اس فکر کی آبیاری کے لئے ان کی انتھک جدوجہد کا چشم دید گواہ ہوں، میرے لیے اچنبھے کی بات ان الفاظ کا انتخاب تھا۔ چنانچہ اسی حوالے سے میں ان سے یہ دریافت کررہا تھا کہ اگرچہ وحدتِ اُمت کا تصور آپ دونوں کے اذہان میں ابتدا سے تو راسخ تھا ہی، کیا بعد کے ادوار میں یہ بعینہٖ کارفرما رہا یا مستحکم تر ہوتا رہا؟ حضرت مولانا ارشاد فرمانے لگے:

''یہ تصور مستحکم ہوتا رہا، اس موضوع پر حکیم صاحب نے بھی بہت لکھا اور میں نے بھی۔ ہمارے درمیان اس بات پر اتفاق تھا کہ ہمیں کوئی نئی جماعت تشکیل نہیں دینی چاہیے۔ اگرچہ ہمارے بعض ساتھی جماعت بنانے کے حق میں تھے، لیکن ہماری رائے یہ تھی کہ جماعت بنانے سے فتنہ انگیزی شروع ہوجاتی ہے، مناصب اور عہدوں کے لئے جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ ادارہ اور تعلیمی درس گاہ بنانے پر اتفاق ہوا۔ ہمارے درمیان اتفاقِ رائے کی ایک بنیاد، جمہوریت کے بارے میں ہمارا مشترکہ تصور اور اعتقاد تھا کہ جمہوریت ہمارے مسائل کا حل نہیں ہے، اس کے ذریعے اسلام نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری پچاس سالہ تاریخ اس پر شاہد ہے۔ جماعت نے بار بار انتخابات میں حصہ لیا لیکن ناکام رہی تو دوسرے مولوی حضرات کیسے کامیاب ہوسکتے ہیں؟ اس حقیقت کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ موجودہ جماعت سازی اور انتخابی سیاست کے ذریعے کامیابی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اس حوالے سے میں نے ایک مختصر سا رسالہ ''انتخابی سیاست اور دینی جماعتیں'' کے نام سے لکھا تھا۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باہمی تعلقات کا استحکام، فکر اور نظریے کا مرہون منت تھا۔ اس کے اثرات وسعت پذیر رہے۔ یہ دو شخصیات سے آگے بڑھتے ہوئے دو خاندانوں تک پھیل گئے۔ میں اس کی تفصیل جاننے کا خواہش مند تھا۔ حضرت مولانا اسے یوں بیان فرما رہے تھے:

''جب میں فیصل آباد منتقل ہوا تو دونوں خاندانوں کی خواتین کا باہم میل جول ہوا، یہاں تک کہ میرے دونوں بڑے بیٹوں شعیب حسن اور صہیب حسن، جن کی شادیاں کراچی میں ہوئیں، ان میں حکیم صاحب نے بنفس نفیس شرکت کی۔ یوں ذاتی تعلقات بھی بڑھے اور دینی اخوت کا رشتہ بھی مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔''

یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالغفار حسن کے تعلقات میں دین کا حوالہ ہی سب سے مضبوط حوالہ رہا۔ میرا اگلا سوال مولانا سے یہ تھا کہ دین کے لیے جدوجہد آپ کی یک جائی کا سبب رہی ہوگی، تو کیا ایسا جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے ہوا؟ مولانا کا تجزیہ تھا:

''اس کام کا آغاز تو جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے ہی ہوا، مرکزی شوریٰ میں ہم دونوں تھے۔ وہاں مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی تھی۔ ہم دونوں اس پر متفق تھے کہ جماعت اسلامی کی پالیسی ٹھیک نہیں ہے۔ بغیر کسی سازش یا مشاورت کے، شوریٰ کے اجلاس میں ہم جو تنقید کیا کرتے تھے وہ ایک جیسی ہوا کرتی تھی۔ یہ تو خیالات و آراء کا توارد ہوتا تھا، اس ہم خیالی کی بنیاد پر جو ہمارے درمیان موجود تھی۔ کبھی وہ پہلے بات کر دیا کرتے تھے اور کبھی میں۔ اس میں کسی قسم کی منصوبہ بندی نہیں ہوا کرتی تھی۔ اس اعتبار سے سازش کا کوئی تصور کارفرمانہ تھا۔''

میرے اس سوال کے جواب میں کہ آپ میں سے جماعت اسلامی کی رکنیت پہلے کس نے اختیار کی: مولانا فرمانے لگے:

''۱۹۴۱ء میں جب جماعت اسلامی قائم ہوئی تو میں اس کا رکن بن گیا۔ تب میں بنارس میں تھا۔ میں اس کے لٹریچر سے متاثر ہوا۔ تب بنارس سے لاہور آنا میرے لیے مشکل تھا۔ چنانچہ میں نے مولانا مودودی مرحوم کو خط لکھا اور ان سے جماعت میں شامل کرنے کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخواست کی۔ حکیم صاحب رحمہ اللہ کچھ عرصہ بعد اس میں شامل ہوئے کیونکہ جماعت چھوڑتے وقت باتوں باتوں میں یہ معلوم ہوا کہ وہ بارہ سال بعد جماعت کو خیر باد کہہ رہے ہیں، جبکہ مجھے اس وقت سولہ برس گزر چکے تھے۔ اس اعتبار سے مجھ سے چار سال بعد حکیم صاحب رحمہ اللہ نے جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔"

مولانا عبدالغفار حسن، جماعت اسلامی کے حوالے سے تاریخ کے اوراق پلٹ رہے تھے۔ انہوں نے آغاز و انتہا کی داستان کو چند الفاظ میں سمو دیا تھا، میں نے اس کی مزید تفصیل جاننے کے لئے ان سے دریافت کیا کہ آپ دونوں کا جماعت کی طرف کھچے چلے جانے کا اصل سبب کیا تھا؟ اور کیا ابتداءً جماعت اسلامی کے بارے میں آپ دونوں کا نقطہ نظر ایک ہی تھا؟ مولانا یادوں سے نقاب الٹتے ہوئے فرمانے لگے:

"اصل میں بات یہ ہے کہ حکیم صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں تو نہیں کہہ سکتا کہ ان کا پہلے نقطۂ نظر کیا تھا۔ سنا ہے کہ پہلے وہ احرار میں بھی شامل ہوئے، مسلم لیگ سے بھی تھوڑا بہت تعلق رہا، پھر وہ جماعت اسلامی کے لیے یک سُو ہو گئے۔ جبکہ میں نے پہلے مولانا مودودی رحمہ اللہ کی کتابیں پڑھی تھیں۔ میں اصل میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ، ان کی پالیسیوں اور ان کے انگریز دشمن جذبات سے متاثر تھا۔ انگریزوں کے مظالم کی وجہ سے مسلمان نوجوانوں میں انگریز سے نفرت کے جو جذبات پائے جاتے تھے وہ میرے اندر بھی موجزن تھے۔ اسی لئے میں احرار، جمعیت علمائے ہند اور مولانا آزاد رحمہ اللہ سے متاثر تھا۔ میں طالب علمی کے زمانے میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور مولانا آزاد رحمہ اللہ کے جلسوں میں جا کر ان کی تقاریر سنا کرتا تھا۔ اسی دوران مولانا مودودی رحمہ اللہ کی کتب اور لٹریچر پڑھا۔ کانپور میں ہمارے پھوپھا مولانا عبداللہ تھے، ان سے ملاقات ہوئی تو ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ انہوں نے کانگریس کو غلط ثابت کیا اور بتلایا کہ اس کی پالیسیاں مسلم مفادات کے خلاف ہیں۔ ایسے میں جماعت کی دعوت نے اپیل کیا تو اس میں شمولیت اختیار کر لی۔"

میرے اس سوال کے جواب میں کہ مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم اور آپ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان مثالی اتفاق رائے کے باوجود کسی ایک یا کئی مسائل پر اختلاف رائے بھی ہوا، تو مولانا کا جواب یہ تھا:

''ہمارے درمیان بالعموم اتفاق رائے ہی ہوا کرتا تھا، بہت کم اُمور پر اختلاف رائے ہوا اور یہ کوئی غیر فطری بات نہیں۔ کیونکہ جہاں بھی آزادانہ سوچ کارفرما ہوگی وہاں اختلاف رائے ہونا لازمی ہے، لیکن اختلاف اور مخالفت دو مختلف چیزیں ہیں۔ اختلاف اپنی جگہ پر جائز ہے، اگرچہ یہ حدیث "اختلاف امتی رحمة" موضوع ہے لیکن معنی کے لحاظ سے صحیح ہے، یعنی اختلاف کا ہونا ٹھیک ہے لیکن اس پر اصرار کرنا، اس پر اڑ جانا، مجادلہ کرنا، تُو تُو مَیں مَیں کرنا اور للکارنا، یہ سب غلط ہے۔ اختلاف ہو سکتا ہے اور بعض باتوں میں ہوا بھی لیکن مخالفت نہ میں نے کی اور نہ انہوں نے۔''

یہ اختلاف طریق کار کے بارے میں تھا یا اصول ونظریات کے حوالے سے؟ اس سوال کے جواب میں مولانا ارشاد فرمانے لگے:

''ایک اُصولی اختلاف یہ تھا کہ میں ان سے کہا کرتا تھا کہ آپ بیک وقت دس کام شروع کر لیتے ہیں اور کوئی بھی مکمل نہیں ہو پاتا، اس لیے ایک وقت میں ایک ہی کام کیا کریں۔ اس کے جواب میں وہ ہنس کر کہا کرتے تھے: ''یک بگیر محکم بگیر''، لیکن معمول ان کا بیک وقت کئی کام کرنے کا ہی رہا، مثلاً ایک وقت میں وہ جانے کی تیاری میں شیروانی و جوتا پہن رہے ہوتے تھے، اخبار بھی پڑھ رہے ہوتے اور ساتھ ہی زبانی ہدایات بھی دینے میں مصروف ہوتے تھے، یوں بیک وقت کئی کام کر رہے ہوتے تھے۔ میں جب فیصل آباد پہنچا تو ایک شاندار عمارت کی نچلی منزل کرائے پر لے رکھی تھی جس میں کئی کمرے تھے۔ اس میں مختلف کام جاری رہتے تھے۔ المنبر بھی وہیں سے شائع ہوتا تھا، جس کے لئے مصطفیٰ صادق صاحب وہاں تشریف لے آئے تھے۔ مجھے بھی درس دینے اور المنبر کیلئے مضمون نگاری کے لئے بلا بھیجا۔ ایک سستا شفاخانہ بھی وہیں کھول لیا۔

''رہا جماعت اسلامی سے علیحدگی کا معاملہ تو اس بارے میں ہمارے درمیان مکمل اتفاق رائے تھا۔ کسی نے ایک بار مجھے جماعت میں واپس آجانے کے لیے کہا تو میں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب دیا کہ ہم ہرگز واپس نہیں آسکتے، "لن نعود فیھا ابدا" حکیم صاحب نے سنا تو بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس حوالے سے ہمارے درمیان کبھی اختلاف نہیں ہوا۔"

جماعت اسلامی مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا بے حد اہم موضوع ہے۔ انہوں نے اپنی حیات مستعار کے انتہائی قیمتی سال اس جماعت کے پلیٹ فارم سے اقامت دین کے لیے ان تھک جدوجہد کرتے ہوئے گزارے تھے۔ مولانا عبدالغفار حسن کے ساتھی اور ہم سفر ہونے کے ناطے اس موضوع کے بے شمار زاویوں پر ان سے گفتگو ہو سکتی تھی اور تاریخی اہمیت کی حامل انتہائی بیش قیمت معلومات ان سے حاصل کی جا سکتی تھیں، چنانچہ میں نے ایک اور پہلو کی جانب ان کی توجہ مبذول کراتے ہوئے ان سے دریافت کیا کہ ابتدائی دور میں جماعت کی اعلیٰ قیادت سے مرحوم کے روابط کی نوعیت کیا تھی؟ کیا یہ روابط گرم جوشی کے تھے، احترام کے تھے یا ان میں ایک حد تک فاصلہ حائل تھا؟ مولانا فرمانے لگے:

"ابتدا میں تو یہ تعلقات گرم جوشی کے آئینہ دار تھے۔ خود حکیم صاحب بھی بڑے جوشیلے انداز میں جماعت کے اجلاسوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب وہ بارات لے کر قصور گئے تو واپسی پر لاہور میں رک گئے۔ تب وہاں جماعت کی شوریٰ کا اجلاس ہو رہا تھا، تو انہوں نے اپنے اعزاء سے کہا کہ وہ دلہن کو لے کر فیصل آباد چلے جائیں، میں اجلاس سے فارغ ہو کر آ جاؤں گا۔ بہت جوش تھا ان میں کام کرنے کا، دو تین روز شوریٰ میں رہے، ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا احترام کرتے تھے، لیکن تنقید بھی کیا کرتے تھے مگر احترام کو ملحوظ خاطر رکھ کر۔ دسمبر ۱۹۵۶ء میں شوریٰ کے اجلاس میں پالیسی کے حوالے سے انہوں نے نو گھنٹے کی طویل تقریر کی تھی۔ شوریٰ کا یہ اجلاس پندرہ روز جاری رہا۔ میری تقریر کل دو گھنٹے کی تھی لیکن انہوں نے نو گھنٹے کی طویل تقریر میں تمام حوالے دیئے۔ کسی شخص نے یہ کہا: مولانا! آپ تو یوں حوالے پیش کرتے ہیں جیسے قادیانی کرتے ہیں، یہ طنز کیا تھا انہوں نے۔ لیکن حکیم صاحبؒ کی یہ عادت تھی کہ وہ طنز کی پروا نہیں کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتے تھے اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچاتے تھے۔ اپنی بات کو بھی ادھورا نہیں چھوڑتے تھے۔ اس اجلاس میں اپنی تقریر کے دوران حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے ''اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟'' کے زیر عنوان اسلامی انقلاب کے ایک ہی راستے کے بارے میں لکھا ہے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے تو مولانا زچ ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں نے کب کہا ہے کہ دو یا تین راستے ہیں؟ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''رسائل و مسائل'' کو نکالا۔ اس کے آخری صفحہ نمبر ۴۲۲ کو پڑھنا شروع کیا، جس میں لکھا تھا کہ تبدیلی کے دو طریقے ہیں۔ مولانا سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ ساری مجلس میں سناٹا چھا گیا۔ ایک سے دو طریقے تو ہو گئے تھے۔ شاید بعد میں تین بھی ہو جاتے۔

حکیم صاحب احترام کرتے تھے، بڑے ادب سے بات کرتے تھے، لیکن تنقید کرنے میں بہت زیادہ جری تھے۔ وہ حکومت کی پروا نہیں کیا کرتے تھے، تو جماعت کے پلیٹ فارم پر کیوں خاموش رہتے؟ انہوں نے اسی کے لئے جیل بھی کاٹی لیکن جس بات کو حق جانا، صحیح سمجھا، بڑے ادب کے ساتھ پیش کر دیا۔ ۱۹۵۱ء میں جب پنجاب میں پہلا صوبائی الیکشن ہونے والا تھا تو مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت اسلامی کے ارکان، متفقین اور دوسرے افراد پر مشتمل ترپن پنچایتی نمائندے تیار کئے۔ دوسری طرف مسلم لیگ کے دو قسم کے امیدوار تھے، دولتانہ اور ممدوٹ گروپ کے۔ ممدوٹ کا تعلق سہروردی کی عوامی لیگ سے تھا۔ وہ عوامی لیگ کے ٹکٹ پر ہی الیکشن لڑ رہے تھے۔ انہوں نے جماعت اسلامی سے کہا کہ آپ کی تھوڑی سی تعداد ہے، آپ ہمارے ووٹ تقسیم کر دیں گے، اس طرح دولتانہ کے جیتنے کا امکان بڑھ جائے گا، لہٰذا آیئے ہم ایک متفقہ لائحہ عمل تیار کر لیں۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سہروردی سے ملنے ماڈل ٹاؤن لاہور میں ممدوٹ کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے اور بات چیت کی۔ سہروردی کہنے لگے کہ مولانا! آپ ہی سالہ [صالح] بنتا ہے کیا کوئی اور سالہ [صالح] نہیں ہے؟ ممدوٹ نے مولانا سے کہا کہ آپ اپنے امیدواروں کی فہرست تو دیجئے، تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ ان میں سے کون کون اپنے حلقوں میں مضبوط امیدوار کی حیثیت رکھتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اسے دیکھ کر ہم فیصلہ کریں گے۔مولانا نے ان کے نام و پتہ پر مشتمل مکمل فہرست پیش کر دی۔حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فیصل آباد میں جب یہ علم ہوا تو نہیں بہت غصہ آیا اور فوراً مولانا کو فون کیا کہ آپ نے یہ کیا غضب کر دیا۔سیاسی لحاظ سے آپ نے بہت غلط کام کیا، آپ ان سے یہ کہتے کہ وہ اپنے امیدواروں کے نام پیش کریں، آپ نے اپنے نام کیوں دے دیئے؟ کیوں ایسا کیا آپ نے؟ اس حوالے سے انہوں نے پُر زور احتجاج کیا۔ یوں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تنقید بھی کیا کرتے تھے اور احتجاج بھی، لیکن سب کچھ احترام کے دائرے کے اندر رہ کر۔''

میرا اگلا سوال بھی مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم سے مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقات کے حوالے سے ہی تھا۔اور وہ یہ کہ نظریاتی ہم آہنگی نے ان دونوں کے تعلقات کو کس حد تک استحکام بخشا تھا؟ مولانا فرمانے لگے:

''بات دراصل یہ ہے کہ ۱۹۵۱ء کے الیکشن کے نتائج جب سامنے آئے تو مولانا محی الدین لکھوی کے علاوہ جماعت کا کوئی امیدوار کامیاب نہ ہو سکا۔وہ بھی جماعت کے رکن نہ تھے۔وہ اہلحدیث تھے اور اپنے حلقے میں پیر کے طور پر معروف ہونے کے ناطے اور اپنی نیکی وتقویٰ کے باعث بہت مقبول تھے۔اسی لئے لوگوں سے انہیں ووٹ مل گئے۔ان نتائج کے بعد میں، حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور غازی عبدالجبار صاحب نے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ دیکھ لیا آپ نے! ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ ہم نے تیاری تو کچھ بھی نہیں کی۔ضلع سیالکوٹ میں کل تیرہ نشستیں تھیں جن میں سے آٹھ پر جماعت اسلامی نے اپنے امیدوار کھڑے کر دیئے۔ صرف دو امیدواران کی ضمانت بچ سکی، باقی چھ کی ضبط ہوگئی۔صوبے بھر میں باقی ماندہ نشستوں پر بھی صرف دو مزید امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہونے سے بچ سکیں۔میاں طفیل صاحب دو حلقوں سے کھڑے ہوئے اور دونوں جگہ بُری طرح ہار گئے۔حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ دیکھئے! ہمارے ساتھ کیا ہو گیا ہے؟ صورتحال کا صحیح تجزیہ کرنے کی بجائے جماعت کے حلقوں سے دھاندلی کے الزامات عائد کئے جانے لگے اور یہ کہا گیا کہ مایوس نہیں ہونا چاہیے، ہم آیندہ کامیاب ہوں گے۔''لا تقنطوا من رحمة الله''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس الیکشن کے بعد ہی ہم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ پالیسی نہایت افسوس ناک، نہایت غلط اور نہایت حسرت ناک ہوگی اور اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ یہ معاشرہ ایسا ہے کہ جماعت اس انتخابی عمل میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اس طریق کار کو اپنا کر خود مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اقوال کی نفی کر رہے ہیں۔ انہوں نے اسلامی ریاست قائم کرنے کا جو نقشہ پیش کیا تھا، اس طریق کار کے ذریعے وہ اس سے بالکل اُلٹ جا رہے تھے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر بہت طویل بحثیں کیں۔ تب سے نظریاتی بنیادوں پر مستحکم ہونے والے تعلقات، زوال پذیر ہونے لگے۔''

اس موقعہ پر میرے شریک انٹرویو حکیم منصور العزیز نے مولانا عبدالغفار حسن سے استفسار کیا کہ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی مولانا مودودی مرحوم سے ذہنی ہم آہنگی جب تک رہی، وہ کس حد تک گہرائی کی حامل تھی؟ مولانا فرمانے لگے:

''حکیم صاحب نے جب جماعت میں شمولیت اختیار کی تب سے ہی وہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ دیکھئے میرا مزاج ایسا ہے کہ جب تک میں جماعت میں ہوں، امیر کی اطاعت کرتا رہوں گا۔ اگر امیر دریاں بچھانے کا حکم دے تو میں ایسا ہی کروں گا اور میں نے دریاں بھی بچھائی ہیں اور نعرے بھی لگائے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر پر اعلانات بھی کئے ہیں۔ مجھے ایسے کاموں سے کبھی بھی انکار نہیں رہا۔ لیکن جب بھی شوریٰ میں تنقید کا موقعہ آیا تو میں ایسا ضرور کروں گا اور اگر جماعت سے اختلاف ہوگیا تو اس سے الگ ہو جاؤں گا۔ لہٰذا ان میں ہم آہنگی کے دو مراحل تھے، ایک قلبی ہم آہنگی اور دوسری نظم وضبط کی ہم آہنگی، ذہنی ہم آہنگی تو ۱۹۵۱ء میں ختم ہوگئی تھی، البتہ وہ اس اُمید پر جماعت میں شامل رہے کہ شائد اصلاح ہو جائے۔ بالآخر ۱۹۵۷ء میں ہنڈیا پھوٹ ہی گئی اور وہ جماعت سے الگ ہوگئے۔''

جماعت کی قیادت سے تعلقات کے حوالے سے اس تفصیلی گفتگو کے بعد میں نے مولانا سے دریافت کیا کہ مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم جماعتی نظم کے کون سے مراحل طے کرتے ہوئے مرکزی شوریٰ تک پہنچے؟ مولانا کا مختصر جواب یہ تھا:

''وہ جماعتی نظم کے مطابق پہلے مقامی شوریٰ کے رکن بنے، پھر حلقے کی امارات پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائز ہوئے، بالآخر وہ مرکزی مجلس شوریٰ میں آ گئے۔"

مرکزی مجلس شوریٰ، جماعت اسلامی کا اہم پالیسی ساز ادارہ رہی ہے، اس کے چند اجلاس نہ صرف جماعت کی، بلکہ ملکی تاریخ میں بھی بے حد اہمیت کے حامل ہیں۔ شوریٰ کی رکنیت کے دوران المنبر کے مرحوم بانی کے کردار کے حوالے سے میں مولانا موصوف سے استفسار کر رہا تھا کہ یہ کیسا تھا؟ کیا وہ بالعموم خاموش رہتے تھے، یا بوقت ضرورت اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے؟ مولانا عبدالغفار حسن پرانی یادوں کو مجتمع کرتے ہوئے فرمانے لگے:

"وہ اپنے خیالات کا اظہار بوقت ضرورت کیا کرتے تھے، نہ تو زیادہ بولتے تھے، نہ زیادہ جھگڑتے تھے اور نہ ہی زیادہ خاموش رہتے تھے۔ وہ جب بھی محسوس کرتے کہ جماعت غلط راہ پر چل رہی ہے، یا پٹری سے اُتر رہی ہے، مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ مقاصد کے خلاف جارہی ہے، تب تنقید کیا کرتے تھے۔ انہوں نے صاف طور پر یہ کہا کہ میں نہ تو ان لوگوں سے متفق ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ جماعت اسلامی نے قبل از وقت الیکشن میں حصہ لیا ہے اور نہ ہی میں ان حضرات کا ہم خیال ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ جماعت اسلامی دینی اور سیاسی تقاضوں کے درمیان توازن قائم نہیں رکھ سکی۔ اب سیاسی رنگ اس پر غالب آتا جارہا ہے اور دینی رنگ پھیکا پڑتا جارہا ہے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان کہا کہ میں ان دونوں نقطہ ہائے نظر سے اختلاف کرتا ہوں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جماعت اسلامی کی قیادت نے اپنی اصل پالیسی سے مکمل انحراف کیا ہے۔ وہ شوریٰ کے اجلاس میں اس حوالے سے بھرپور دلائل کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے شوریٰ کے اجلاس میں نو گھنٹے کی انتہائی شاندار تقریر کی تھی۔ اگر وہ موجود ہو تو اسے شائع کرنا چاہیے۔"

مجلس شوریٰ میں مولانا مرحوم کا یہ کردار ناقدانہ تھا یا مصلحانہ اور تعمیری؟ یہ تھا میرا سوال، جس کے جواب میں مولانا فرما رہے تھے:

"ان کا انداز تو تعمیری ہی ہوتا تھا، ان کی تنقید میں تعمیر مضمر ہوتی تھی۔ وہ سلبی پہلو کے ساتھ ایجابی پہلو کو بھی سامنے لاتے تھے اور متبادل تجاویز پیش کیا کرتے تھے۔ وہ زیر بحث مسئلے کے منفی اور مثبت دونوں پہلوؤں کو سامنے لا کر قیادت کی اغلاط کی نشان دہی کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، مثبت لائحہ عمل کی وضاحت کرتے ہوئے اسلام کے دعوتی انداز کو اُجاگر کرتے، اس کے مقاصد گنواتے اور خاکے کے خدوخال کو بیان فرماتے تھے۔ وہ انہیں بتلاتے کہ کل مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا: ''جیسا دودھ، ویسا مکھن'' اور اب دودھ تو خراب ہے اور توقع کرتے ہیں کہ اس سے اچھا مکھن حاصل ہو جائے گا...... اس اعتبار سے ان کی تنقید تعمیری بھی تھی اور اصلاحی بھی۔''

ارکان شوریٰ کا بالعموم ان کے اس کردار کے بارے میں کیا تاثر تھا؟ میرے اس استفسار کے جواب میں مولانا عبدالغفار حسن صاحب کا ارشاد تھا:

''اس بارے میں دو قسم کے تاثر تھے۔ وہ لوگ جو مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد اعمیٰ تھے، وہ تو یہ کہا کرتے تھے کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواہ مخواہ مولانا کو پریشان کرتے ہیں، لیکن وہ حضرات جو معتدل نقطۂ نظر کے حامل تھے، مثلاً اجمل خان لغاری اور ان جیسے دوسرے افراد، وہ حکیم صاحب کے کردار کو خوب سراہتے تھے، وہ اس تنقید کو ضروری خیال کرتے تھے۔ بعض اور افراد بھی تنقید کیا کرتے تھے، مثلاً مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ۔ تنقید کی افادیت کے سبھی حضرات قائل تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر تو جماعت چل ہی نہیں سکتی۔ یہ تو اس کی روح ہے۔ خود مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کوئی جماعت اگر دو صورتوں میں سے ایک صورت اپنا لے تو وہ فرقہ بننے سے نہیں بچ سکتی۔ پہلی یہ ہے کہ ہم اپنی مسجدیں الگ بنالیں اور عام مسلمانوں کی مساجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیں، اس سے ہم فرقہ بن جائیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم اپنے اکابر پر تنقید کرنا چھوڑ دیں۔ اس سے بھی ہم جماعت کی بجائے فرقہ بن جائیں گے۔ خود مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تنقید کو ضروری خیال کرتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کی تھی، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ۱۹۵۶ء میں تنقید کی تھی۔ اصلاح احوال کے لیے تنقید کرنے والوں میں ہمارے علاوہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، غازی عبدالجبار صاحب اور سلطان صاحب شامل تھے۔ مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم نے تھوڑا بہت ہمارا ساتھ دیا۔ کیونکہ اس وقت تک وہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نوا تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ جائزہ کمیٹی پر ظلم ہوا ہے تو تب انہوں نے کھل کر ہماری حمایت کی۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مودودی نے جماعت اسلامی کی قیادت سے مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم ومغفور کے نظری وفکری اختلاف کے حوالے سے ۱۹۵۱ء کے سال کو اہم قرار دیا تھا۔ میں نے اسی کی مزید تفصیل جانتے ہوئے ان سے استدعا کی کہ وہ اس امر پر روشنی ڈالیں کہ کیا اس سے قبل بھی کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے یہ عندیہ ملتا ہو کہ جماعت کی پالیسی اور اس کے اساسی ہدف کے حوالے سے پہلے سے موجود نظریاتی ہم آہنگی متاثر ہونا شروع ہوگئی ہو۔ مولانا عبدالغفار حسن فرمانے لگے:

''ایسا ہوسکتا ہے۔ خیال یہی ہے کہ اس سے پہلے ہی اس کی ابتدا تو ہوچکی تھی، لیکن ابھی تک اس کا کھلم کھلا اظہار نہیں ہورہا تھا۔ بس صرف دیکھنے اور جائزہ لینے کی پالیسی جاری تھی۔ عملی طور پر اس کا اظہار ۱۹۵۱ء میں جماعت اسلامی کی انتخابات میں ناکامی کے بعد ہی ہوا۔ یہ بات واضح ہوگئی کہ جماعت کی پالیسی غلط، انتہائی افسوسناک اور ناعاقبت اندیشانہ ہے۔''

میں اس حوالے سے اب بھی تشنگی محسوس کررہا تھا۔ چنانچہ میں نے مولانا موصوف سے دریافت کیا کہ جب جماعت نے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تو اس وقت اس پر تنقیدی گفتگو نہیں ہوئی تھی؟ مولانا کا ارشاد تھا:

''تب شوریٰ میں گفتگو ہوئی تھی، لیکن اس لحاظ سے زیادہ زوردار نہیں تھی کہ ایک چیز ابھی عمل کے قالب میں ڈھلی ہی نہیں تو اس پر قبل ازوقت کیا تنقید کی جائے۔ انتخابی پالیسی کے حوالے سے غازی عبدالجبار صاحب اور چند دیگر افراد کی رائے تھی کہ شائد ہم ایک مضبوط اپوزیشن تشکیل دینے میں کامیاب ہوجائیں، جبکہ حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کی یہ سوچ نہیں تھی۔ انہیں دوچار امیدواروں سے زیادہ کامیابی کی توقع نہیں تھی، لیکن نتائج سامنے آئے تو اتنی کامیابی بھی نہ مل پائی۔ صرف ایک ہی امیدوار کامیاب ہوسکا اور وہ بھی ''خداج'' یعنی ناقص الخلقت بچے کی مانند۔''

مولانا سے میرا اگلا سوال تھا کہ جماعت کی پالیسی سے اختلاف رائے کے آغاز سے انتہا تک کیا آپ اور آپ کے دیرینہ مرحوم ساتھی کے درمیان مکمل فکری ہم آہنگی موجود رہی؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کا جواب تھا:

”بظاہر تو ایسا ہی رہا۔ جب شوریٰ کا اجلاس ہوتا تو میں تب لاہور میں ہوتا تھا اور حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد میں۔ لیکن وہ جب بھی شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کے لئے آتے تو اکثر و بیشتر ہمارے اظہار خیال میں یکسانیت پائی جاتی تھی، حالانکہ اجلاس سے قبل ہماری کبھی مشاورت نہیں ہوتی تھی، کیونکہ وہ بالعموم عین وقت پر اجلاس میں شرکت کے لیے پہنچا کرتے تھے۔ بات چیت کے دوران ہم ایک دوسرے کی رائے سے عام طور پر متفق ہی ہوا کرتے تھے۔ کبھی وہ پہلے اظہار خیال کرتے تھے تو میں ان کی رائے کو مناسب سمجھتا تھا اور کبھی میں پہلے اپنی رائے بیان کر دیتا تو وہ اسے درست قرار دیتے تھے۔ یوں کسی بھی منصوبہ بندی کے بغیر خیالات کی یہ ہم آہنگی ہمارے درمیان پائی جاتی تھی۔“

ماچھی گوٹھ کے اجلاس کو جماعت اسلامی کی تاریخ میں بے حد اہمیت حاصل ہے۔ اسے ایک اہم موڑ قرار دیا جاتا ہے۔ میں نے مولانا عبدالغفار حسن سے اس اجلاس کی اہمیت اور اس میں مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے کردار پر روشنی ڈالنے کی استدعا کی تو انہوں نے فرمایا:

”اصل معاملہ یہ ہے کہ ماچھی گوٹھ کے اہم موڑ سے قبل یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ہم ماچھی گوٹھ کے گاؤں میں گئے کیوں تھے؟ جماعت کے اجلاس تو بالعموم لاہور اور کراچی جیسے بڑے شہروں میں ہوا کرتے تھے۔ صادق آباد اور رحیم یار خان کے درمیان ایک چھوٹے سے گاؤں ماچھی گوٹھ میں آخر اجلاس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ مخالفین کہا کرتے تھے کہ یہ تو پیچھے ہٹ رہے ہیں اور وہاں پناہ لینے گئے تھے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ ۱۹۵۴ء یا ۱۹۵۵ء میں کراچی یا لاہور میں شوریٰ کا اجلاس اور عام اجتماع دونوں ہونے والے تھے، تو اس وقت جناب سعید ملک صاحب نے امیر جماعت، مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خط لکھا کہ ارکان کا آئندہ جو اجتماع ہوگا اس میں، میں لاہور کی فلاں شخصیت کے خلاف کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میری معلومات کے مطابق وہ رکنیت کے قابل نہیں ہے۔ اس لئے مجھے اس کے کردار کے حوالے سے مطمئن کیا جائے۔ جب مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ خط پہنچا تو وہ سٹپٹا گئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حیران ہوئے کہ یہ کیا بات ہے، کیونکہ وہ رکن لاہور کے بہت معزز رکن تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے تعلقات بھی بہت اچھے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ اگر ارکان جماعت میں ان کے خلاف بات کی گئی تو یہ تو بڑا مسئلہ بن جائے گا، ارکان جماعت بٹ جائیں گے اور جماعت میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے اس کا کوئی حل نکالنا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم سے بات کی۔ بالآخر یہ طے پایا کہ اس اخلاقی صورتحال کے علاوہ جماعت کی پالیسی کے حوالے سے تجزیہ کی غرض سے ابتدائی طور پر آٹھ ارکان پر مشتمل جائزہ کمیٹی بنا دی جائے۔ اس میں سعید ملک صاحب کو بھی شامل کیا جائے۔ جناب سعید ملک نے کہا کہ میرا مقصد تو اصلاح ہے۔ چاہے آپ آٹھ ارکان کے سامنے پیش کرنے کی اجازت دیں یا سبھی ارکان کے سامنے، یہ آپ کی مرضی ہے۔ میں صرف اصلاح چاہتا ہوں۔ کسی کی بدنامی نہیں۔ جائزہ کمیٹی کے آٹھ ارکان تھے:

(۱) جناب اجمل خان لغاری (۲) جناب باقر خان صاحب (۳) مولوی عبدالرحیم صاحب (مشرقی پاکستان) (۴) جناب سعید ملک صاحب (۵) جناب غازی عبدالجبار صاحب (۶) جناب شیخ سلطان احمد صاحب (۷) مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم اس کے کنویز تھے، جبکہ (۸) میں (مولانا عبدالغفار حسن) اس کا آٹھواں رکن تھا۔

"حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد پہنچے تو انہوں نے بذریعہ فون رابطہ قائم کر کے جائزہ کمیٹی کے کام، مقاصد اور طریق کار کے حوالے سے معلومات طلب کیں اور مطلوبہ کاغذات ارسال کرنے کو کہا تاکہ کام کا آغاز کیا جا سکے۔ لیکن مرکز کی جانب سے تعاون کی بجائے ٹالنے کی پالیسی پر عمل کیا جاتا رہا، تا آنکہ شوریٰ کا اجلاس سر پر آ گیا۔ اس اجلاس میں اس رویے کی شکایت کی گئی تو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کو جناب سعید ملک کی جائزہ کمیٹی میں شمولیت پر اعتراض ہے۔ پھر ایک تجویز یہ بھی سامنے آئی کہ سعید ملک صاحب کے ساتھ تین اور افراد کو بھی اس کمیٹی میں شامل نہ کیا جائے اور یہ صرف چار ارکان پر مشتمل ہو، چنانچہ پہلے چار ارکان کو فارغ کر دیا گیا۔ باقی چار ارکان نے پورے مغربی پاکستان کا دورہ کیا، مولانا مودودیؒ ان دنوں بلاد عربیہ کے دورے پر چلے گئے تو مجھے قائم مقام امیر بنا گئے، جس کی وجہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے میں تو اس دورے میں شریک نہیں ہو سکا، البتہ گوجرانوالہ اور ساہیوال کا سفر میں نے اس کمیٹی کے ساتھ کیا تھا۔ گوجرانوالہ میں ایسی کوئی بات نہیں آئی جس سے نتیجہ اخذ کیا جا سکے کہ ارکان کمیٹی نے کوئی غیر محتاط طریقہ اختیار کیا ہو۔ البتہ ساہیوال میں چند ارکان جائزہ کمیٹی نے کچھ سخت سوالات بھی کیے۔ ان کے سامنے ایک رکن جماعت بشیر صاحب دودھ فروش تھے جنھوں نے سرکاری نوکری چھوڑ کر دودھ فروشی کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ ان سے کیے جانے والے سخت سوالات کا اصل مقصد حقائق معلوم کرنا تھا۔ مجھے ان لوگوں کی نیت پر کسی قسم کا شبہ نہیں تھا۔ نیت پر حملہ تو میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی نہیں کرتا، صرف اسے پالیسی کے بارے میں اختلاف رائے سے تعبیر کرتا ہوں اور ان کے طریق کار کو غلط گردانتا ہوں۔

میں ان دو شہروں کے علاوہ کہیں اور تو جائزہ کمیٹی کے ارکان کے ہمراہ نہ جا سکا، البتہ جب رپورٹ مرتب ہونا تھی تو تب میں نے فیصل آباد جا کر حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پندرہ روز قیام کیا۔ وہیں جناب غازی عبدالجبار صاحب اور جناب سلطان احمد صاحب بھی تھے۔ ہم چاروں افراد نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے پورے مغربی پاکستان کے دورے میں ارکان سے کیے گئے انٹرویوز اور ملاقاتوں کے نوٹس کے علاوہ آنے والی تمام تحریروں کو سامنے رکھ کر رپورٹ مرتب کی۔ اس میں ہم نے اپنی رائے نہیں دی۔ اس رپورٹ کو دیکھ کر جناب وصی مظہر ندوی صاحب کہنے لگے کہ آپ لوگوں نے اتنی محنت کی ہے کہ جی چاہتا کہ آپ کو سلامی دیں، مبارکباد پیش کریں۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہنس کر کہنے لگے: میں تو سمجھا کہ شائد آپ یہ کہنے والے ہیں کہ ہم آپ پر فائرنگ کر دیں۔ بہر حال یہ ایک مذاق تھا۔ جناب مولانا وصی مظہر ندوی، جناب مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم اور دوسرے وہ حضرات جو مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد نہیں تھے، انہوں نے ہماری تائید کی، ساتھ دیا۔"

مولانا عبدالغفار حسن فرما رہے تھے کہ یہ کہانی تو خاصی طویل ہے، اسے بیان کرنا بھی بے حد تکلیف دہ ہے۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ کھانا میز پر سجا دیا گیا تھا۔ اس سے فراغت کے بعد گفتگو کا سلسلہ مزید آگے بڑھا، مولانا ممدوح، واقعات کی کڑیوں کو ازسرنو جوڑتے ہوئے فرمانے لگے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جائزہ کمیٹی کے اس واقعے کے علاوہ اور بھی کئی ایک واقعات ہیں جن کی وجہ سے ماچھی گوٹھ کے اجتماع کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ بات دراصل یوں ہوئی کہ جائزہ کمیٹی کی رپورٹ پر مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے شوریٰ کے اجلاس (جو ۱۰ دسمبر ۱۹۵۶ء کو ختم ہوا) کے ۱۳ روز بعد حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب کو ایک نوٹ بھیجا (یہ نوٹ جب حکیم صاحب کو ملا، تب میں بہاولپور میں ارکان کی ایک تربیت گاہ میں مصروف تھا۔) ۲۳ دسمبر ۱۹۵۶ء کا لکھا ہوا یہ نوٹ حکیم صاحب کو موصول ہوا۔ اس میں تحریر تھا کہ میں آپ کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ آپ پر تین الزامات ہیں:

۱۔ آپ نے نادانستہ طور پر سازش کی ہے۔ یعنی نتیجہ وہی نکلا جو دانستہ سازش کا ہوتا ہے۔

۲۔ آپ نے جماعت کے اندر رہتے ہوئے دھڑے بندی کی ہے۔

۳۔ آپ ہوس اقتدار میں مبتلا ہیں۔

''اسی نوٹ میں یہ بھی لکھا تھا کہ (غالباً) آپ ایک ماہ کے اندر جواب دیں کہ آپ مرکزی مجلس شوریٰ سے مستعفی ہونے پر تیار ہیں یا نہیں؟ اگر آپ تیار نہیں ہیں تو آپ کو لے کر اس حلقے میں جاؤں گا جس نے آپ کو منتخب کیا ہے اور وہاں کے ارکان سے کہوں گا کہ ان کو رکھنا ہے تو میں امیر نہیں رہوں گا اور اگر مجھے رکھنا ہے تو انہیں واپس لو۔ یہ نوٹ جب حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو موصول ہوا تو انہوں نے فوراً مجھے بہاولپور فون کیا۔ میں نے وہاں سے آگے سندھ کا پروگرام ملتوی کیا اور واپس آ گیا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ نوٹ مجھے دکھلایا اور کہا کہ یہ کل تک آپ کو بھی مل جائے گا۔ ایسا ہی ہوا اور وہ نوٹ مجھے بھی دوسرے روز مل گیا۔ چنانچہ میں اور حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں رحمان پورہ لاہور میں مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کے پاس گئے، انہیں وہ نوٹ دکھایا اور ان سے اس بحران سے نمٹنے کے حوالے سے مشورہ کیا۔ مولانا اصلاحی مرحوم کو تب جماعت میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اہم ترین مقام حاصل تھا، وہ یہ نوٹ پڑھتے ہی جلال میں آ گئے۔ انہوں نے اسے صریحاً زیادتی سے تعبیر کیا اور کہا کہ آپ لوگوں کی اتنی محنت اور کام کا یہ صلہ آپ کو دیا جا رہا ہے؟ اب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ خاموش رہیں، اس نوٹ کا جواب میں انہیں دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے کئی صفحات پر مشتمل ایک مفصل جواب لکھا جس میں ہر بات کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تھا۔ یہ خط جب مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو پڑھنے کے بعد انہوں نے میاں طفیل محمد صاحب کو لکھا کہ میں آج سے جماعت اسلامی کی امارت سے مستعفی ہوتا ہوں، آپ ارکان سے کہہ دیجئے کہ وہ نیا امیر منتخب کریں، جیسا کہ سابق امیر کے مرنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ جب یہ خط میاں طفیل صاحب کے پاس پہنچا تو بارش کی حالت میں صبح نو بجے احسان الحق ڈرائیور کے ہمراہ جماعت کی گاڑی میں میرے ہاں آ گئے۔ میں کمبل اوڑھے باہر نکلا اور دروازے پر کھڑے احسان الحق سے دریافت کیا کہ خیریت تو ہے کہ بارش کے اس عالم میں یہاں آ گئے؟ اس نے کہا گاڑی میں میاں طفیل صاحب بیٹھے ہیں، وہ آپ کو بلا رہے ہیں، کیونکہ مولانا اصلاحی صاحب کے ہاں جانا ہے۔ میں نے اوور کوٹ پہنا اور ساتھ چلا گیا۔ گاڑی کی پچھلی نشست پر نصر اللہ خان عزیز مرحوم اور نعیم صدیقی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میاں طفیل اگلی سیٹ پر تھے۔ جب ہم مولانا اصلاحی مرحوم کے گھر پہنچے تو وہ اپنے کمرے میں سردی کی وجہ سے کوئلے تاپ رہے تھے۔ میاں طفیل محمد صاحب نے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خط پڑھ کر انہیں سنایا، نعیم صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کمبل اوڑھے ہوئے تھے سسکیاں لینے لگے، رونے لگے۔ اصلاحی صاحب بڑے وقار کے ساتھ خاموشی سے بیٹھے رہے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ کس چیز کا ردعمل ہے؟ یعنی مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھے ہوئے ان کے خط کا۔ مولانا اصلاحی مرحوم نے کہا کہ اب اس صورتحال کا ایک ہی حل ہے کہ آپ بذریعہ ٹیلیفون یا ٹیلی گرام تمام ارکان شوریٰ کو ایک دو روز کے اندر پہنچنے کے لیے کہیں اور یہ سارا مسئلہ ان کے سامنے رکھ دیں، مگر شرط یہ ہے کہ کسی بھی رکن جماعت کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا۔ اگر یہ بات ان تک پہنچی تو اس سے بحران سنگین ہو جائے گا۔ یہ بات سننے کے بعد سب خاموش رہے اور پھر ہم وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔ میں مرکز میں پہنچا اور نعیم صدیقی صاحب بھی۔ میاں طفیل صاحب دفتر میں گئے اور جماعت کی رکنیت سے استعفیٰ لکھ دیا۔ استعفیٰ دینے کے بعد پھر لاہور کے ارکان جماعت کو فون کر دیا کہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سازش ہو رہی ہے انہوں نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس اطلاع سے تو کہرام مچ گیا۔ ارکان جماعت میرے پاس آنے لگے کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے؟ آپ نے مولانا کے ساتھ بدتمیزی اور گستاخی کی ہے۔ وہ لڑنے جھگڑنے لگے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا اصلاحی مرحوم نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھنے سے پہلے دو مرتبہ کہا تھا کہ مولانا! یہ لوگ آپ کے پرانے ساتھی ہیں، انہوں نے بارہ سال سے زیادہ آپ کے ساتھ گزارے ہیں، جماعت کے لئے کام کرتے ہوئے اپنی داڑھیاں سفید کی ہیں، اس لئے ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ آپ نے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالغفار حسن صاحب کو تو استعفیٰ دینے کے لیے خط بھجوا دیا ہے لیکن باقی دونوں حضرات، غازی عبدالجبار صاحب اور سلطان احمد صاحب، کو نہ بھجوائیں اور شوریٰ کا اجلاس بلائیں۔ مولانا یہ سن کر خاموش رہے، چنانچہ اصلاحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے واپس آ گئے۔ پھر یہ ہوا کہ استعفیٰ کی طلبی کا خط غازی عبدالجبار صاحب کو بھی مل گیا۔ مولانا اصلاحی مرحوم دوبارہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور کہا کہ مولانا! میں نے آپ سے کہا تھا کہ باقی دونوں حضرات کو وہ نوٹ نہ بھجوایئے، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اب بھی وقت ہے کہ آپ اپنا یہ نوٹ واپس لے لیں تو بحران ختم ہو جائے گا۔ یوں دو مرتبہ ان سے ذاتی روابط کے بعد مولانا اصلاحی مرحوم نے اپنا وہ تفصیلی خط لکھا جسے پڑھنے کے بعد مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کی امارت سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ جب یہ خبر سبھی ارکان میں پھیل گئی تو دو تین روز بعد میرے پاس میاں طفیل محمد صاحب کا خط آیا کہ خبر سینہ بہ سینہ پھیل گئی ہے اور غلط فہمیاں جنم لے رہی ہیں لہٰذا میں خبر کو اشاعت کے لیے ''تسنیم'' اخبار کو بھجوا رہا ہوں، چنانچہ تیسرے روز مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا استعفیٰ اس میں شائع ہو گیا، جس سے صورتحال اور زیادہ خراب ہو گئی اور اس میں مزید بگاڑ آ گیا۔

میں جماعت اسلامی کے شعبہ تربیت (جو پورے پاکستان کے لیے تھا) کا ناظم تھا۔ میں نے اس عہدے سے تحریری استعفیٰ بھجوا دیا۔ جواب میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا خط مجھے ملا کہ میں نے آپ سے مرکزی شوریٰ کی رکنیت سے استعفیٰ طلب کیا ہے، شعبہ تربیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نہیں۔ اس لیے آپ بات کو وہاں تک ہی رکھئے جہاں تک وہ ہے، آپ اسے بڑھا رہے ہیں، آپ تو اُلٹی گنگا بہا رہے ہیں۔ میں نے جواباً انہیں لکھا کہ بات یہ ہے کہ آپ نے ارکان جائزہ کمیٹی پر جو الزامات لگائے ہیں اور جن میں، میں بھی شامل ہوں، اگر وہ صحیح ہیں تو ایسا شخص مربی کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر وہ مربی ہو گا تو آگے فساد پھیلائے گا، دھڑے بندی کرے گا اور ہوس اقتدار میں مبتلا ہو گا۔ پورے پاکستان کے شعبہ تربیت کے نگران ہونے کے ناطے ان الزامات کو درست سمجھنے کی صورت میں تو اس منصب پر فائز نہیں رہا جا سکتا اور اگر یہ الزامات غلط ہیں تو جس نے الزام لگایا ہے اس کی تردید ضروری ہے اور پھر اس کا مستعفی ہونا بھی۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ یہ خط پڑھ کر بڑے پریشان ہوئے اور غصے میں آ گئے۔ نعیم صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے مولانا کو بڑا سخت خط لکھا ہے۔ انہیں اس سے بہت صدمہ ہوا ہے۔ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں نے جواباً کہا کہ مولانا نے مجھے کہا تھا کہ حد سے نہ بڑھو اور میں کہاں حد سے بڑھتا ہوں؟ میں نے ایک اصولی اور صحیح بات لکھی ہے۔ صورتحال کو اس حد تک لے جانے کے بعد شوریٰ کا اجلاس بلا لیا گیا۔ جب یہ ساری بدنامی ہو گئی تو ارکان شوریٰ کو اکٹھا کر لیا گیا۔ اس میں بحث کا آغاز ہوا تو وہاں ایک نئے قصے نے جنم لے لیا۔ جماعت کی بیوروکریسی نے جناب سعید ملک صاحب پر کئی ایک الزامات عائد کر ڈالے اور مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا۔ اس مقصد کے لیے تین جج مقرر ہوئے:

۱۔ جناب باقر خان صاحب

۲۔ جناب غلام محمد صاحب

۳۔ میں (مولانا عبدالغفار حسن)

ہم تینوں نے سعید ملک صاحب کو بلا کر مقدمے کا آغاز کیا اور ان سے سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا، ان کے خلاف الزامات پڑھے ہی جا رہے تھے کہ ایک صاحب نے آکر بتلایا کہ ابھی فون پر یہ اطلاع آئی ہے کہ راولپنڈی کے امیر حلقہ جناب صدیق الحسن گیلانی نے سعید ملک صاحب کی رکنیت جماعت معطل کر دی ہے۔ یہ سن کر سعید ملک کو بے حد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افسوس ہوا۔ ابھی مقدمے کا آغاز ہی ہوا ہے، فیصلہ تو دور کی بات ہے اور اس سے قبل ہی رکنیت معطل کر دی گئی۔ چوہدری غلام محمد صاحب کو بھی اس کا افسوس ہوا۔ ان کے الفاظ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: ''افسوس یہ ہے کہ جماعت ایک بھر بھرے ٹیلے پر کھڑی ہے۔'' دوسرے روز فیصل آباد سے فون آ گیا کہ وہاں کے امیر حلقہ جناب اسعد گیلانی نے حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ اور چوہدری عبدالحمید کی رکنیت معطل کر دی ہے۔ فیصل آباد اور راولپنڈی کے امیر حلقہ آپس میں بھائی ہیں۔ حقیقت میں ان صدیقیوں اور گیلانیوں نے جماعت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔

ان سب واقعات کے بعد شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ جماعت کے ارکان کا اجتماع ماچھی گوٹھ میں ہوگا اور وہیں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نئی قرارداد پیش کریں گے اور اس پر فیصلہ ہوگا۔ اس طرح ماچھی گوٹھ کے اجلاس کی اہمیت بڑھ گئی۔ غازی عبدالجبار صاحب بیماری کے باعث وہاں نہ جا سکے۔ سلطان احمد صاحب گئے، لیکن بالکل خاموش رہے۔ اجلاس میں، میں، حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اصلاحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گئے تھے۔ البتہ میں تین روزہ اجتماع میں صرف ڈیڑھ دن کیلئے شریک ہو سکا۔ میرے ایک عزیز عتیق صاحب (فیصل آباد) جو رکن جماعت تھے، ماچھی گوٹھ آتے ہوئے راستے میں ذہنی توازن کھو بیٹھے۔ پولیس نے انہیں حوالات میں بند کر دیا، میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر انہیں بذریعہ عدالت چھڑوانے کیلئے چلا گیا۔ بعد میں اجلاس کے دوران بڑی معرکۃ الآراء تقاریر ہوئیں، جن میں حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کی تقریر بھی شامل تھی۔ مولانا اصلاحی مرحوم اور مولانا مودودی مرحوم کے خطاب بھی ہوئے۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں جو قرارداد پیش کی اس کا مطلب یہ تھا کہ جن لوگوں کو جماعت اسلامی کے مقصد سے تو اتفاق ہے لیکن طریق کار سے اختلاف ہے، وہ جماعت کے رکن تو رہ سکتے ہیں، لیکن جماعت کے کسی ذمہ دار منصب پر فائز نہیں ہو سکتے۔ ایسا کر کے ہفت روزہ ''تسنیم'' کے مدیر ارشاد احمد حقانی کا نکالنا پڑا، لیکن ساتھ ہی ساتھ مصطفیٰ صادق صاحب اور محی الدین سلفی صاحب پر بھی نزلہ آن گرا۔

وقفہ برائے اعتراضات و عمومی تبادلہ خیال کے دوران، میں سٹیج کے قریب آ کر بیٹھ گیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تا کہ اظہار خیال کرسکوں۔ دوسرے حضرات کے باعث یہ سلسلہ خاصا طویل ہوگیا۔ میری باری بہت دیر سے آئی۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ اگر آپ لوگ میرے نوٹ بنام اراکین جائزہ کمیٹی کی بابت عدالت قائم کرنے پر زور دے رہے ہیں تو میں اس کے لیے تیار ہوں، لیکن جب تک فیصلہ نہیں ہوتا، میں امارت قبول نہیں کروں گا۔ اس پر نصر اللہ خان عزیز مرحوم نے کہا کہ ہمیں آپ کی امارت مطلوب ہے، عدالت بھاڑ میں جائے۔ اصلاحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ سارا الزام مجھ پر آرہا ہے اور پروپیگنڈہ یہ کیا جارہا ہے کہ وہ سارا کچھ اپنی امارت کے لیے کررہے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنا دامن صاف کرنے کے لیے کہہ دیا کہ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ مولانا امارت سنبھال لیں۔ اب میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہا تھا، سارا ڈرامہ ہی ختم ہوگیا۔ میں دستور جماعت کی ایک عبارت پڑھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اتنے میں پیچھے بیٹھے مرکزی ملازمین جماعت نے شور وغوغا بپا کردیا، یہ خلاف ورزی ہو رہی ہے، خلاف ورزی ہو رہی ہے، بیٹھ جاؤ، کے نعرے بلند ہونے لگے۔ امیر کی موجودگی میں یہ شور بہت ناروا لگا۔ اسی دوران مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اب آپ اس معاملے کو چھوڑ دیجیے، ختم کردیجیے۔ میں اور کر بھی کیا سکتا تھا، اسے وہیں چھوڑ کر چلا آیا۔ اس کے بعد قرارداد پر ہاتھ اُٹھوائے گئے۔ کہا یہ گیا کہ جو لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں وہ ہاتھ اٹھائیں، جو اتفاق کرتے ہیں وہ ہاتھ نہ اٹھائیں۔ میں نے ہاتھ اُٹھا دیا، اصلاحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں اٹھایا، ان دونوں نے میرے پاس محی الدین سلفی صاحب کو بھیجا اور کہا کہ آپ ہاتھ نہ اٹھائیں۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ میں اس قرارداد سے مطمئن نہیں ہوں، یہ حیلہ ہے، میں اسے نہیں مانتا، میں ہاتھ ضرور اٹھاؤں گا۔ مولانا نصر اللہ خان عزیز بعد میں کہنے لگے کہ آپ کا نام تو لوگ شوریٰ کی رکنیت کے لیے لے رہے ہیں لیکن آپ تو اختلاف رکھتے ہیں، آپ کیسے اس کے رکن بنیں گے، میں نے کہا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے رکن بننے کی۔

یہ تھا ماچھی گوٹھ کا اجتماع جس میں حکیم صاحب مرحوم نے آخری وقت تک کوشش کی کہ کسی طرح یہ بات بن جائے اور صورتحال ٹھیک ہوجائے۔ کسی حد تک اس کے وعدے بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے، یہ بھی طے ہو گیا کہ جنہوں نے جماعت اسلامی کی پالیسی کے خلاف یا موافقت میں غلط رویہ اختیار کیا ہے انہیں سزا دی جائے گی، ان سے باز پرس کی جائے گی، لیکن جب واپس پہنچے تو "تسنیم" سے محی الدین سلفی الگ کر دیئے گئے، ارشاد احمد حقانی نے تو الگ ہونا ہی تھا، اسی طرح مصطفیٰ صادق صاحب اور عبدالحفیظ صاحب کو بھی فارغ کر دیا گیا۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے جماعت کے اندر رہتے ہوئے اس کی پالیسی سے اختلاف کیا تھا اور جائزہ کمیٹی پر الزامات عائد کئے تھے، انہیں کچھ نہیں کہا گیا۔ ایک پٹھان تھے انہوں نے کہا کہ سارا کام وہابیوں اور غیر مقلدوں نے خراب کیا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان صاحب کے علاوہ باقی تینوں حضرات رفع یدین کرتے تھے، گو کہ سسرال کے اہل حدیث ہونے کے ناطے وہ بھی آدھے اہل حدیث تھے۔ مولانا اصلاحی مرحوم نے اس پٹھان کو ڈانٹا اور کہا کہ یہ اصولی اختلاف ہے۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ جماعت کے دستور کے خلاف کام کر رہے ہیں، یہاں اہل حدیث یا غیر اہل حدیث کا سوال نہیں ہے، اس لئے اس پلیٹ فارم سے ایسی بات مت کی جائے۔

اس کے بعد حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا مولانا! اب معاملہ ختم ہو رہا ہے، جماعت اسلامی میں اب رہنا بیکار ہے۔ اس میں کام کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، اب یہ جماعت آہستہ آہستہ عوامی بننے کی کوشش کرے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا تشخص اور وقار ختم ہو کر رہ جائے گا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم رجال کار تیار کرنے کے لیے تعلیمی میدان میں کام کریں، چنانچہ میں اپنا بوریا بستر لے کر فیصل آباد آ گیا۔"

مولانا عبدالغفار حسن کا تفصیلی جواب ابھی جاری تھا۔ نہ صرف جماعت اسلامی بلکہ خود مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم اور ان کی زندگی کے اس اہم ترین موڑ کی داستان بے حد طویل بھی تھی اور خاصی دلچسپ بھی، ماضی پر پڑے ہوئے دبیز پردوں کو ہٹاتے ہوئے واقعات کے ہجوم کو مولانا منظر عام پر لا رہے تھے:

"ماچھی گوٹھ کے اجتماع کے بعد ایسا رویہ سامنے آیا، جس سے جماعت کی قیادت کے "اعلیٰ ظرف" کا پتہ چلتا ہے۔ میں جس مکان میں رہائش پذیر تھا اس کے مالک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت کے ایک متفق تھے۔ ان کی بیٹی کی شادی بھی میری اہلیہ نے کروائی تھی۔ ان کی طرف سے مجھے نوٹس ملا کہ مکان خالی کردیں کیونکہ آپ جماعت کی پالیسی سے اختلاف کررہے ہیں۔ اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی سے بھی ان کے مالک مکان نے مطالبہ کیا کہ وہ بھی گھر خالی کردیں کیونکہ انہیں یہ مکان مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر دیا گیا تھا۔ اب چونکہ آپ کو مولانا سے اختلاف ہوگیا ہے، اس لیے اسے چھوڑ دیں۔ مولانا اصلاحی مرحوم نے کہا کہ اچھا! یہ بات ہے تو ابھی خالی کردیتا ہوں، میں راجپوت ہوں، کسی کا بھی احسان نہیں لوں گا، خواہ وہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ وہ نئے مکان کی تلاش میں فوراً نکل کھڑے ہوئے اور جیسے ہی ملا، وہاں منتقل ہوگئے۔ یہ تھا ''ان'' کے اخلاق کا ''اعلیٰ نمونہ۔''

''ماچھی گوٹھ کا اجتماع اس اعتبار سے زیادہ اہم ہوگیا کہ وہاں، بحران ختم ہونے کے بجائے اور زیادہ سنگین اور گہرا ہوگیا۔ پھر یہ بھی ہوا کہ مولانا مودودی جو پہلے جمہوریت کے مخالف تھے، اب اس کے حمایتی بن گئے۔ البتہ ان کا مزاج وہی رہا کہ انہوں نے شوریٰ کو بھی کوئی حیثیت نہ دی۔ حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم نے ماچھی گوٹھ میں اپنی تقریر کے دوران یہ ثابت کیا تھا کہ کب کب کہاں کہاں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے شوریٰ کا اجلاس بلائے بغیر فیصلے کیے، انہوں نے اس کی ٹھوس مثالیں دیں۔ انہیں میں سے ایک مثال یہ تھی کہ چوہدری محمد علی مرحوم نے جب ۱۹۵۶ء کا دستور بنایا تھا تو مولانا مودودی اس وقت ڈھاکہ میں تھے، جہاں شوریٰ کے دو تین اراکین موجود تھے۔ مولانا مرحوم نے وہیں بیان دے دیا کہ ہم دستور کو قبول کرتے ہیں جبکہ شوریٰ کا اجلاس بعد میں لاہور میں بلایا، جس میں، میں نے مولانا سے دریافت کیا کہ آپ نے جو فیصلہ کیا ہے، ہم اسے قبول کریں گے یا رد کردیں گے؟ اگر رد کرتے ہیں تو سبکی ہوگی کہ پہلے قبول کرلیا تھا۔ آپ نے شوریٰ کا اجلاس اعلان قبول سے پہلے کیوں نہیں بلایا؟ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اب ہم تفصیلی غور کریں گے اور فیصلہ دیں گے۔''

جماعت اسلامی کی تاریخ کا یہ حصہ بڑا دلچسپ بھی تھا اور دل فگار بھی۔ اسی دور میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت کو ایسا عظیم نقصان اٹھانا پڑا جس کی تلافی بعد میں ممکن ہی نہ ہو سکی، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے جماعت اپنے اصل ہدف سے دور ہوتی چلی گئی۔ اس لیے کہ جس ہدف کو مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم و مغفور اور ان کے ساتھیوں نے جماعت کی تاسیس کی ابتدا سے اسے چھوڑنے تک اپنی نظروں میں سجائے رکھا تھا، اس سے انحراف کیا جانے لگا تھا۔ انہوں نے تو جماعت کے مشن کو اپنی زندگی کے مشن سے تعبیر کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنی جوانیاں اسی مشن کی نذر کر دی تھیں، مولانا عبدالغفار حسن سے میرا اگلا سوال اسی حوالے سے تھا کہ کیا آپ جماعت کے لیے کام کرتے وقت یہ محسوس کر رہے تھے کہ اس مشن کے لیے کی گئی آپ کی جدوجہد بارآور ہو رہی تھی؟ مولانا فرما رہے تھے:

''اس بارے میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ جب تک انتخابی سیاست میں جماعت کی قیادت نے قدم نہیں رکھا تھا تب تک کردار سازی، تزکیۂ نفس اور تربیت اخلاق کے لیے بہت اچھا کام ہو رہا تھا۔ ۱۹۵۱ء میں جب انتخابی سیاست میں حصہ لیا گیا تو اچھی اُمیدیں خاک میں مل گئیں، اس کے بعد اچھے کام آگے بڑھائے نہ جا سکے، تب سے روز بروز انحطاط بڑھتا چلا گیا۔ نظم و ضبط، پابندیٔ اخلاق اور معاملات میں اچھائی کے جو معیارات پہلے تھے وہ آہستہ آہستہ گرتے چلے گئے۔''

وہ کون سے عوامل تھے جن کی بنیاد پر مولانا مودودی نے جماعت کے ابتدائی طریق کار کی جگہ ایک نئی راہ اقامت دین کے لیے منتخب کی؟ اور مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم کی نظر میں اس میں کیا خرابیاں تھیں، جن کے باعث انہوں نے جماعت کے اساسی خطوط کو ہی اپنائے رکھنے پر اصرار کیا؟ میرے اس سوال کے جواب میں مولانا ممدوح فرمانے لگے:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا مودودی نے شروع میں یہ کہا تھا کہ جب تک معاشرے کی اصلاح اور فکری و اخلاقی انقلاب برپا نہ ہو، اس وقت تک سیاسی اور معاشی انقلاب بپا نہیں ہو سکتا۔ سیاسی انقلاب، فکری انقلاب کے تابع ہے۔ لیکن جب مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ، پاکستان آئے اور یہاں کے حالات دیکھے تو انہیں یہ خوش فہمی ہو گئی کہ اگر ہم نے انتخابات میں حصہ لیا تو لوگ ہمیں ووٹ دے دیں گے۔ یوں انہوں نے آگے آنے کے لیے اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسان طریقہ سمجھ لیا۔ لہٰذا فکری انقلاب اور اخلاقی تربیت کو چھوڑ کر ہم پہلے انتخاب میں حصہ لیتے ہیں، اگر کامیاب ہو گئے تو پھر ہم عوام کی اصلاح بھی کریں گے اور حکومت کی بھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنی اصلاح بھی کریں گے۔ گویا اب ہدف یہ ہو گیا کہ پہلے حکومت پر قبضہ کیا جائے اور پھر معاشرے کی اصلاح کی جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلا کام بھی ختم ہو گیا اور دوسرا مقصد بھی حل نہ ہو سکا۔ حکیم صاحب مرحوم نے اسی حوالے سے انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اصل راہ سے انحراف کیا جا چکا ہے۔ پہلے آپ کیا کہتے تھے اور اب کیا کر رہے ہیں؟ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر انتخابی عمل کے ذریعے ایک اچھا آدمی آ بھی جائے، لیکن باقی لوگ ٹھیک نہ ہوں تو کام نہیں چل سکتا۔ خود مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مثال دی تھی کہ وہ کتنے بڑے پائے کے عالم و زاہد حکمران تھے، لیکن ہوا یہ کہ چونکہ ان کے نائبین و رفقاء کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل تھی جو بگڑے ہوئے معاشرے کا حصہ تھے، لہٰذا انہیں دو سال کے اندر اندر زہر دے دیا گیا۔ چنانچہ مولانا مودودی نے کہا تھا کہ جیسا دودھ ویسا مکھن، اگر دودھ اچھا ہے تو مکھن بھی اچھا ہوگا اور اگر دودھ زہریلا ہے تو مکھن بھی زہریلا ہوگا، اس اعتبار سے پہلے دودھ کی فکر ہونی چاہیے، مکھن کو پہلے ٹھیک کر کے تو دودھ ٹھیک نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جب عمل اس کے برعکس ہوا اور الٹی چھلانگ لگائی گئی تو پہلا جو کام ہو رہا تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور دوسرے میں بھی کامیابی نہ ہو سکی۔"

مولانا عبدالغفار حسن سے ہماری گفتگو وقت کی حدود و قیود سے ماورا ہو رہی تھی۔ یہ کام ایک روز میں پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ ہم نے اسے دوسرے روز تک پھیلا دیا، محض اس لیے کہ مولانا محترم اس دور کے عینی شاہد تھے، اس دور کا ایک ایک لمحہ ان کی آنکھوں کے سامنے گزرا تھا، ان پر بیتا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا قدم بقدم ساتھ چل رہے تھے۔ میں اس دور کے ہر زاویے کو تفصیل سے جاننے کا خواہش مند تھا۔ دوسرے روز گفتگو کے آغاز میں، میں نے مولانا موصوف سے دریافت کیا کہ مجلس شوریٰ کا وہ اجلاس جس میں خاصی ہنگامہ خیزی رہی اور آپ حضرات کی جماعت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے علیحدگی کا فیصلہ ہوا، اس اجلاس کے جماعت اسلامی کے مستقبل پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟ اور کیا اباجان مرحوم یا آپ نے ان اثرات کی نشاندہی اس اجلاس میں کی تھی؟

مولانا محترم کا جواب یہ تھا:

''ہم نے تو یہ سب کچھ انہیں بتلا دیا تھا۔ انہیں یہ انتباہ کر دیا گیا تھا کہ اس سے جماعت کو نقصان پہنچے گا، جبکہ ملک کو بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ جب اچھے لوگ ناکام ہو جائیں گے تو اور زیادہ مایوسی پھیل جائے گی۔ لہٰذا آپ پہلے سے طے کردہ سیدھے راستے پر ہی چلیے، غلط راستہ مت منتخب کیجئے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات واضح طور پر بتلا دی تھی کہ آپ کی اس نئی پالیسی سے فساد پیدا ہوگا، خرابی جنم لے گی۔''

اس نظریاتی اختلاف کے باعث ان لوگوں کیلئے جماعت میں مزید رہنا ممکن نہ تھا جنہوں نے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی دعوت کو ہی اپنی زندگیوں کا مشن بنا لیا تھا، چنانچہ انہوں نے جماعت سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن وہ لوگ تھے کون کون سے؟ اس سوال کے جواب میں مولانا عبدالغفار حسن نے بتلایا:

''پہلے تو جائزہ کمیٹی کے چاروں اراکین نے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا، پھر مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ، اجمل خان لغاری اور سعید ملک بھی تیار ہو گئے اور بھی بہت سے افراد جماعت سے الگ ہو گئے، ان کے نام ذہن میں محفوظ نہیں ہیں۔ بہر حال اچھی خاصی تعداد تھی جس نے جماعت کو خیرباد کہہ دیا۔ اس کے بعد انتخابات میں محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کے مسئلہ پر بھی کئی ایک اشخاص نے جماعت سے علیحدگی کی راہ اختیار کر لی، ان میں ڈاکٹر نذیر مسلم، عبدالعزیز صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب جیسے لوگ شامل ہیں۔''

ان لوگوں کی جماعت اسلامی سے علیحدگی کے بعد کیا اس میں کوئی علمی شخصیت باقی رہ گئی تھی؟ اس سوال کا جواب مولانا ممدوح نے یوں دیا:

''دو ایک شخصیات کے سوا کوئی اور علمی شخصیت جماعت میں باقی نہیں رہی۔''

بانی المنبر مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے میں نے حضرت مولانا سے دریافت کیا کہ جماعت اسلامی سے علیحدگی کے بعد کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم صاحب مرحوم نے اس مشن کو آگے بڑھانے کی جدوجہد کی جو جماعت اسلامی کے قیام کی اساس تھا؟ مولانا موصوف فرمانے لگے:

”انہوں نے اس کے لیے پوری کوشش کی۔ انہوں نے کہا تھا کہ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ رجال دین تیار کریں، جو دین کو خوب اچھی طرح سمجھیں اور فرقہ وارانہ ذہنیت سے بالاتر ہو کر اسلام کے لیے کام کریں، کسی خاص فرقے اور مسلک کو اپنائے بغیر۔ انہوں نے جماعت کا یہی اہم مقصد اپنایا اور کام شروع کر دیا۔ انہوں نے ادارہ تعلیمات اسلامیہ اور جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔“

میرے استفسار پر جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے قیام کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالغفار حسن نے فرمایا:

”جامعہ تعلیمات اسلامیہ کو جب حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم نے قائم کیا تو اس کے لیے جناح کالونی (فیصل آباد) میں کرائے پر ایک چھوٹا سا مکان حاصل کیا گیا، پہلے اس کا ایک کمرہ تھا، پھر ایک کمرہ اور حاصل کر لیا گیا۔ جب میرا انتخاب مدینہ یونیورسٹی کے لیے ہو گیا تو میرے وہاں چلے جانے کے بعد شہر سے باہر زمین خرید لی گئی، جس پر بعد ازاں تعمیر کی گئی اور شاندار انداز میں کام کا آغاز ہو گیا۔ عمارت بھی بہت شاندار بن گئی۔ پھر یہ اعزاز بھی جامعہ کو حاصل ہوا کہ اس کے طلبہ کو مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ ملنے لگا جس کی وجہ سے دور دراز سے طلبہ یہاں کھچے چلے آنے لگے، ان میں حنفی اور اہل حدیث طلبہ شامل تھے، یوں وہاں اچھی خاصی رونق ہو گئی۔“

جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی منفرد خصوصیات مولانا ممدوح یوں بیان فرمارہے تھے:

”سب سے بنیادی خصوصیت تو فرقہ وارانہ عصبیت سے بالاتر ہو کر کام کرنا تھا۔ دوسرے مدارس میں تو یوں ہوتا ہے کہ اگر وہ سلفی ہیں تو ان میں سلفی امام اور خطیب ہی ہوں گے، وہاں حنفی کو امام نہیں بنایا جا سکتا۔ اسی طرح اگر مدرسہ حنفی المسلک ہے تو وہاں خطیب یا امام حنفی ہو گا، وہاں کسی سلفی کے لیے نماز پڑھانا ممکن نہیں ہو گا۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں ہم نے یہ اصول رکھا تھا کہ نماز کے وقت جو بھی امام موجود ہے خواہ وہ حنفی ہو یا سلفی، مالکی ہو یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شافعی یا حنبلی (جامعہ میں عرب ممالک سے آنے والے شیوخ میں ایسے افراد موجود تھے) وہ نماز کروا سکتا تھا۔ اس اعتبار سے غیر فرقہ وارانہ بنیاد پر کسی تعصب کے بغیر کام کرنا، آپس میں ہم آہنگی پیدا کرنا، اساتذہ طلبہ اور معاشرہ میں تصور وحدت کو اجاگر کرنا، اس کی پہلی خصوصیت تھی۔

دوسری خصوصیت یہ تھی کہ عربی زبان کی تدریس ایک زندہ زبان کی حیثیت سے کی گئی۔ کوشش یہ تھی کہ عربی میں گفتگو ہو، اسی میں تقاریر کی جائیں اور عربی میں لکھا جائے۔ عربی زبان کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت ہو۔ اس حوالہ سے کام ہوتا رہا۔

تیسری خصوصیت طلبہ میں تقلید کی بجائے تحقیق کا جذبہ پیدا کرنے سے عبارت ہے۔ کوشش یہ کی گئی کہ وہ تحقیق وتنقید کریں اور خوب محنت سے کام لیں۔ مزید برآں تربیت کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ تہجد کا اہتمام کرنے کی جانب توجہ دی گئی۔

اسلامی اخلاق واطوار کو شخصیت کا جزو بنانے کی کوشش کی جاتی رہی۔ بے ایمانی اور خیانت وغیرہ سے مکمل اجتناب برتنے کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی خصوصی نگرانی کا اہتمام بھی کیا جاتا رہا۔ اخلاقی اعتبار سے اگر کہیں کمزوری نظر آتی تو اس کا فوری سد باب کیا جاتا تھا۔"

جامعہ کی ایک اور امتیازی حیثیت اس کے ماٹو "الجمع بین القدیم الصالح والجدید النافع" کے حوالے سے تھی، جسے عملی شکل دینے کی کوشش کی گئی۔

میں نے حضرت مولانا سے یہ دریافت کیا کہ وہ عملاً کہاں تک مفید رہا اور دوسرے دینی مدارس پر اس کے کوئی اثرات مرتب ہوئے یا نہیں؟ مولانا فرمانے لگے:

"سب سے اہم بات ایسے اساتذہ کا میسر آنا ہے، جو ہمارے مشن سے، ہمارے مقاصد سے، ہماری فکر سے اور ہمارے طریق کار سے مکمل طور پر ذہنی وابستگی رکھتے ہوں، جو ہمارے ڈھب کے ہوں۔ عمارت بن سکتی ہے، طلبہ آ سکتے ہیں، مالیات کا معقول انتظام بھی ممکن ہے لیکن اساتذہ کا مسئلہ ٹیڑھا ہے۔ مطلوب صلاحیت واستعداد اور فکری ہم آہنگی کے حامل اساتذہ پیسے سے نہیں مل سکتے۔ پیسے سے اساتذہ کا خریدنا ممکن نہیں ہے۔ ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقاصد میں سب سے بڑا مقصد فرقہ وارانہ تعصبات سے بالاتر ہونا تھا۔اس میں کامیابی کافی دشوار تھی، کیونکہ جو سلفی اساتذہ آئے ان کا سلفی پس منظران کے ساتھ رہا۔حنفی اساتذہ آئے تو ان کی حنفیت بھی برقرار رہی۔اس لیے اس ضمن میں سو فیصد کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔

"الجمع بین القدیم الصالح والجدید النافع" کے حوالے سے کامیابی کے مطلوبہ گراف تک نہ پہنچا جاسکا۔اس راہ کی اصل رکاوٹ بھی ایسے اساتذہ کا میسر نہ آنا تھا، جو قدیم وجدید علوم پر مہارت رکھتے ہوں۔

وہ اساتذہ جنھوں نے مدینہ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور وہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں مبعوث بن کر آئے انہوں نے یہاں رہنا گوارا نہ کیا، اس لیے کہ یہاں حکیم صاحب سختی کرتے ہیں۔ایسے حضرات نے مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے ہی یہ کوشش کی کہ ان کی بعثت لاہور میں یا کسی اور شہر میں ہو جائے یا انہیں کسی سرکاری ادارے میں بھیج دیا جائے ،لیکن جامعہ تعلیمات میں ان کی تقرری نہ ہونے پائے۔ان میں وہ لوگ شامل تھے جو جامعہ تعلیمات سے ہی پڑھ کر مدینہ یونیورسٹی میں گئے تھے۔چند ایک نے جامعہ کے ساتھ اپنا تعلق نبھایا بھی، لیکن اکثر بے وفا ثابت ہوئے۔

ایسے ہی ایک عالم کہا کرتے تھے کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اصول وقوانین پر بڑی سختی سے پابندی کرواتے ہیں، اس لیے وہاں جانا مشکل ہے۔حالانکہ بات سیدھی سی یہ ہے کہ جب آپ تنخواہ لیتے ہیں تو پھر قواعد وضوابط کی پابندی سے راہ فرار کیوں؟

جامعہ کے اس ماٹو (قدیم وجدید کا حسین امتزاج) کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یہاں جو تعلیم دی جائے وہ بہت اچھی اور معیاری ہو اور طلبہ میں ہمارا دیا ہوا فکر فروغ پائے۔ نصاب کی تدوین بھی اسی نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر کی گئی تھی، لیکن نصاب کو بہتر انداز میں پڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ مدرسین فکری ونظری طور پر اس سے ہم آہنگ ہوں۔اگر ایسا نہ ہوا تو اس نصاب کی تدریس مطلوبہ نتائج نہیں پیدا کرسکے گی۔اس اعتبار سے اساتذہ میں فکری یکسانیت کے ساتھ ساتھ محنت، قابلیت اور دیانت داری کے اوصاف کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ان من استأجرت القوی الامین (تم جسے بھی اُجرت پر رکھو، اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قومی اور امین ہونا لازمی ہے۔''

جامعہ تعلیمات اسلامیہ اپنے مرحوم بانی کی زندگی کے مشن میں کس درجے پر فائز تھا؟ یہ تھا میرا اگلا سوال، مولانا عبدالغفار حسن کا جواب تھا:

''حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ وقت جامعہ تعلیمات میں ہی گزرتا تھا۔ وہ اسی کے لئے متفکر رہا کرتے تھے، سوچ وبچار کرتے رہتے تھے، اس حوالے سے منصوبہ بندی کرتے تھے، خطوط لکھا کرتے تھے، سفر اختیار کیا کرتے تھے۔ حج یا عمرہ کے لیے دیار مقدسہ میں جایا کرتے تھے تو وہاں بھی جامعہ کے بارے میں مختلف اہل علم سے مشاورت کیا کرتے تھے۔ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب کے بارے میں کہنے لگے کہ ہمارے پاس لوگ آتے ہیں تو اپنی ذاتی ضروریات کے لیے، لیکن حکیم صاحب عجیب آدمی ہیں، انہوں نے جب بھی بات کی تو اُمت مسلمہ کے مسائل کے حوالے سے یا اسلام کے غلبہ کے موضوع پر گفتگو کی، یا کبھی اپنے دینی ادارے کی بات کر لیتے ہیں۔ اپنی ذات کے لیے انہوں نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ یہ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا برملا اعتراف تھا۔ درحقیقت ان کے دل میں یہ تڑپ موجزن تھی کہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کو تمام مدارس میں معیاری ہونا چاہیے، تعلیمی، اخلاقی اور نصابی، الغرض ہر لحاظ سے اسے بلند تر معیار کا ہونا چاہیے۔ انہیں شائد مطلوبہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور اس کی وجہ یہی رہی کہ انہیں اساتذہ کی ایسی ٹیم نہ مل سکی جو ان کے ساتھ سو فیصد تعاون کرتی اور ان کے متعین کردہ مقاصد کو پا سکتی۔''

حضرت مولانا عبدالغفار حسن نے فضیلۃ الشیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرمایا تو میں نے مناسب سمجھا کر سعودی شیوخ کے ساتھ مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقات وروابط کے حوالے سے بھی ان سے دریافت کر لیا جائے کیونکہ وہ تو ان کے عینی شاہد ہیں۔ مولانا ممدوح کا ارشاد تھا:

''میں کئی ایک شیوخ کے ساتھ ملاقاتوں میں حکیم صاحب کے ساتھ رہا ہوں۔ وہ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے ملا کرتے تھے۔ الشیخ صالح الحمید سے ملا کرتے تھے۔'' اس موقعہ پر مولانا ممدوح کے لائق وفائق صاحبزادے جناب ڈاکٹر سہیل حسن نے توضیح کی کہ تب الشیخ صالح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمید کے والد گرامی فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن الحمید ہوا کرتے تھے، جو امام حرم مکی بھی تھے۔

مولانا عبدالغفار حسن گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمانے لگے:

"الشیخ عبداللہ بن الحمید سے ملاقات کے دوران حکیم صاحب موصوف نے فوراً نوٹ بک اور قلم نکال لیا اور سوال و جواب کرنے لگے تو ان کے بیٹے نے آ کر ان کے کان کہا کہ یہ انٹرویو ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوالات حرم مکی، سعودی عرب، وہاں امن و امان کے علاوہ تعلیم و نصاب کے حوالے سے تھے۔ حکیم صاحب سوالات کے جوابات نوٹ کر لیا کرتے تھے اور بعد میں یہ انٹرویو کی شکل میں شائع ہو جایا کرتے تھے۔ یہ ان کی عادت تھی۔ ان کے ساتھ تو حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قسم کا نجی اور ذاتی تعلق تھا۔ اسی طرح فضیلۃ الشیخ ابوبکر الجزائری، فضیلۃ الشیخ حماد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ اور فضیلۃ الشیخ ناصر الالبانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے تو ان کی بالعموم ملاقات رہا کرتی تھی اور شیخ محترم، حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کھانے پر بھی بلایا کرتے تھے، جہاں ان سے مختلف امور پر تفصیلی بات چیت ہوا کرتی تھی۔ اس کے موضوعات میں تعلیم، تبلیغ و دعوت اور اصلاح معاشرہ شامل تھے اور حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں اپنی تجاویز پیش کر دیا کرتے تھے۔"

مولانا ممدوح نے اپنی گفتگو کے دوران فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تاثرات کا ذکر کیا تھا جن میں ان کا آنے والے دیگر حضرات سے تقابل کیا گیا تھا، وہ شخص جو ذاتی ضروریات کو لے کر کسی کے در پر جاتا ہے بدیہی طور پر وہ اس اعزاز و اکرام کا حق دار نہیں بن پاتا جو بے غرض فرد کے حصے میں آتا ہے، اسی حوالے سے میں نے مولانا سے دریافت کیا کہ ان سعودی شیوخ کرام کا المنبر کے مرحوم بانی سے رویہ بالعموم کیسا تھا؟ مولانا فرمانے لگے:

"ان کا رویہ اور برتاؤ حکیم صاحب سے بہت اچھا ہوا کرتا تھا۔ وہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتیں کیا کرتے تھے۔ اپنے ہاں بلاتے تھے۔ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ اور فضیلۃ الدکتور عبداللہ الزاید (سابق وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی) ان کا بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احترام کیا کرتے تھے۔ تعلیمی اُمور میں ان سے بہت تعاون کیا کرتے تھے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان حضرات سے مشاورت کیا کرتے تھے میں جب بھی فضیلۃ الشیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے جاتا تھا تو وہ فوراً پوچھا کرتے تھے: کیف الشیخ عبدالرحیم؟ سب سے پہلے ان کے بارے میں سوال کرتے اور ان کی خیریت دریافت کیا کرتے تھے۔ ایک بار میں نے انہیں بتلایا کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرلیا گیا ہے تو ہنس کر فرمانے لگے کہ ''ھذا من سنۃ الانبیاء: یہ تو انبیاء کی سنت میں سے ہے۔''

مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل عرصہ مدینہ یونیورسٹی میں استادِ حدیث کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم بھی اس دوران دیارِ مقدسہ تشریف لے جاتے رہے۔ مدینہ یونیورسٹی میں وہ خاص طور پر جایا کرتے تھے۔ اسی کی یادوں کے حوالے سے جب میں نے مولانا موصوف سے سوال کیا تو آپ فرمانے لگے:

''اصل میں حکیم صاحب کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ دیار مقدسہ میں آ کر زیادہ وقت حرم مکی یا حرم مدنی میں گزارنا چاہیے، ملنے یا خریداری وغیرہ میں کم سے کم وقت صرف کرنا چاہیے۔ البتہ اہم اور خاص شخصیات سے ضرور مل لینا چاہیے۔ ان کا عمل بھی اسی کے مطابق تھا۔ وہ جب بھی مدینہ منورہ آئے، انہوں نے زیادہ وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی گزارا۔ البتہ ایک آدھ مرتبہ مدینہ یونیورسٹی کا چکر ضرور لگا لیا کرتے تھے۔ جو لوگ بآسانی مل جاتے، ان سے مل لیتے۔ زیادہ دوڑ دھوپ نہیں کیا کرتے تھے۔

حکیم صاحب مرحوم چونکہ اپنے ساتھ طبی ادویات بھی لے جایا کرتے تھے، اس لیے اس حوالے سے بھی کچھ لوگ ان کے پاس آ کر اپنا علاج معالجہ کروایا کرتے تھے۔ یوں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت روحانی علاج بھی کیا کرتے تھے اور جسمانی علاج بھی۔''

میں نے مولانا موصوف سے دریافت کیا کہ مدینہ یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم پاکستانی، بالخصوص جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے طلبہ سے بھی انہوں نے کبھی خطاب کیا؟ مولانا فرمانے لگے:

''ایسا ایک خطاب ہوا تھا جس میں نہ صرف جامعہ اسلامیہ کے بلکہ سارے پاکستانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہندوستانی طلبہ شریک ہوئے، اس میں حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تزکیہ نفس اور تربیت اخلاق پر بات کی، جبکہ کچھ لوگ تیار ہو کر آئے تھے کہ اگر انہوں نے سلفیت پر چوٹ کی یا اس حوالے سے بات کی تو وہ انہیں آڑے ہاتھوں لیں گے، لیکن حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع کو چھیڑا ہی نہیں۔ یوں ان کا منصوبہ دھرے کا دھرارہ گیا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بہت عمدہ تھی۔ غیر جانبدار لوگوں نے اسے بے حد پسند کیا۔'' (اس موقعہ پر جناب سہیل حسن صاحب نے بتلایا کہ اس تقریر کی ریکارڈنگ ان کے پاس محفوظ ہے۔)

مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے ان گنت زاویے تھے اور بے شمار گوشے، حضرت مولانا عبدالغفار حسن جنہیں بلا مبالغہ ان کا یار غار کہا جا سکتا ہے، ان گوشوں کی اکثریت کے نہ صرف شاہد ہیں بلکہ وہ ان کے رفیق سفر بھی رہے۔ سیاسی زاویہ حکیم صاحب مرحوم کی شخصیت کا ایک اور گوشہ ہے۔ اس حوالے سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے میں نے مولانا سے دریافت کیا کہ مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم ومغفور نے جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے بھی سیاست میں حصہ لیا اور بعد میں بھی۔ وہ پس منظر میں رہ کر بھی اور سامنے آکر بھی کام کرتے رہے، تو ان کا یہ سیاسی انداز کیا تھا؟ حضرت مولانا یوں گویا ہوئے:

''ان کا سیاسی انداز حالات کے مطابق بہت درست تھا۔ جیسا موقعہ ملا، انہوں نے اس کے لحاظ سے کام کیا۔ انہوں نے پہلے احرار میں کام کیا۔ وہاں سے جماعت اسلامی میں آگئے۔ بارہ سال اس کے لیے کام کیا، پھر اس سے مایوس ہوئے۔ تنہا جامعہ تعلیمات اسلامیہ قائم کر کے رجال دین کی تیاری کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس ضمن میں آگے بڑھتے رہے۔ اگر کوئی سیاسی مسئلہ ہوتا یا اصلاح معاشرہ کے حوالے سے کوئی معاملہ سامنے آجاتا تو مقامی دینی وسیاسی قیادت کو اکٹھا کر کے ان سے مشاورت کرتے اور لائحہ عمل بناتے۔ شائد ایوب خان کے دور کی بات ہے کہ حکومت نے لاؤڈ سپیکر پر خطبہ جمعہ اور اذان پر پابندی لگادی۔ اس سلسلے میں حکومتی افسر (شائد کوئی ڈی سی تھا) نے ایک سرکلر لکھا اور اس کے آخر میں قرآن مجید کی آیت ﴿إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾ (۳۱/ لقمان: ۱۹) تحریر کردی۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ شدید غصے میں آگئے کہ اس شیطان نے کیا کر دیا، اذان کو نعوذ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باللہ گدھے کی آواز سے مشابہت دے ڈالی۔ تب انہوں نے المنبر میں بہت سخت اور زور دار اداریہ لکھا۔ بالکل پروا نہیں کی کہ کہنے والا کون ہے۔ حکام بالا نے ان کی طلبی کا نوٹس بھیجا۔ حکیم صاحب مرحوم ان کے ہاں پہنچے تو وہاں ڈی سی کے علاوہ پولیس کے اعلیٰ افسران بھی موجود تھے۔ درشت لہجے میں پوچھنے لگے کہ آپ نے اتنا سخت کیوں لکھا ہے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے سخت لکھا ہے لیکن آپ نے اذان کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں ﴿ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴾ (۳۱/ لقمان: ۱۹) کی آیت کیوں لکھی ہے؟ کیا اذان نعوذ باللہ! گدھے کی آواز کے شور کے مشابہ ہے؟ یہ کتنی بڑی گستاخی ہے، یہ کفر ہے، یہ شیطنت ہے۔ یہ سننے کے بعد سب خاموش ہو گئے اور کچھ نہ کہہ سکے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی عزت کے ساتھ باوقار انداز میں واپس آ گئے۔ وہ بلاشبہ ایسے معاملات میں بڑے دبنگ تھے۔ یہ تو ان کی عادت تھی کہ وہ حق کی بات کہنے سے کبھی نہیں چوکتے تھے۔

اصلاح معاشرہ کے حوالے سے ان کا نہایت اہم کارنامہ فیصل آباد سے چکلے اور جسم فروشی کے کاروبار کا خاتمہ تھا۔ انہوں نے مفتی زین العابدین اور مرحوم خان شیریں گل کے ساتھ مل کر اس عظیم کارنامہ کا آغاز کیا اور بالآخر بھی طوائف خواتین کو توبہ کروا کے اس اڈے کو ختم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان خواتین کے باقاعدہ نکاح کروائے گئے۔ الغرض حکیم صاحب مرحوم اس قسم کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے جب انہیں یہ نوٹ لکھا کہ وہ جماعت کی شوریٰ سے مستعفی ہو جائیں تو حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں بڑا زوردار اداریہ المنبر میں لکھا تھا، جس کا عنوان تھا: ''جماعتوں کا سفاک قاتل: استبداد'' مولانا اس پر بہت زیادہ ناراض ہوئے۔ دراصل حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بات بھی خلاف شریعت دیکھتے یا کوئی شریعت کے استہزاء اور استہانت کا مرتکب ہوتا، خواہ وہ مقامی سطح پر ہو یا قومی و بین الاقوامی سطح پر، وہ اس کا فوری نوٹس لیتے اور مقابلہ کرتے تھے۔''

مولانا! فرمائیے کہ جماعت سے نکلنے کے بعد بعض لوگوں نے تو مخالفت برائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفت کی پالیسی اپنائے رکھی، کیا حکیم صاحب مرحوم نے بھی کوئی ایسا رویہ اپنایا؟ یہ تھا میرا اگلا سوال، مولانا کا جواب تھا:

''نہیں، انہوں نے ایسا رویہ ہرگز نہیں اپنایا، انہوں نے صرف موقعہ اور ضرورت دیکھ کر جماعت کی مخالفت کی، ورنہ خاموشی اختیار کیے رکھی۔''

حیاتِ اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے اہم ترین ادوار میں سے ایک اہم دور ضیاء الحق شہید کے نام سے منسوب ہے۔ یوں تو مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم کی پوری زندگی سعی مسلسل اور جہد پیہم سے عبارت ہے، لیکن ضیاء الحق شہید کا عہد جدوجہد کے حوالے سے بے مثال ہے۔ انہوں نے نہ عمر کی رعایت رکھی اور نہ صحت کی پروا کی۔ وہ بجا طور پر یہ پختہ یقین رکھتے تھے کہ ضیاء الحق شہید کے ہوتے ہوئے پاکستان کی نظریاتی منزل کی طرف سفر کو جاری رکھا جاسکتا ہے۔ ایسے اقدامات کیے جاسکتے ہیں جو نفاذ اسلام کے سلسلے میں اساس کا کام ہی نہ دیں بلکہ ان پر ایک عالی شان عمارت بھی تعمیر کردی جائے۔ پاکستان کو اسلامی ریاست کے قالب میں ڈھالنا ان کی زندگی کا سب بڑا خواب تھا اور اس خواب کو وہ اس دور میں کسی حد تک تعمیر پاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان تھک جدوجہد کی ایک نرالی تاریخ رقم کرڈالی۔ اس تاریخ کے کچھ حصے کے شاہد مولانا عبدالغفار حسن بھی تھے بلکہ ایک حد تک ان کی کاوشیں مشترک بھی رہیں۔ اس دور میں نفاذ اسلام کے اہم تر مشن کے حوالے سے حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کی جدوجہد کے بارے میں استفسار پر مولانا ممدوح فرمانے لگے:

''اس دور میں نفاذ اسلام کا کام تو اچھا تھا۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی کوشش کی کہ اس کام کے لیے جنرل ضیاء الحق کو تیار کیا جائے۔ وہ بذات خود اچھے آدمی تھے، لیکن ان کے اعوان وانصار میں اس لگن کے افراد بہت ہی کم تھے، شائد ایک آدھ ہی۔ اس بنا پر میں حکیم صاحب سے کہا کرتا تھا کہ وہ زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ ضیاء الحق بذاتِ خود کتنے اچھے کیوں نہ ہوں، جب تک ان کا ماحول یہی رہتا ہے اور ان کے اردگرد یہی لوگ رہتے ہیں تو وہ زیادہ کام نہیں کرسکتے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ ضیاء الحق شہید نے چاہا کہ بی اے تک عربی کو لازمی قرار دیا جائے، لیکن فوجی افسروں اور دوسرے بیوروکریٹس نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا کہ ہماری اولاد جو امریکہ میں پڑھ رہی ہے وہ کہاں جائے گی؟ عربی کے لازمی ہونے سے یہ سب بچے فیل ہو جائیں گے کیونکہ انہوں نے عربی نہیں پڑھی ہوگی، اس طرح یہ سکیم ایک مرحلے سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اس طرح کے اور بہت سے اقدامات جو وہ کرنا چاہتے تھے، فوجی اور سول حلقوں کی مخالفت کی وجہ سے نہ کر پائے۔ یوں اصل بات یہ ہے کہ ملک کے ذہین طبقہ بالخصوص حکومت کے معاون لوگوں کا ذہن جب تک بدلا نہ جائے اس وقت تک کوئی بھی حکمران محض اپنی صوابدید پر کام نہیں کر سکتا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب انہوں نے نفاذ اسلام کو تیزی سے آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا تو انہیں شہید کر دیا گیا۔ یہی کچھ ہر دور کے مصلحین کے ساتھ کیا گیا۔''

ضیاء شہید کے دور میں اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو کی گئی اور اسے زیادہ مؤثر اور فعال بنانے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ اس منصوبے کی تشکیل میں مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم کا کردار کیسا رہا؟ میرے اس سوال کے جواب میں مولانا موصوف فرمانے لگے:

''ان کا کردار یہ تھا کہ وہ جا کر مشورہ دیا کرتے تھے۔ سب سے بڑا کردار تو یہ تھا کہ انہوں نے میرا نام اس کی رکنیت کے لیے پیش کیا۔ ان کے ساتھ ساتھ مولانا ظفر احمد انصاری مرحوم نے بھی اس کے لیے کوشش کی تھی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کا مسئلہ ہو یا کوئی اور ملی وقومی معاملہ، حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر جدوجہد خالصتاً لوجہ اللہ ہوا کرتی تھی۔ ان کی عادت یہ ہوتی تھی کہ وہ مہینے میں تین چار بار ضیاء الحق شہید سے ملنے مختلف اجلاسوں میں شرکت کے لیے اپنے ذاتی خرچ پر اسلام آباد جایا کرتے تھے۔ شہید صدر سے ملاقاتوں کے دوران انہوں نے کبھی بھی ذاتی اُمور ومسائل پر گفتگو کی اور نہ ہی ان سے کچھ طلب کیا۔ اگر کچھ چاہا بھی تو اُمت اور قوم کے لیے۔ ان کی جتنی بھی تجاویز ہوا کرتی تھیں، وہ اُمت اور قوم کے حوالے سے ہوا کرتی تھیں۔ اس سے بڑھ کر انہوں نے کبھی اعلان کرنا بھی پسند نہیں کیا کہ فلاں فلاں تجاویز ان کی پیش کردہ ہیں۔ سب کچھ خفیہ رکھا، کبھی انہیں ظاہر کر کے کریڈٹ لینے کی کوشش نہیں کی۔ اخلاص کا پہلوان کے ہاں ہمیشہ غالب رہا۔''

کیا ضیاء الحق شہید نے مولانا مرحوم کو اسلامی نظریاتی کونسل کا ممبر بنانے کی پیشکش کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی؟ میرے اس سوال کے جواب میں مولانا عبدالغفار حسن فرمانے لگے:

''میرے خیال میں اس کی کوشش تو انہوں نے نہیں کی تھی، البتہ جب مرکزی مجلس شوریٰ تشکیل دی جارہی تھی تو تب وہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا ممبر بنانا چاہتے تھے۔ اس کی صورت یوں بنی کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے تقریباً چالیس علماء کے نام انتہائی چھان پھٹک کے بعد ضیاء الحق شہید کو پیش کیے تو اس فہرست میں اپنا نام نہیں لکھا، حالانکہ جب حکیم صاحب مرحوم ان علماء کے کوائف وغیرہ اکٹھا کرنے کا کام کر رہے تھے تو تب ایک مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سب کچھ اپنے لئے کر رہے ہیں، لیکن انہوں نے اس فہرست میں اپنا نام شامل نہ کر کے مولوی صاحب کی اُمیدوں پر خاک ڈال دی۔ یہ فہرست دیکھ کر رات دو بجے ضیاء الحق مرحوم کا حکیم صاحب کو ٹیلی فون آیا کہ آپ نے علماء کے ناموں کی طویل فہرست تو بھجوادی ہے، لیکن اس میں آپ کا اپنا نام شامل نہیں ہے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ میں باہر رہ کر کام کروں گا، اندر نہیں آنا چاہتا۔ ضیاء الحق شہید نے کہا کہ ہم چاہتے تھے کہ آپ اندر آ کر کام کریں۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ میں باہر رہ کر مشورے دیتا رہوں گا، لیکن اندر نہیں آؤں گا۔ حکیم صاحب مرحوم مجھ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی بھی سرکاری کاغذ پر رسید کے طور پر بھی میرا نام نہ آئے کہ اس نے پیسے لیے ہیں، خواہ وہ ہوائی جہاز یا بس کے ٹکٹ کے کرائے کی رسید ہو یا کوئی الاؤنس اور ماہانہ مشاہرہ یا تعاون ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ ایسی کسی رسید یا کاغذ پر میرا نام آئے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکاری حلقوں میں یہ مشہور تھا کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ واحد آدمی ہیں جو اپنے خرچ پر آتے اور جاتے ہیں اور ایک پیسہ بھی حکومت سے نہیں لیتے۔''

''المنبر'' مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک انتہائی قابل اعتماد اور مستند و معتبر حوالہ ہے۔ ان کا صحافتی اسلوب ہر دور میں انفرادیت کا حامل رہا ہے۔ مولانا عبدالغفار حسن بھی روز اول تا آخر ان کے اس صحافتی اسلوب سے آگاہ رہے ہیں، اس کے شاہد رہے ہیں۔ میں نے مرحوم المنبر کی تحریروں کے حوالے سے ان کی رائے دریافت کی، تو مولانا فرمانے لگے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریریں مؤثر بھی ہوتی تھی اور برجستہ بھی، وہ اگر چہ بہت زیادہ مطالعہ نہیں کرتے تھے لیکن ان کا دماغ بے حد زرخیز تھا، سوچ اچھی اور مثبت ہوتی تھی، اصل میں مضامین دو قسم کے ہوتے ہیں: اول تحقیقی مضامین جو حوالہ جات کے ساتھ قلمبند کیے جاتے ہیں۔ دوسرے وہ مضامین ہوتے ہیں جو انسان اپنے دماغ سے سوچ کر استنباط کر کے تحریر کرتا ہے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریریں دوسری قسم کی ہوا کرتی تھیں۔ ان میں حوالہ جات زیادہ نہیں ہوتے تھے۔ وہ کوشش کرتے تھے کہ موجودہ حالات کے لحاظ سے ضروری اصلاحی مضامین قلمبند کریں۔ یہ ان کی عادت تھی۔“

قادیانیت کے حوالے سے بھی مولانا عبدالرحیم اشرف مرحوم کی جدوجہد خاصی ہمہ گیر رہی ہے، اس جدوجہد کی ابتدا کب ہوئی؟ اور اس میں زور کب آیا؟ مولانا موصوف کا جواب تھا:

”قادیانیت کے حوالے سے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت معرکۃ الآراء کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ اسی موضوع پر انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ ایک واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ایک تحریک کے دوران دستوری مطالبات کی فہرست مرتب کی جارہی تھی تو آٹھ مطالبات ترتیب دے لیے گئے۔ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دیکھا تو اعتراض کیا کہ اس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیوں شامل نہیں ہے؟ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اصرار کیا کہ لاہور اور سرگودہا میں لوگ بے چین ہیں، جماعت اسلامی نے اسے کیوں نظر انداز کر دیا ہے۔ چنانچہ ان کے اصرار پر جماعت اسلامی کو مجبوراً نواں مطالبہ بھی شامل کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے اس حوالے سے بے حد گراں قدر کام سرانجام دیئے۔ ان کی عادت یہ تھی کہ جب وہ قادیانیوں پر تنقید بھی کرتے تھے تو نہایت شائستہ انداز میں۔ گالم گلوچ کا رویہ وہ کبھی نہیں اپناتے تھے۔ یوں یہ تنقید قادیانیوں کے لیے ناگوار نہیں ہوتی تھی۔ ان کا انداز داعیانہ اور اصلاحی ہوتا تھا، انتقامی جذبہ بالکل نہیں ہوتا تھا اور نہ اس میں فحش کلامی ہوتی تھی، سیدھا سادھا، نہایت ہی میٹھا، نہایت ہی مؤثر، نہایت ہی اثر انگیز۔ یہ ان کی عادت تھی۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں انہوں نے کچھ پمفلٹ بھی تحریر فرمائے تھے، جن میں ''قادیانیوں سے خطاب'' نامی پمفلٹوں کا سلسلہ بھی شامل ہے۔ ان میں انہیں براہ راست خطاب کرتے ہوئے اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ یہ پمفلٹ کس حد تک موثر رہے؟ مولانا نے میرے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

''یہ خود قادیانی ہی بتلا سکتے ہیں کہ انہوں نے ان پمفلٹوں سے کس حد تک اثر قبول کیا، بہر حال انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ ان پمفلٹوں کے اثرات ونتائج کا کہیں اظہار نہیں ہوا، لیکن لوگ اگر ظاہر نہ بھی کریں تو بھی ایسی تحریروں سے اثر ضرور لیتے ہیں۔ خواہ وہ تائب نہ بھی ہوں، کم از کم وہ تو سوچتے ہیں کہ ان کا مخاطب ایسا ہے، جو عقل مند ہے۔ دشمن ہے لیکن ایسا جو عقل سے کام لیتا ہے، جذبات سے نہیں۔ اس کی تحریر ٹھوس ہے، اس کی باتیں خاص طور پر مؤثر ہوتی ہیں۔ انہیں ایسے لوگوں سے خطرہ ہی ہوتا ہے کہ کہیں انہیں پڑھ کر ان کے اپنے ہی آدمی لڑھک نہ جائیں۔ میرے اور حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس قرآن مجید میں قادیانی آیا کرتے تھے۔ وہ سوالات بھی کرتے تھے۔ اس لیے کہ انہیں یہ اطمینان تھا کہ داعیانہ اور اصلاحی جذبہ کارفرمانے کے باعث یہاں ان سے بُرا سلوک نہیں ہوگا۔ پھر انہیں یہاں سے درست معلومات ملنے کی بھی توقع ہوا کرتی تھی۔ وہ احرار یا دوسرے حضرات کے ہاں جانے کا شائد سوچ بھی نہیں سکتے تھے، لیکن ہمارے ہاں آ کر وہ اطمینان سے بیٹھ کر سنتے تھے۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ حکیم صاحب مرحوم نے قادیانیوں کے لیے جو داعیانہ اور مصلحانہ اسلوب اپنا رکھا وہ کافی حد تک مؤثر تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ کسی بھی مبلغ اسلام کا انداز داعیانہ ہونا چاہیے، نہ کہ مناظرانہ، یا متعصّبانہ۔ اس کی زبان داعی کی زبان ہونی چاہیے نہ کہ مفتی کی۔''

قیام پاکستان کے بعد مختلف تحریکیں چلتی رہیں، کبھی تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تحریک ختم نبوت۔ ان کے علاوہ آپ لوگوں کی جماعت اسلامی سے وابستگی کے دوران اور اس سے علیحدگی کے بعد کچھ اور تحریکیں بھی چلیں۔ آپ نے حکیم صاحب مرحوم کو ان تحریکوں کے حوالے سے کس قدر فعال پایا؟ یہ تھا میرا اگلا سوال، جس کے جواب میں مولانا عبدالغفار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن نے فرمایا:

''اصل میں بات وہی ہے جو قرآن مجید میں فرما دی گئی ہے: ﴿ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ ﴾ (۵/المائدہ: ۲) ''یعنی نیکی کے کاموں میں لوگوں سے تعاون کرو اور بدی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔'' یہ اصول حکیم صاحب مرحوم کے پیش نظر رہا۔ اس کے مطابق جہاں وہ دیکھتے تھے کہ کوئی نیک کام ہو رہا ہے یا نیک کام کی خاطر جلسہ منعقد کیا جا رہا ہے، جلوس نکالا جا رہا ہے، احتجاج ہو رہا ہے، تقریریں کی جا رہی ہیں، ان میں شامل ہو جاتے تھے اور جہاں وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ یہ تحریک ملک کے لیے نقصان دہ ہے، اس سے الگ ہو جاتے تھے۔ کیمونسٹوں اور سوشلسٹوں کے جلوسوں اور تحریکوں میں شرکت نہیں کرتے تھے، اسلام کے غلبے کے لیے کوئی تحریک اُٹھتی تو اس کا بھرپور ساتھ دیا کرتے تھے، کبھی زبان سے یا جس انداز میں بھی ان کے لیے ممکن ہوا، وہ دل و جان سے اس میں شریک ہوا کرتے تھے۔''

مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا دینی حلقوں اور علماء کرام سے بڑا گہرا رابطہ رہا، اسی حوالہ سے میں مولانا عبدالغفار حسن سے دریافت کر رہا تھا کہ کیا یہ رابطہ کسی ایک فرقے تک محدود تھا، یا سبھی کے ساتھ تھا؟ پھر اس رابطے کی نہج کیا تھی اور اس کے کیا فوائد مرتب ہوئے؟ مولانا فرمانے لگے:

''ان کا رابطہ تو سبھی سے تھا، حنفی، سلفی، بریلوی، دیوبندی، شیعہ، سب سے وہ رابطہ رکھتے تھے، ان کے علماء سے، ان کے اکابر سے، بلکہ میں نے ان کے گھر میں اکثر دیکھا کہ وہاں دیوبندی بھی آ رہے ہیں، سلفی بھی ان سے ملنے آ رہے ہیں۔ دماغ ایسا تھا گویا اس میں تجاویز پکی پکائی ہوئی رکھی ہیں، بس آؤ اور لے جاؤ۔ یہی وجہ تھی کہ وہاں دیوبندی بھی کسی تحریک کے حوالے سے آ رہے ہیں۔ تبلیغی جماعت والے بھی آ رہے ہیں اور دیگر لوگ بھی آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اہم دینی قائدین کے بارے میں کچھ معتبر لوگ کہا کرتے تھے کہ ان کے اپنے دماغ میں تو کوئی تجویز آ نہیں سکتی، یہ سب کچھ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ سے ہی لے کر آتے ہیں۔ بہرحال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے تعلقات تمام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصحابِ مسالک سے تھے اور سبھی ان سے ملنے آتے تھے۔ آپ نے ان کے جنازے میں دیکھا ہوگا کہ وہاں ہر مسلک کے سمجھدار لوگ موجود تھے۔ یہ چونکہ زندگی بھر ان کا طرزِ عمل رہا، اس لیے ان کے جنازے پر بھی اس کا اظہار ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ سبھی مسالک کے لوگ ان پر اعتماد کرتے تھے، اس لیے نہ صرف تحریکوں کے حوالے سے بلکہ مختلف امور و مسائل پر بھی ان سے مشاورت کیا کرتے تھے۔ یہ بات کسی اور میں نہیں پائی جاتی تھی۔ اس لیے باقی علماء اپنے خاص مسلک اور خاص حلقے کے ہی ہوتے ہیں، جبکہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر مسلک والے کے ساتھ وابستہ ہو جاتے تھے، یعنی سب سے تعلق رکھتے تھے، جبھی تو ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ یہ ہمارے اپنے آدمی ہیں۔''

حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کی طبابت، ان کی زندگی کا ایک اور اہم زاویہ ہے۔ میں نے مولانا ممدوح سے سوال کیا کہ آپ نے انہیں بطور طبیب کیسا پایا؟ مولانا فرمانے لگے:

''حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھے طبیب تھے۔ ماہر نباض بھی تھے۔ لوگ ان پر اعتماد کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ سہگل نے بلایا ہے۔ شائد ان کی اہلیہ بیمار تھیں۔ حکیم صاحب نے ان کا علاج کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا دی۔ سہگل کہنے لگے کہ آپ کو کیا دیا جائے؟ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ مجھے کچھ نہ دیجئے، جامعہ تعلیمات اسلامیہ کو دے دیجئے۔ یوں جو کچھ ملا وہ جامعہ کو دے دیا اور یہی ان کی عادت تھی۔ مقتدر اور اونچے طبقات میں ان کی شہرت ایک اچھے طبیب کی تھی۔ بلاشبہ وہ ایک ہی وقت میں کئی امور کو نپٹایا کرتے تھے۔ وہ طبیب روحانی بھی تھے اور طبیب جسمانی بھی۔ علم الادیان اور علم الابدان دونوں کے وہ علمبردار تھے۔''

مولانا ممدوح نے زندگی کا بہت طویل سفر مرحوم کی معیت میں طے کیا۔ میں نے ان سے دریافت کیا اس لمبی رفاقت کے دوران انہوں نے حکیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو بطور انسان کیسا پایا؟ مولانا کا ارشاد تھا:

''وہ بہت اچھے انسان تھے، ہمدردی رکھنے والے، اعلیٰ اخلاق کے مالک دوست نواز، روابط رکھنے والے، ان کی ضرورت کا خیال رکھنے والے، جہاں تک ممکن ہو۔ میرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر پر آ جایا کرتے تو رات دیر گئے تک مشاورت ہوتی رہتی۔ کبھی میں ان کے ہاں چلا جاتا تو کھانا ضرور کھلاتے، بڑے مہمان نواز تھے۔ دستر خوان بڑا وسیع تھا، کئی ایک چیزیں اس پر سج جاتی تھیں۔ پھر کہہ کہہ کر کھلاتے تھے۔ میں ان سے یہی کہا کرتا تھا کہ آپ کی چیزیں لامحدود ہیں اور میرا پیٹ محدود، تو لامحدود چیزیں محدود میں کیسے سماسکیں گی۔ بہر حال یہ ان کی شفقت اور مہربانی تھی کہ وہ کھانے پلانے میں بہت تکلف کیا کرتے تھے، لیکن محض کھانے پر ہی زور نہیں ہوتا تھا بلکہ ساتھ ساتھ بات چیت بھی ہوتی اور مشاورت بھی جاری رہتی۔ درحقیقت بطور انسان ان کی بے شمار خوبیاں ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کسے چھوڑا جائے اور کسے بیان کیا جائے۔ اخلاق، شفقت، ہمدردی، عزت واحترام، ہر حوالے سے وہ بہت اچھے انسان تھے۔ دوسروں کا بے حد احترام کرتے تھے۔ نماز کے وقت میرے اصرار کے باوجود کبھی وہ خود امامت کے لیے آگے نہیں بڑھتے تھے، مجھے ہی آگے کیا کرتے تھے۔"

حضرت مولانا عبدالغفار حسن کی انہی کلمات کے ساتھ ہماری دوروزہ نشست اختتام کو پہنچی، ان دودنوں میں ایک عہد سمٹ کر چلا آیا تھا۔ کئی دہائیوں پر مشتمل تاریخ کو ہم نے اپنی دیکھتی آنکھوں سے اپنے اوپر وارد ہونے کا مشاہدہ کرلیا تھا۔ یہ تاریخ جہد مسلسل کی ایسی تابناک داستان ہے جو آنے والی نسلوں کو ولولہ تازہ دیتی رہے گی، انہیں کام کرنے کی راہیں سجھاتی رہے گی۔ ان کی فکر ونظر کو جلا بخشتی رہے گی۔ عظمت کے نقوش کو ان کے لیے تابندہ تر کرتی رہے گی۔ میں نے ممدوح معظم حضرت مولانا عبدالغفار حسن صاحب کا دلی شکریہ ادا کیا، اس قدر طویل نشست پر۔ اس پیرانہ سالی میں، ضعف ونقاہت کے باوجود ماضی کی یادوں کو حال و مستقبل کا حصہ بنادینے پر، میں ان کے لیے مجسم ممنونیت بنا ہوا تھا۔ ان کے لیے صحت وتندرستی، جزائے خیر اور خدمت اسلام کی مزید توفیق کی دعاؤں کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوا تو ماضی کی تابنا کی آنکھوں میں جھلملا رہی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالغفار حسن کے ساتھ ایک ملاقات

ترجمہ: راغب حسن

[ماہنامہ الموقظہ السلفیہ نے مختلف اہل علم ودانش سے ملاقات کا ایک سلسلہ جاری کیا ہوا ہے۔ یہ وہ علماء ہیں جو سلف صالحین کا نمونہ ہیں اور عامۃ الناس کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ ہمارا مقصد ان کے علم اور ان کی سیرت وتقویٰ سے فیض حاصل کرنا اوران کی زندگی کی ایک جھلک آپ تک پہنچانا ہے۔اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے پچھلے شماروں میں الموقظہ نے شیخ علامہ محبّ اللہ راشدی اور پھر مولانا عبدالسلام بن عبدالرؤف کا انٹرویو شائع کیا تھا۔اس شمارہ میں ہم پاک وہند کے ایک اور نامور عالم دین حضرت مولانا عبدالغفار حسن کا انٹرویو شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ یہ یادرہے کہ مولانا نے انٹرویو بغیر کسی حذف یا تبدیلی کے شائع کرنے کی تاکید کی ہے۔اس لیے الموقظہ کے ادارہ تحریر نے بھرپور کوشش کی ہے کہ مولانا موصوف کا انٹرویو بعینہٖ شائع کیا جائے۔]

الموقظہ: مولانا صاحب! آپ کی تعریف؟

مولانا: تعریف تو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے،تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہےاور درود وسلام ہو اس کے رسول پراوراس کے (رسول) کی آل پراوراس کے تمام صحابہ پر۔یہ کافی ہے!تعریف کا مطلب کیا ہے؟ تعارف!

الموقظہ: جی ہاں! آپ کا تعارف مقصود ہے؟

مولانا: میرا نام عبدالغفار حسن ہےاور میرے والد کا نام عبدالستار حسن اور میرے دادا کا نام عبدالجبار ہے جو کہ ایک بڑے نامور محدث گزرے ہیں۔

الموقظہ: کچھ اپنے علمی سفر کے بارے میں بتائیے؟

مولانا: میں جامعہ دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) سے ۶۰ سال قبل فارغ ہوا۔اس مدرسہ سے میں نے درس نظامی مکمل کیا۔اس مرحلہ سے بخیر وخوبی کامیابی کے بعد، میں نے ''فاضل عربی'' اور پھر پنجاب یونیورسٹی سے،''مولوی فاضل'' اور فاضل ادب عربی کی سند حاصل کی یہ سب علمیت کے بغیر صرف سندیں ہی تھیں۔ چونکہ مجھے عربی بولنے کا بہت شوق تھا۔اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے دارالحدیث رحمانیہ میں، میں اپنے ہم سبق ساتھیوں کے ساتھ خوب عربی میں بات چیت کرتا۔ اس لیے جب میرا ابلاوا جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) پڑھانے کے لیے آیا تو مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میں نے وہاں آسانی سے عربی میں پڑھانا شروع کر دیا۔

الموقظہ: آپ اپنے علمی سفر کے بارے میں بات جاری رکھتے ہوئے کچھ اپنے اساتذہ کا ذکر بھی کرنا پسند کریں گے؟

مولانا: میرے اساتذہ میں سے ایک مولانا احمد اللہ دہلوی ہیں جو ایک بڑے عالم اور محدث تھے، انہوں نے کتب حدیث (بخاری و مسلم) وغیرہ ساٹھ سال تک پڑھائیں۔ ان سے میں نے بخاری و مسلم، ابوداود، ترمذی، شرح نخبۃ الفکر اور سراجی وغیرہ پڑھیں، مولانا احمد اللہ صاحب، مولانا نذیر حسین دہلوی کے شاگردوں میں سے تھے، مولانا نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک بلند پایہ عالم اور ایک بڑے محدث تھے۔ جنہوں نے تقریباً ایک سو سال سے زیادہ لمبی عمر پائی۔ دہلی میں مولانا موصوف نے ۸۰ سال درس و تدریس میں گزارے۔ اکثر عرب طلبہ نے بھی آپ سے پڑھا۔ میرے دیگر اساتذہ میں سے ہندوستان کے بہت بڑے مایہ ناز ادیب مولانا محمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ جن سے میں نے ترمذی کا نصف آخر حصہ اور شرح نخبۃ الفکر پڑھی۔ مولانا موصوف عربی ادب کے ماہر اور قابل اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ ہندوستان میں ان جیسا کوئی ادیب نہیں گزرا، سوائے مولانا عبدالعزیز میمن کے۔ ان دونوں کے علاوہ عربی ادب میں ہندوستان میں ان جیسا کوئی تیسرا نہ تھا۔ میرے دیگر اساتذہ میں سے مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمانی تھے جنہوں نے حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی شرح لکھی۔ لیکن افسوس کے وہ (کتاب البیوع) تک ہی مکمل کر سکے۔ ان سے میں نے مؤطا امام مالک پڑھی۔ اسی طرح مولانا نذیر احمد رحمانی سے کچھ تفسیر کے اسباق پڑھے۔

مولانا عبدالرحمٰن بہاری سے بلاغت، ادب تفسیر کی کتابیں پڑھیں اسکے علاوہ میرے اساتذہ میں سے مولانا عبداللہ ندوی بنگالی تھے۔ وہ بڑے ادیب اور شاعر تھے۔ مولانا عبدالغفور دارالعلوم دیوبند کے فارغ تھے۔ ان سے میں نے عربی انشاء پڑھی۔ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اساتذہ میں مولانا اعزاز علی تھے۔ میری یہ خوش نصیبی ہے کہ مجھے ترمذی کے شارح (تحفۃ الاحوذی کے مؤلف) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری سے کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی شرح تحفۃ الاحوذی اپنی تحقیق میں ایک اعلیٰ مقام رکھتی ہے اور اس کتاب میں علوم حدیث کے بے شمار خزانے پوشیدہ ہیں۔

الموقظہ: کچھ اپنی مؤلفات کا ذکر کریں گے؟

مولانا: درحقیقت ایک مدرس کو تصنیف و تالیف کا کم ہی موقعہ ملتا ہے۔اس کے باوجود میں نے اردو میں کچھ مقالات و مضامین لکھے ہیں۔تھوڑا بہت عربی میں بھی لکھا ہے۔میں نے عربی میں قادیانیوں کے ردّ میں ایک مقالہ بعنوان "من اضالیل القادیانیة" لکھا۔مذکورہ مقالہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ماہنامہ میگزین "مجلّہ الجامعۃ الاسلامیۃ" میں دو قسطوں میں شائع ہوا ہے۔دیگر مقالات اور مضامین میں: گانے بجانے کے حکم میں، تصویروں اور مجسموں کے حکم میں، اسی طرح رجم کے منکرین کے رد میں بھی ایک مقالہ تحریر کیا ہے۔یہ فتنہ ہمارے ملک میں موجود ہے ہوسکتا ہے کہ دیگر ممالک میں بھی ہو، اس طرح منکرین حدیث کے رد میں بھی ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "عظمت حدیث" رکھا ہے۔یہ کتاب (۴۰۰) صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب میں اس موضوع پر لکھے گئے مطبوعہ مقالات جمع کیے گئے ہیں۔جن میں "حدیث کی اہمیت"، "حدیث کا مقام قرآن کی روشنی میں" قابل ذکر ہیں۔

اس طرح ایک کتاب "انتخاب حدیث" کے نام سے لکھی۔جس میں (۴۰۰) احادیث مختلف موضوعات پر جمع کی گئی ہیں جن میں عقیدہ، برے اخلاق، اچھے اخلاق، اخلاق کے مقاصد، اجتماعی اخلاق، انفرادی اخلاق جیسے موضوعات شامل ہیں۔ ان میں سے ہر موضوع پر حدیث کا عربی متن، مختصر ترجمہ اور اس کی مختصر تشریح کی ہے۔میں اکثر سوچتا تھا کہ عربی میں بھی بہت کچھ لکھوں، لیکن اردو داں حضرات آڑے آجاتے اور کہتے کہ اپنی زبان میں لکھے ہم زیادہ مستحق ہیں۔اس طرح خاندانی منصوبہ بندی کے رد میں مضمون لکھا۔یہ سب مضامین اردو رسائل، المنبر، الاعتصام اور دیگر رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔

الموقظہ: ڈاکٹر محمود الطحان نے اپنی کتاب "اصول التخریج ودراسۃ الاسانید"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آپ کا ذکر کیا ہے، آپ نے جو "مذکرۃ الاسانید" کے نام سے کچھ نوٹ لکھے اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی کلیۃ الشریعۃ کے تیسرے اور چوتھے سال میں پڑھائے جاتے ہیں؟ اس کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے؟

مولانا: جی ہاں، موصوف مجھ سے ایک دفعہ مسجد نبوی میں ملے اور کہنے لگے کہ میں اصول تخریج پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں اور میرے طریقہ تدریس کے بارے میں پوچھا؟ میں نے وہاں دس سال سے زائد عرصہ کلیۃ الشریعۃ کے تیسرے اور چوتھے سال کے طلبہ کو ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد اور ترمذی کی اسانید پڑھائی ہیں۔ اس میں یہ اسلوب اپنایا کہ میں نے پہلے حدیث کا متن لکھا، پھر مذکورہ حدیث کی سند پر تحقیقی بحث کی، پھر حدیث کے متن کی مفصل تشریح، سند کی تحقیق سے مراد، اسناد کی تعریف کہ کونسی سند صحیح اور راجح ہے؟ کونسا راوی ضعیف ہے؟ کونسا ثقہ ہے؟ کونسا ثقہ نہیں ہوسکتا۔ یہ کتابیں طبع نہیں ہوسکیں بلکہ ابھی تک قلمی نسخوں کی شکل میں موجود ہیں۔

المواقظہ: آپ کے خیال میں دین کی طرف دعوت کا انداز کیا ہونا چاہیے؟

مولانا: دعوتی کام میں خطبے، یاددہانی، وعظ ونصیحت، جمعہ اور عیدین اور دیگر مواقع کے خطبے وغیرہ سب شامل ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں کچھ مقالات لکھے ہیں، جیسے داعی کے اوصاف، دعوت کس کو دی جائے، دعوت دین کا طریقہ کار، وغیرہ وغیرہ ان مضامین سے متعلق کچھ مواد لکھا ہے کچھ شائع ہوسکا اور کچھ نہ ہوسکا۔

المواقظہ: پاکستان میں دعوت دین کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

مولانا: پاکستان میں دینی جماعتوں اور ان کی طرف منسوب لوگوں میں مذہبی اور گروہی تعصب پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے سے دور بھاگتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے ہاں جو حنفی ہیں ان کے سامنے کوئی اہل حدیث آجائے تو وہ اس سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے کوئی صحت مند شخص، کوڑھ کے مرض میں مبتلا شخص سے بھاگتا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں اس طرح کے طرز عمل سے بچنا چاہیے، ہمیں اپنے آپ کو سلفی یا اہل حدیث کہلوانے کے بجائے لوگوں کو صحیح عقیدہ توحید کی طرف حکمت ومحبت اور بہترین طریقے سے دعوت دینی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہئے، یہ طریقہ زیادہ سودمند اور بہترین ہے۔ لیکن ایک دوسرے کو کافر یا مشرک یا گمراہ یا فلاں فرقہ کہنا یا فلاں گروہ جہنمی ہے۔ اس طرح کے القاب اور طعن وتشنیع کا کوئی فائدہ نہیں اس طرح کا طرز عمل، درحقیقت حکمت و دانش اور محبت وشفقت سے بھرپور دعوت کے طریقے سے بالکل خلاف ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ ''بشارت دو، نفرت پیدا نہ کرو، آسانی پیدا کرو اور لوگوں کو مشکل وتنگی میں نہ ڈالو۔'' اسی طرح ایک اور مثال ہے کہ میں نے ایک دفعہ کراچی کی ایک اہل حدیث مسجد میں کچھ سلفی نوجوانوں کو دیکھا کہ جب بھی ان کی مسجد میں کوئی حنفی نمازی آجاتا۔ تو اسکو پکڑ لیتے اور کہتے کہ سب سے پہلے نماز ٹھیک کرو اور اس کو نماز کا طریقہ بتاتے کہ ایسا کرنا ضروری ہے۔ میں نے ان نوجوانوں سے کہا پہلے عقیدہ اور توحید کی اصلاح ضروری ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں پہلے کتاب الایمان پھر کتاب العلم پھر کتاب الصلاۃ کی ترتیب رکھی ہے۔ لیکن ہم کتاب الایمان کو مؤخر کردیتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات ایمان کا ذکر ہی نہیں کرتے، حقیقت میں اس طرح کی دعوت دین قرآن وحدیث کے مقصود کے بالکل خلاف ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم لوگوں میں سب سے پہلے قرآن فہمی کا شوق پیدا کریں اس طرح سب کچھ خودبخود سمجھ میں آجائے گا۔ چہ جائیکہ ابتدا ہی میں اختلافی مسائل میں الجھا دیا جائے۔

الموقظہ: سلفی حضرات کو سیاست کے بارے میں موجودہ زمانے میں کیا موقف اپنانا چاہئے؟

مولانا: میں نے دینی جماعتیں اور انتخابی سیاست کے نام سے ایک مختصر پمفلٹ، اردو میں لکھا ہے، جو شائع ہوچکا ہے۔ میں نے اس کتابچے میں، لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ مغربی جمہوریت کا طریقۂ سیاست ہمارے ملک میں فائدہ مند نہیں، اسلام اس طرح کی سیاست کو ہرگز پسند نہیں کرتا، اس طرح کے طریقۂ سیاست میں ایک سرمایہ دار اور مالدار شخص جس کے پاس قارون کے خزانے ہوں، وہ جیت سکتا ہے اور اسمبلی کا ممبر بن سکتا ہے، لیکن مجھ جیسا غریب شخص اگر اس میدان میں کود پڑے تو اس کے سر کا ایک بال بھی نہ رہے، درحقیقت اس طرح کا نظام حکومت ایک ناکام اور بیکار نظام ہے۔ جس کی اصلاح کی ضرورت ہے، لیکن ان سب سے پہلے دلوں کی اصلاح ضروری ہے۔ جیسا کہ آنحضور ﷺ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ایک حدیث میں بہترین دعا مانگی ہے جس میں کہا گیا ہے۔ ''اے اللہ جو دلوں کو پھیرنے والا ہے، ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔''

لیکن موجودہ سیاستدان کیا کہتے ہیں، ہم دلوں کی اصلاح نہیں کریں گے۔ بلکہ قیادت کی اصلاح کریں گے، یعنی اگر ایک قیادت ناکام ہوگئی، تو دوسری قیادت لے کر آئیں گے۔ لیکن یہ چیز سودمند نہیں ہے، کیونکہ نظام تو وہی رہے گا۔ صرف چہرے بدلیں گے۔ یہ امر کافی نہیں ہے بلکہ صرف نظام کا بدلنا بھی کافی نہیں ہے درحقیقت دلوں کی اصلاح سب سے بہتر اور تمام امور پر مقدم ہونا چاہیے، اس لیے دعا میں کہا گیا ہے، جو دلوں کو پھیرنے والا ہے، ہمارے دل اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف پھیر دے، اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم فرمادے۔ اسلام میں سب سے پہلے فرد کی اصلاح ہوتی ہے پھر معاشرے کی۔ کیونکہ معاشرہ کی اصلاح کا دارومدار افراد کی اصلاح پر ہی ہے۔ اگر افراد ٹھیک ہونگے تو معاشرہ بھی ٹھیک اور صالح ہوگا۔ اس کی مثال ایک گھر کی ہے، اگر گھر کی ہر اینٹ، پختہ، مضبوط اور پائیدار ہوگی تو گھر بھی مضبوط اور پائیدار ہوگا۔ اگر اینٹیں ہی کمزور ہوں تو گھر کیسے مضبوط اور پائیدار ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہیں بدلتی۔'' حقیقت میں یہ ایک معاشرہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فرد یا معاشرے کو اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک کہ معاشرہ کا ہر فرد اپنے آپ کو نہیں بدلتا، کیونکہ معاشرہ کی اصلاح کا دارومدار فرد کی اصلاح پر ہے، کیونکہ معاشرہ افراد کا مجموعہ ہے۔

حقیقت میں فرد کی اصلاح ایک بنیادی امر ہے معاشرے کی اصلاح کے لیے ہر دینی جماعت خواہ اہل حدیث ہوں یا جماعت اسلامی ہو اور اس طرح کی دیگر دینی جماعتیں سب انتخابات کے موقع پر تو خوب زور وشور سے داخل ہوتی ہیں لیکن بعد میں خالی ہاتھ واپس لوٹتی ہیں۔ جماعت اسلامی کی مثال ہے جو کہ پہلے تو زیادہ سے زیادہ ۸ سیٹیں جیت جاتی تھی، لیکن بعد میں صرف تین سیٹیں ہی اس کے حصہ میں آسکیں، لوگ انتخابات کے لیے خوب پیسہ خرچ کرتے ہیں لیکن بے سود، اسکی مثال ایسی ہے کہ ہم صرف اذان دیں لیکن نماز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ پڑھیں، نماز کہاں گئی آج کل تو بعض ممالک میں اذان دینے کی بھی ممانعت ہے۔ حقیقت میں خرابی جمہوری طرزِ حکومت کی ہے جو ایک فاسد نظام ہے اور اسلامی نظام کے یکسر خلاف ہے۔ کیونکہ اس نظام میں حکومت عوام کی ہوتی ہے۔ لیکن اسلام میں حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، جس کا حکم ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے، اور یہی صحیح سیدھا مضبوط دین ہے۔''

ہمارے ملک میں اور دیگر ممالک میں جیسے مصر وغیرہ ان سب میں جمہوریت رائج ہے جس میں حکومت عوام کی ہوتی ہے۔ عوام کی حکومت کا کیا مطلب ہے؟ درحقیقت عوام تو اللہ کے بندے ہیں حکم تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ بندہ تو اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب ہے، جو اللہ کے قائم کردہ حدود اور شریعت کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر نافذ کرنا چاہتا ہے۔ اس کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ کوئی ایسا قانون بنائے جو اللہ کے قانون کے خلاف ہو۔ حتیٰ کہ یہ حق تو حضرت محمد ﷺ کو بھی حاصل نہیں، آپ تو صرف اللہ کے حکم اور اس کے قانون کے پابند ہیں۔ اور آپ پر جو وحی نازل ہوتی ہے اس کی اتباع اور پیروی کے آپ پابند ہیں، آپ اللہ کے دین کے علاوہ نہ کوئی شریعت لا سکتے ہیں نہ اپنی طرف سے کچھ کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''آپ اپنی خواہش اور مرضی سے کچھ نہیں کر سکتے ہیں سوائے اس کے کہ جو وحی آپ پر نازل ہوتی ہے۔'' جیسا کہ قرآن میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے: ''اے نبی! اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جو تمہارے لیے حلال ہے، کیا آپ اپنی بیویوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔'' تو نبی بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ حلال و حرام صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی کر سکتا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں کر سکتا اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے سے ہی، لیکن جمہوری طرزِ حکومت میں عوام ہی حاکم ہوتے ہیں اور وہ خود ہی حلال و حرام طے کرتے ہیں، کبھی شراب کو حلال کر دیا، پھر اس کو حرام کر دیا، جیسا کہ امریکا میں ہوتا ہے کہ کسی چیز کو پہلے حلال کرتے ہیں پھر اس کو حرام کر دیتے ہیں، تو گویا حلال و حرام کرنا عوام کا ایک کھیل ہے۔ لیکن یہ امر حقیقت میں عقیدہ توحید اور اسلامی شریعت کے بالکل منافی ہے۔ بلکہ یہ تو سب سے بڑا شرک اور عظیم گناہ ہے۔ لہٰذا جمہوری طرز حکومت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں عوام ہی سب سے بڑا خدا ہے، (نعوذ باللہ) اور اس نظام کے گرد لوگ، جب ووٹ مانگنے گلی کوچوں اور بازاروں اور گھر گھر گھومتے ہیں تو سب کی خوب منتیں سماجتیں کرتے ہیں کہ ہمیں ووٹ دو، ہم ہی اسلام کے سب سے بڑے خادم ہیں، ہم ملک کے خادم ہیں ہم تمہارے دوست ہیں، ہم اپنا سارا پیسہ تمہاری خدمت کے لیے خرچ کر رہے ہیں یہ ساری محنت تمہارے لیے ہی کر رہے ہیں۔ لیکن یہ سب جھوٹے وعدے ہوتے ہیں، کیونکہ جب یہ لوگ انتخابات میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ سارے وعدے بھول جاتے ہیں۔ درحقیقت اس نظام میں سب سے بڑا دھوکہ ہے اور یہی تصور منافقت کا ہے جو اس زمانے میں ہر جگہ کثرت سے پائی جاتی ہے۔

الموقظہ: جہاں تک دینی علم حاصل کرنے کا تعلق ہے۔ تو اس سلسلے میں آپ طالب علموں کو کیا نصیحت کرنا پسند کریں گے؟

مولانا: سب سے پہلے نیت کی اصلاح ضروری ہے۔ اس لیے امام بخاری نے اپنی کتاب اس حدیث سے شروع کی ہے: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی''، حقیقت میں یہ حدیث ہر طالب علم کے لیے ایک بنیادی اصول اور عظیم ہدایت ہے، اس میں بھرپور نصیحت فرمائی ہے۔ اس حدیث میں طالب علم دینی علم حاصل کرنے سے پہلے اپنی نیت کی تصحیح کرکے اور دینی علم کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سیکھے اور اس کا اجر و ثواب صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے۔

الموقظہ: مولانا صاحب کیا آپ نے ہمارے رسالے ''الموقظۃ'' کا مطالعہ کیا ہے؟

مولانا: جی ہاں! آپ کا رسالہ دیکھا ہے، لیکن تفصیل سے پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ تھوڑا بہت پڑھا ہے۔

الموقظہ: آخر میں آپ اس رسالے کو شائع کرنے والوں کے لیے کچھ نصیحت یا پیغام دیں گے؟

مولانا: سب سے پہلا کام اخلاص ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکمت و دانش کے ساتھ دعوت دینا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ''اللہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور اچھے طریقے سے بحث و مباحثہ کرو'' تیسری چیز جو داعی کے لیے بہت ضروری ہے، کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جگہ مستقل جم کر دعوت دے، جب تک اس کی یہ دعوت ثمر آور نہ ہو جائے وہ جگہ نہ چھوڑے یعنی اس کو چاہیے کہ کسی گاؤں یا ملک یا وادی کو دعوت دینے کے لیے منتخب کرے، پھر اس جگہ کے لوگوں میں مستقل مزاجی سے دعوت دے۔ جب اس کی دعوت اس علاقے میں خود بخود پھیل جائے، تو پھر کسی اور جگہ منتقل ہو جائے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم اگر کسی جگہ یا زمین میں بیج ڈالیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان بیجوں کا خوب اچھی طرح سے خیال رکھیں ان کو پانی وقت پر دیں اور جب تک یہ پودے نشو ونما پا کر قد آور نہ ہو جائیں ان پر بھرپور توجہ دیں۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالغفار حسن مدظلہٗ العالی سے ایک انٹرویو

[درج ذیل انٹرویو ۱۹۹۱ء میں لیا گیا جب مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے اور اس وقت کونسل موجودہ قوانین کو شرعی ڈھانچہ میں ڈھالنے کا کام کر رہی تھی۔ یہ انٹرویو متحدہ علماء کونسل کے نمائندہ ماہانہ جریدے ''الاتحاد'' میں عربی زبان میں شائع ہوا تھا۔ انٹرویو ترجمہ: احمد حسن]

سوال محترم تاسیس پاکستان سے آج تک علماء کرام نے پاکستان میں نفاذِ شریعت کے حوالے سے جو جدوجہد کی ہے اس پر روشنی ڈالیں؟

جواب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! جید علمائے کرام نے پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لیے ابتدا سے ہی کوششیں شروع کر دیں تھیں۔ لیکن بدقسمتی سے جو لوگ تحریک پاکستان کے اصل کارپرداز تھے انہیں شریعت کے نفاذ سے اسقدر دلچسپی نہ تھی۔ لہٰذا علماء نے دینی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے حکمرانوں کو مسلسل یاددہانی کا فرض نبھایا اور اس سلسلے میں ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کرام نے ایک قومی سطح کی کانفرنس منعقد کی۔ اس کی صدارت مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ اس کانفرنس میں شریک ہونے والی اہم شخصیات یہ تھیں: مولانا ابو الاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایوانی امیر جمعیت علماء پاکستان سندھ، مولانا محمد شفیع مہتمم دارالعلوم کراچی، مولانا محمد یوسف بنوری بانی وصدر جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، مولانا اطہر علی امیر جمعیت علماء اسلام مشرقی پاکستان، مولانا راغب احسن مشرقی پاکستان، مولانا داؤد غزنوی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان، مولانا اسماعیل سلفی، مفتی کفایت حسین مجتہد امیر کونسل برائے تحفظ حقوقِ شیعہ پاکستان اور بعض دوسرے علماء جن کے نام یاد نہیں۔ اس کانفرنس کے اختتام پر قرارداد پیش کی گئی جس میں پاکستان میں نفاذِ شریعت کے حوالے سے ۲۲ نکات پر اتفاق کیا گیا جن میں سے بعض اہم نکات کا ذکر کرنا اہمیت سے خالی نہ ہوگا۔

www.KitaboSunnat.com

(۱) حاکمِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

(۲) تمام قوانین کی تشکیل قرآن وسنت کی روشنی میں ہوگی اور قرآن وسنت کے خلاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی قانون تشکیل نہیں دیا جائے گا۔

(۳) پاکستان کی اسلامی حکومت عوام میں گروہی، لسانی یا طبقاتی اعتبار سے کوئی فرق روا نہ رکھے گی اور سب کو برابری کا رتبہ دیا جائے گا۔

(۴) حکومت پر واجب ہوگا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند ہو اور ملک میں اسلامی شعائر کا احیاء کرے۔

اس قرارداد کی تائید میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبداللہ الباقی ممبر پارلیمنٹ مشرقی پاکستان، مولانا عبداللہ الکافی مشرقی پاکستان، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی مغربی پاکستان شامل تھے۔

علماء کی طرف سے دوسری بڑی کوشش جو کی گئی وہ پارلیمنٹ کی جانب سے قراردادِ مقاصد کا اعلان تھا، جس کی روح کے مطابق اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا اور یہاں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون پاس نہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاکم نہ ہوگا اور نہ ہی شریعت محمدی کے علاوہ کوئی شریعت ہوگی۔

اس قرارداد کی منظوری کے لیے جن علماء کی جدوجہد قابل ذکر ہے ان میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا داؤد غزنوی جیسی بلند پایہ شخصیات شامل ہیں۔

سوال وہ کیا رکاوٹیں ہیں جن کی وجہ سے پاکستان میں آج تک شریعت نافذ نہ ہوسکی؟

جواب پہلی رکاوٹ یہ رہی کہ تحریک پاکستان میں شامل سیاسی لیڈروں کی اکثریت پاکستان بننے کے بعد عہدوں اور اختیارات کے حصول کے لیے سرگرم ہوگئی جبکہ علماء کرام اس وقت افتراق وانتشار کا شکار تھے۔

دوسری رکاوٹ جمہوری نظام ہے جس میں صرف اکثریت کا لحاظ کیا جاتا ہے جبکہ علم اور اخلاق کی کوئی وقعت نہیں۔ اس نظام میں عالم اور جاہل یکساں حیثیت رکھتے ہیں جو کہ قرآن مجید کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ﴾

(۵/ المائدۃ:۱۰۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کہہ دو کہ برے اور اچھے ایک برابر نہیں ہوتے خواہ تمہیں برے لوگوں کی کثرت متاثر کرے۔''

تیسری رکاوٹ، پاکستان میں گمراہ فرقوں اور مذاہب کی تحریکوں میں شدت آنا جیسے کہ شیعوں اور قادیانیوں کی سرگرمیاں۔

سوال موجودہ قوانین کو شرعی قوانین میں ڈھالنے میں اسلامی نظریاتی کونسل کا کیا کردار رہا ہے؟

جواب اسلامی نظریاتی کونسل نے اس سلسلے میں بہت کام کیا ہے اور موجودہ قوانین جو قرآن وسنت کے خلاف ہیں، کو شرعی قوانین میں ڈھالنے کا کام مکمل کر لیا ہے اور نہایت معمولی حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اس کے علاوہ کونسل نے کتاب وسنت کی روشنی میں اسلامی سیاسی نظام کے حوالے سے نہایت عمدہ تجاویز مرتب کی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کتاب وسنت میں بیان کردہ تمام احکام کو نہایت سہل انداز میں تمام نمبر وار نکات کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔

سوال اسلامی ممالک میں اسلامی جماعتوں سے مستقبل میں کیا اُمیدیں وابستہ رکھی جاسکتی ہیں؟

جواب پاکستان میں بالخصوص اور عالمِ اسلامی میں بالعموم سیاسی جماعتوں کی تین اقسام ہیں:

اوّل: وہ سیاسی جماعتیں جن پر دینی رنگ نمایاں ہے۔

دوم: لادینی سیاسی جماعتیں جن کے نزدیک دین صرف مساجد اور دینی مدارس تک محدود ہے۔ وہ دین کو اجتماعی عوامی زندگی میں شامل نہیں کرتیں۔

سوم: نیشنلسٹ جماعتیں جن کے نزدیک قومیت اور وطنیت ہر چند سے بالاتر ہے خواہ وہ شریعت اسلامی ہی کیوں نہ ہو۔ ان لوگوں کو ہم دو چہروں والے (منافق) کہہ سکتے ہیں۔ ان پر قرآن مجید کی یہ آیت صادق آتی ہے:

﴿ وَإِذَا دُعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴾

(٢٤/ النور: ٤٨)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پہلی قسم کی جماعات ہی بہتر ہیں اور اگر یہ دین کے لیے مخلص ہوں اور اللہ کے نام پر اکٹھی ہو جائیں تو ان کی کامیابی ممکن ہے۔ اگرچہ یہ جماعتیں تعداد میں کم ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہوگا۔ بشرطیکہ یہ جماعتیں سخت حالات میں صبر سے کام لیں اور اقامت دین اور دعوت الی اللہ کے راستے میں آنے والی تمام مشکلات کا مقابلہ کریں، آپس میں اتفاق واتحاد کا مظاہرہ کریں اور بنیانِ مرصوص کی مانند یکجا ہو جائیں تو ان کی کامیابی شک وشبہ سے بالاتر ہوگی۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر اسرار احمد کے ساتھ ایک نشست

صہیب حسن

برادرم سہیل حسن کی معیت میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ساتھ ایک ملاقات اُن کے اپنے دفتر واقع ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہوئی۔

ابا جان اور ڈاکٹر اسرار احمد کا جماعت اسلامی کے حوالہ سے ایک گہرا تعلق رہا ہے اس لئے ہم ان تعلقات کے جلو میں ڈاکٹر صاحب کے تأثرات جاننا چاہتے تھے اور خاص طور پر اس بات کا جواب بھی کہ ان دونوں شخصیتوں میں یہ گہرا ربط کیسے قائم ہوا، جبکہ اُن کے مابین ملاقات کی خشت اول رکھے جانے کے وقت ابا جان جوانی کی سیڑھیوں کا نصف اول پھلانگ چکے تھے تو ڈاکٹر صاحب ابھی اس کی ابتدا میں تھے اور وہ یوں کہ اگر مرحلہ شباب کو بیس سے پچاس سال مانا جائے کہ دونوں کی عمروں میں اُنیس سال کا تفاوت تھا اور پھر یہ کہ اولین شخصیت علم ادیان میں ڈوبی ہوئی تھی تو دوسری علم ابدان کے اسرار و رموز حل کرنے میں غرق تھی۔ ابا جان اگر مدرس کی حیثیت سے ایک دھیما پن اور خاموش طبیعت رکھتے تھے تو ڈاکٹر اسرار سیمابی و انقلابی کیفیت رکھتے تھے، ایک اپنی تقریر میں خوش بیان لیکن ساکت سمندر کی مانند اور دوسرے شوخیٔ بیان کے بادشاہ اور متلاطم موجوں پر گامزن، گویا دونوں ضدّین تھے لیکن پھر جیسے کائنات مجموعۂ اضداد کو ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہے اسی طرح یہ دونوں اپنی متضاد طبائع کے باوجود وصل و فصل کے مراحل سے گزرتے ہوئے باہم شیر و شکر بھی رہے۔

☆ میرا پہلا سوال یہ تھا کہ ابا جان سے اولین تعارف کیسے ہوا؟

ڈاکٹر صاحب گویا ہوئے: ''اسلامی جمعیت طلبہ کے توسط سے پہلا تعارف حاصل ہوا، زمانہ ۵۰ء کا تھا (یعنی ڈاکٹر صاحب اٹھارہ سال کے نوخیز نوجوان تھے۔) مولانا جماعت اسلامی کے مرکزی شعبۂ تربیت کے نگران تھے، اُن کی شخصیت میں تدیّن اور تقویٰ دیکھا، ۵۵ء کے جماعت کے سالانہ اجتماع میں اُنہیں جماعت کی پالیسی اور دستور کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں وضاحت پیش کرتے دیکھا، یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے لئے اسلامی دستور کی مہم بڑے زور شور سے چلا رہے تھے۔ ۵۱ء میں جماعت نے پہلی دفعہ الیکشن میں حصہ لیا لیکن پوری دیانت اور ذمہ داری کا مظاہرہ کیا، حلقہ ماڈل ٹاؤن لاہور سے مولانا امین احسن اصلاحی اُمیدوار تھے، کیمپ لگایا گیا لیکن ہُو کا عالم تھا، کوئی قریب نہ پھٹکتا تھا، میں اس وقت میڈیکل کالج کا طالب علم تھا۔ اس دور میں میرا عمائدین جماعت مولانا مودودی، مولانا اصلاحی، سلطان احمد، اجمل خان، حکیم عبدالرحیم اشرف وغیرہم سے تعارف ہوا۔ ۵۴ء میں ایم بی بی ایس سے فارغ ہو کر منٹگمری (حال ساہیوال) منتقل ہو گیا، میرے والد ۵۲ء سے دماغی عارضہ میں مبتلا تھے اور یوں ان کی وفات تک تیرہ سال ان کی خدمت کا موقع ملا۔ جس کے لئے میں منٹگمری ہی میں مقیم رہا۔

انتخابات کی بات ہو رہی تھی، مولانا محی الدین لکھوی جو اپنے حلقہ میں با اثر ہونے کی بنا پر کامیاب ہوئے تھے، جماعت نے انہیں بعد میں اپنایا اور اسمبلی میں اُنہیں جماعت کا واحد نمائندہ ٹھہرایا گیا۔ اس انتخاب میں جماعت کی شمولیت پنچائت کی بنیاد پر تھی۔ ووٹر کا عہد نامہ بنایا گیا، جس میں امانت و دیانت کو سرفہرست رکھا گیا۔ صرف پنچائت ہی امیدوار کے حق میں خرچ کرنے کی مجاز تھی۔ چونکہ نتائج حوصلہ افزاء نہ تھے اس لئے ۵۲ء کے بہاولپور والے الیکشن میں جماعت ایک قدم پیچھے ہٹی، لوگوں کو کھانا پیش کیا گیا اور دیگر خاطر و مدارت کی گئی لیکن شاید وہاں بھی فردِ واحد جو کامیاب ہوئے تھے وہ اجمل خان لغاری مرحوم تھے۔

۵۱ء کے الیکشن میں کہ جس میں مولانا مودودی کو چالیس نشستوں پر کامیابی کی توقع تھی، ناکامی مقدر ٹھہری، جماعت میں بے چینی پائی گئی۔ میں خود سب سے بے چین تھا، میرے نزدیک دورِ نبوت کے بعد جماعت کی تحریک صحیح ترین اسلامی تحریک تھی۔ لیکن اُس نے انتخابی سیاست کی راہ اختیار کر کے اپنی منزل کھوٹی کر لی تھی۔

مولانا مودودی نے اپنے کتابچے (اسلامی حکومت کیسے قائم ہوتی ہے؟) میں جو نظریہ پیش کیا تھا، میرا اُس پر پورا ایمان تھا لیکن الیکشن میں قبل از وقت کود کر جماعت نے گویا ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گڑھے میں چھلانگ لگا دی تھی۔

نومبر ۵۵ء کے سالانہ اجتماع منعقدہ کراچی میں بہت سے ارکان نے جماعت اسلامی کی پالیسی کے ضمن میں اختلاف کے اظہار کے لئے بحث کے نوٹس دیئے تھے۔ مولانا مودودی مرحوم نے اس موقع پر پنڈورا بکس کو کھولنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے مرکزی شوریٰ کے چار سینئر ارکان پر مشتمل ایک جائزہ کمیٹی تشکیل دے دی تا کہ وہ پورے ملک کا دورہ کر کے اختلاف کرنے والوں کی تعداد اور اُن کے دلائل سے آگاہی حاصل کرے اور اپنی سفارشات بھی پیش کرے۔

۵۶ء کی شوریٰ (۲۵ نومبر سے ۱۰ دسمبر تک) کا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔ یہ وہ اجلاس ہے کہ جس میں جائزہ کمیٹی کی رپورٹ کی بنیاد پر جماعت میں ایک ہلچل مچ چکی تھی، میں اس وقت حلقہ اوکاڑہ سے وابستہ تھا، میں نے کمیٹی کے سوالات کے جواب میں کچھ نوٹس (اشارات) بھیجے تو کہا گیا کہ مفصل لکھ کر بھیجیں۔ میں نے پندرہ دن میں ۲۲۵ صفحات پر مشتمل جواب نامہ ارسال کیا جس میں بتایا گیا تھا کہ جماعت کیسے اپنی پالیسی سے انحراف کرتی چلی جارہی ہے۔ (۱۹۵۶ء کا تحریر کردہ یہ بیان ۱۹۶۶ء میں کتابی شکل میں "تحریک جماعت اسلامی: ایک تحقیقی مطالعہ" کے نام سے شائع ہوئی تھی اور اب بھی شائع ہورہی ہے۔)

شوریٰ کے اجلاس میں مولانا مودودی پر تنقید اور اس کے ردعمل میں اُن کا استعفیٰ، پھر مولانا اصلاحی کا مولانا مودودی کے نام مکتوب، مولانا ظفر احمد انصاری کی صلح صفائی کے لئے مداخلت اب تاریخ کا ایک حصہ ہیں جو اکثر لوگوں کے علم میں ہے۔

اور پھر ماچھی گوٹھ کا وہ تاریخی اجلاس ہوا جس میں مولانا مودودی نے چھ گھنٹے تقریر کی۔ میں نے اپنے حلقہ کے چھ ارکان کیساتھ اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے کے لئے وقت مانگا تھا، مجھے بعد میں وقت دیا گیا۔ خود میری تقریر بھی تین گھنٹوں پر محیط تھی۔ اس اجلاس میں اولاً مولانا مودودی پر اعتماد کی قرارداد پیش ہوئی جس پر حکیم عبدالرحیم اشرف نے بھی زوردار تقریر کی، جس پر میں نے سخت تنقید کی، میرا کہنا تھا کہ پہلے پالیسی پر گفتگو ہونی چاہیے اور پھر اگر پالیسی کی توثیق ہو جائے تو تحریک اعتماد لائی جاسکتی ہے اگرچہ اس صورت میں اس کی کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت رہے گی ہی نہیں۔

بالآخر فیصلہ ہوا کہ پالیسی یہی رہے گی اور جو اس پالیسی سے اختلاف رکھتے ہیں وہ اپنے اختلاف کو سوائے ارکان اجتماع عام کے اور کہیں اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔ میرے لئے یہ بہت بڑا دھچکا تھا۔ میں جماعت کے بغیر اپنے وجود کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ماچھی گوٹھ میں یہی اعلان کیا کہ میں جماعت میں شامل رہوں گا لیکن مولانا مودودی نے اس اجتماع کے بعد ترجمان القرآن کے اگلے شمارہ میں ضعف ارادہ کے موضوع پر اشارات لکھے اور اپنی پالیسی سے اختلاف کرنے والوں پر چسپاں کر دیا چنانچہ میرے لئے اپنی زندگی کے اہم فیصلے کا وقت آ گیا۔ میں اپریل ۱۹۵۷ء میں حالت اعتکاف میں تھا اور وہیں گیارہ یا بارہ صفحات پر مشتمل اپنا استعفیٰ لکھ کر مرکز جماعت بھجوا دیا۔"

☆ میرا دوسرا سوال یہ تھا کہ آپ لوگوں نے نئی تنظیم بنانے کا بیڑا اٹھایا تھا لیکن اس میں ناکامی کیوں ہوئی؟

ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا: "ہمارا زیادہ انحصار مولانا اصلاحی اور حکیم عبدالرحیم اشرف پر تھا، اتفاق ہوا کہ دونوں حج پر گئے، جاتے وقت بالکل شیر و شکر تھے لیکن واپس آئے تو مسلکی اختلاف کی بنا پر پہلے والی بات نہ رہی تھی۔ حکیم صاحب کے خیالات جماعت سازی کے بارے میں بھی وہ نہ رہے جو پہلے تھے، انہوں نے کہنا شروع کیا کہ جماعت سازی خود ایک فتنہ ہے، میں اپنی سی جدوجہد میں لگا رہا، اجمل خان لغاری بھی جماعت سے مستعفی ہو چکے تھے، مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ہڑپہ اور رحیم یار خان کا دورہ کیا، رحیم یار خان کے اجتماع میں اصلاحی صاحب کے علاوہ مصطفیٰ صادق اور کئی دوسرے احباب بھی جمع تھے، نئی جماعت کے بارے میں قرارداد پاس کی گئی، اساسات اور توضیحات وضع کی گئیں، نام کیا ہو اس پر بھی خوب بحث ہوئی، لاہور واپس آئے تو اصلاحی صاحب کے فرزند اکبر ابو صالح اصلاحی کی وفات کا الم ناک حادثہ پیش آ چکا تھا۔ وہ پی آئی اے کی قاہرہ کی اولین فلائٹ کیساتھ بطور صحافی گئے تھے، یہ جہاز قاہرہ میں زمین بوس ہو گیا تھا۔

ان دنوں مجاہد الحسینی صاحب نے "جماعت اسلامی اور اسرائیل" کے نام سے ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب شائع کی، مولانا اصلاحی نے اس کا مقدمہ لکھ مارا جو کہ ہمارے لئے ایک ناپسندیدہ عمل تھا۔اس طرح ہوتے ہواتے ۶۵ء کا سال آ گیا۔میں نے فیصلہ کرلیا کہ اس بھاری پتھر کو اب میں خود ہی اٹھاؤں گا اور یوں تنظیم اسلامی کی بنیاد پڑی۔

یہاں اس بات کا ذکر غیر مناسب نہ ہوگا کہ مولانا اصلاحی نے حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب سے پانچ ہزار روپے قرض لئے تھے۔حکیم صاحب نے کچھ عرصہ کے بعد تقاضہ کیا۔ اصلاحی صاحب نے تدبر قرآن جلد اول کا مسودہ ان کے سپرد کیا کہ اسے لے جاؤ، حکیم صاحب کے پاس یہ مسودہ پڑا رہا، شائع ہونے کی نوبت نہیں آ رہی تھی، میں نے حکیم صاحب کو پانچ ہزار دے کر اسے واگزار کرایا۔ وہ جلد بھی شائع کی اور اس کے بعد تین جلدیں مزید شائع کیں۔چوتھی جلد میں سورۃ النور کے ضمن میں ماعز اسلمی کے رجم کا واقعہ بیان ہوا ہے اور اصلاحی صاحب نے جس پیرائے میں اس صحابی کا تذکرہ کیا اور حد رجم کے بارے میں اپنی وہ رائے ظاہر کی جو اجماع امت کے بالکل برخلاف ہے وہ باعث نزاع بنا۔ خود مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی میثاق کے صفحات پر اس مبحث کو آڑے ہاتھوں لیا۔

ایک دلچسپ بات یہ بھی ہوئی کہ مولانا برکات احمد ٹونکی نے مجھے خط لکھا تھا اور اس میں مولانا اصلاحی کی اس رائے کے حوالے جو انہوں نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴ کے ضمن میں لکھی تھی یعنی یہ کہ اس سے مراد "امّھات الیتامی" ہیں۔میں نے یہ خط مولانا اصلاحی کو دکھایا تو تعجب سے کہا کہ یہ شخص کون ہے؟ اور اس کے ساتھ خط کو اٹھا کر پھینک دیا۔بعد میں، میں نے مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے اس موضوع پر لکھنے کو کہا تو وہ مصروفیت کی بنا پر عذر کر گئے۔"

☆ میرا تیسرا سوال ابا جان کے بارے میں کہ وہ آپ کی دعوت پر منٹگمری (حال ساہیوال) منتقل ہوئے لیکن پھر آپ وہاں سے خود ہی کراچی تشریف لے گئے؟

ڈاکٹر صاحب نے کہا: "منٹگمری میں، میں نے حلقہ مطالعہ قرآن کا آغاز کیا، طلبہ کی تربیت کے نقطۂ نظر سے "دارالمقامہ" کے نام سے ایک ہوسٹل کی داغ بیل ڈالی۔ میں اس کے ساتھ ساتھ اپنی میڈیکل پریکٹس بھی کر رہا تھا، میرے بڑے بھائی اظہار احمد ایک تعمیراتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمپنی (قریشی لمیٹڈ کمپنی) کے مالک اور ڈائریکٹر بھی تھے، انہوں نے بزنس میں شراکت پر آمادہ کیا۔ میرے کلینک کو بھی ویلفیئر کام کا حصہ بنا دیا گیا۔ مجھے کہا گیا کہ چند سال کمپنی کی انتظامیہ کی ذمہ داری سنبھال لو، اس کے بعد تم ہمہ وقت دین اور تحریک کا کام کرنا تمہاری معاشی کفالت کمپنی کے ذمہ رہے گی۔ اُن کا ایک پراجیکٹ کراچی میں چل رہا تھا اس لئے مجھے کراچی منتقل ہونے کے لئے کہا اور یوں میں اظہار احمد کے کہنے پر کراچی منتقل ہو گیا۔"

ابا جان بھی انہی اسباب کی بنا پر منٹگمری چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور کراچی کے مدرسہ رحمانیہ (سولجر بازار) سے منسلک ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے ہم دونوں بھائیوں (شعیب اور صہیب) کی شادی کی مناسبت سے کہا کہ "مولانا اس وقت ضرورت مند تھے، ان کے لئے کچھ رقم بھی واجب الأداتھی، جو میں اپنے مالی حالات کی بنا پر ادا نہ کر سکا اور جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔"

یہ ٦٤ء کی بات ہے۔ ٦٥ء میں مکہ مکرمہ جانا ہوا، مولانا کے ساتھ بھی مدینہ منورہ میں نشست رہی، خصوصاً ٧٠ء کا رمضان المبارک پورا میں نے مدینہ منورہ میں مولانا کے مہمان کی حیثیت سے گزارا۔ اس کے بعد ایک مہینے کا سفر لندن کا ہوا، وہاں سے واپسی پر میں نے فروری ٧١ء میں مولانا ہی کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کی اور اسی موقع پر میں نے طبابت کے پیشے کو خیر باد کہنے کا فیصلہ کر لیا۔

ڈاکٹر صاحب نے مجھے یاد دلایا کہ "تم اس وقت نیروبی جانے کے لئے پابہ رکاب تھے اور میں لندن جانے کے لئے۔ ویزہ کے حصول کے لئے جدہ جانا ہوا جہاں جمعیت کے ساتھیوں میں سے عمر چھاپرا صاحب سے بھی ملاقات رہی۔ میں جس ادھیڑ بُن میں تھا، اسی کی وجہ سے غالباً تھوڑے سے وقت کے لئے میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا تھا۔ "حساب کم و بیش" کے عنوان سے تحریر اسی ضمن میں قلمبند ہوئی۔"

☆ ابا جان تصوف کے قائل نہ تھے جبکہ آپ اکثر صوفیا سے استشہاد کرتے نظر آتے ہیں، تو کیا یہ بات آپس میں ٹکراؤ کا باعث نہ ہوئی؟

ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا: "میرے نزدیک ابن عربی کا تصور وحدت الوجود،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحدت الشہود ہی کا ایک عکس ہے، کوئٹہ کی تربیت گاہ میں ہم دونوں ساتھ تھے، مولانا ابن عربی پر کڑی تنقید کر رہے تھے، یہ شعر محل نظر تھا: ع

العبد ربٌّ والرب عبدٌ

یا لیت شعری من المکلّف

(بندہ رب ہے اور رب بندہ، اے کاش مجھے معلوم ہو کہ ان میں مکلّف کون ہے؟)

اور میں ابن عربی کے اس شعر سے استشہاد کر رہا تھا: ع

العبد عبدٌ وإن تعرّج

والرب رب وإن تنزّل

(بندہ چاہے کتنی ہی معراج کیوں نہ حاصل کر لے بندہ ہی رہے گا اور رب چاہے کتنا نزول ہی اختیار نہ کر لے رب ہی رہے گا۔)

ایک دفعہ ہم دونوں ساہیوال میں مولانا شمس الدین والی مسجد میں معتکف تھے، ہم دونوں سورۃ الحجرات کی ان آیات پر بحث کر رہے تھے:

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ﴾ (۴۹/ الحجرات: ۱۴)

مولانا کا کہنا تھا کہ ان لوگوں سے مراد منافقین ہیں کہ جن کے ایمان کی نفی کی گئی ہے، میرا مؤقف یہ تھا کہ یہ حالت ایسی ہے کہ جہاں نہ ایمان کی نفی ہو رہی ہے اور نہ ہی اثبات کیا جا رہا ہے۔ بلکہ اس میں مجرد اسلام کا ذکر ہے جس کے ساتھ نہ مثبت طور پر ایمان موجود ہو نہ منفی طور پر نفاق۔

اتفاق سے مولانا عبدالجلیل (امام مسجد اہل حدیث) نے امام ابن تیمیہ کی کتاب ''الایمان'' ہمیں بھجوا دی تھی، چنانچہ اس کتاب سے رجوع کیا گیا اور مجھے اس ضمن میں ابن تیمیہ کی رائے کا بھی پتہ چلا کہ میری رائے اُن سے ہم نوائی کر رہی تھی۔ اس پر مولانا نے تحسین آمیز انداز میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن حکیم سے ایک مناسبت عطا کر دی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بہتر ہو کہ آپ دینی علوم کا بالاستیعاب مطالعہ کر لیں۔"

☆ جماعت سے نکلنے کے بعد آپ دونوں حضرات کے تعلقات میں بالآخر فتور غالب رہا! اس کی وجہ؟

ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا: "میں اُسے فتور تو نہ کہوں گا، از سرنو جماعت سازی نہ ہونے کی بنا پر اسے بدّ دلی سے تعبیر کروں گا۔ میں خود تنظیم اسلامی کے قیام میں مشغول رہا۔ باقی احباب اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے، چونکہ اصلاحی صاحب سے زیادہ واسطہ پڑتا تھا، اس لئے انہی سے تعلقات بھی زیادہ کشیدہ ہوئے۔"

مولانا نے مجھ سے کہا: آپ نے اصلاحی صاحب سے ملنا جلنا کیوں کم کر دیا؟ میں نے جواباً کہا: اور آپ مولانا مودودی سے کیوں نہیں ملتے؟

ڈاکٹر محمد عثمان مولانا کی برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور رشتے میں اُن کے چچا لگتے ہیں۔ وہ بھی بالآخر تنظیم اسلامی میں شامل ہو گئے، اُن کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ مولانا سے انہوں نے پوچھا: آپ سترہ برس جماعت اسلامی میں کیا کرتے رہے! تو کہا: "جھک مارتے رہے۔"

☆ میرا اگلا سوال تھا کہ اصلاحی صاحب اور ابا جان کے درمیان اگر حدیث کے حوالے سے تقابل کیا جائے تو آپ کیا کہیں گے؟

کہا کہ "میں اصلاحی صاحب کو عقلیت پسند (RATIONALIST) مانتا ہوں، جس کا آغاز سرسیّد سے ہوا تھا اور جو مولانا فراہی کی وساطت سے اصلاحی صاحب تک پہنچا۔ مولانا اصلاحی مولانا فراہی کے خوشہ چیں ہیں اس لئے ان کے اثرات سے بچ نہ سکے۔"

کہا کہ "میں نے اصلاحی صاحب کے دروس کثرت سے نہیں سنے، مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ رفع مسیح اور نزول مسیح کے قائل نہ تھے اس لئے اس مسئلہ پر اپنی تفسیر میں خاموشی سے گزر گئے۔" جواب دیا یہ صحیح ہے۔

☆ میں نے پوچھا کہ ابا جان کے حوالہ سے کوئی اور واقعہ، ایسا واقعہ جس میں تاثر کی شدت ہو؟

کہا کہ "مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ایک دن میں نے مولانا کو فیض کی یہ نظم سنائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس میں وہ کہتا ہے: ع

مرنے چلے تو سطوت قاتل کا خوف کیا
اتنا تو ہو کہ باندھنے نہ پائے دست و پا

اس نظم کو مولانا نے بہت پسند کیا اور دوبارہ پڑھوا کر باقاعدہ ٹیپ پر ریکارڈ کرالیا۔

مدینہ میں ایک ماہ قیام رہا اور یہ تاثر دل ودماغ پر چھایا رہا کہ ع

یہ فصل امیدوں کی ہمدم اس بار بھی غارت جائے گی
سب محنت صبحوں شاموں کی اب کے بھی اکارت جائے گی

☆ ڈاکٹر صاحب اپنی تصنیفی اور تخلیقی واردات پر معاصر علماء کی تحسین وتبریک کا تذکرہ کرتے ہوئے گویا ہوئے کہ

''مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ میرے ایک تفسیری نکتہ پر خوب داد دی کہ میں نے ۶۶ء میں ''حقیقت زندگی'' کے عنوان سے اپنا پہلا مضمون قلمبند کیا تھا جس میں ''عہد الست'' پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا تھا کہ پہلی تخلیق عالم ارواح میں ہوئی پھر ہم حالت خواب میں چلے گئے، یہاں تک کہ اللہ نے دوبارہ رحم مادر میں زندگی عطا کی۔'' اسی حوالے سے میں نے سورۂ مؤمن کی آیت میں وارد الفاظ: ﴿ رَبَّنَآ أَمَتَّنَا ٱثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا ٱثْنَتَيْنِ...... الآية ﴾ (٤٠/ المؤمن: ١١) کی جو وضاحت کی اس کے بارے میں مجھے خط میں لکھا: ''آپ کے اس مضمون سے ایک بہت قیمتی نکتہ ہاتھ آیا۔''

مولانا عبدالماجد دریابادی کا تذکرہ کیا کہ ''جب میں نے مولانا آزاد اور مولانا فراہی کے تقابل پر تیرہ چودہ صفحات کا مضمون لکھا تو مولانا دریابادی نے بطور داد کہا تھا کہ جی چاہتا ہے بڑا سا ''ص'' لکھ دوں۔'' وہ تحریر میری تالیف ''دعوت رجوع الی القرآن'' میں شامل ہے، اصلاحی صاحب نے مولانا دریابادی صاحب کی تحسین کے بارے میں کہا تھا کہ ''اسے حقیر نہ سمجھنا، یہ (مولانا دریابادی) اس قافلہ اہل علم کے آخری سالار تھے۔''

مولانا محمد زکریا نے بھی اس مقالہ کی تحسین کی، وہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے، علی میاں سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ آیا تم نے یہ مضمون میثاق میں پڑھا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر صاحب نے قیام مدینہ کے ضمن میں اس بات کا بھی تذکرہ کیا کہ ''حرم مدینہ میں پانچ دفعہ خطاب کرنے کا موقع ملا، درس مولانا عبدالغفار حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہوتا تھا، میں اس سے قبل پندرہ بیس منٹ کے لئے خطاب کرتا تھا، ''قرآن مجید پر مسلمانوں کے حقوق'' والا مضمون بیان ہوتا رہا اور اسی طرح حرم مکی میں سیرت پر تین چار دفعہ خطاب کرنے کا موقع ملا، ان دنوں شیخ محمد الأمین شنقیطی کے بھی چند دروس سننے کا اتفاق ہوا۔''

ملاقات کے اختتام پر ڈاکٹر صاحب نے ان چند آراء کا بھی ذکر کیا جن پر معاصر علماء سے چشمک رہی، مثلاً مسئلہ مزارعت کہ اس کی حرمت پر انہوں نے مولانا طاسین صاحب کی مفصل بحث شائع کی تھی، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ نے میری مخالفت میں پوری تقریر کر ڈالی لیکن جب میں نے مولانا مرحوم کی خدمت میں مولانا طاسین صاحب کے مکمل مقالے کی فوٹو سٹیٹ کاپی ارسال کر دی اور یہ لکھا کہ آپ اس پر تنقید لکھیے میں اسے بھی شائع کر دوں گا تو مولانا نے اس کی رسید تک نہ دی۔

اسلامی بینک کاری کے ضمن میں بیع مؤجل کا تذکرہ ہوا تو کہا کہ یہ سراسر دھوکہ بازی ہے۔

اور انہی خیالات کے اظہار کے ساتھ ہماری یہ نشست اختتام کو پہنچی۔

☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ جات

ضمیمہ (۱) : شجرہ علم حدیث

ضمیمہ (۲) : اشتہار انجمن تہذیب الکلام

ضمیمہ (۳) : سوانح مولانا حکیم محمد داؤد

ضمیمہ (۴) : مراسلت بسلسلہ اجتماع ماچھی گوٹھ

ضمیمہ (۵) : جو جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوئے!

ضمیمہ (۶) : مولانا صفی الرحمن مبارکپوریؒ سے ملاقات

ضمیمہ (۷) : صہیب حسن: تبصرہ برمقال قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

مضامین رسالہ ضیاء السنہ

نمبر شمار	جلد	نمبر رسالہ	مضامین	اصحاب مضامین	صفحہ	کیفیت
۱	۱	۱	اسلام اور اسلامی رسالہ	مولانا عبدالجبار صاحب ایڈیٹر	۱	نظم
۲	″	″	رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند	ایضاً		
۳			ضیاء السنہ کی ضرورت	مولوی ابومحمد عبداللہ صاحب		
۴			ندوۃ العلما	ایڈیٹر رسالہ ہذا		
۵			تقلید وعمل بالحدیث	ایضاً		
۶			غیر مقلد یا اہلحدیث	مولوی ابویحییٰ محمد صاحب		
۷			خلافت اسلامی	ایڈیٹر		
۸			حدیث نبوی	ایضاً		
۹			شعر وسخن	ایضاً		
۱۰			اہل اسلام کی حالت پر افسوس	مولانا ابوالنعمان اعظم گڈھی		
۱۱	۱	۲	اسلام فیض الیتام	مولانا عبدالجبار صاحب عمرپوری	۱	نظم
۱۲			خلافت اسلامی	ایڈیٹر رسالہ ہذا	۲	
۱۳			حدیث نبوی	ایضاً	۵	
۱۴			شراب خانہ خراب	ایضاً	۶	
۱۵			تقلید وعمل بالحدیث	ایضاً		
۱۶			ایک سوال کا جواب	ایضاً	۱۰	
۱۷			شعر وسخن	ایضاً	۱۲	
۱۸			اہل اسلام کی حالت پر افسوس	مولوی ابوالنعمان صاحب	۱۳	
۱۹			غیر مقلد یا اہل حدیث	مولانا ابویحییٰ محمد صاحب	۱۳	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰			ناظرین رسالہ کو ضروری اطلاع	مہتمم رسالہ	۱۶	
۲۱			ضمیمہ متعلقہ عید الضحیٰ	ایڈیٹر	اخیر	
۲۲	۱	۳	مسدس در فضیلت قرآن مجید	از ایڈیٹر	۱	نظم
۲۳			قومی غزل	از مولوی محمد یوسف صاحب جعفری رنجور		ایضاً
۲۴			خلافت اسلامی	ایڈیٹر	۴	
۲۵			حدیث نبوی کے متعلق پنجاب میں مناظرہ	ایضاً	۵	
۲۶			محقق ومقلد کا مناظرہ	ایضاً	۸	
۲۷			انسان کی قوت گویائی	مولوی ابونعمان اعظمی	۱۰	
۲۸			علم غیب	حکیم حاجی دلاور خان	۱۲	
۲۹			ضیاء السنہ	عبدالغفار خان صاحب	۱۳	
۳۰			غیر مقلد یا اہل حدیث	مولوی ابویحییٰ محمد صاحب	۱۳	
۳۱			کیا جریدہ نگاری آسان کام ہے	مولوی محمد یوسف صاحب جعفری	۱۵	
۳۲			ہم عصروں کا شکریہ	از ایڈیٹر	۱۶	
۳۳	۱	۴	مسدس در فضیلت قرآن مجید	ایضاً	۱	نظم
۳۴			شراب خواری باعث خواری	مولوی محمد یوسف صاحب	۲	
۳۵			رسید زر معہ شکریہ	مہتمم	۴	
۳۶			ایک ایسی ضروری بات ہے جس سے کوئی بے پروا نہیں	مولوی ابویحییٰ محمد صاحب	۴	
۳۷			کیا جریدہ نگاری آسان کام ہے	مولوی محمد یوسف صاحب	۶	
۳۸			نقل خط	اکبر حسین صاحب	۶	
۳۹			فصاحت وبلاغت	مولوی ابونعمان صاحب اعظمی	۷	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۰			تعلیم اسلامی	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب عمر پوری	۹	
۴۱			حدیث نبوی کے متعلق مناظرہ	ایڈیٹر	۱۰	
۴۲			محقق ومقلد کا مناظرہ	ایضاً	۱۱	
۴۳			ایک بڑے جلیل القدر عالم کی وفات	مولوی محمد یوسف صاحب	۱۱	
۴۴			قطعات تاریخ	مولوی عبداللہ صاحب	۱۵	
۴۵			خلافت اسلام	از ایڈیٹر	۱۶	
۴۶	۱	۵	مسدس در فنائے دنیا	ایضاً	۱	نظم
۴۷			تاریخ وفات مولووی ابو محمد ابراہیم صاحب	ایڈیٹر	۲	نظم
۴۸			خلافت اسلامی	ایضاً	۳	
۴۹			محقق ومقلد کا مناظرہ	ایضاً	۶	
۵۰			ہندوستان میں عربی کے نامور شعرا	ایضاً	۷	
۵۱			تعلیم اسلامی	مولوی حکیم عبیدالرحمٰن صاحب	۱۰	
۵۲			ضیاء السنہ پر اخبار وطن لاہور کا ریمارک	ایڈیٹر		
۵۳			خط	مولوی عبداللہ صاحب چھپراوی		
۵۴	۱	۶	مسدس در اتفاق	ایڈیٹر رسالہ ہذا	۱	نظم
۵۵			خلافت اسلامی	ایضاً	۴	
۵۶			محقق ومقلد کا مناظرہ	ایضاً		
۵۷			إن التوحيد رأس الطاعات	منشی عبدالرؤف صاحب	۹	
۵۸			مجلس میلاد	ڈاکٹر حاجی دلاور خاں صاحب	۱۰	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۹			قرآن شریف کی فضیلت اور اعجاز	مولوی علم الدین صاحب	۱۳	
۶۰			ایک اعتراض کا جواب	ایڈیٹر	۱۶	
۶۱			تلازم الکتاب والسنۃ	مولوی حکیم عبیدالرحمٰن صاحب	۱۷	
۶۲			مدرسہ احمدیہ آرہ	مولوی محمد ہادی صاحب ناظم	۱۹	
۶۳			مراسلات	مولوی عبداللہ صاحب چھپراوی	۲۰	
۶۴			مناجات نظم	حافظ عبدالقادر صاحب	۲۱	
۶۵			رسید زر وشکریہ		۲۲	
۶۶			آمین بالجہر کی نسبت اجلاس کا حل ہائی کورٹ کا فیصلہ		۲۳	
۶۷	۱	۷	نظم عبرت خیز	ایڈیٹر	۱	
۶۸			خلافت اسلامی	ایضاً	۳	
۶۹			مناظرہ محقق ومقلد	ایضاً	۸	
۷۰			شعر وسخن	ایضاً	۹	
۷۱			بقیہ مناجات نظم	حافظ عبدالقادر صاحب	۱۲	
۷۲			فصاحت وبلاغت	مولوی ابونعمان صاحب	۱۳	
۷۳			درس حدیث	مولوی عبداللہ صاحب	۱۶	
۷۴			مراسلہ	مولوی ابومحمد صاحب اعظمی	۱۸،۱۷	
۷۵			اسلامی خبریں		۲۰،۱۹	
۷۶	۱	۸	مسدس نعت	از ایڈیٹر	۱	نظم
۷۷			رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم			
۷۸			خلافت اسلامی	ایضاً	۳	
۷۹			قرآن وحدیث	ایضاً	۶	
۸۰			جواب وسوالات	مولوی محمد سلیمان صاحب	۹	
۸۱			تعلیم اسلامی	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۱۲	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۲			بعض اہل اسلام کی حالت پر افسوس	ڈاکٹر دلاور خان صاحب	۱۴	
۸۳			اعتصام بالکتاب والسنّت	منشی عبدالروف صاحب	۱۶	
۸۴			اثبات الکلام فی حقیقۃ الاسلام	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۱۸	
۸۵			قصیدہ	حافظ مسعود	۱۹	
۸۶			اسلامی اخبار		۲۰	
۸۷	۱	۹	مسدس توحید باری تعالیٰ	ایڈیٹر	۱	نظم
۸۸			خلافت اسلامی	ایضاً	۳	
۸۹			محقق ومقلد کا مناظرہ	ایضاً	۶	
۹۰			اثبات الکلام فی حقیقۃ الاسلام	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۹	
۹۱			حقوق والدین	ڈاکٹر دلاور خاں صاحب	۱۰	
۹۲			اہلحدیث وآثار السنن	مولوی ابویحییٰ محمد صاحب	۱۲	
۹۳			اسلامی دنیا کا تنزل	مولوی ثناءاللہ صاحب مئوی	۱۴	
۹۴			قرب قیامت اور لوگوں کی غفلت	مولوی عبداللہ صاحب	۱۶	
۹۵			جواب وسوال مندرجہ نمبر ۸	عبدالستار صاحب	۱۹	
۹۶			کتاب سیرت عمر بن عبدالعزیز پر ریمارک	ایڈیٹر	۲۰	
۹۷			رسید زرمعہ شکریہ	ایڈیٹر	۲۲	
۹۸			اسلامی خبریں	ایضاً	۲۲	
۹۹	۱	۱۰	مسدس	از ایڈیٹر	۱	نظم
۱۰۰			خلافت اسلامی	ایضاً	۳	
۱۰۱			محقق ومقلد کا مناظرہ	ایضاً	۶	
۱۰۲			مرزا قادیانی	ایضاً	۱۱	
۱۰۳			مولوی رشید احمد صاحب کا عجیب وغریب فتویٰ	ایضاً	۱۳	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۴			ایک اعتراض کا جواب	ایضاً	۱۴	
۱۰۵			ماہ شعبان المعظم	ایضاً	۱۵	
۱۰۶			ثبوت خلافت	منشی عبدالرحیم صاحب		
۱۰۷			بمبئی میں مولویوں کا مقدمہ	نامہ نگار	۲۰	
۱۰۸			ضیاء السنہ کو فروغ	نامہ نگار	۲۱	
۱۰۹			اثبات الکلام فی حقیقۃ الاسلام	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۲۲	
۱۱۰			مدرسہ اہلحدیث سہارنپور	نامہ نگار	۲۵	
۱۱۱			رسید زرمعہ شکریہ	ایڈیٹر	۲۶	
۱۱۲			وفات مولانا نذیر حسین صاحب		۲۷	
۱۱۳			رمضان المبارک	از ایڈیٹر	۱	نظم
۱۱۴			خلافت اسلامی	ایضاً	۴	
۱۱۵			قرآن وحدیث	ایضاً	۸	
۱۱۶			نظم	مولوی محمد فاضل عبقری	۱۰	نظم
۱۱۷			علم حدیث وقرآن کا آفتاب غروب ہوگیا	ایڈیٹر	۱۱	
۱۱۸			تاریخ وفات مولانا نذیر حسین صاحب	ایضاً	۱۳	
۱۱۹			ایضاً	مولوی عبدالسلام صاحب	۱۴	
۱۲۰			ایضاً	مولوی عبداللہ صاحب	۱۵	
۱۲۱			اثبات الکلام	مولوی حکیم عبیدالرحمٰن صاحب	۱۶	
۱۲۲			الارشاد الی سبیل الرشاد		۱۶	
۱۲۳	۱	۱۲	مناجات نظم	از ایڈیٹر	۱	
۱۲۴			خلافت اسلامی	ایضاً	۲	
۱۲۵			محقق مقلد کا مناظرہ	از ایڈیٹر	۵	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۶			بمبئی کے مقدمات کا خاتمہ	نامہ نگار	۷	
۱۲۷			تنبیہہ	مہتمم	۸	
۱۲۸			غزل درتوحید سنت	شیخ محمد ابراہیم صاحب	۹	نظم
۱۲۹			مواعظ القرآن	مولوی عبید الرحمٰن صاحب	۹	
۱۳۰			اثبات الکلام	ایضاً	۱۳	
۱۳۱			حنفیوں کی فقاہت	ناصح الملک	۱۵	
۱۳۲			اہل اسلام قدر کریں	منشی عبدالرؤف صاحب	۱۶	
۱۳۳			ضیاء السنہ کی ضرورت	مولوی عبدالحمید صاحب	۱۷	
۱۳۴			اشاعۃ الاسلام	مہتمم	۱۹	
۱۳۵			استفتاء	ایضاً	۲۰	
۱۳۶			اطلاع	مہتمم	۲۰	
۱۳۷				ایضاً	۲۰	
۱۳۸			تاریخ وفات میاں صاحب مرحوم	مہتمم	۲۱	
۱۳۹			مدرسہ احمدیہ آرہ اور اُسکا جلسہ	مہتمم	۲۲	
۱۴۰	۲	۱	مسدس حدیث نبوی	ایڈیٹر	۱	نظم
۱۴۱			خلافت اسلامی	ایضاً	۳	
۱۴۲			قرآن وحدیث	ایضاً	۵	
۱۴۳			خواب کی تعبیر	ایضاً	۸	
۱۴۴			مواعظ القرآن لفلاح الانسان	مولوی عبید الرحمٰن صاحب	۱۱	
۱۴۵			اثبات الکلام حقیقۃ الاسلام	ایضاً	۱۵	
۱۴۶			قصیدہ در مرثیہ مولوی نذیر حسین صاحب	مولوی عبداللہ صاحب	۱۷	
۱۴۷			مناجات	ایضاً	۱۸	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۸			قطعہ تاریخ مولوی نذیر حسین صاحب	منشی جمیل احمد صاحب	۱۸	نظم
۱۴۹			ضروری گزارش	مہتمم	۱۹	
۱۵۰			استفتاء	ایک سائل	۱۹	
۱۵۱			رسید زر معہ شکریہ	مہتمم	۲۰	
۱۵۲			اطلاع	ایضاً	۲۰	
۱۵۳			مسلمانوں کی دینی دنیوی حالت		۲۱	
۱۵۴			اسلام کے اعلیٰ مقاصد	مولانا ابو یحیٰ محمد صاحب	۲۴	
۱۵۵	۲	۲	خلافت اسلامی	از اڈیٹر	۱	
۱۵۶			تقلید و عمل بالحدیث	ایضاً	۴	
۱۵۷			عورتوں کے لیے پردہ	ایضاً	۸	
۱۵۸			عبداللہ چکڑالوی کا رسالہ اشاعۃ القرآن	ایضاً	۱۱	
۱۵۹			رسید زر		۱۴	
۱۶۰			تاریخ وفات مولوی زین العابدین صاحب		۱۵	
۱۶۱			ایضاً	مولوی عبدالرحیم صاحب	۱۶	
۱۶۲			قطعات تاریخ مولوی نذیر حسین صاحب	مولوی ابوالحسن	۱۶	
۱۶۳			مولوی محمد صاحب مرحوم	ایضاً	۱۷	
۱۶۴			مسائل عید الضحیٰ		۲۰	
۱۶۵			مدرسہ اسلامیہ ہوڑہ		۱۹	
۱۶۶	۲	۳	خلافت اسلامی	ایڈیٹر	۱	
۱۶۷			محقق و مقلد کا مناظرہ	ایضاً	۴	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۸			اشاعت القرآن چکڑالوی	ایضاً	۷	
۱۶۹			مناجات	مولوی عبداللہ صاحب	۹	نظم
۱۷۰			اسلام و نیچر	ایڈیٹر	۹	
۱۷۱			تعبیر خواب کے مضمون پر شبہات کا جواب	ایضاً	۱۲	
۱۷۲			حدیث نبوی و عبداللہ چکڑالوی	ایضاً		
۱۷۳			رد چکڑالوی	مولوی محمد ادریس صاحب	۱۸	
۱۷۴			اثبات الکلام فی حقیقۃ الاسلام	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۲۲	
۱۷۵			رسید زر		۲۴	
۱۷۶	۲	۴	خلافت اسلامی	از ایڈیٹر	۱	
۱۷۷			محقق و مقلد کا مناظرہ	ایضاً	۳	
۱۷۸			فال نکالنا کیسا ہے	ایضاً	۵	
۱۷۹			ناظرین کو اطلاع	ایضاً	۸	
۱۸۰			اسلام کے اعلیٰ مقاصد	مولوی ابو یحییٰ محمد صاحب	۸	
۱۸۱			فرقہ اہل قرآن کے متعلق کچھ کہنے کی مجھے چنداں ضرورت نہیں	مولوی ابو عبداللہ ادریس صاحب	۱۱	
۱۸۲			طلب کردن علم شد بر تو فرض	مولوی صبیح الدین صاحب	۱۳	
۱۸۳			اہل یورپ کے خیالات کی تردید	مولوی عبدالسلام صاحب	۱۶	
۱۸۴	۲	۵	خلافت اسلامی	ایڈیٹر	۱	
۱۸۵			عبداللہ چکڑالوی کا رسالہ صلوٰۃ القرآن	ایضاً	۳	
۱۸۶			عبداللہ چکڑالوی و حدیث نبوی	ایضاً	۴	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸۷			اخلاص واحسان	مولوی عبدالرحیم صاحب	۷	
۱۸۸			تقلید وعمل بالحدیث	ایڈیٹر	۹	
۱۸۹			خواب کی تعبیر	ایضاً	۹	
۱۹۰			غزل دررد بدعت	منشی عبدالرؤف صاحب	۱۲	نظم
۱۹۱			غزل در توصیف سنت	ایضاً	۱۲	ایضاً
۱۹۲			رسید زر	مہتمم	۱۳	
۱۹۳	۲	۶	نظم نصیحت امیز	از ایڈیٹر	۱	نظم
۱۹۴			خلافت اسلامی	ایضاً	۳	
۱۹۵			چکڑالوی کا رسالہ	ایضاً	۶	
۱۹۶			خواب کی تعبیر	ایضاً	۷	
۱۹۷			رسالہ ضیاء الاسلام امرتسر پر ریویو	ایضاً	۹	
۱۹۸			اسلامی نظم	مولوی محمد فاضل صاحب جعفری	۱۰	نظم
۱۹۹			اہل قرآن کی دلیلوں پر ریویو	مولوی ابو عبداللہ محمد ادریس صاحب	۱۱	
۲۰۰			تراویح وتہجد	مولوی شہاب الدین صاحب	۱	
۲۰۱	۲	۷	خلافت اسلامی	ایڈیٹر	۱	
۲۰۲			نماز کیا شے ہے؟	ایضاً	۵	
۲۰۳			دینی مسائل میں فتویٰ دینا	ایضاً	۶	
۲۰۴			زبان عربی کی فضلیت و خصوصیت	ایضاً	۸	
۲۰۵			سوالات دربارۂ تقلید	سائلین از آرہ	۹	
۲۰۶			مذہب تقلید کے شروع ہونے کی وجوہ	از کتاب ارشاد	۱۱	
۲۰۷			جامع مسجد	مولوی عبداللہ صاحب	۱۴	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۸			اثبات الکلام فی حقیقۃ الکلام	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۱۵	
۲۰۹			سوال متعلق جلسہ ندوۃ العلما	ایک سائل		
۲۱۰			رسید زر		۱۶	
۲۱۱	۳	۱	اسلام اور اسلامی رسالہ	ایڈیٹر	۱	نظم
۲۱۲			ضیاء السنہ کا ملتوی ہو کر پھر جاری ہونا	ایضاً	۲	
۲۱۳			محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	ایضاً	۴	
۲۱۴			خلافت اسلامی	ایضاً	۶	
۲۱۵			روحانی تاثیر	ایضاً	۹	
۲۱۶			ایمان واعمال صالحہ	ایضاً	۱۲	
۲۱۷			آراستگی اخلاق	مولوی عبدالمجید	۱۳	
۲۱۸			ماہ محرم	حافظ عبدالحق	۱۴	
۲۱۹			جذبہ تالیف	حافظ عبداللہ صاحب		
۲۲۰			عذر		۱۶	
۲۲۱	۳	۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	ایڈیٹر	۱	
۲۲۲			آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہوں سے معصوم ہونا	ایضاً	۳	
۲۲۳			خلافت اسلامی	ایضاً	۵	
۲۲۴			عبداللہ چکڑالوی کی ابہ فریبی	ایضاً	۸	
۲۲۵			قابل توجہ سوال کا جواب	ایضاً	۱۰	
۲۲۶			متعہ کی حرمت	ایضاً	۱۳	
۲۲۷			استفتاء	ایک سائل	۱۵	
۲۲۸			ماہ صفر		۱۵	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۲۹			اسلامی اخبار		۶	
۲۳۰			اشتہار کتب		برٹائل	
۲۳۱	۳	۳	مسدس	ایڈیٹر	۱	نظم
۲۳۲			آنحضرتؐ کا مبعوث ہونا	ایضاً	۳	
۲۳۳			تصوف	ایضاً	۵	
۲۳۴			تاریخ اجرائے ضیاء السنہ	مولوی یوسف صاحب	۸	
۲۳۵			خلافت اسلامی	ایڈیٹر	۹	
۲۳۶			جواب استفتاء	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۱۴	
۲۳۷			رسید زر			
۲۳۸			ماہ ربیع الاول	مولوی شکر اللہ صاحب	۱۶	
۲۳۹			کثرت ازدواج	ایڈیٹر	۱۶	
۲۴۰	۳	۴	بقیہ مسدس	ایڈیٹر	۱	نظم
۲۴۱			محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	ایضاً	۲	
۲۴۲			جواب وسوال مندرجہ صفحہ ۱۰ ضیاء السنہ بابت ماہ صفر	مولوی عبداللہ صاحب	۶	
۲۴۳			جدید تالیف	مولوی عبدالسلام صاحب	۸	
۲۴۴			چکڑالوی کے حواری کا سوال اور اس کا جواب	ایڈیٹر	۹	
۲۴۵			تعلیم و تفہیم	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۱۰	
۲۴۶			اسلام ہی دین حق ہے	ایضاً	۱۳	
۲۴۷			مراسلہ معہ جواب ایڈیٹر صاحب		۱۶	
۲۴۸			ممالک اسلامیہ کے واقعات		۱۷	
۲۴۹			رسید زر		۲۰	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵۰	۳	۵	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	ایڈیٹر	۱	
۲۵۱			خلافت اسلامی	ایضاً	۳	
۲۵۲			حدیث قرآن مجید کی تفسیر ہے	ایضاً	۷	
۳۵۲			انسان اپنے افعال میں مختار ہے مجبور نہیں	ایڈیٹر		
۲۵۴			مسئلہ قربانی	ایضاً		
۲۵۵			کیا ندوہ کی برکتیں مفقود ہو چلیں	مولوی عبدالسلام صاحب	۱۳	
۲۵۶			ترقی کا خیال	جناب محمد الدین صاحب	۱۵	
۲۵۷			سوال جواب	محمد عبداللہ صاحب	۱۶	
۲۵۸			جواب	مولوی عبدالجبار صاحب	۱۶	
۲۵۹			ممالک اسلامیہ کے واقعات			
۳۶۰	۳	۶	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	از ایڈیٹر	۱	
۳۶۱			خلافت اسلامی	ایضاً	۳	
۲۶۲			قادیانی کے حواری کے اشتہار کا جواب	ایضاً	۵	
۲۶۳			اسلام ہی دین حق ہے	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۷	
۲۶۴			مسئلہ قربانی	مولوی عبدالرحمٰن صاحب	۸	
۲۶۵			ایضاً	مولوی عبدالسلام صاحب	۱۱	
۲۶۶			جواب فتویٰ طاعون کے لیے قنوت	ایضاً		
۲۶۷			تالیف جدید	ایضاً	۱۸	
۲۶۸	۳	۷	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	از ایڈیٹر	۱	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۶۹			خلافت اسلامی	ایضاً	۲	
۲۷۰			لیس للانسان الا ما سعیٰ	مولوی عبدالسلام صاحب	۵	
۲۷۱			مراسلہ معہ فتویٰ قربانی		۶	
۲۷۲			اسلام ہی دین حق ہے	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۹	
۲۷۳			علمائے دین سے سوال اور اس کا جواب	ایضاً	۱۱	
۲۷۴			توبۃ النصوح	ایضاً	۱۲	
۲۷۵			مذمت ریا	ایضاً	۱۳	
۲۷۶			اسلامی اخبار		۱۶	
۲۷۷	۳	۸	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	ایڈیٹر	۱	
۲۷۸			بقیہ جوابات استفتاء نمبر ۵	ایضاً	۴	
۲۷۹			تعاقب بر فتویٰ جواز قربانی تا ماہ آخر ذی الحجہ	مولوی عبدالسلام صاحب	۵	
۲۸۰			عیدین میں دو خطبوں کا پڑھنا نہ پڑھنا	مولوی عبدالبر صاحب	۷	
۲۸۱			نکاح زانیہ کے متعلق اعتراض معہ جواب	ایڈیٹر	۹	
۲۸۲			مولوی عبدالعزیز صاحب کے نام ایک قادیانی کا خط اور اس کا جواب	ایضاً	۱۰	
۲۸۳			فہرس الاحادیث	مولوی عین الدین صاحب	۱۱	
۲۸۴			آخر ذی الحجہ تک قربانی کرنے پر فتویٰ	ایڈیٹر		
۲۸۵			وفات حسرت آیات		۱۶	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۸۶			نظم حسرت آگیں	مولوی فضل حق صاحب	۱۷	نظم
۲۸۷	۳	۹	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	ایڈیٹر	۱	
۲۸۸			رمضان المبارک	ایڈیٹر	۳	
۲۸۹			خلافت اسلامی	ایڈیٹر	۵	
۲۹۰			سفر میں تمام نماز قصر کا ادا کرنا	ایڈیٹر	۷	
۲۹۱			العبرت	مولوی عبدالسلام صاحب	۸	
۲۹۲			لیس للانسان الا ماسعیٰ	مولوی عبدالسلام صاحب	۹	
۲۹۳			تحقیق مسئلہ قربانی	مولوی محمد اصغر صاحب	۱۲	
۲۹۴			صدقۃ الفطر	مہتمم رسالہ ھذا	۱۳	
۲۹۵			نتیجہ المحاکمہ	مولوی محمد صدیق صاحب	۱۴	
۲۹۶			محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	ایڈیٹر	۱	
۲۹۷			آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت	ایڈیٹر	۴	
۲۹۸			نکاح زانیہ کا مسئلہ	ایڈیٹر		
۲۹۹			جلسہ مذاکرہ علمیہ آرہ کی نسبت ایک سوال اور اس کا جواب	ایڈیٹر	۷	
۳۰۰			وفات ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب	ایڈیٹر	۸	
۳۰۱			جواب متعلق مسئلہ گھڑی معہ رائے ایڈیٹر	مولوی عبداللہ صاحب	۹	
۳۰۲			تفسیر سورہ کوثر	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۱۴	
۳۰۳			اسلامی خبریں			

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۰۴	۳	۱۱	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	ایڈیٹر	۱	
۳۰۵			خلافت اسلامی		۲	
۳۰۶			آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت		۴	
۳۰۷			عیسائیوں کا غلط اعتراض		۶	
۳۰۸			زبان کی خرابیاں اور اس کی اصلاح		۷	
۳۰۹			شادیوں میں بھاجی دینا کیسا ہے؟		۹	
۳۱۰			شیعہ وسنی کا تنازع		۱۰	
۳۱۱			استفتاء		۱۱	
۳۱۲			وفات حسرت آیات		۱۲	
۳۱۳			اعجاز قرآن مجید	منقول	۱۳	
۳۱۴			استفتاء دربارہ عرس معہ جواب		۱۶	
۳۱۵			مسلمانان لاہور کا مہتم بالشان جلسہ	منقول	۲۱	
۳۱۶	۳	۱۲	۱۳۲۳ھ کا اختتام اور ۱۳۲۴ھ کا آغاز	ایڈیٹر	۱	
۳۱۷			آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت		۳	
۳۱۸			خلافت اسلامی		۴	
۳۱۹			جاپان اور دعوت اسلام		۶	
۳۲۰			جواب استفتاء مندرجہ نمبر ۸ نمبر ۱۱		۹	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۲۱			استفتاء معہ جواب		۱۲	
۳۲۲			موعظت و نصیحت		۱۳	
۳۲۳			زبان کی خرابی اور اس کی اصلاح		۱۵	
۳۲۴			اشتہار کتب السیف الجامد		۱۶	
۳۲۵			وفات حسرت آیات		۱۶	
۳۲۶			اشتہار وقت قربانی کا فتویٰ	مولوی ابو یحییٰ محمد صاحب	۱۷	
۳۲۷	۴	۲	نظم عبرت خیز	ایڈیٹر	۱	نظم
۳۲۸			محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا		۴	
۳۲۹			ولادت باسعادت	ایڈیٹر	۶	
۳۳۰			تفسیر قرآن	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۸	
۳۳۱			چندروزہ دنیا		۱۰	
۳۳۲			ماہ محرم اور اس کے شرک و بدعات	مولوی عبدالسلام صاحب	۱۱	
۳۳۳			اسلامی تعلیم	مولوی محمد صاحب	۱۳	
۳۳۴			اسلامی اخبار			
۳۳۵			محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	ایڈیٹر	۱	
۳۳۶			آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت		۴	
۳۳۷			میدان قیامت اور عرش کا سایہ	مولوی عبدالسلام صاحب	۶	
۳۳۸			انتہائے وقت قربانی پر فتویٰ	نامہ نگار	۹	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۳۹			ناظرین ضیاء السنہ کی خدمت میں التماس	نامہ نگار	۹	
۳۴۰			اسلام سے بڑھ کر اور کوئی مذہب ہو نہیں سکتا	ایڈیٹر	۱۰	
۳۴۱			تفسیر قرآن	مولوی عبید الرحمٰن صاحب	۱۱	
۳۴۲			سودخوری	ایڈیٹر	۱۲	
۳۴۳			استفتاء معہ جواب	مولوی عبدالقادر صاحب	۱۳	
۳۴۴			رسید زر		۱۵	
۳۴۵			اسلامی اخبار		۱۶	
۳۴۶			محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا	ایڈیٹر	۲	
۳۴۷			آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت		۳	
۳۴۸			اسلامی تعلیم	مولوی ابو یحییٰ محمد صاحب	۵	
۳۴۹			سودخوری	ایڈیٹر	۶	
۳۵۰			صبر کا بیان		۷	
۳۵۱			نظم عبرت خیز	بیان مرحوم	۱۰	نظم
۳۵۲			ماہ ربیع الاول اور محفل میلاد	مہتمم	۱۱	
۳۵۳			رسید زر		۱۲	
۳۵۴			خلافت اسلامی	ایڈیٹر	۱۳	
۳۵۵			عزت اسلامی	ایڈیٹر	۱۶	
۳۵۶	۴	۴	آنحضرت کا مبعوث ہونا		۲	
۳۵۷			آنحضرت کی ولادت		۳	
۳۵۸			میدان قیامت اور عرش کا سایہ	مولوی عبدالسلام صاحب	۶	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۵۹			عالم برزخ	مولوی عبدالسلام صاحب	۷	
۳۶۰			زبان عربی کی فوقیت	ایڈیٹر	۹	
۳۶۱			سوال وجواب دربارہ دعوت ختنہ	مولوی عبیدالرحمٰن صاحب	۱۳	
۳۶۲			عزت اسلامی	ایڈیٹر	۱۵	
۳۶۳			خلافت اسلامی	ایڈیٹر	۱۵	
۳۶۴	۴	۵	آنحضرتؐ کا مبعوث ہونا		۳	
۳۶۵			آنحضرتؐ کی ولادت		۵	
۳۶۶			زبان عربی کی فضیلت وفوقیت		۷	
۳۶۷			قصیدہ نعتیہ		۸	نظم
۳۶۸			زہد کا بیان	ایڈیٹر	۱۶	
۳۶۹			میدان قیامت اور عرش کا سایہ	مولوی عبدالسلام صاحب	۱۱	
۳۷۰			آپ کو سوخت اور غیر کو لذت		۱۴	
۳۷۱			ایک دم میں خاک سے سونا		۱۵	

ختم شد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ (۱)

شجرۂ علم حدیث

رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ انس بن مالکؓ (۹۳ھ)

۲۔ حمید الطویل ابن ابی حمید (۶۸ھ تا ۱۴۳ھ)

۳۔ محمد بن عبداللہ الانصاری (۱۱۸ھ تا ۲۱۵ھ)

۴۔ محمد بن اسماعیل البخاری (۱۹۴ھ تا ۲۵۶ھ)

۵۔ محمد بن یوسف الفربری (۲۳۱ھ تا ۳۲۰ھ)

۶۔ عبداللہ بن احمد السرخسی (۲۹۳ھ تا ۳۸۱ھ)

۷۔ عبدالرحمن بن مظفر الداودی (۳۷۴ھ تا ۴۶۷)

۸۔ عبدالاول بن عیسیٰ السجزی (۴۵۸ھ تا ۵۵۳)

۹۔ حسین بن مبارک الزبیدی (۵۴۶ھ تا ۶۳۱)

۱۰۔ احمد بن ابی طالب الحجار (۷۳۰ھ)

۱۱۔ ابراہیم بن احمد التنوخی (۷۰۹ھ تا ۸۰۰ھ)

عبدالرحیم بن حسین العراقی (۷۲۵ھ تا ۸۰۶ھ)

۱۲۔ احمد بن علی بن حجر العسقلانی شارح بخاری (۷۷۲ھ تا ۸۵۲ھ)

۱۳۔ زکریا بن محمد الانصاری (۸۲۳ھ تا ۹۲۵ھ)

۱۴۔ محمد بن احمد الرملی (۹۱۹ھ تا ۱۰۰۴ھ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ احمد بن عبدالقدوس الشناوی (۹۷۵ھ تا ۱۰۲۸ھ)

۱۶۔ احمد بن محمد القشاشی (۹۹۱ھ تا ۱۰۷۱ھ)

۱۷۔ ابراہیم بن حسن الکردی المدنی (۱۰۲۵ھ تا ۱۱۰۱)

۱۸۔ محمد بن ابراہیم ابوطاہر المدنی (۱۰۸۱ھ تا ۱۱۴۵ھ)

۱۹۔ الشاہ ولی اللہ (۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۶ھ)

۲۰۔ الشاہ عبدالعزیز (۱۱۵۹ھ تا ۱۲۳۹ھ)

۲۱۔ الشاہ اسحاق الدہلوی (۱۱۹۷ھ تا ۱۲۶۲ھ)

عبداللہ بن سالم البصری (۱۱۳۴ھ)

احمد بن محمد شریف الاہدل

سلیمان بن یحییٰ (۱۱۹۷ھ)

عبدالقادر بن احمد الکوکبانی (۱۱۳۵ھ تا ۱۲۰۷ھ)

عبدالرحمٰن بن سلیمان (۱۱۷۹ھ تا ۱۲۷۰ھ)

۲۲۔ السید نذیر حسین الدہلوی (۱۲۲۰ھ تا ۱۳۲۰ھ)

۲۲۔ محمد بن علی الشوکانی مؤلف نیل الاوطار (۱۱۷۲ھ تا ۱۲۵۰ھ)

۲۳۔ احمد بن محمد الشوکانی (۱۲۸۱ھ)

۲۴۔ حسین بن محسن الانصاری (۱۳۲۷ھ)

۲۳۔ مولانا احمد اللہ، شیخ الحدیث رحمانیہ دہلی (۱۳۶۲ھ) (بعمر ۶۵ سال تقریباً)

۲۴۔ مولانا عبدالغفار حسن (۱۳۳۱ھ تا ۱۴۲۸ھ) تاریخ حصولِ سندِ حدیث ۲۰ر شعبان ۱۳۵۲ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توضیح

(۱) اُستاذ محترم مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم نے حدیث کا علم اپنے زمانے کے دو مشہور اساتذہ حدیث سے حاصل کیا ہے: (الف) مولانا سید نذیر حسین مرحوم (ب) علامہ حسین بن محسن الانصاری مرحوم۔ اول الذکر چار واسطوں سے شیخ محترم ابراہیم بن حسن کُردی کے شاگرد ہیں اور ثانی الذکر چھ واسطوں سے قاضی محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے، جنہوں نے اپنے والد محترم سے بھی علم حدیث حاصل کیا ہے اور علامہ عبدالرحمٰن بن سلیمان سے بھی۔ علامہ موصوف اپنے والد سلیمان بن یحیٰی سے براہ راست فیض یاب ہوئے ہیں۔ اس صورت میں شیخ محترم حسین بن محسن انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم بن حسن کردی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بجائے چھ کے پانچ واسطے رہ جاتے ہیں۔ مولانا سید نذیر حسین مرحوم اور علامہ حسین بن محسن انصاری کے استادی سلسلے اوپر جا کر علامہ ابراہیم بن حسن کردی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ہو جاتے ہیں۔

(۲) یہاں شجرۂ علم حدیث کے نام سے صرف صحیح بخاری کا سلسلہ سند پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حدیث کی دوسری اہم کتابوں کی سندیں علیحدہ ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک سند کے بہت سے سلسلے ہیں یہاں کم سے کم رواۃ پر مشتمل سندوں میں سے ایک سند کو درج کیا گیا ہے۔

(۳) راقم الحروف نے مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم کے علاوہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب نگر نہسوی مرحوم، مولانا محمد صاحب سورتی مرحوم، مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی مبارکپوری مدظلہ سے بھی حدیث کی بعض کتابیں پڑھی ہیں۔ نیز مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ شارح ترمذی سے بھی جزوی طور پر استفادے کا موقع ملا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ۔

عبدالغفار حسن رحمانی عمرپوری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ (۲)

اشتہار انجمن تہذیب الکلام

ذیل کی سطور میں انجمن تہذیب الکلام کے ایک جلسے کا اشتہار ملاحظہ کیجیے:

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ میں انجمن تہذیب الکلام کا

شاندار سالانہ جلسہ

مدرسہ مذکورہ کے طلبہ کی اس انجمن کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۳/ رجب ۵۱ھ بعد نمازِ عشاء ساڑھے آٹھ بجے منعقد ہوگا۔ جس میں مدرسہ مذکورہ کے قابل طلبہ کی دلپزیر مؤثر تقریروں کے علاوہ فاضلِ اجل عالم باعمل مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اور علامہ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب اور مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی نیز دیگر علمائے کرام بصیرت افروز روح پرور تقاریر فرمائیں گے۔

امید ہے کہ اہل دل حضرات وقت مقررہ پر مدرسہ مذکورہ واقع باڑہ ہندو راؤ میں تشریف لے آئیں گے اور شرکتِ جلسہ سے اپنی آنکھوں کو پُرنور اور اپنے دل کو مسرور کریںگے۔

عبدالغفار حسن رحمانی ناظم انجمن تہذیب الکلام
مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ (۳)

سوانح مولانا حکیم محمد داؤد

[والدہ محترمہ کے دادا (مولانا محمد داؤد) مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ صاحب الحیاۃ بعد المماۃ نے ضلع لدھیانہ کے تلامذہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کا اپنا تحریر کردہ مختصر سوانحی خاکہ اور اجازہ حکمت وعلوم دینیہ جو والد محترم کے کاغذات سے دستیاب ہوئے ہیں، ذیل میں درج کیے جاتے ہیں: سہیل حسن]

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

یقول العبد الضعیف الخادم للشرع الجلیل محمد خلیل عفی عنہ أن الحافظ الطبیب الشیخ محمد داؤد بن الشیخ محمد یوسف قد إشتغل بقراءۃ الکتب الطبیۃ المتداولۃ فی المدرسۃ الإسلامیۃ المجریۃ من ۱۲٦۵ھ ہجری فی عہد النّواب المستطاب محمد محبوب علی خان بہادر باجازتہ ومعاونتہ علی علامۃ الدّہر وفرید العصر مصیر الحکماء ومرجع العلماء مولانا المولوی المفتی عبدالرحیم صاحب أسکنہ اللہ فی الدّار النعیم وعلی الماہر النّحریر المحقق الفاضل زبدۃ العلماء الرّاسخین أبی وأستاذی المفتی محمد نظام الدین أسکنہ اللہ فی أعلی علیین ثم رجع إلیّ فی بعض معضلات الفن عند الضرورۃ وصرف برہۃ من الدّہر فی حضرۃ الأساتذۃ فی تفحص حرکات النّبض وأحوال المستبصرۃ وکثیراً ما عاینت معالجتہ علی ہول کمیتہ فانا أعتمد علی مہارتہ فأحرّر لہ إجازۃ موصیاً لہ بما أوصی بہ أساتذۃ الکرام أیہا العزیز کن نظیفاً متطہراً متمسکاً بالشرع متحلیاً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالمكارم غامض النظر عن المحارم مقدماً لحوائج المساكين على الأغنياء۔

اُحقر محمد داؤد باقی سوانح عمری بیان کرتا ہے:

دس سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ بمقام کوٹلہ مالیر مولوی نظام الدین پگواڑہ مفتی ریاست مذکور سے صرف، نحو و منطق، فقہ، فلسفہ، علم کلام اور طب کی کتابیں پڑھیں اور مولوی عبدالرحیم صاحب رائے کوٹی سے [جو] کہ عالم جید اور محقق تھے اور طبیب بھی تھے، کتب فقہ اور کتب طب پڑھیں۔ پھر شہر دہلی جا کر حکیم عبدالمجید خان صاحب مرحوم سے علم طب حاصل کیا۔ اور بخدمت بابرکت جناب فیض مآب مولانا مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی حاضر ہو کر شرف تلمذ حاصل کیا [اور] سند حاصل کی جو نقل کرتا ہوں۔

از العبد الضعیف محمد نذیر حسین

أن المولوى الألمعى محمد داؤد بن الشيخ محمد يوسف المتوطن موضع البنت قد قرأ عليّ صحيح البخارى و صحيح مسلم وسنن أبى داؤد وجامع التّرمذى وسنن ابن ماجه ومشكوة المصابيح وبلوغ المرام تماماً وكمالاً وطرفاً طرفاً من سنن الصغرى النسائي وشرح النخبة الفكر ونصيباً من الجلالين وترجمة القرآن المجيد قريباً من النصف فعليه أن يشتغل بإقراء هذه الكتب لأنه أهلها بالشّروط المعتبرة عند أهل الحديث۔

حرّر فى سنة ألف وثلث وإثنين من الهجرة المقدّسة

اب سو کے قریب عمر ہے، ضعف زیادہ ہے، درس و تدریس کی طاقت نہیں۔ جماعات خمسہ اور جمعہ پڑھاتا ہوں اور صبح کو مقتدیوں کو ترجمہ قرآن پڑھاتا ہوں۔ لوگ جانتے ہیں کہ اہل حدیث ہے تاہم علاوہ اہل حدیث کے مقلد بھی میرے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

الراقم محمد داود عفی عنہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ (۴)

بدگمانی یا غلط بیانی؟

[اجتماع ماچھی گوٹھ کے بارے میں سابق امیر جماعت میاں طفیل محمد صاحب کے ایک ناقدانہ بیان کے جواب میں مولانا عبدالغفار حسن کی وضاحت]

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ہفت روزہ تکبیر کراچی ۱۶ نومبر ۱۹۹۵ء نمبر ۴۶، صفحہ ۱۶، ۱۵ پر میاں طفیل محمد صاحب کی ایک گفتگو شائع ہوئی ہے، جس کا عنوان ہے "جماعت اسلامی کے کل پاکستان اجتماعات۔" اس گفتگو کے آخر میں جناب میاں صاحب نے حسب ذیل گوہر افشانی فرمائی ہے:

"واقعاتی اعتبار سے ماچھی گوٹھ کا اجتماع اہمیت رکھتا ہے، جب جماعت اسلامی کے متعدد اکابر رہنماؤں نے جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ اجتماع صرف ارکان کا تھا۔ کیونکہ جماعت اسلامی میں یہ بحث چھڑ گئی تھی کہ "جماعت کو سیاست میں حصہ لینا چاہیے یا نہیں۔" مولانا مودودی اور ان کے ساتھ اتفاق رائے رکھنے والوں کی رائے تھی "جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی" اس لیے جماعت کو سیاست میں حصہ لینا چاہیے جو پورے دین کا ایک حصہ ہے۔ سیاست کو چنگیزیت کے حوالے کر دینا دین نہیں ہے۔ یہ معاملہ طے کرنے کے لیے ارکان کا اجتماع منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مولانا مودودی نے اجتماع سے پہلے امارت سے استعفیٰ دے دیا۔ ان کی جگہ امیر جماعت اسلامی کراچی، چوہدری غلام محمد کو امیر جماعت مقرر کیا گیا۔ ان کی زیر صدارت ماچھی گوٹھ میں ایک بھرپور مباحثہ ہوا جس میں کم و بیش ایک ہزار ارکان شریک ہوئے۔ مولانا مودودی کے نقطہ نظر کی حمایت میں ۹۰ اور ان کے مخالفین کے حق میں صرف پندرہ ووٹ ڈالے گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سارے قضیہ میں شامل ایک اہم شخصیت ڈاکٹر اسرار احمد کی تھی۔ مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا وصی مظہر ندوی اور مولانا عبدالغفار حسن جیسی شخصیات کو یہ تیس بتیس سالہ [1] جوان غچہ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اگرچہ یہ تمام اکابرین آج ڈاکٹر اسرار احمد کے بارے میں ایک بالکل الٹ رائے رکھتے ہیں۔"

یہ عبارت غلط بیانیوں کا مجموعہ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نادانستہ، غیر شعوری طور پر غلط بیانی کی گئی ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ وہی نکل سکتا ہے جو دانستہ غلط بیانی کا نکلتا ہے۔

محترم میاں صاحب کی پہلی غلط بیانی یہ ہے کہ "جماعت اسلامی میں یہ بحث چھڑ گئی تھی کہ جماعت کو سیاست میں حصہ لینا چاہیے یا نہیں۔" یہ بات اصل واقعہ کے خلاف ہے۔ اصل اختلاف اس بات پر ہوا تھا کہ انتخابی سیاست میں، موجودہ حالات میں، حصہ لینا مفید ہو گا یا نہیں اور یہ اختلاف اسی وقت ہو گیا تھا جب ۱۹۵۱ء میں پنجاب کے صوبائی انتخابات کا مایوس کن نتیجہ نکلا۔ یعنی جماعت اسلامی کے ۵۳ پنجابی نمائندوں میں سے صرف ایک کامیاب ہو سکا اور وہ بھی اس بناء پر کہ وہ اپنے علاقہ میں انتہائی محترم اور پیر کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس میں جماعت اسلامی کی مقبولیت کا کوئی اثر نہیں تھا۔ کہا جاتا ہے ہر ووٹر کے لیے دو ووٹ دینے کا حق تھا، ایک مقامی اور دوسرا مہاجر، لوگوں نے کہا ایک ووٹ ہم رحمان کو دیتے ہیں اور دوسرا شیطان کو۔

راقم الحروف اس وقت سیالکوٹ میں امیر حلقہ تھا۔ پورے ضلع سیالکوٹ سے ۱۲ حلقوں میں سے آٹھ میں امیدوار کھڑے کیے گئے، جن میں سے کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا، بلکہ سوائے دو حلقوں کے، سب کی ضمانت بھی ضبط ہو گئی۔ اسی طرح خود میاں طفیل محمد صاحب دو حلقوں سے کھڑے ہوئے تھے، دونوں میں ناکام ہوئے۔ انتخابات کے بعد اس شرمناک شکست پر غور کیا گیا۔ اس وقت رائے یہ تھی کہ الیکشن کے موقع پر بہت زیادہ دھاندلی ہوئی ہے، اگر صاف شفاف الیکشن ہوتا تو ہم ضرور کامیاب ہوتے۔ دوسری رائے یہ تھی کہ معاشرے میں ابھی تک اسلامی نظام کے لیے سچی تڑپ ہی پیدا نہیں ہوئی۔ لہٰذا

[1] واضح رہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کی عمر اس وقت چوبیس سال تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے معاشرے کو تیار کیا جائے اور اس کے دینی شعور کو بیدار کیا جائے اور اس میں کافی وقت لگے گا۔ اور یہ کوئی نئی رائے نہیں تھی بلکہ خود بانی جماعت اسلامی نے اپنی تحریر میں وضاحت کی ہے جس کا عنوان ہے ''اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے۔'' اس کے بعد ایک ذیلی عنوان ہے ''اسلامی انقلاب کی واحد سبیل۔''

اس طرح مولانا مرحوم نے اپنی تحریر ''اسلام کا نظریہ سیاسی'' میں جمہوریت کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور اس کو قرآن و حدیث کے خلاف قرار دیا ہے۔ اور یہ آیت پیش کی ہے:

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ﴾ (۵/ المائدة: ۱۰۰)

یعنی ''(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہو سکتے خواہ خبیث کی کثرت تم کو بھلی (ہی کیوں نہ) لگے۔'' اسی طرح مولانا مرحوم (بانی جماعت) نے اپنی تالیف ''تجدید و احیاء دین'' میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے ناکامی کے اسباب پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے اور یہی بات مرکزی شوریٰ کے بعض ارکان نے بھی بار بار بیان کی تھی۔

خلاصہ یہ ہے، اختلاف اس امر پر تھا کہ انتخابی سیاست کے دنگل میں فی الفور کود جانا چاہیے یا پہلے معاشرے کی اصلاح اور فکری انقلاب کے لیے اپنی توانائیاں صرف کی جائیں۔

جائزہ کمیٹی کی رپورٹ، جو دسمبر ۵۶ء کے مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں پیش ہوئی تھی اس میں جماعت کے دو سو ارکان نے حسب ذیل تین آراء کا اظہار کیا تھا:

۱۔ جماعت نے الیکشن میں قبل از وقت حصہ لیا ہے۔

۲۔ دینی مزاج اور سیاسی رنگ کے درمیان توازن باقی نہیں رہا۔ یعنی سیاسی رنگ غالب آ گیا ہے اور دینی مزاج اس کے مقابلہ میں مغلوب ہو گیا ہے۔

۳۔ تیسری رائے، جماعت کی قیادت نے کلی طور پر اپنے سابقہ موقف سے انحراف کیا ہے۔

اس تیسری رائے کی تائید میں مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف نے پوری وضاحت کے ساتھ مدلل طور پر نو گھنٹے کی تقریر کی اور راقم الحروف نے تقریباً دو گھنٹے اس رائے کی تائید میں دلائل و شواہد پیش کیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اب یہ بات واضح ہوگئی کہ اختلاف مطلق سیاست میں نہیں تھا بلکہ انتخابی سیاست کے بارے میں تھا۔ معلوم نہیں میاں طفیل صاحب کو یہ مغالطہ کہاں سے ہوا کہ وہ اپنے پرانے رفقاء کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔

محترم میاں صاحب نے علامہ اقبال مرحوم کے شعر کا ایک مصرعہ نقل کیا ہے اور پہلا مصرعہ گول کر گئے جس میں انہوں نے کہا ہے:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ایک دوسرے شعر میں علامہ اقبال مرحوم نے جمہوریت کا تعارف اس طرح کروایا ہے:

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

یہی تو جائزہ کمیٹی کے ارکان کا موقف رہا ہے جسے دوسرے رفقاء نے غلط انداز سے پیش کیا۔

دسمبر ۱۹۵۶ء کی مرکزی مجلس شوریٰ میں جو ۱۰ دن تک جاری رہی، طویل بحث مباحثہ کے بعد، بالاتفاق یہ قرارداد پاس ہوئی کہ سردست جماعت الیکشن میں حصہ نہیں لے گی بلکہ اپنی ساری قوت فکری اور اخلاقی اصلاح کے لیے صرف کرے گی۔ لیکن اس قرارداد کے پاس ہونے کے باوجود معلوم نہیں وہ کیا اسباب تھے جن کی بناء پر امیر جماعت اسلامی نے جائزہ کمیٹیوں کے ارکان پر تین بے بنیاد الزام لگائے۔

۱۔ نادانستہ سازش ۲۔ دھڑے بندی ۳۔ ہوس اقتدار

اور اس بنا پر جائزہ کمیٹی کے ارکان سے مرکزی شوریٰ کی رکنیت سے استعفے طلب کر لئے گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ اور جائزہ کمیٹی کیوں بنی تھی؟ اور کیسے تشکیل پائی؟ اس کی تفصیل کسی دوسرے موقع پر عرض کی جائے گی، ان شاء اللہ۔ [1]

اس تحریر کا اصل مقصد یہ ہے کہ جماعت اسلامی اور دوسری جماعتیں اب بھی انتخابی

[1] اس تفصیل کے لیے دیکھئے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تالیف ''تاریخ جماعت اسلامی کا ایک گمشدہ باب''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاست کی دلدل سے اپنے آپ کو نکال لیں اور فکری و اخلاقی اصلاح کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف کر ڈالیں، جیسے ۱۹۵۱ء سے پہلے ہوتا رہا ہے، ورنہ صورتحال یہی رہے گی:

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی پیش کردہ سیاست اور مروجہ انتخابی سیاست دونوں میں بڑا فرق ہے۔ یہ فرق ملحوظ رہنا چاہیے۔ اس بارے میں فرق نہ کرنے پر محترم میاں صاحب کو مغالطہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

دوسری غلط بیانی یہ ہے کہ میاں صاحب نے تحریر فرمایا ہے "یہ معاملہ طے کرنے کے لیے (سیاست دین میں داخل ہے یا نہیں) ارکان کا اجتماع منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مولانا مودودی نے اجتماع سے پہلے امارت سے استعفیٰ دے دیا۔"

بظاہر اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماچھی گوٹھ کے اجتماع کی بنا پر مولانا مودودی نے امارت سے استعفا دیا تھا حالانکہ معاملہ دوسرا ہے۔ مولانا نے یہ استعفیٰ اس خط کے جواب میں دیا تھا جو مولانا مودودی نے جائزہ کمیٹی کے نام تحریر فرمایا تھا، جس میں تین الزام لگائے تھے۔ اس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ جب امیر جماعت نے جائزہ کمیٹی کے ارکان کے نام خط (نوٹ) ارسال فرمایا اس میں مذکورہ بالا تین الزامات تھے، تو مولانا اصلاحی صاحب نے یہ نوٹ پڑھ کر بڑے افسوس کا اظہار کیا اور اس خط پر مفصل تبصرہ اور تنقید بھی کی اور اس تحریر سے قبل مولانا اصلاحی صاحب دو مرتبہ مولانا مودودی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ اس نوٹ کو آپ واپس لے لیں اور مرکزی شوریٰ کو بلا کر اس کے سامنے ساری صورتحال رکھ دی جائے اور شوریٰ جو فیصلہ کرے اس پر عمل کیا جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس تجویز پر عمل نہ ہو سکا اور بحران بڑھتا چلا گیا۔ مزید تفصیل کسی دوسرے موقع پر عرض کی جائے گی۔ [1]

تیسری غلط بیانی یہ ہے کہ محترم میاں صاحب لکھتے ہیں "مولانا امین احسن اصلاحی،

[1] یہ تفصیل سابقہ صفحات میں بعنوان "جماعت اسلامی کے ساتھ وابستگی کے سولہ سال" میں گزر چکی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا وصی مظہر ندوی اور عبدالغفار حسن جیسی شخصیات کو تیں بتیس سالہ جوان (اسرار احمد) غچہ دینے کامیاب ہو گیا۔ اس سے ان کی قابلیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

میاں صاحب کا یہ اندازِ بیان انتہائی افسوسناک ہے۔ ابتدا میں جماعت اسلامی ایک داعی کی حیثیت سے ابھری تھی۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی الی اللہ کا دل مدعو کے لیے سوز و گداز سے پُر ہوتا ہے اور طعن و تشنیع سے پاک۔ یہاں صورتحال اس کے برعکس ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت اسلامی کی قیادت انتخابی سیاست میں حصہ لینے کے بعد داعی الی اللہ کی بجائے ایک مسلم قومی جماعت بن کر رہ گئی ہے۔ اس لحاظ سے اس میں اور مسلم لیگ میں بہت تھوڑا فرق رہ گیا ہے۔ اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ یہ جماعت اخلاقی لحاظ سے مسلم لیگ سے بھی بڑھ جائے گی۔ (خدا کرے ایسا نہ ہو)

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ محترم میاں صاحب نے کس بنیاد پر غچہ دینے یا غچہ کھانے کا الزام لگایا ہے۔ جب تک میاں صاحب اس الزام کو دلائل و شواہد کے ساتھ ثابت نہیں کریں گے اسے کیسے باور کیا جا سکتا ہے۔

جن تین اکابرین کے نام میاں صاحب نے بتائے ہیں ان کے بارے میں یہ بات باور نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی کے فریب میں آئے ہوں، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان تینوں نے جو بھی اختلاف کیا ہے وہ اپنی بصیرت اور مشاہدے کی بنا پر کیا۔ اسی طرح ڈاکٹر اسرار صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی ان کی اپنی تحقیق و مطالعہ کا نتیجہ ہے اور انہوں نے جو شواہد پیش کیے ہیں اور جماعت کی قیادت کے بارے میں جس تضاد کی نشاندہی کی ہے وہ اپنی جگہ ناقابل تردید ہے۔ اسی طرح مولانا وصی مظہر ندوی پر بھی غچہ کھانے کا الزام درست نہیں ہے۔ اصل صورتحال یہ ہے کہ جائزہ کمیٹی کے ارکان اور مولانا اصلاحی صاحب ۵۷ء ہی میں جماعت سے علیحدہ ہو گئے تھے، لیکن وصی مظہر ندوی صاحب مزید تلخ تجربوں سے الگ ہوئے۔ ان سب رفقاء کی جماعت سے علیحدگی کی بنیادیں دو تھیں:

۱۔ انتخابی سیاست سے اختلاف

۲۔ جماعت کی قیادت کا استبداد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ مولانا مودودی مرحوم کے نوٹ کے موصول ہونے کے بعد جائزہ کمیٹی کے کنونیر مولانا عبدالرحیم اشرف نے المنبر کا جو اداریہ لکھا تھا اس کا عنوان تھا "جماعتوں کا سفاک قاتل، استبداد"

اسی طرح مولانا اصلاحی صاحب کے بارے میں یہ باور کرنا غلط ہے کہ وہ ڈاکٹر اسرار احمد کے چکر میں آ گئے۔ میاں صاحب کا فرض ہے کہ یا تو وہ اس الزام کو دلائل وشواہد سے ثابت کریں یا اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کریں تاکہ وہ آخرت میں اس بہتان تراشی کی پاداش میں سزا سے محفوظ رہیں۔

عربی کا ایک شعر ہے:

جراحات السنان لها التیام
ولا یلتام ما جرح اللسان

"تلوار وغیرہ کے زخم تو مندمل ہو سکتے ہیں لیکن زبان کے لگائے ہوئے زخم نہیں بھرے جا سکتے۔"

نوٹ: تکبیر میں، میاں صاحب کا شائع شدہ مضمون، ایک گفتگو ہے جو میاں صاحب نے نصر اللہ غلزئی سے کی ہے۔ اب اگر نامہ نگار نے، گفتگو نقل کرنے میں، غلطی کی ہے۔ تو میاں صاحب اس کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ یا مزید وضاحت پیش کر سکتے ہیں۔ [1]

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين۔

[1] (میثاق، نومبر ۱۹۹۶ء بشکریہ: پندرہ روزہ المنبر، ۲۱ مارچ ۱۹۹۶ء، فیصل آباد)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طفیل محمد

امیر الجماعۃ الاسلامیۃ بباکستان سابقا

رئیس ادارۃ المعارف الاسلامیۃ لاھور بباکستان

عضو المجلس الاعلی العالمی للمساجد الرقم: ٩٦-٢٥٧٩

برابطۃ العالم الاسلامی بمکۃ المکرمۃ التاریخ: ١٩ نومبر ١٩٩٦ء

عضو الھیئۃ الخیریۃ الاسلامیۃ العالمیۃ الکویت المرافقات:

محترمی ومکرمی مولانا عبدالغفار حسن صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مولانا محمد سلطان صاحب نے ماہنامہ میثاق بابت نومبر ١٩٩٦ء میں آنجناب کے مضمون بعنوان ''بدگمانی یا غلط بیانی'' کی طرف متوجہ فرمایا تو میں نے ان سے یہ رسالہ لے کر آپ کا مضمون پڑھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ١٩٥٦،٥٧ء میں جماعت اسلامی کی قائم کردہ جائزہ کمیٹی اور ماچھی گوٹھ کے اجتماع میں آنے والی خراشوں کو چالیس سال گزرنے کے بعد بھی آپ بھولے نہیں ہیں بلکہ وہ خراشوں سے رستے ہوئے ناسور بن گئے ہیں اور ان کو کھجانے کے سوا اب کوئی اور مصروفیت نہیں رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی شفاعطا فرمانے والا ہے۔

مولانا محترم، آپ نے فرمایا کہ آپ حضرات تیس بتیس سال کے جواں سال ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے متاثر نہیں ہوئے تھے اور اس بارے میں میری یہ غلطی بھی بیان فرمائی ہے کہ ١٩٥٦،٥٧ء میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تیس بتیس سال کے نہیں صرف چوبیس سال کے تھے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ حضرات ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے تیار کردہ مقالہ سے مسحور نہیں ہو گئے تھے تو مجھے اسے پڑھنے کی بار بار تاکید کیوں فرماتے تھے کہ آپ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا مقالہ ضرور پڑھیں، اسے پڑھ کر تو دیکھیں۔

نیز اگر میں نے ڈاکٹر صاحب کی عمر کے بارے میں غلط اندازہ کیا اور انہیں تیس بتیس برس کا سمجھا حالانکہ وہ اس وقت صرف چوبیس برس کے تھے تو یہ تو اور بھی قابل افسوس ہے کہ آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے اصحاب علم وفضل چوبیس سال کے ایک میڈیکل کے طالب علم سے اس قدر مسحور ہو گئے۔

اپنے اس مضمون میں دوسری غلطی میری آپ نے یہ بتائی ہے کہ میں نے جو یہ کہا ہے کہ آپ حضرات ''سیاست میں حصہ لینے کے خلاف تھے'' یہ بات غلط ہے۔ آپ سیاست میں نہیں ''انتخابی سیاست'' میں حصہ لینے کے خلاف تھے۔ آپ کے اس ارشاد کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ آپ یہ فرماتے ہیں کہ ہم ''آم'' کھانے کے خلاف نہیں، ''سندھڑی آم'' کھانے کے خلاف تھے۔ یہ روائتی علماء صاحبان کا سا استدلال نہیں تو اور کیا ہے۔ انتخابات ہی کے موقع پر تو عام لوگ سیاسی باتوں کو پوری توجہ سے اور سنجیدگی سے سنتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہم انتخابات میں بھی لوگوں تک اپنی دعوت پہنچانے کے لیے حصہ لیتے ہیں۔ ممبری مل جائے تو اسمبلی میں بھی یہی کام کرتے ہیں۔

مولانا محترم آپ نے اپنے اس مضمون میں یہ بھی فرمایا ہے کہ میری یہ بات بھی غلط ہے کہ آپ حضرات اور مولانا مودودی صاحب کے درمیان اختلاف کا ''معاملہ طے کرنے کے لیے ارکان کا اجتماع منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور مولانا مودودی نے اجتماع سے پہلے امارت سے استعفیٰ دے دیا۔'' آپ نے مولانا مودودی کے امارت سے استعفیٰ کی وجہ اجتماع کے انعقاد کے بجائے یہ بیان فرمائی ہے کہ ''امیر جماعت نے جائزہ کمیٹی کے ارکان کے نام خط (نوٹ) ارسال فرمایا۔ اس میں مذکورہ بالا تین الزامات تھے تو مولانا اصلاحی صاحب نے یہ نوٹ پڑھ کر بڑے افسوس کا اظہار کیا اور اس خط پر مفصل تبصرہ اور تنقید کی۔'' مولانا اصلاحی صاحب کے اس خط کے جواب میں مولانا مودودی نے امارت سے استعفیٰ دے دیا۔ مولانا محترم! مجھے بتائیں کہ مودودی صاحب اور آپ حضرات کے مابین اختلاف کو طے کرنے کے لیے نہیں تو اجتماع ماچھی گوٹھ اور کس کام کے لیے منعقد کیا گیا تھا اور مولانا مودودی نے امارت سے استعفیٰ اسی لیے ہی تو دیا کہ وہ جماعت کے سامنے آپ حضرات کے مقابلہ میں کسی فائق حیثیت سے نہیں آپ حضرات کے برابر کی سطح پر ہی پیش ہوں اور اپنا مؤقف اسی سطح اور مقام پر کھڑے ہو کر پیش کریں، جس سطح اور مقام سے آپ اپنا مؤقف پیش کریں، آخر اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے کہ مولانا مودودی نے امارت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعفیٰ مولانا اصلاحی صاحب کے خط کے جواب میں ہی دے دیا تھا یا اجتماع عام کے انعقاد کے فیصلہ کے بعد دیا تھا۔ مولانا نے یہ استعفیٰ دیا تو اسی لیے تھا کہ وہ اپنا موقف آپ سے برابری کی سطح سے جماعت کے سامنے پیش کریں۔ نیز یہ تو آپ نے بھی تسلیم فرمایا ہے کہ مجلس شوریٰ کا اجلاس چودہ دن تک جاری رہا اور اس میں مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب نے نو گھنٹے، آپ نے دو گھنٹے اور پھر جماعت کے اجتماع عام میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سمیت جس نے جتنی دیر چاہا اپنا موقف پیش کیا اور یہ سلسلہ بھی تین دن جاری رہا۔ گویا ہر شخص کو اپنا موقف پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا گیا۔ لیکن ارکان جماعت نے نو سو بیس کے مقابل پندرہ ووٹوں سے آپ کے موقف کو رد کر دیا اور مولانا مودودی کے نقطہ نظر کے حق میں فیصلہ دیا۔ لیکن اس کے بعد بجائے اس کے کہ آپ حضرات جماعت کے اس تقریباً متفقہ فیصلہ کو قبول فرما لیتے آپ حضرات نے جماعت سے علیحدگی اختیار فرمالی۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ حضرات نے تو یہ تجویز کیا تھا ارکان جماعت کے اجتماع عام کی بجائے ''مرکزی مجلس شوریٰ کو بلا کر اس کے سامنے ساری صورتحال رکھ دی جائے اور شوریٰ جو فیصلے کرے اس پر عمل کیا جائے، لیکن افسوس ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جا سکا۔'' یعنی آپ کے نزدیک پوری جماعت کو بالکل بے خبر اور اندھیرے میں رکھ کر آپ حضرات کی مصنوعی طور پر تیار کردہ فضا میں جماعت سے بالا بالا مجلس شوریٰ کے چند ارکان سے پوری جماعت کی زندگی و موت کا فیصلہ کرا لینا چاہیے تھا۔ گویا آپ کے نزدیک مولانا مودودی نے یہ ظلم اور غلط کام کیا کہ آپ حضرات کی تیار کردہ مصنوعی فضا کا بھانڈا پھوڑ کر ساری صورت حالات کو پوری جماعت کے سامنے رکھ دیا اور آپ حضرات نے اتنے سارے جن ارکان کو اپنا ہم خیال بنا لیا تھا ان میں سے صرف پندرہ آپ کے ساتھ رہ گئے اور باقی سب کے سب حقیقت حال واضح ہو جانے کے بعد جماعت اور امیر جماعت مولانا مودودی سے آ ملے۔ مولانا محترم! آخر مولانا مودودی مرحوم اور جماعت اسلامی کو لوگوں کی نظروں سے گرانا آپ کا مشن کیوں بن گیا ہے؟ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والسلام

خاکسار (طفیل محمد)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

طفیل محمد

امير الجماعة الاسلامية بباكستان سابقا

رئيس ادارة المعارف الاسلامية لاهور بباكستان

عضو المجلس الاعلى العالمي للمساجد الرقم: ٩٦-٢٥٩٠

برابطة العالم الاسلامي بمكة المكرمة التاريخ: ٩٦-١١-٢٤

عضو الهيئة الخيرية الاسلامية العالمية الكويت المرافقات:

محترمی ومکرمی مولانا عبدالغفار حسن صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا ارسال فرمودہ پمفلٹ ''انتخابی سیاست اور دینی جماعتیں'' ملا۔ اسے میں نے پڑھا ہے اور پڑھ کر امیر جماعت اور قیم جماعت کو بھیج دیا ہے تاکہ وہ اسے دیکھ لیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو ۱۹۸۸ء سے جب سے محترم قاضی صاحب نے ہجومی انداز سیاست کا آغاز کیا ہے یہ بات سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اسلامی نظام کے قیام پر یہ ہجومی سیاست کبھی منتج نہیں ہوسکتی۔ اس کا طریقہ وہی دعوت عام کا طریقہ ہے جو جماعت اسلامی نے مطالبہ نظام اسلامی اور دستور اسلامی کے لیے ۱۹۴۸ء سے اختیار کیا اور چند سو ارکان کی مدد سے قرار داد مقاصد پاکستان پاس کرائی، ۱۹۵۴ء کا دستور بنوایا، اسے آمرانہ طریق پر ختم کر دینے کے بعد پھر ۱۹۵۶ء کو دستور بنوایا اور سکندر مرزا اور جنرل محمد ایوب خان کے اسے منسوخ کر دینے کے بعد پھر فیلڈ مارشل ایوب خان سے قرار داد مقاصد اور بنیادی حقوق بحال کرائے اور رائے دہی بالغان کی بنیاد پر بلاواسطہ انتخاب اور پارلیمانی نظام کا مطالبہ منوایا، بھٹو کے مارشل دور ایڈمنسٹریٹر اور دو تہائی پارلیمانی اکثریت کا مالک ہونے کے باوجود اس سے سوشلسٹ دستور منسوخ کرا کر ۱۹۵۶ء کے دستور ہی سے ملتا جلتا ۱۹۷۳ء کا دستور بنوایا اور پھر جنرل ضیاء الحق اور محمد خان جونیجو کی پارلیمنٹ سے اس ۱۹۷۳ء کے دستور کو بہت بہتر شکل میں ۱۹۸۵ء کے دستور کی صورت میں ۱۰ مارچ ۱۹۸۵ء میں پاکستان کے دستور کے طور پر ملک میں نافذ کرایا۔ میرے نزدیک اب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی اور مذہبی جماعتوں کی پوری قوت ملک کے اس دستور ۱۹۸۵ء کو ٹھیک ٹھیک نافذ کرانے اور اس پر عمل درآمد پر صرف ہونی چاہیے اور اس غرض کے لیے ان سب سیاسی جماعتوں سے اشتراک عمل کرنا چاہیے جو موجودہ دستور پاکستان پر عمل درآمد اور پاکستان کو اسلامی ریاست کے طور پر تعمیر کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ایسی تمام جماعتوں کو افہام و تفہیم سے ایک متفقہ ٹیم منتخب کرا کے برسر حکومت لانا چاہیے جو دستور پر عمل درآمد کرے۔ الگ الگ یا گروہوں میں بٹ کر کام کرنے سے یہ ایک دوسرے ہی کو ناکام کرنے پر اپنی قوت اور وسائل ضائع کر کے مخالف اسلام عناصر کو برسر اقتدار لانے کی خدمت انجام دیں گے۔

خاکسار

(طفیل محمد)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقید یا تنقیص

۱۵ فروری ۱۹۹۷ء

جب قافلہ چلا تھا تو عجیب ذوق و شوق تھا
اب جس کو دیکھئے وہ پشیماں دکھائی دے

محترمی و مکرمی میاں طفیل محمد صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اُمید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کے دونوں عنایت نامے بروقت موصول ہو گئے۔ پہلے عنایت نامے پر ۱۹ نومبر اور دوسرے پر ۲۴ نومبر ۱۹۹۶ء درج ہے۔

پہلا عنایت نامہ غیظ وغضب کا شاہکار ہے اور دوسری تحریر متانت اور حقیقت پسندی کی آبشار ہے۔ آپ کا پہلا گرامی نامہ طنز وتعریض اور وکیلانہ مغالطات سے بھرپور ہے، میں ان سب سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف آخری الزام پر چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے لکھا ہے:

۱۔ ''مولانا محترم! آخر مولانا مودودی مرحوم اور جماعت اسلامی کو لوگوں کی نظروں سے گرانا آپ کا مشن کیوں بن گیا ہے؟'' یہ الزام صراحتاً اور واقعتاً بے بنیاد ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ چالیس سال پہلے ''ماچھی گوٹھ'' کا اجتماع ہوا تھا جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے غنچہ کھانے اور کھلانے، کا قصہ چھیڑ دیا۔ یعنی پہل آپ نے کی ہے، راقم الحروف نے صرف دفاع کرتے ہوئے اصل پس منظر دکھانے کی کوشش کی ہے۔ کہا جاتا ہے: 'البادی اظلم' یعنی ''جو ابتدا کرتا ہے وہ زیادہ ظالم ہے۔'' لہٰذا یہاں کسی ''مشن'' کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ کسی کو نظروں سے گرانا مقصود ہے، یہ سراسر غلط فہمی ہے۔

۲۔ میاں صاحب محترم! آپ نے تنقید کو ''نظروں سے گرانے'' کا ہم معنی قرار دیا ہے، یہ درست نہیں ہے۔ تنقید کے بارے میں خود مولانا مودودی مرحوم کا ارشاد ہے: ''جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت میں تنقیدی مزاج نہیں ہے وہ فرقہ بن جاتی ہے۔'' ملاحظہ ہو: (روائیداد اجتماع اول) اور مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ ''سوائے انبیاء کرام کوئی شخص تنقید سے بالاتر نہیں۔'' (غالباً یہ الفاظ جماعت کے دستور میں موجود ہیں) اسی بنا پر مولانا مرحوم نے اپنے ہم عصر سیاسی اور مذہبی قائدین پر تیز و تند تنقید کی ہے، مثلاً جمعیت علماء ہند، مجلس احرار اسلام، تحریک خاکسار، مسلم لیگ کے صف اول کے راہنما۔ اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد پر سخت تنقید کرتے ہوئے ان کو ان کی زندگی میں مرحوم لکھا گیا۔ (ملاحظہ ہو: موجودہ سیاسی کشمکش اور مسلمان) اسی طرح سید احمد شہید پر تنقید کرتے ہوئے ان کی تحریک کی ناکامی کے اسباب بیان کیے گئے۔ (ملاحظہ: تجدید و احیائے دین) یہ تنقید کا سلسلہ اوپر تک چلا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تنقید سے نہ بچ سکے۔ (ملاحظہ ہو: خلافت و ملوکیت)

قابل غور بات یہ ہے کہ مولانا مرحوم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس پر چاہیں تنقید کر ڈالیں تو دوسروں کو بھی یہ حق ملنا چاہیے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جماعت سے وابستہ افراد اس معاملہ میں بڑے حساس ہیں کہ مولانا مرحوم پر، یا ان کے نائبین پر تنقید کا ایک لفظ بھی نہیں سن سکتے، آخر یہ کون سا انصاف ہے؟

۳۔ آپ نے اس بات پر بہت زور دیا کہ ''سوائے چند ارکان کے، جن کی تعداد پندرہ تھی، ارکان کی بڑی بھاری اکثریت نے ماچھی گوٹھ کے اجتماع میں مولانا مودودی مرحوم کے حق پر فیصلہ دیا۔'' یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ یکم دسمبر سے ۱۵ دسمبر ۱۹۵۶ء تک بحث و تمحیص اور مفصل طور پر ردوکد کے بعد آخر یہ متفق علیہ قرارداد پاس ہوئی جس کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ ''جماعت اسلامی سردست انتخابات میں حصہ نہیں لے گی۔'' ۱۵ دسمبر کو دعائے خیر کے ساتھ یہ اجتماع ختم ہوا اور ۲۳ دسمبر کو مولانا مرحوم کی طرف سے جائزہ کمیٹی کے ارکان کے نام نوٹ لکھا گیا، جس میں جائزہ کمیٹی کے ارکان کو، مرکزی شوریٰ سے مستعفی ہونے حکم دیا گیا تھا، یہ چاروں ارکان اپنے اپنے حلقوں سے منتخب ہو کر آئے تھے، ان کو اس طرح الزامات کا نشانہ بنانا اور صفائی کا موقع دیئے بغیر مرکزی شوریٰ سے الگ ہونے کا مطالبہ کرنا کہاں تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبنی برانصاف تھا؟ کیا آپ کی جمہوریت اس کی اجازت دیتی ہے؟ اگر اس موقع پر آپ اور جناب نعیم صدیقی صاحب، مولانا اصلاحی صاحب سے تعاون کرتے ہوئے افہام وتفہیم کی راہ اختیار کرتے، تو یہ ہولناک بحران پیدا نہ ہوتا، لیکن افسوس ہے کہ آپ اس موقع پر خاموش رہے اور جناب نعیم صدیقی صاحب نے خوب بڑھ چڑھ کر مرکزی بیوروکریسی کے ساتھ مل کر جائزہ کمیٹی کے ارکان کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا، جس سے فضا مزید پراگندہ ہوگئی۔ اس سلسلے میں ایک اہم واقعہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، مولانا مرحوم کے تاریخی 'نوٹ' پر اصلاحی صاحب نے نہایت مفصل زوردار تبصرہ کیا جس کے نتیجے میں مولانا مرحوم نے جماعت کی امارت سے ان الفاظ میں استعفیٰ دیا: کہ ''میں جماعت اسلامی کی امارت سے مستعفی ہوتا ہوں، اب ارکان جماعت، دوسرا امیر منتخب کرلیں، جیسا کہ پہلے امیر کے فوت ہونے پر منتخب کیا جاتا ہے۔''

آپ یہ خط پڑھنے کے بعد جماعت کی جیپ میں سوار ہوکر میرے غریب خانے پر تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ مندرجہ ذیل حضرات تھے:

۱۔ جناب نصراللہ خاں عزیز

۲۔ جناب نعیم صدیقی صاحب

اس وقت سخت سردی کا موسم تھا، موسلادھار بارش ہورہی تھی، آپ نے فرمایا: ''اصلاحی صاحب کے ہاں جانا ہے۔'' وہاں پہنچنے پر آپ نے مولانا مرحوم کا استعفیٰ پڑھ کر سنایا، اس موقع پر مولانا اصلاحی صاحب نے فرمایا کہ اس استعفیٰ کی کہیں کانوں کان خبر نہ دی جائے، نہ کوئی چرچا کیا جائے، نہ کسی اخبار میں اطلاع دی جائے، بلکہ فوری طور پر تمام ارکان شوریٰ کو تار دے کر مرکز میں بلایا لیا جائے، اصلاحی صاحب کے اس بیان پر کسی نے اعتراض نہیں کیا، بلکہ سب نے خاموشی اختیار کی، جس کا مطلب یہ تھا کہ اصلاحی صاحب کی اس تجویز سے کسی کو اختلاف نہیں ہے، لیکن پھر بعد میں کیا ہوا؟ نعیم صاحب آپ کے دفتر میں آئے اور جماعت کی رکنیت سے استعفیٰ داغ دیا، اور پھر آپ کے دفتر کے فون سے لاہور کے ارکان جماعت کو مولانا مرحوم کے استعفے کی خبر دے دی اور اس طرح یہ خبر پوری طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھیل گئی، جس سے جماعت کے ارکان اور متفقین میں اشتعال کی فضا پیدا ہوگئی، اور پھر دوسرے دن یہ خبر "تسنیم" بھی شائع کر دی گئی۔ غور کیجئے! کیا نظم جماعت کی پابندی، اسی کا نام ہے؟ کیا اسلامی شورائیت کا یہی تقاضا ہے؟ کیا اسلامی عدل یہی چاہتا ہے؟ اس قسم کے واقعات نے فضا کو مکدر کر دیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس موقع پر، اس قسم کے افراد کا کوئی محاسبہ نہیں کیا گیا۔ میری تجویز یہ ہے کہ آج کل احتساب کا بہت چرچا ہے، قاضی صاحب بھی اس پر زور دے رہے ہیں، مناسب ہوگا کہ مذکورہ بالا واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے جماعت کا بھی احتساب کیا جائے اور جائزہ کمیٹی کے ارکان کا بھی۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ مولانا مودودی اور جائزہ کمیٹی کے دو اہم ارکان یعنی جناب عبدالجبار غازی اور حکیم عبدالرحیم اشرف اپنے رب کے حضور پہنچ چکے ہیں، ان کا معاملہ ان کے رب کے حوالے، اب آپ رہ گئے ہیں اور نعیم صدیقی صاحب اور دوسرے ذمہ دار ارکان، اسی طرح جائزہ کمیٹی کے دو ارکان باقی رہ گئے ہیں، یعنی راقم الحروف اور حکیم سلطان احمد صاحب، ان سب کا احتساب کرنے کے لیے مجلس احتساب قائم کی جائے جو موجودہ صورتحال اور ۱۹۹۳ء کے الیکشن میں غلط اقدامات، بلکہ ۱۹۵۶ء کے دوران جو واقعات رونما ہوئے، ان سب کا محاسبہ کیا جائے تاکہ گزشتہ غلطیوں کی تلافی کی جا سکے اور آیندہ کے لیے صحیح اقدام کی تجاویز سوچی جا سکیں۔

۱۰ مارچ ۱۹۹۷ء

نوٹ: یہ صفحات آج سے ایک ماہ قبل لکھوائے گئے تھے۔ راقم الحروف اپنی علالت اور دوسری مصروفیات کی بنا پر اس خط کو مکمل نہ کر سکا۔ مزید معروضات درج ذیل ہیں۔

ایک اہم گفتگو

۱۹۵۷ء کے شروع میں یعنی بحران کے زمانے میں ایک موقع پر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ "مولانا محترم کو آپ پر کوئی شبہ نہیں تھا۔" اس کے جواب میں، میں نے سوال کیا کہ "پھر میرے نام یہ نوٹ کیوں آیا؟" آپ نے جواب دیا کہ "چونکہ آپ بھی جائزہ کمیٹی کے رکن تھے اس بنا پر آپ کے نام بھی نوٹ ارسال کیا گیا۔" یعنی وہی نوٹ جس میں مرکزی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوریٰ سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا گیا تھا، یہ آپ کا جواب بھی عجیب تھا، واضح رہے کہ جائزہ کمیٹی کا رکن میں خود نہیں بنا تھا بلکہ پوری شوریٰ کے فیصلے کے مطابق میری نامزدگی ہوئی تھی۔ عدل وانصاف کا تقاضہ تھا کہ جس شخص کے کردار پر کوئی شبہ نہیں تھا اس کے نام اس قسم کا نوٹ یا نوٹس نہیں آنا چاہیے تھا۔

یہ ساری تحریر آپ کے پہلے خط کے جواب میں ہے۔

پہلے خط کے چند روز کے بعد آپ کا دوسرا خط ملا تھا جس انداز معتدل اور سنجیدہ تھا جس میں آپ نے میرے اس پمفلٹ کی تائید کی تھی جس میں، میں نے لکھا تھا دینی جماعتوں کو انتخابی سیاست میں عملی طور پر ملوث نہیں ہونا چاہیے بلکہ باہر رہ کر دعوت کا کام کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کی فکری اور اخلاقی اصلاح ہو سکے۔ آپ نے اس پمفلٹ کے جواب میں لکھا تھا کہ ''قاضی صاحب کو کون سمجھائے اصل کام دعوت ہی کا ہے۔'' یہ بھی حقیقت ہے کہ خود مولانا محترم نے ۱۹۴۸ء میں لکھا تھا کہ ''ابھی ہم انتخابات کے ذریعے اسلامی انقلاب لانے کی کوشش کریں گے۔ اگر اس میں ناکام ہوئے تو معاشرے کو جڑ سے ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے گی۔'' پوری تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو رسائل ومسائل جلد اول صفحہ ۴۲۹۔ اس تحریر کے مطابق جماعت کو چاہیے کہ اصلاح معاشرہ کی طرف پلٹ آئے۔ ظاہر ہے اس طرح جو انقلاب آئے گا اس کی بنیادیں ٹھوس ہوں گی۔

حالیہ انتخابات میں جماعت نے بائیکاٹ کی پالیسی اختیار کی۔ یہ فیصلہ اس لحاظ سے بہتر تھا کہ اس نے اپنے امیدوار کھڑے نہیں کیے لیکن یہ مناسب نہیں تھا کہ لوگوں سے یہ اپیل کی جاتی کہ کوئی ووٹ ڈالنے نہ جائے...... بہرحال اس طرح آپ کی تمنا پوری ہوئی اور آپ کی کاوش کامیاب رہی۔ اصل میں اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پچاس سال کے عرصے میں معاشرے کی حالت بگاڑ کی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اس لیے وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس کا ذکر مولانا مرحوم نے بڑے زوردار انداز میں اپنی اس تقریر میں کیا ہے، جس کا عنوان ہے ''اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے۔'' اس کے بعد ذیلی عنوان ہے ''اسلامی انقلاب کی واحد سبیل۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فکری اور اخلاقی انقلاب کے بغیر سیاسی انقلاب کامیاب نہیں ہوسکتا اور اگر جماعت کی شوریٰ کا اصرار ہے کہ انتخابات میں ضرور حصہ لیا جائے تو اس صورت میں ''دونوں برابر'' کے فلسفے کو چھوڑ کر أھون البلیتین کے نظریے پر عمل کرنا چاہیے۔ ورنہ پھر بار بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ امید ہے کہ آپ میری معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔

ضروری وضاحت

۵ مارچ ۱۹۹۷ء کے نوائے وقت (سر راہے) میں آپ کا یہ ''انکشاف'' شائع ہوا ہے کہ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں قاضی صاحب نے ساڑھے تین سو امیدواروں پر کروڑوں روپے خرچ کر کے قومی اسمبلی کی صرف تین اور صوبائی اسمبلیوں کی صرف تین چار نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ پھر ملین مارچوں سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر وہ دوبارہ دو ڈھائی سو امیدوار میدان میں لے آئے تھے۔ لیکن خفیہ سروں سے جب انہیں کامیابی کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو انہوں نے حیلوں بہانوں سے بائیکاٹ کر دیا اور وہ پہلے احتساب اور پھر انتخاب کی رٹ لگانے لگے۔ اسی انکشاف کے سلسلے میں چند باتیں قابل غور ہیں۔

۱۔ بار بار ناکامی کے باوجود قاضی صاحب نے اعلان کیا ہے کہ ''جماعت کے کارکن آیندہ بلدیاتی انتخاب میں حصہ لینے کے لیے خوب تیاری کریں۔'' افسوس ہے کہ اس پالیسی کی بنا پر پھر جماعت کو سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۲۔ قاضی صاحب نے جو پالیسی اختیار کی ہے یہ ان کی ایجاد نہیں ہے اور نہ مرکزی شوریٰ کی۔ بلکہ اس کی بنیاد خود مولانا مرحوم نے ۱۹۵۱ء کے انتخابات میں حصہ لے کر ڈال دی تھی۔ جب ایک مزاج بن جاتا ہے اور بار بار اس پر عمل ہوتا ہے تو پھر اس مزاج کو بدلنا آسان نہیں ہوتا۔ یہی صورتحال اب جماعت کے سامنے ہے۔ ظاہر بات ہے کہ سیاسی مزاج کے ساتھ ساتھ دعوت اور تعلیم و تربیت کا کام ٹھوس طریقے سے نہیں ہوسکتا۔ پہلے مزاج کے لیے جذباتی انداز اور ہجومی طریقہ کار کی ضرورت ہے اور دوسرے مزاج کے لیے پرسکون اور سنجیدہ ماحول کی ضرورت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ماچھی گوٹھ کے اجتماع میں یہ طے ہوا تھا کہ اگر کسی رکن کو جماعت کی پالیسی یا کسی دوسرے رکن سے کوئی شکوہ ہو تو اس کو مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں پیش کرے، یا اجتماع ارکان کے موقع پر۔ لیکن آپ نے اس قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے، برسرعام تنقید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سے دو سال قبل بھی آپ کی اور نعیم صاحب کی بعض ناقدانہ تحریریں شائع ہوئی تھیں بلکہ ایک زوردار نظم نعیم صاحب نے ''بنام دلبر'' ہفتہ وار زندگی لاہور میں شائع کروائی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب نے بڑی تحمل کے ساتھ جماعت کو بحران سے بچانے کے لیے آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ اسی سے آپ جماعت کے نظم کے ڈھیلے پن کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مولانا مرحوم کے اور آپ کے دور امارت میں عوامی رابطہ مہم کی رفتار مال گاڑی کی رفتار کی طرح تھی۔ قاضی صاحب نے اس مہم کو تیز گام کی رفتار بخش دی۔ خلاصہ یہ ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان اختلاف کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ خرابی کی اصل جڑ خود قاضی صاحب کی پالیسی ہے۔ میرا نقطہ نظر یہ کہ ہے کہ اب جو پالیسی چل رہی ہے اس کی بنیاد خود مولانا مرحوم نے ۱۹۵۱ء میں عملی طور پر رکھ دی تھی۔ بہرحال اب ضرورت اس بات کی ہے ہمیں اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے کہ ''مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا............''

www.KitaboSunnat.com

والسلام

طالب دعا

عبدالغفار حسن [1]

[1] (پندرہ روزہ المنبر، ۱۵ اکتوبر تا ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طفیل محمد

منصورہ۔ملتان روڈ حوالہ: ۷۔۹۷۔۴۷

لاہور ۱۸ (پاکستان) تاریخ: ۱۷ مارچ ۱۹۹۷ء

محترمی ومکرمی جناب مولانا عبدالغفار حسن صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۹۷ء جسے آپ نے ۱۰ مارچ کو مکمل کروا کر روانہ فرمایا، آج ۱۷ مارچ ۱۹۹۷ء کو مجھے موصول ہوا اور یہ معلوم کر کے سخت افسوس اور فکر مند ہوا کہ اتنا عرصہ علیل رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی سے نوازے اور تادیر سلامت رکھے۔ آپ نے اپنے اس عنایت نامہ میں جماعت اسلامی کو جس کارروائی اور آئندہ کام کے بارے میں جو مشورے دیئے ہیں یہ آپ براہ راست جماعت کے امیر اور ان کی انتظامیہ کو دیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ میں آپ کو معلوم ہوگا کہ اب دس برس سے ان امور سے علیحدہ اور بے تعلق ہوں اور جماعت کے ذمہ داران کے غلط کاموں پر جو علانیہ ٹوکتا رہا ہوں اس کی وجہ سے کوئی مشورہ دینا مناسب نہیں سمجھتا۔

میرے علانیہ ٹوکنے پر آپ نے بھی اعتراض فرمایا ہے۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ جماعت اسلامی کا سب سے آخری اور بالاتر ادارہ ارکان جماعت کا اجتماع عام ہے اور اگر کسی کو امیر اور مجلس شوریٰ کے کسی فیصلہ یا کارروائی پر اعتراض ہو تو اسے اس کو ارکان کے اجتماع عام میں اٹھانے اور پیش کرنے کا حق ہے اور ارکان جماعت کی یہ ذمہ داری ہے اور ارکان شوریٰ تو یہ حلف اٹھاتے ہیں کہ ''اگر میں جماعت کے کام میں کوئی نقص یا خرابی دیکھوں گا تو اسے دور کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔'' اب اگر میں یہ دیکھتا ہوں کہ امیر جماعت جس راستے پر جماعت کو لیے جا رہے ہیں وہ اسے تباہی اور ملک کو افغانستان اور الجیریا کے حالات سے دوچار کرنے والا ہے اور مجلس شوریٰ کی اکثریت بھی اس کا احساس نہیں کرتی اور جماعت کے ارکان کا اجتماع عام مستقبل قریب میں ہونے والا نہیں ہے تو اس صورت حال کو پریس کے ذریعے سے ارکان جماعت کے سامنے لانے کے سوا اور کیا چارہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔پہلی مرتبہ جب میں نے یہ صورت اختیار کی وہ اس وقت جب امیر جماعت نے اپنے ارکان قومی اسمبلی سے شریعت ایکٹ کے نام سے وہ قانون پاس کرایا جس میں معیشت، سیاست، پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کو شریعت سے مستثنیٰ کر دیا گیا اور اب چھوٹی اور بڑی برائی دونوں کو یکساں تڑکا دے کر ہجومی سیاست کے ذریعہ سے عوامی انقلاب برپا کر کے اسلامی نظام کے قیام کی نوید سنائی جارہی ہے۔میرے نزدیک یہ جماعت اسلامی اور پاکستان دونوں کی تباہی اور صف لپیٹنے کا پروگرام ہے۔اگر آپ کے نزدیک نظم جماعت کے احترام میں یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھتے چلے جانا چاہیے تو میرے نزدیک یہ مجرمانہ خاموشی ہے۔ اسے ارکان جماعت کے سامنے لانے کی جو صورت ممکن ہو اسے اختیار کرنا چاہیے۔اس کے بعد میری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔هذا ماعندي والعلم عند الله۔

خاکسار

طفیل محمد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ (۵)

جو جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوئے

۱۔ مولانا امین احسن اصلاحی	سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان
۲۔ مولانا محمد عبدالجبار غازی	
۳۔ شیخ سلطان احمد	
۴۔ مولانا عبدالغفار حسن	
۵۔ ارشاد احمد حقانی	ایڈیٹر تسنیم
۶۔ مصطفیٰ صادق	
۷۔ سعید ملک	
۸۔ چوہدری عبدالحمید خان	رکن مجلس شوریٰ
۹۔ میاں فضل احمد	امیر جماعت شہر لائل پور (فیصل آباد)
۱۰۔ ڈاکٹر مسعود الدین حسن عثمانی	رکن شوریٰ کراچی
۱۱۔ ظفر الاحسن	
۱۲۔ سید شیر محمد شاہ	رکن شوریٰ منٹگمری (ساہیوال)
۱۳۔ ڈاکٹر اسرار احمد	امیر جماعت منٹگمری
۱۴۔ اظہار احمد	منٹگمری
۱۵۔ حافظ خادم احمد	
۱۶۔ نجیب صدیقی	رکن شوریٰ سکھر
۱۷۔ خورشید عاقل	
۱۸۔ عبدالجبار	
۱۹۔ سمیع اللہ	سکھر
۲۰۔ محمد عمر	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۱۔ خلیفہ نذیر احمد	لاہور
۲۲۔ مولوی برکت علی	
۲۳۔ مولوی محی الدین (سلفی)	
۲۴۔ سید امداد گیلانی	
۲۵۔ حافظ علم الدین	لائل پور
۲۶۔ عبدالرحیم	
۲۷۔ شیخ محمد صدیق	
۲۸۔ چوہدری قدرت علی	
۲۹۔ مولانا افتخار احمد بلخی	رکن شوریٰ کراچی
۳۰۔ نور محمد	منٹگمری
۳۱۔ چوہدری عبدالحلیم	لائل پور
۳۲۔ حکیم محمد حنیف	قیم ضلع شیخوپورہ
۳۳۔ ڈاکٹر نذر محمد	شیخوپورہ
۳۴۔ حکیم عبدالرحیم اشرف	لائل پور
۳۵۔ سردار محمد اجمل خان لغاری	رکن شوریٰ بہاولپور
۳۶۔ مولانا عبدالحق	
۳۷۔ منشی محمد غوث [1]	

[1] ماخوذ از ہفت روزہ المنیر، جلد ۱۰، شمارہ: ۱۱، ۲۵ اپریل ۱۹۵۸ء مطابق ۵ شوال ۱۳۷۷ھ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ (۶)

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری اپنے سفرنامے (پاک سرزمین پر) میں لکھتے ہیں:

''......میری خواہش کہ مولانا عبدالغفار حسن رحمانی مدظلہ اور مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب سے ملوں اور جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ کا مشاہدہ کرلوں۔ میزبان فیصل آباد زرعی کالج یا یونیورسٹی بھی دکھلانا چاہتے تھے۔ مگر ہماری روانگی میں قدرے تاخیر ہوگئی۔ مغرب کی نماز جامعہ سلفیہ ہی میں پڑھی گئی۔ اس کے بعد ہماری پہلی منزل مولانا عبدالغفار حسن رحمانی کا دولت کدہ تھا۔ مگر وہی آخری منزل بھی ثابت ہوا۔ مولانا بڑے تپاک سے ملے اور احوالِ پاکستان اور یادِ ماضی کا دفتر کھول دیا۔

مولانا نے پاکستان میں قوانین کے ''اسلامیزیشن'' کے عمل کی تفصیلات ذکر کرتے ہوئے بڑے نپے تلے الفاظ میں مسلم جماعتوں کے خیالات اور کردار وعمل کا نقشہ کھینچا۔ فرمایا کہ اس وقت ہمارے یہاں تین طرح کی باتیں پائی جارہی ہیں:

(۱) غالیانہ شدت (۲) ملحدانہ جدّت (۳) مجرمانہ غفلت

پھر ہر ایک کی تشریح کی، فرمایا کہ غالیانہ شدت دیوبندی اور بریلوی حضرات میں پائی جارہی ہے۔ ان کا نہایت شدت سے اصرار ہے کہ پاکستان میں خالص فقہ حنفی نافذ کی جائے اور حرف بہ حرف نافذ کی جائے۔ اس ضمن میں مولانا نے بتایا کہ اسلامی نظریاتی کونسل میں قسامت کے قانون پر گفتگو ہورہی تھی (قسامت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان کسی جگہ مقتول پایا جائے لیکن قاتل کا پتہ نہ ہو۔ تاہم مختلف ذرائع سے بعض افراد کا ملوث ہونا بالکل ظاہر ہو۔ ایسی صورت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اگر مقتول کے اولیاء اور متعلقین میں سے پچاس آدمی ایسے شخص کے متعلق قاتل ہونے کی قسم کھالیں تو اسے مقتول کا خون بہا لینے کے حقدار ہوجائیں گے۔ لیکن اگر وہ قسم کھانے پر آمادہ نہ ہوں تو جس شخص پر قاتل ہونے کی تہمت ہے اس کے پچاس آدمی قسم کھائیں گے کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہمیں قاتل کا علم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور وہ قتل کے الزام سے بری ہو جائیں گے اور بری ہونے کے معنی ظاہر ہیں کہ ان سے خون بہا نہیں لیا جا سکتا) لیکن معلوم نہیں کس بنیاد پر علماء احناف کا اصرار تھا کہ اس کیس میں اگر قتل کے ملزم کے پچاس آدمی قسم کھالیں تب بھی ان سے خون بہا لیا جائے گا۔ مولانا نے بتایا کہ اس معاملہ پر ان لوگوں نے فضا کو سخت جذباتی بنا دیا تھا اور اس تجویز کو قبول نہ کرنے کے معنی وہ یہ قرار دے رہے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سمیت تمام فقہاء احناف کی تذلیل کی جارہی ہے۔ اس کے باوجود قانون دانوں کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس تجویز کو اپنے حلق سے نیچے نہیں اتار رہا تھا اور فضا جذباتی ہوتی جارہی تھی۔

مولانا نے بتلایا کہ عام کتب احادیث کو لیے تو سفر کیا نہیں جا سکتا، اس لیے میں بلوغ المرام رکھ لیا کرتا ہوں، کہ اختصار کے باوجود وہ بہت جامع کتاب ہے۔ میں نے اس کتاب کے حوالہ سے عبداللہ بن سہل کے قتل کا واقعہ پیش کیا۔ جس کا الزام یہود پر تھا۔ مگر ان کے قرابتدار قسم کھانے پر آمادہ نہ تھے (کیوں کہ انہوں نے کسی یہودی کو قتل کرتے دیکھا نہیں تھا) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تب یہود قسم کھائیں گے۔ مگر وہ یہود کی قسم پر راضی نہ ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کی طرف سے اس کی دیت ادا کر دی۔ مولانا نے فرمایا کہ میں نے اس حدیث کو پیش کر کے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہی ہے اور آپ کا فیصلہ قبول کرنے میں کسی کی توہین نہیں ہے۔ قانون دان طبقے نے اس بات کو بڑے انشراح صدر کے ساتھ قبول کیا اور کہا کہ یہ بات جو اس حدیث سے ثابت ہوئی ہے۔ یہ البتہ قانونی ضابطوں اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے چنانچہ اسلامی نظریاتی کونسل کا فیصلہ اسی کے مطابق ہوا۔

ملحدانہ جدّت کی توضیح کرتے ہوئے مولانا نے بتایا کہ اسلامی قانون سازی کے عمل میں ایک ایسا طبقہ پوری قوت کے ساتھ دخیل ہونے کے لیے کوشاں ہے جو مغرب کے تمام الحادات کو اسلامی جامہ پہنا کر اسلامی قانون کا نام دے رہا ہے۔ یہ طبقہ قرآن و حدیث میں حیرت انگیز قسم کی تراش خراش سے کام لے رہا ہے۔ اس نے اپنے گھڑے گھڑائے ضابطوں سے حدیث کا بڑا حصہ تو یوں ہی ناقابل حجت قرار دے رکھا ہے۔ تھوڑا سا حصہ جو اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقطہ نظر سے احتجاج واستدلال کے دائرے میں آسکتا ہے،اس کی ساری حیثیت پر یہ کہہ کر پانی پھیر دیا جاتا ہے کہ اس کا تعلق چودہ سو برس پہلے کے عرب کے خالص صحرائی ماحول سے تھا۔ یہ وقتی حکم تھا اور زمانہ کے تغیر اور تمدن کے ارتقاء کے ساتھ اس کی قانونی حیثیت ختم ہوگئی۔مولانا نے بتایا کہ اس اصول کی بنیاد صرف حدیث ہی نہیں بلکہ قرآن کے صریح اور منصوص احکام وقوانین تک کو بدلنے کی بات کہی جارہی ہے۔

مولانا نے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ اس اندازِ فکر کی ساخت پرداخت میں مولانا امین احسن اصلاحی کے غیر متوازن فکری رجحانات کا بڑا دخل ہے اور آج کل ان ہی کا ایک نہایت تیز، طرار، ذہین، ہوشیار اور چالاک شاگرد اس کج فکری کی قیادت کر رہا ہے، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے بعض افراد کا بھی یہی رجحان ہے۔کراچی کے بعض اکابر دیوبند کے صاحبزادگان بھی اس میں پیش پیش ہے۔اور ڈاکٹر اسرار احمد کی دعوت بھی فکری اتھل پتھل کا شکار ہے۔اندیشہ ہے کہ وہ بھی غلط ڈگر پر نہ چل پڑے۔

مولانا نے کہا کہ یہ لوگ غیر مقلد تو ہوگئے مگر اہلحدیث نہ سکے۔غیر مقلدیت اور اہلحدیثیت میں عموم خصوص مطلق ہے۔غیر مقلد عام ہے یعنی غیر مقلد تو ہر وہ شخص ہو جاتا ہے جو تقلید ترک کردے مگر اہلحدیث اس وقت ہوسکتا ہے جب وہ محدثین کے مکتب فکر کو اپنا لے اور عقیدہ وعمل سے لے کر قوانین وضوابط تک ہر چیز کی بنیاد کتاب وسنت پر رکھے۔اسی لیے مولانا امین احسن اصلاحی، کسی حد تک مولانا مودودی، ڈاکٹر اسرار احمد، مولانا حنیف ندوی وغیرہ یہ لوگ غیر مقلد تو ہیں مگر اہلحدیث نہیں۔

مولانا نے کہا اس وقت پاکستان میں اس طبقہ کی طرف سے جو فکری انارکی یا ملحدانہ جدت ابھر رہی ہے اور علماء احناف کی طرف سے جس غالیانہ شدت کا مظاہرہ کیا جارہا ہے اس کا جواب صرف اور صرف جماعت اہل حدیث کے پاس ہے۔اسی کے پاس ایسا مضبوط، ٹھوس اور پائدار اصول ہے کہ ایک طرف وہ اس الحاد کا بھی قلع قمع کرسکتی ہے اور دوسری طرف اس شدت اور جمود کو بھی توڑ سکتی ہے۔ادھر جو طبقہ اسلام کو نافذ کرنے اٹھا ہے۔اس نے اہل حدیث کے اصول کو یعنی کتاب وسنت کو مآخذ قرآن بنایا ہے اور وہ کسی جانبداری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عصبیت میں مبتلا ہونے کے بجائے خالی الذہن ہو کر سنجیدگی کے ساتھ کتاب وسنت کی باتیں سننے اور ماننے کو تیار ہے بلکہ ان کی فکری ساخت اسی کا تقاضا کر رہی ہے۔ جیسا کہ قیامت اور دیگر قوانین کے تعلق سے واضح ہو چکا ہے۔ مگر یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس وقت جماعت اہلحدیث اس فیصلہ کن رول کو ادا کرنے کے بجائے مجرمانہ غفلت کا شکار ہے اور اس جماعت کے علماء حکمران، قانون ساز اور قانون دان طبقے کی اس فکری ہمواری سے فائدہ اٹھا کر ان کے اندر اس صحیح مکتب فکر کو فروغ دینے اور اس کے نفاذ کی راہ ہموار کرنے کے بجائے قصے کہانیوں پر مشتمل وعظ گوئی اور غیر معقول کش مکش میں مبتلا ہیں اور اصل میدان کار سے الگ تھلگ ایک بالکل ہی دوسرے کام میں اپنی صلاحیتیں کھپا رہے ہیں۔

اس کے بعد مولانا نے بنارس کا تذکرہ کیا۔ موصوف عرصہ ہوا، جامعہ رحمانیہ میں چھ سال تک درس وتدریس کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے دور کے ایک ایک شخص کی خیر دریافت کی۔ اپنی رہائش کی جگہوں اور گلی کوچوں کا تفصیل سے ذکر کیا۔ یادداشتوں کی گویا بیاض کھول دی اور ماضی کے اوراق پارینہ الٹتے رہے۔

خاصی دیر بعد ہم واپس ہونے لگے تو گاڑی نے چلنے سے انکار کر دیا، ہر چند کوشش کی گئی مگر بے سود۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مولانا نے ہماری شام کی ضیافت کر دی جس کے لیے وہ دیر سے مُصر تھے۔ اس دوران نشاط آباد سے گاڑی کے اصل ڈرائیور بلائے گئے۔ گاڑی کے تیار ہونے میں وقت نہ لگا۔ رات ڈھل رہی تھی اور ہم حکیم اشرف صاحب سے ملے بغیر اور جامعہ تعلیمات اسلامیہ نیز زرعی یونیورسٹی دیکھے بغیر واپس آ گئے جسے اس سفر میں دیکھنا نصیب نہ ہو سکا......'' [1]

---

[1] ہفت روزہ الاعتصام، جلد ۳۸، شمارہ: ۱۸، ۲ مئی ۱۹۸۶ بمطابق ۲۲ شعبان ۱۴۰۶ھ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ کی چند وضاحتیں

مکتوب اوّل بنام حافظ صلاح الدین یوسف

''...... اسی طرح تازہ شمارہ نمبر ۱۸ ج ۳۸ میں جناب مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے بعض باتیں میری طرف ایسی منسوب کردی ہیں جو میں نے عرض نہیں کی تھیں۔ غالباً ان سے ذھول ونسیان ہوگیا، انہوں نے میرے سامنے کوئی بات بھی نوٹ نہیں کی۔ بعد میں اپنے حافظہ کی مدد سے سب کچھ مرتب کیا"والذاکرۃ قد تخون" دومثالیں ذکر کرتا ہوں تاکہ ریکارڈ درست ہوجائے:

(۱) ملحدانہ جدت، غالیانہ شدت، مجرمانہ غفلت

میں نے کہا تھا: باغیانہ جدت، غالیانہ شدت، مشرکانہ بدعت۔ ''مجرمانہ غفلت'' کا عنوان یہ خود اُن کے اپنے تخیل کی پرواز ہے۔ غالیانہ شدت پر مسلک اھل حدیث کے بہت سے حاملین کے طرز عمل کی مثالیں پیش کی گئیں تھیں، جو غالباً صفی الرحمٰن صاحب کے حافظہ سے محو ہوگئیں یا مصلحۃً حذف کر گئے۔ واللہ اعلم

(۲) قسامت کا مسئلہ جس کی طرف میری گفتگو میں اشارہ کیا گیا ہے یہ واقعہ نظریاتی کونسل کا نہیں ہے، بلکہ دیت وقصاص کی خصوصی کمیٹی میں یہ معاملہ پیش آیا تھا۔ ایک طرف تجمّد تھا اور دوسری طرف تجدُّد اور میں دونوں کے درمیان کشمکش میں مبتلا تھا۔ آخرکار میں نے تجمّد کے خلاف حدیث پیش کردی اور اس کے مطابق مجلس کے چیئرمین راجہ ظفرالحق نے فیصلہ کیا اور دوسروں نے بھی تائید کی۔

کیا یہ مندرجات شائع ہوسکتی ہیں۔'' والسّلام

(قلمی مکتوب: تاریخ ۱۹۸۶/۵/۶ء بمطابق ۱۴۰۶/۸/۲۶ھ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الہ آباد بورڈ سے عالم کی سند

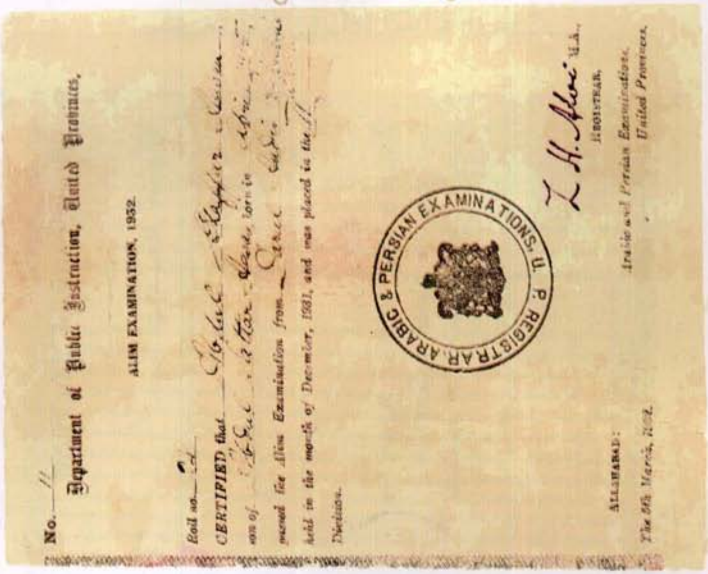
No. 11

Department of Public Instruction, United Provinces.

ALIM EXAMINATION, 1932

Roll no. 32

CERTIFIED that Abdul Ghaffar Hasan

son of Abdus Sattar Hasan, born in [illegible]

passed the Alim Examination from [illegible]

held in the month of December, 1931, and was placed in the [illegible]

Division.

I. H. Alvi M.A.
REGISTRAR,
Arabic and Persian Examinations,
United Provinces.

ALLAHABAD:
The 5th March, 1932.

الہ آباد بورڈ سے فاضل طب یونانی کی سند

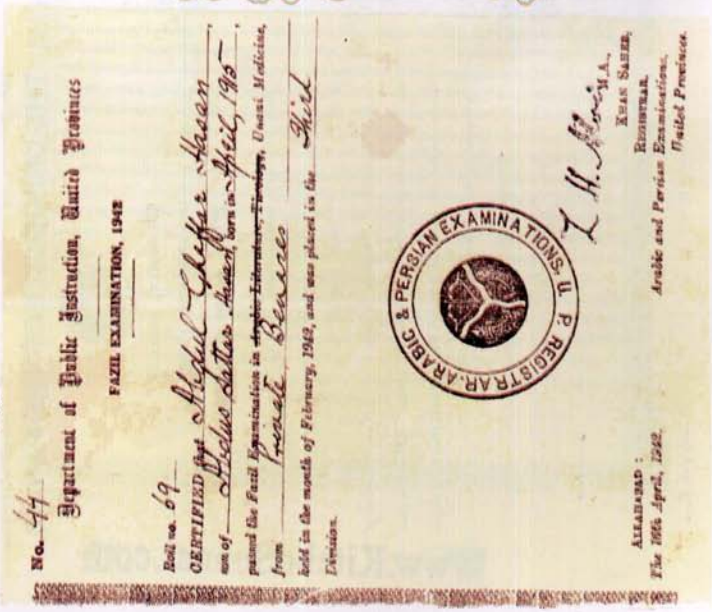
No. 44

Department of Public Instruction, United Provinces

FAZIL EXAMINATION, 1942

Roll no. 69

CERTIFIED that Abdul Ghaffar Hasan

son of Abdus Sattar Hasan, born in April, 1913,

passed the Fazil Examination in ~~Arabic Literature, Theology~~, Unani Medicine,

from Private Benares

held in the month of February, 1942, and was placed in the Third

Division.

I. H. Alvi M.A.
KHAN SAHIB,
REGISTRAR,
Arabic and Persian Examinations,
United Provinces.

ALLAHABAD:
The 16th April, 1942.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب عربی کی سند

University of Lucknow

Whereas Abdul Ghaffar Hasan has pursued a course of study prescribed by this University for the Diploma of Fazil-i-Adab (Arabic) and has passed the requisite examinations in the Second Division

This is to certify that he has this day been duly awarded the Diploma of Fazil-i-Adab (Arabic) of this University at the Convocation of 1935.

Lucknow:
Dated 30th November, 1935.

پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل عربی کی سند

Roll No. 19.

Registered No. 36.1.604.

THE UNIVERSITY OF THE PANJAB.

ORIENTAL FACULTY.

SESSION 1938.

This is to Certify

That Abdul Ghaffar Hasan son of Maulvi Hafiz Abdul Sattar Hasan of the Dehli Province having passed the Honours in Arabic Examination of the University of the Panjab in the Second Division, has been awarded the Title of Maulvi Fazil and this Diploma is granted in token thereof.

Qualified also in Urdu

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا احمد اللہ دہلوی کی اجازہ حدیث

بسم الله الرحمن الرحيم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ کے جلسے کا اشتہار

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ میں انجمن تہذیب الکلام کا

شاندار سالانہ جلسہ

مدرسہ مذکورہ کے طلبہ کی اس انجمن کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۳ رجب ۱۳۵۱ھ بعد نماز عشا ساڑھے آٹھ بجے منعقد ہوگا۔ جس میں مدرسہ مذکورہ کے قابل طلبہ کی دلپذیر مؤثر تقریروں کے علاوہ فاضل اجل عالم باعمل مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اور علامہ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب اور مولانا محمد صاحب اڈیٹر اخبار محمدی نیز دیگر علمائے کرام بصیرت افروز روح پرور تقاریر فرمائیں گے۔

امید ہے کہ اہل دل حضرات جوق در جوق وقت مقررہ پر مدرسہ مذکورہ واقع باڑہ ہندو راؤ میں تشریف لے آئینگے اور شرکت جلسہ سے اپنی آنکھوں کو پُر نور اور اپنے دل کو مسرور کرینگے۔

عبد الغفار حسن رحمانی ناظم انجمن تہذیب الکلام

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی

(مجید برقی پریس دہلی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ رحمانیہ بنارس میں تدریس کا سرٹیفیکیٹ

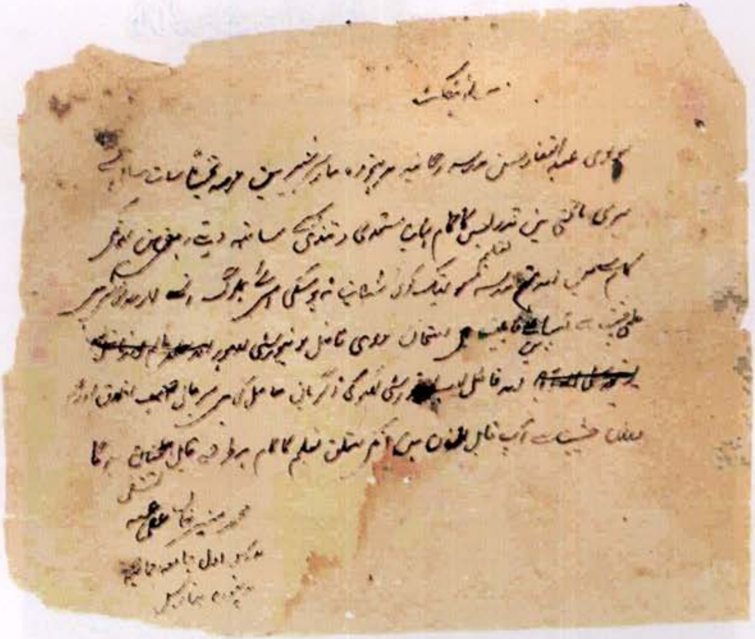

سرٹیفکیٹ

مولانا عبد اللہ سلفی کے انتقال کی تاریخ وفات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے درجہ العالمیہ کی سند

شهادة الدرجة العالمية من دار الحديث الرحمانية الواقعة في الدهلي

دار الحديث الرحمانية

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله وأصحابه أجمعين

أما بعد فإن المولوي عبد الغفار بن المولوي عبد الستار من سكان دهلي

قد فاز في امتحان العالمية في الدرجة الثالثة كان من سنة ٥٢ وفي سنة ٣٢ ٤٩

وقد فرغ من تحصيل العلوم المقررة في نصاب هذه الدرجة من الصرف والنحو وأدب

العربية والعروض والمعاني والبيان والبديع [illegible] وعلم الفقه بأصوله

وعلى الشريفين الحديث والتفسير بأصولهما [illegible] فن المنطق والفلسفة والكلام

ومن الرياضيات الهيئة والحساب و[illegible] أعطيناه هذه الوثيقة ولقبناه

بالعالم وكان على طريقة السداد في الد[illegible] أيام سنته الأخيرة وأرجو الله سبحانه

وتعالى أن يوفقه الاستقامة عليها وينفع بعلمه المسلمين والحمد لله رب العلمين

الامضاء	الامضاء
الناظر لدار الحديث الرحمانية	الناظم لدار الحديث الرحمانية

أرخ في شهر شعبان سنة ١٣٥٢ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد التوحید کی بالائی منزل مولانا کا مکتبہ

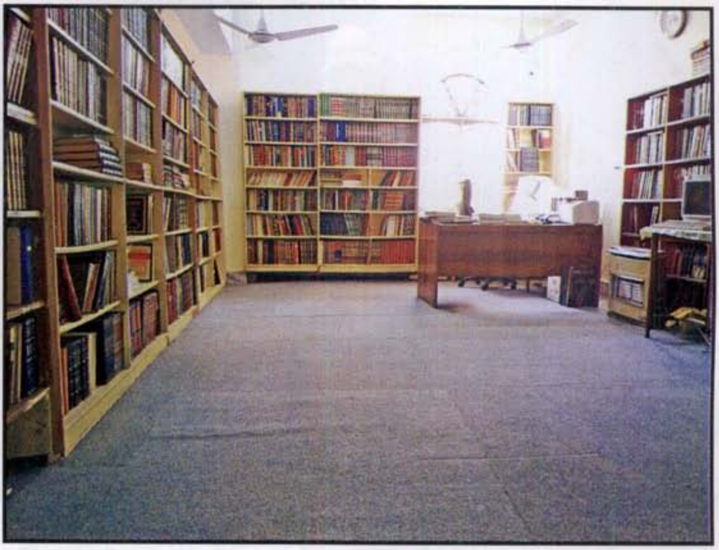

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کی تعمیر کردہ مسجد التوحید

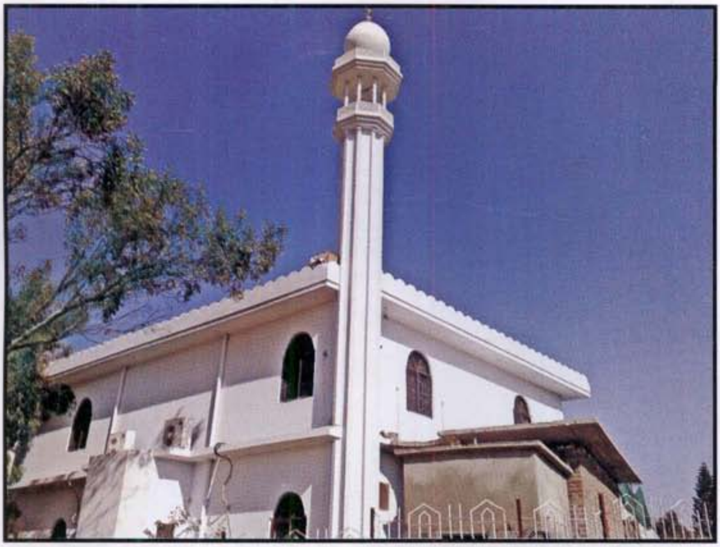

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتوب دوم بنام مولانا صفی الرحمن مبارکپوریؒ

تاریخ: ۱۴۰۷/۴/۱ھ۔ ۱۹۸۶/۱۲/۴ء

محترمی جناب صفی الرحمن مبارکپوری صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اُمید ہے کہ آپ مع متعلقین بخیر وعافیت ہوں گے۔

آپ سے ایک سال قبل یعنی یکم دسمبر ۸۵ء بعد مغرب ملاقات ہوئی تھی۔ جبکہ آپ میرے غریب خانے پر تشریف لائے تھے۔ اس ملاقات میں، میں نے کہا تھا کہ غلبہ دین کی راہ میں تین رُکاوٹیں ہیں، اُن کو میں نے تفصیل سے بیان کیا تھا۔ میرا یہ خیال تھا کہ یہ ہماری نجی گفتگو ہے، یہ وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ بعد میں آپ سفرنامہ مرتب کریں گے اور یہ گفتگو اخبارات میں شائع ہوگی۔ اگر یہ اندازہ ہوتا تو میں محتاط رہتا، بلکہ آپ کو وضاحت کر دینی چاہیے تھی کہ یہ گفتگو شائع ہوگی تو میں آپ کو بروقت بتا دیتا کہ گفتگو کا فلاں حصہ شائع کیا جائے اور فلاں حذف کیا جائے۔ یہ مناسب نہیں ہوتا کہ گفتگو کا سارا حصہ شائع کرنے کی کوشش کی جائے۔ پھر کمال یہ ہوا کہ آپ نے میرے سامنے کوئی چیز قلمبند نہیں کی، کچھ عرصے بعد غالباً بنارس پہنچنے کے بعد، سفر کی روئیداد مرتب کی ہے۔ بہر حال کئی جگہ روایت بالمعنیٰ سے آپ نے کام لیا ہے اور میرے اصل الفاظ نسیان کا شکار ہو گئے ہیں۔ مثلاً آپ نے لکھا ہے: ''مجرمانہ غفلت''، اور اس کو چسپاں کیا ہے میری طرف سے جماعت اہل حدیث پر۔ حالانکہ میں نے یہ لفظ نہیں کہا تھا، بلکہ میں نے کہا تھا: تیسری رُکاوٹ غلبہ دین کی راہ میں ''مشرکانہ بدعت'' ہے۔

(۱) پہلی رُکاوٹ بیان کی تھی: ''غالیانہ شدت''، جس کا مطلب یہ تھا کہ تمام فرقوں میں ایسے افراد یا اَحزاب موجود ہیں جو فقہی اختلاف یا سیاسی نزاع کی بنا پر ایک دوسرے کو کافر یا منافق قرار دیتے ہیں۔ اس شدت اور غلو نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ خود جماعت اہل حدیث کئی احزاب میں بٹ گئی ہے۔ فإلی اللہ المشتکی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) دوسری رُکاوٹ بیان کی تھی: ''باغیانہ جدت'' [1] آپ نے لکھا ہے ''ملحدانہ جدت''، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ''ملحدانہ'' نہیں کہا ہے۔ ویسے گمان ہوتا ہے کہ ''باغیانہ'' کہا ہے، یعنی ایسی جدت جو کتاب وسنت اور سلف صالحین کے دائرے سے باہر ہو۔ اسی طرح آپ نے وہ سارے نام لکھ دیئے جو میں نے برسبیلِ مثال پیش کیے تھے کہ یعنی کہ یہ غیر مقلد ہیں اہل حدیث نہیں، حالانکہ ناموں کے بجائے صرف اوصاف بیان کر دیئے جاتے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو چیز نجی گفتگو میں بیان کی جائے، وہ من وعن شائع کر دی جائے۔

اس تحریر کا پس منظر یہ ہے کہ ۷ نومبر ۸۶ء کے ہفت روزہ الاسلام لاہور میں ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس کا عنوان ہے: ''ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں''، اس مضمون میں لفظ ''مجرمانہ غفلت'' اور مولانا حنیف ندوی کے نام کی تصریح پر کہ وہ غیر مقلد ہیں اہل حدیث نہیں، بہت غصہ کا اظہار کیا گیا ہے، ساتھ ہی میری ذات کو ہدفِ طعن وتشنیع بنایا گیا ہے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، میں اس کا دفاع نہیں کرنا چاہتا، اس بارے میں تو اتنا ہی کافی ہے:

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ (۱۲/ یوسف: ۱۸)

باقی رہا ''مجرمانہ غفلت اور ملحدانہ جدت'' اس کی تصحیح ضروری ہے، تاکہ غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے کسی کی دل آزاری ہو یا کسی کے آبگینۂ عقیدت کو ٹھیس لگے۔ اُمید ہے کہ آپ ماہنامہ ''محدث'' کے ذریعے روایت بالمعنیٰ کی تصحیح کر دیں گے اور ساتھ ہی یہ وضاحت کر دیں گے کہ راقم الحروف کی یہ نیت قطعاً نہیں تھی کہ مشاہیر کا ذکر نام بنام متعین طور پر کیا جائے۔ یہ سب آپ کی کرم فرمائی ہے جس کا نمونہ الاسلام میں ملتا ہے۔

''الاسلام'' کا یہ شمارہ ۲۹ر نومبر ۸۶ء کو نظر سے گزرا آجکل بلکہ تین چار ماہ سے لکھنے پڑھنے کا کام معطل پڑا ہے، مسلسل بستر علالت پر رہا ہوں، ایک مہینہ ہسپتال میں گزرا ہے۔

---

[1] باغیانہ جدت کو مولانا حنیف ندوی صاحب وغیرہ پر چسپاں کرنا درست نہیں یہ ضروری نہیں کہ جو اہل حدیث نہ ہو تو وہ باغی ہو بلکہ اس جدت کے متعدد درجات اور مراحل ہیں، جو مؤوّل ہو اس کو باغیانہ جدت کا مرتکب قرار نہیں دیا جا سکتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب بھی یہ خط املاء کرا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس خط میں بعض جملے بے ربط ہوں یا مکرر ہوں۔ بس انہی سطور پر اس خط کو ختم کرتا ہوں۔ جملہ احباب اور اکابر کو سلام مسنون اور دُعا کی درخواست۔ خصوصاً مخدومی شیخنا المکرّم مولانا عبید اللہ مبارکپوری محترم (شیخ الحدیث) اُن کی صحت کا کیا حال ہے؟ اور اُن کی بلند پایہ تصنیف ''مرعاۃ المفاتیح'' اب کس مرحلہ میں ہے۔ کچھ کام ہو رہا ہے یا نہیں؟ ان کے علاوہ دوسرے احباب جناب عبد الوحید صاحب، جناب محمد یحییٰ صاحب، جناب عبد القدوس صاحب، جناب عبد العظیم اور اُن کے برادران کو اور جناب مجتبیٰ صاحب کو سلام مسنون۔

واضح رہے کہ اب صحت بہتر ہو رہی ہے۔ سرِ دست گھر کے اندر بغیر کسی سہارے کے چل پھر سکتا ہوں۔ دُعا فرمائیں کہ پوری طرح صحت و توانائی عطا ہو۔ تاکہ جو زندگی کا تھوڑا سا عرصہ باقی ہے وہ کسی کا محتاج ہوئے بغیر دینِ حنیف کی خدمت و نصرت میں صرف ہو۔

آپ اس خط کا ضروری حصہ ''محدث'' وغیرہ میں شائع کر سکتے ہیں۔

والسلام

عبد الغفار حسن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ (۷)

مکتوب صہیب حسن: تبصرہ بر مقال قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ترجمان ہفت روزہ ''اہل حدیث'' کے تازہ شمارہ (۱۰ جون ۱۹۹۴ء) میں قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری نے ''مسلک اہل حدیث سے امتیازی سلوک کیوں؟'' کے عنوان سے ایک طویل اداریہ میں جہاں اربابِ اقتدار سے مسلک اہل حدیث کے وابستگان کو حکومتی شعبوں میں نمائندگی نہ دینے کا شکوہ کیا ہے وہاں وہ خود مسلک اہل حدیث کے حامل بزرگوں کے ساتھ جس ''امتیازی سلوک'' کا مظاہرہ کر رہے ہیں وہ نہ ہی مسلک کے شایانِ شان ہے اور نہ ہی مرکزی جمعیت کے مقتدر اہل قلم کے۔

ایک طرف وہ عنوان لکھتے ہیں ''مسلک اہل حدیث سے امتیازی سلوک کیوں؟'' اور دوسری طرف جہاں کسی حکومتی ادارے میں کوئی اہل حدیث واقعی ''مسلک'' کی نمائندگی کر رہا ہے تو اس کی اس لیے ناقدری کی جا رہی ہے کہ وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کا باضابطہ ممبر نہیں۔

کیا مسلک اہل حدیث اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ایک ہی چیز کا نام ہے؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر وہ بے شمار اہل حدیث، اہل قلم، علماء، اساتذہ کرام جو مرکزی جمعیت اہل حدیث سے وابستہ نہیں بلکہ اہل حدیث کی مختلف دوسری تنظیموں سے وابستہ ہیں اور ہمارے مشاہیر (مرحومین اور بقیدِ حیات) کے بارے میں آپ کیا کہیں گے جو ایک وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث سے وابستہ نہ تھے بلکہ اہل حدیث کے ایک دوسرے دھڑے سے وابستہ رہے۔ بلکہ جس میں سرِ فہرست اب مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر محترم بھی ہیں۔

بجا ہے کہ آپ مسلک اہل حدیث کی نمائندگی کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں اور ہر حکومتی پلیٹ فارم سے انہیں زیادہ سے زیادہ سیٹیں دلوائیں لیکن یہ کتنی بڑی ناانصافی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ مولانا عبدالغفار حسن ...... کہ جن کی اہل حدیثیت کے لیے کسی کے سرٹیفکیٹ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے...... ایک عرصہ سے اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن ہیں (بلکہ اب ان کی مدّتِ رکنیت ختم بھی ہو رہی ہے) اور خود کونسل کے ارکان اس بات کی شہادت دیں گے کہ انہوں نے ہر مسئلہ میں مسلک اہل حدیث کی بھرپور نمائندگی کی ہے بلکہ مسلک کی بنا پر کونسل کے دوسرے متعدد ارکان کی ناراضگی بھی مول لی ہے، بجائے اس کہ آپ ان کے شکرگزار ہوتے کہ انہوں نے اب تک کونسل کے ایوان میں مسلک کی خوب ٹھوک بجا کر نمائندگی کی ہے، آپ انہیں انتہائی استخفاف کے ساتھ مولانا عبدالرحیم اشرف کا نمائندہ قرار دے رہے ہیں؟

میں قاضی محمد اسلم سیف سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ کونسل کی کارروائیوں میں سے اُن مسائل کی نشاندہی کریں جن میں مولانا عبدالغفار حسن نے مسلک اہل حدیث کی نمائندگی نہ کی ہو بلکہ مولانا عبدالرحیم اشرف کی نمائندگی کی ہو؟

افسوس کہ یہ اندازِ گفتگو تو کسی بھی مسلک والوں نے کبھی بھی اختیار نہیں کیا کہ اپنی کسی خاص جماعت سے وابستگی یا عدمِ وابستگی کی بنا پر کونسل میں موجود اپنے ہم مسلک حضرات سے براءت کا اظہار کیا ہو؟

وَظُلْمُ ذَوِی الْقُرْبٰی اَشَدُّ مُضَاضَةً
عَلَی الْمَرْءِ مِنْ وَقْعِ الْحُسَامِ الْمُهَنَّد

کاش کہ قاضی صاحب! آپ نے جماعت میں افتراق وانتشار، کہ جس کی بنا پر اہل حدیث کوئی نیک نامی نہیں حاصل کر پا رہے، کو دور کرنے اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کی سعی کی ہوتی کہ اللہ کی نصرت شاملِ حال رہتی اور اربابِ اقتدار سے یہ شکوہ نہ کرنا پڑتا لیکن آپ نے اپنا زورِ قلم ان بزرگوں کو نشانہ استخفاف بنانے صرف کر دیا کہ جو آج بھی مسلکِ اہل حدیث کی خدمت میں دن رات کوشاں ہیں۔ آپ ان کی ناقدری کریں، ان شاء اللہ وہ عنداللہ ماجور ہوں گے لیکن آپ کو اپنی زیادتی کا حساب ایک نہ ایک دن ضرور دینا ہوگا۔

والسّلام [1]

www.KitaboSunnat.com

[1] (الاعتصام: جلد ۴۶ شمارہ: ۳۲، ۱۲ اگست ۱۹۹۴ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری

www.KitaboSunnat.com

أمیر المؤمنین فی الحدیث

ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری

ترجمہ

مولانا محمد داؤد راز

نظر ثانی

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد

تخریج

فضیلۃ الشیخ احمد زہوۃ　فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ

(۱) آیات کریمہ کی تخریج (۲) احادیث مبارکہ کی تخریج اور حدیث نمبر کے ذریعے دیگر کتب احادیث کی طرف راہنمائی (۳) اقوال رسول ﷺ کا امتیازی رسم الخط (۴) درسی نسخہ ہندیہ سے تقابل اور موازنہ (۵) تین مختلف ایڈیشن (۶) اعلیٰ طباعت اور معیاری کاغذ (۷) خوبصورت جلد بندی اور دیدہ زیب سرورق (۸) مناسب قیمت

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون:042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ پاکستان فون:041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ابن کثیر

امام المفسرین حافظ عماد الدین

ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

المتوفی ۷۷۴ھ

ترجمہ

امام العصر مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ

تخریج
کامران طاہر

تحقیق و نظر ثانی
حافظ زبیر علی زئی

تقریظ
ابو الحسن مبشر احمد ربانی
حافظ صلاح الدین یوسف

☆ تمام آیات قرآنیہ، احادیث کریمہ کی مکمل تخریج و تحقیق کا اہتمام
☆ خوبصورت سرورق، معیاری طباعت، بہترین کاغذ، مناسب قیمت

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail:mektabaislamiapk@gmail.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیری نکات و افادات

از

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ

جمع و ترتیب

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

حیات و خدمات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ